

کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ علیہ

1

محقق: عسکری الفقیہ مفتی
محمد انور حسین قادری



خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لے

[https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا زویب حسن عطاری

for more books click on the link

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک فتاویٰ کا مجموعہ

العطايا الالهيه

في

الفتاوى العليسيه

معروف به

فتاوى عليسيه

مصنف

محقق عصرتاج الفقہاء مفتی محمد اختر حسین قادری

استاذ فقہ و محققات و صدر شعبہ افتاء دارالعلوم علییہ

زبیہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

شبیر برادرز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فتاویٰ علمیہ

مصنف _____ محمداختہ حسین قادری

با اہتمام _____ ملک شبیر حسین

سن اشاعت _____ فروری

سرورق _____ اے ایف ایس ایڈورٹائزر ودر

طباعت _____ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ _____ روپے

زبیر سنٹر، ۱۱۰ بازار لاہور
042-37246006

شبیر برادرز

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی یا کمزوری تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ہوالقادر

جميع حقوق الطبع محفوظة للنشأة

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اجمالی فہرست

۷	_____:	_____	کلمات تشکر
۷	_____:	_____	عرض ناشر
۷	_____:	_____	انتساب
۸	_____:	_____	اہداء
۹	_____:	_____	خراج عقیدت
۱۰	_____:	_____	آثار و تبرکات
۳۲	_____:	_____	تقدیم
۴۸	_____:	_____	حالات مصنف
۷۴	_____:	_____	نظم بر فتاویٰ علمیہ
۷۷	_____:	_____	فہرست از کتاب الطہارت
۷۷	_____:	_____	تا
۴۹۷	_____:	_____	کتاب الحج

کلمات تشکر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

- (۱) بے شمار سوغات حمد و ثنا حاضر ہے منعم حقیقی اللہ جل مجدہ کی بارگاہ بے نیاز میں، جس نے خدمت حقہ کی توفیق بخشی۔
- (۲) بے حساب درود و سلام پیش ہے رحمت عالم معلم کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار پر انوار میں جن کے صدقہ میں علم دین اور فقہ اسلامی کی اشاعت مقدر ہوئی۔
- (۳) کروڑوں کلمات تشکر نذر ہیں اساطین امت اور اولیائے ملت کی خدمت میں جن کی جدوجہد سے لا تعداد قلوب داذہان کو ایمان و عقیدہ اور علم و عمل کی عظیم دولت نصیب ہوئی۔
- (۴) اگلیت گلدستہ شکر نچھاور ہے اکابرین اسلام اور اساتذہ عظام کی آستانہ عالیہ پر جن کی عنایتوں، نوازشوں، اور دعاؤں نے اس خدمت کے قابل بنایا۔
- (۵) بہت بہت تحفہ شکر و مدحت حاضر ہے ان احباب اور کرم نوازوں کی محفل میں جن کی کوشش اور مشورہ سے یہ علمی ذخیرہ اہل ذوق کے سامنے لانے کے لائق ہوا۔
- (۶) لاکھوں بار دعائیں ہیں ان باوفا تلامذہ کے لئے جنہوں نے ہر ممکن علمی تعاون کر کے احقر کا بھار ہلکا اور بہت سی مشکلات کو آسان کیا۔
- (۷) ہزار ہا ہزار دعائیں ہیں ان ارباب دولت کے لئے جنہوں نے از خود مالی تعاون کے لئے اپنا قدم آگے بڑھا کر طباعت و اشاعت کا ذمہ لیا۔

گدائے آستانہ رضویہ
محمد اختر حسین قادری

عرض ناشر

(مفتی)
شبیر برادرزہ
نیشنل سنٹر، ۴۴، انڈیا بازار لاہور
فون: 042-37246006

دین اسلام کی معلومات کا اصل ماخذ و مصدر عربی زبان ہے۔ اسلام کوئی علاقائی مذہب نہیں تھا کہ وہ عرب کے علاقے ہی میں محدود ہو کر رہ جاتا بلکہ یہ تو عالمی (International) مذہب ہے جس نے اپنی ضیاء پاش کر نوں سے پورے عالم کو منور و مستفیض کیا۔

ہر رنگ و نسل، شرق و غرب، شمال و جنوب کے لوگ اس کے دامن کرم سے وابستہ ہوئے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے انہوں نے علمائے کرام و مفتیان ذوی الاحترام کی بارگاہوں میں اپنی علاقائی مادری زبانوں میں مسائل دریافت کئے اور علمائے انہی کی زبانوں میں سوالات کے جوابات مرحمت فرمائے۔ اس طرح ہر زبان میں کچھ نہ کچھ اسلامی معلومات کا ایک معتد بہ حصہ علمائے کرام نے جمع کر کے اس علاقے کے لوگوں کو ضرورت سے زیادہ عربی زبان سیکھنے سے بے نیاز کر دیا۔

دوسری زبانوں کی طرح اردو زبان میں بھی اسلامی معلومات فراہم کی گئیں بلکہ دوسری زبانوں کی بہ نسبت اردو زبان میں اسلامی معلومات کا ذخیرہ کچھ زیادہ ہی ہے کیوں کہ یہ زبان ہندوپاک اور بنگلہ دیش کی مادری زبان ہے۔ اس زبان سے وابستہ اکثر لوگ دین اسلام سے منسلک ہیں اس لئے علمائے کرام نے اُن کی زبان میں بھی علوم اسلامیہ کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ اکٹھا کر دیا ہے۔ کثرت سے دینی مسائل دریافت کئے گئے جس کے نتیجے میں فتاویٰ کی کتابوں کی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے، جس سے عوام و خواص یکساں مستفیض ہو رہے ہیں۔ مطبوعہ فتاویٰ میں فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ، فتاویٰ مصطفویہ، فتاویٰ اجملیہ، فتاویٰ بحر العلوم، فتاویٰ فیض الرسول، فتاویٰ برکاتیہ، فتاویٰ حامدیہ، فتاویٰ ملک العلماء، فتاویٰ نعیمیہ وغیرہ قابل ذکر ہیں جن میں شرعی معلومات کا ایک ٹھکانہ مارتا ہوا، بحرنا پیدا کننا ہے۔

میدان تبلیغ میں جس طرح تقریر و تحریر کا کلیدی کردار ہے اسی طرح آج کے اس دور میں کتابوں کی طباعت و اشاعت کی افادیت و اہمیت اور اس کے دور رس نتائج سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اسی کے پیش نظر استاذ الفقہاء فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ کے ذریعے ایمان و عقائد کی اصلاح

اور بد مذہبوں کی تردید میں بے شمار کتابیں چھپ کر عوام و خواص سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ”فتاویٰ علمیہ“ بھی ہے جو اس وقت آپ کے پیش نظر ہے۔ یہ مصر حاضر کے بالغ نظر، جواں سال، جواں عزم، معتمد و مستند مفتی تاج الفقہاء علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری رضوی مدظلہ العالی کے فتاویٰ کا حسین مجموعہ ہے۔ یقیناً فقہ کی خدمت بہت عظیم نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین متین کا فقیہ بناتا ہے۔ مجدد تعالیٰ یہ مجموعہ کتاب العقائد سے لے کر کتاب الفرائض تک فقہی ابواب پر مشتمل ہے۔ جو عالم اسلام کی عظیم و عبقری شخصیت مبلغ اسلام و سنت، خلیفہ اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ عبدالعلیم میرٹھی مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب ہے اور آپ ہی سے منسوب مشرقی یوپی کی عظیم مرکزی درس گاہ دارالعلوم علمیہ جہد اشاہی بہتی بھی ہے جس میں حضرت مفتی صاحب قبلہ شعبہ افتا کے منصب صدارت پر فائز ہیں۔ آپ علما و فقہاء کے مابین ایک امتیازی شناخت رکھتے ہیں اور آپ کو ماہر فقہ و فتاویٰ استاذ الفقہاء فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ الباری سے اکتساب فیض کرنے اور ان کا معتمد خاص ہونے کا شرف بھی حاصل ہے، موجودہ اکابر علمائے کرام میں جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول حضرت علامہ مفتی شبیر حسن رضوی، ممتاز الفقہاء محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی اور وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب ازہری اطال عمر ہم کی مخصوص دعائیں بھی مفتی صاحب کے ساتھ شامل حال ہیں۔

”فتاویٰ علمیہ“ طلبہ، علماء، عوام و خواص ہر ایک کے حق میں انشاء اللہ العزیز یکساں مفید ہوگا۔ ہمیں اپنے قارئین کرام سے قوی امید ہے کہ ”کتب خانہ امجدیہ دہلی“ کی دیگر پیش کش کی طرح اس پیش کش کو بھی قدر کی نظر سے دیکھیں گے۔ ہم اس میں کہاں تک کامیاب ہیں اس کا فیصلہ اپنے قارئین حضرات پر چھوڑتے ہیں۔ البتہ اس کی کمپوزنگ پروف ریڈنگ، تحسین و تزئین میں حتی الامکان تصحیح کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ امکان خطا سے انکار نہیں، لہذا جن حضرات کو اس میں کوئی غلطی ظاہر ہو ان سے میری گزارش ہے کہ اس کی اہمیت کو گھٹانے کی بجائے مجھے مطلع فرمائیں تاکہ دوسرے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔ میں ایسے حضرات کا ممنون و مشکور ہوں گا۔

آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور حضرت مفتی صاحب قبلہ کو مزید دین کی خدمت کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور مسلک اہلسنت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم رکھے اور اسی مسلک پر خاتمہ فرمائے آمین

یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

ملک شبیر حسین

۹ ربیع الاول ۱۴۳۸ مطابق ۹ دسمبر ۲۰۱۶ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

خلیفہ حضور اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام علامہ

الحاج الشاہ عبدالحلیم صدیقی میرٹھی مہاجر مدنی قدس سرہ

(وصال ۱۳۷۳ھ)

اور

آپ کی دُعائے صبح گاہی کا شمرہ، اہلسنت کا عظیم سرمایہ

مسک اعلیٰ حضرت کا مضبوط قلعہ

دارالعلوم اہلسنت علمیہ

اور

مادر علمی الجامعۃ الاسلامیہ روناہی فیض آباد

کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اهداء

امام الائمہ کاشف الغمہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(وصال ۱۵۰ھ)

خاتم الاکابر سیدنا آل رسول احمدی برکاتی مارہروی قدس اللہ سرہ
(وصال ۱۲۹۶ھ)

مجدد اعظم فقیہ فقید المثل امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(وصال ۱۳۳۰ھ)

فقیہ اعظم صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رضوی قدس سرہ
(وصال ۱۳۶۷ھ)

تاجدار اہلسنت مفتی اعظم ہند علامہ محمد مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہ
(وصال ۱۴۰۲ھ)

قائد اہلسنت رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ
(وصال ۱۴۲۳ھ)

فقیہ ملت صاحب تصانیف کثیرہ علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ
(وصال ۱۴۲۲ھ)

شیخ القرآن استاذ العلماء علامہ عبداللہ خان عزیز علیہ الرحمہ
(وصال ۱۴۳۲ھ)

کی خدمات عالیہ قدسیہ میں

گر قبول افتد ہے عز و شرف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

خراج عقیدت

ولادت علوم اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ شیخ الاسلام والمسلمین

علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری صاحب

قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ، بریلی شریف

ممتاز الفقہا شہزادہ صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری

صاحب قبلہ دام ظلہ العالی، گھوسی شریف

جامع معقولات ومنقولات استاذ کریم

علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ مدظلہ العالی

شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیۃ روناہی فیض آباد

اور

جملہ اساتذہ کرام کے ساتھ

والدین کریمین کی بارگاہ میں

جن کی دُعاؤں، عنایتوں اور نوازشوں نے اس خدمت کے قابل بنایا

آثار و تبرکات

☆ کتاب

☆ سنت

☆ ارشادات

☆ تصدیقات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

﴿وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ

أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا﴾

(البقرة/۲۶۸)

یعنی

اور جسے حکمت دی گئی اسے بہت بھلائی دی گئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ

اِذَا رَجَعُوا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾

(التوبة/۱۲۲)

یعنی

تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت

نکلے کہ دین کی فقائیت حاصل کرے اور واپس آ کر

اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ بچیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

”مَنْ یُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَیْرًا

یُفَقِّهْهُ فِی الدِّیْنِ“

(مسند الامام احمد بن حنبل، ج: ۳، ص: ۹۴)

یعنی

اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے

اسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال الامام الاعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

”إِنِّي أُقَدِّمُ الْعَمَلَ بِالْكِتَابِ، ثُمَّ بِالسُّنَّةِ،

ثُمَّ بِأَقْضِيَةِ الصَّحَابَةِ مُقَدِّمًا مَا اتَّفَقُوا

عَلَى مَا اخْتَلَفُوا، وَحِينَئِذٍ أَقِيسُ.“

(میزان الشریعہ الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۸۰)

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

فرمایا میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، اس کے بعد

احادیث پر پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ فیصلوں پر اور ان

کے درمیان اختلاف کی صورت میں قیاس کرتا ہوں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 قَالَ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
 ”النَّاسُ عِيَالٌ فِي الْفِقْهِ عَلَى أَبِي جَنْيْفَةَ
 مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْقَهَ مِنْهُ“
 (الخيرات الحسان، ص: ۲۹)

سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا
 لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں
 میں نے کسی کو ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام اہلسنت

امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

”زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ فہم ہے اور انشاء اللہ العزیز

زمانہ ان ہندگان خدا سے نہ خالی ہوگا جو مشکل کی تسہیل،

معصل کی تحصیل، صعب کی تذییل، مجمل کی تفصیل کے ماہر ہوں،

بحر سے صدف، صدف سے گہر، بذریعہ درخت،

درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں۔“

(الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۲۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قال المحقق العلامة "قاسم بن قطلوبغا" رحمه الله تعالى
 "إِنِّي رَأَيْتُ مَنْ عَمِلَ فِي مَذْهَبِ أَيْمُنَتَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا
 "بِالشَّهْوَى" حَتَّى سَمِعْتُ مِنْ لَفْظِ بَعْضِ الْقَضَاةِ
 هَلْ تَمَّ حَجَرٌ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ! اتَّبَاعُ الْهَوَى حَرَامٌ،
 وَالْمَرْجُوحُ فِي مُقَابَلَةِ الرَّاجِحِ بِمَنْزِلَةِ الْعَدَمِ."
 (شرح عقود رسم المفتى، ص: ۴۶)

امام محقق علامہ "قاسم بن قطلوبغا" رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے
 اپنے ائمہ مذہب کے پیروکاروں میں ایسے لوگوں کو دیکھا جو خواہشات
 پر عمل پیرا تھے حتیٰ کہ میں نے بعض قاضیوں کے منہ سے یہ بات سنی کہ
 اس میں (کسی بھی قول کو لے لینے میں) کیا کوئی حرج ہے؟ میں نے
 جواب دیا کہ ہاں! خواہش کی پیروی حرام ہے اور رائج کے مقابلے میں
 مرجوح کا عدم ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قال السيد محمد العلوي المالكي قدس سره

قاضی القضاة بمكة المكرمة

”نَحْنُ نَعْرِفُهُ بِتَصْنِيفَاتِهِ وَتَالِيفَاتِهِ حُبُّهُ عَلَامَةُ

السُّنَّةِ وَبُغْضُهُ عَلَامَةُ الْبِدْعَةِ“

(امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص: ۱۴۸)

ہم امام احمد رضا قادری کو ان کی تصنیفات و تالیفات

کے مطالعہ کے ذریعے اچھی طرح جانتے ہیں ان کی

محبت سنیت کی علامت اور ان سے بغض علامت بدعت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سراج المصباح علامہ محمد نظام الدین احمد پوری نے فرمایا

”علامہ شامی اور صاحب فتح القدر مولانا

(احمد رضا صاحب) کے شاگرد ہیں یہ تو

امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں۔“

(سوانح سراج المصباح، ص: ۲۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبِّیْنَ الْقَلَمِ قَائِدِ الْاِسْلَمِ عَلَامَةُ الْاِشْدِ الْقَادِرِ عَلَیْهِ الرَّحْمَہُ فَرَمَاتے ہیں

”دنیا سے اسلام کے محسن! (امام احمد رضا) تم نے

حق و باطل کے درمیان اتنی واضح لکیر نہ کھینچ دی ہوتی، تو آج اُمنڈتے

ہوے ان سیاہ فتنوں کے هجوم میں امت مسلمہ کا کیا حال ہوتا؟

کیا معلوم کہ ہم ہر کشتگانِ بادۂ غفلت عقلِ غلط اندیش کی رہنمائی

میں کہاں پہنچتے ہوتے۔“

(یعنی مشاہدات، ص: ۱۶)

تصدیق ایتق

دارت علوم رضا جانشین مفتی اعظم ہند شیخ الاسلام و المسلمین تاج الشریعہ حضرت
علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ

حضرت مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب جماعت اہلسنت کے معتمد اور ممتاز عالم دین ہیں برسوں سے
تدریسی تحریری اور تقریری خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ آپ نے ہزاروں فتاویٰ جاری کئے جو اکابر علمائے
اہلسنت کی تصدیقات سے مزین ہیں۔

در نظر کتاب مسلمی بہ "فتاویٰ طیمہ" آپ کے انہیں فتاویٰ کا حسین گلدستہ ہے جس کو آپ نے افادہ عام کے
لئے کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں بیش از بیش خدمت
دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم علیہ علی اللہ الفضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔

(تاج الشریعہ) محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ

بریلی شریف

۷ ارمحرم الحرام ۱۴۳۸ھ

تصدیق جمیل

شہزادہ حضور صدر الشریعہ پاسبان اسلام نائب قاضی القضاۃ فی الہند ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ محدث کبیر
حضرت علامہ الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی دامت برکاتہم العالیہ

باسمہ تعالیٰ

نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد! اس خبر سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی کہ اردو زبان کے فقہی ذخائر میں ایک اور قیمتی سرمایہ ”فتاویٰ علیمیہ“ کا اضافہ ہو چکا ہے، یہ کتاب بہت جلد مراحل طباعت وغیرہ سے گزر کر منصہ شہود پر جلوہ گر ہونے والی ہے۔
”فتاویٰ علیمیہ“ روزمرہ پیش آنے والے ان سوالات کے مدلل جوابات پر مشتمل ہے جو اہل سنت و جماعت کی مشہور ترین دینی درسگاہ ”دارالعلوم علیمیہ“ جمدا شاہی بستی میں پورے ملک و بیرون ملک سے احکام شرعیہ کی دریافت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔

دراصل ”فتاویٰ علیمیہ“ میں مندرج جملہ فتاویٰ حضرت العلام ”مفتی محمد اختر حسین صاحب قادری زید مجدہ“ کی علمی کاوشیں اور نتائج الافکار ہیں۔ ان فتاویٰ کے معتد و معتبر ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ مفتی صاحب موصوف بہت متدین و محتاط تبحر عالم دین ہیں، بلند پایہ محقق و مدرس ہیں، جو لکھتے ہیں وسیع مطالعہ اور حکم کی صحت و سقم، قوت و ضعف پر امعان نظر کے بعد ہی لکھتے ہیں۔ مسائل جدیدہ میں آپ مقیس علیہ کے حکم کے اسباب و علل و مناط و مدار میں جب تک اتحاد جہات پر مطمئن نہیں ہو جاتے مقیس کے متعلق اصدار حکم میں توقف فرماتے ہیں۔ میں نے خود مفتی صاحب موصوف کے کئی فتاویٰ پر تصحیح و تصدیق کے دستخط ثبت کئے ہیں۔ اس کے علاوہ میں نے ”فتاویٰ علیمیہ“ کے چند فتاویٰ کا مطالعہ کیا ان میں محقق و متحقق اور اپنے ائمہ کرام کی تصحیح و ترجیح و تنقیح کے جلووں کو محسوس کیا۔

حضرت مفتی محمد اختر حسین صاحب سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں، میں نے انہیں بہت قریب سے دیکھا

ہے آپ متورع عالم دین ہونے کے ساتھ منکسر المزاج، متواضع الطبع ہیں، بکری تجسس، اصابت رائے آپ میں خوب نمایاں ہیں۔ بے شمار مسائل میں آپ مراجعت کے محتاج نہ ہوتے ہوئے بھی مراجعت علماء میں غار محسوس نہیں کرتے جب کہ بہت سارے علماء کو میں نے اس خوبی سے عاری پایا۔

حقیقت یہ ہے کہ فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اور جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب رضوی مدظلہ کی تربیت و افادیت نے آپ کے فتوؤں میں خوب جلا عطا فرمادی ہے۔ ان حضرات نے آپ کو فتویٰ نویسی کا مجاز بنایا ہے۔ مفتی صاحب کے اصرار پر میں بھی ان کو فتویٰ نویسی کا مجاز عام بناتا ہوں۔

رب قدیر ”فتاویٰ علیمیہ“ کو قبول عام و تمام عطا فرمائے اور آپ کے درجات علمی و مراتب مقبولیت کو خوب بلند فرمائے۔ آمین۔

(محمد شکیب) فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری غفرلہ

قادری منزل

۲۰ ربیع الثانی، ۱۴۳۷ھ

تقریظ جلیل

ماہر ہفت لسان، محقق ذیشان، وحید الزمان، حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد عاشق الرحمن قادری الحنبلی دامت برکاتہم

الحمد لله رب العلمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین
میں نے فاضل جلیل القدر و فقیہ رفیع المرتبت مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب سلمہ کے فتاویٰ (فتاویٰ علمیہ) کے کئی ابواب کے کئی فتاویٰ ملاحظہ کئے۔ مجھے ان کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے۔ میں نے ان کے فتاویٰ میں آداب افتا کی بھرپور رعایت پائی۔ انہوں نے مذہب حنفی کے اقوال رائج کو اختیار کیا ہے۔ قول طاہر الرویۃ ان کا مختار ہے۔ میں نے ان کے جتنے فتاویٰ ملاحظہ کئے انہیں مذہب حنفی کی معتمد کتابوں کے حوالہ جات سے مزین پایا۔ میرا ملاحظہ کیا ہوا ان کا ہر فتویٰ مذہب حنفی کے مفتی بہ قول پر صادر ہے۔ ان فتاویٰ میں ملک العلماء کاسانی کی بدائع الصنائع، علامہ ابراہیم حلبی کی غنیۃ المستملی، علامہ زیلیعی کی تبیین المتعاقق، علامہ ابن عابدین کی رد المحتار ایسی کتابوں کے حوالہ جات بھرے ہوئے ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ میں نے اس امر کا عادی پایا کہ وہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کے قول سے اپنے فتویٰ کو مؤید کرتے ہیں، اور کہیں کہیں باب تفقہ میں آپ کے مدح کئے ہوئے تلمیذ رشید حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے قول کو اپنے فتویٰ کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ برسوں پہلے کا دوانی مسجد (معروف بہ ہانڈی والی مسجد) سیفی جوہلی اسٹریٹ ممبئی میں ایک صاحب سے متعلق یہ سن کر کہ ”وہ فتاویٰ رضویہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔“ حضرت علامہ مفتی بدر الدین احمد صاحب گورکھپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ”جو اہلیت رکھتے ہوئے فتاویٰ رضویہ سے چمٹا رہے گا۔ وہ مفتی ہو جائے گا۔“ انجمن جامعہ حبیبیہ الہ آباد کے ۱۳۳۵ھ میں منعقد کئے ہوئے دینی سمینار کے موقع پر پیش کئے ہوئے اپنے خطبہ ترحیب میں نے سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی شان میں یہ کہا تھا کہ ”الذی کان فقیہا محققا و متکلمہا ملحقا و ادم بین الماء والطين.“ مفتی محمد اختر حسین سلمہ فتاویٰ رضویہ سے چمٹے ہوئے ہیں، یہی ان کے تفقہ بالغ کا ضامن ہے۔

ان کے فتاویٰ کے مطالعہ سے صحیح العقیدہ حضرات کو نفع کثیر حاصل ہوگا۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے اور ان کے

درجے کو بلند فرمائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

(الفقیہ محمد عاشق الرحمن قادری الحنبلی غفرلہ)

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

تائید جلیل

جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مولانا محمد بخش اللہ قادری صاحب قبلہ دام فیضہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احمد اللہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً متوالیاً، واصلی و اسلم علی سید البشر و آلہ صلوة

لا قاطع لاتصالہا:

یہ کتاب مستطاب ضخیم الجوش عظیم الشان ”مجموعۃ الفتاویٰ مستفی باسم“ العطا یا الالہیۃ فی الفتاویٰ العلمیۃ“ جو اس قلیل البہاعت فی العلم ناچیز حق خزر کے پیش نظر ہے اس کے اوائل و اواخر اور بعض مقامات واسطہ کو ملاحظہ کیا تو کلمہ تدریج و تحسین، تسبیح و تعجب، سبحان اللہ بار بار ہماقت قلب زبان پہ جاری رہا۔ واہ کیا خوب مسائل فقہیہ کی تنقیح و قیغ اور تحقیق انیق ہے اور کلمات و عبارات کی حسین تنظیم و ترمیع ہے۔ الحاصل مجموعہ مدونہ، معتمد علیہ، موثوق بہ، قابل استفادہ و استفاضہ اور مفتین و مستفتین سب کے لیے نعمت مشکورہ غیر مترقبہ ہے مشک آں ست کہ خود بگوید نہ کہ عطار بگوید۔ ان فی ذلک لدکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وهو شہید (قرآن حکیم)

انشاء اللہ ان ینفع بہ اللہ خیر مستول

مصنف کی عظمت مصنف کی عظمت و جلالت علمی کی مرہون ہوتی ہے۔ لہذا ان کی علمی و فقہی جلال و جمال کو حاضر قلب و ذہن کیجئے۔ مجموعہ مستحسنہ، تصنیف لطیف کے جامع و مصنف خلیفہ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر حسین قادری قاضی شریعت ضلع سنت کبیر مگر ہیں۔ زینۃ اللہ بکل زین و طہرہ من کل شین وجعلہ کاسمہ یعنی کو کتب الحسنین

مولائی الکریم انھیں آسان علم و فقہ کا ایسا اختر درخشاں اور نیر تاباں بنائے کہ جس کی ضیاء کے مقابل بزم خویش دنیاوی کو اکب و نجوم کی روشنی اور ان کا جمال مفضل و متفائل ہو جائے۔

مولانا موصوف ملک کی مایہ ناز درس گاہ دارالعلوم علمیہ ہمدان شاہی کے قابل افتخار استاذ اور دامہ الامناء کے

متمرن و مشاق مفتی ہیں، عظیم الشان فقہی سیماروں میں شریک ہو کر مقالات فقہیہ اور مسائل اجتہادیہ کے جواہر و درر بکھیرتے دکھائی دیتے ہیں جہاں سر بر آوردہ مرجع الفتاویٰ قاضیان اسلام اور مفتیان اعلام کی جلوہ گری اور جلوہ آرائی رہتی ہے۔ یہ کوئی امر مخفی نہیں ہے بلکہ شمس و اس کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

رب تعالیٰ منعم حقیقی نے آپ کو محاسن کثیرہ اور مکارم وافرہ سے نوازا ہے، آں جناب پختہ کار مصنف، درس گاہ کے عکتہ سنج مدرس، درس نظامی کے جملہ علوم و فنون پہ حاوی، شیریں زبان، واعظ و ناصح، صاحب الدلائل مقرر، عمدہ خطیب البراہین، نفیس قلم کار، تنقیدی مقالہ نگار اور حاضر جواب مناظر و مباحث ہیں یہ ہے ان کی شخصیت جامع الصفات جو یقیناً قابل رشک ہے، ان تمام صفات ستودہ میں صفت فتویٰ نویسی اور فقہی بصیرت سب پر ظاہر و غالب ہے کہ یہ حسن واحد نہیں بلکہ مجموعہ محاسن کثیرہ ہے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقهہ فی الدین (صحیحین) اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ارادۂ خیر فرماتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے، اسے دین میں فہم و بصیرت عطا کر دیتا ہے بقاضاء حدیث شریف آپ کا جو ہر عالی صاحب خیر و سعادت ہے اللہم فقهنا فی الدین۔

حضرت مفتی صاحب زید جبہ ملک کی عظیم دینی درس گاہ الجامعۃ الاسلامیہ قصبہ روناہی کے ساختہ پرداختہ تعلیم گرفتہ اور تربیت یافتہ ہیں۔ اور طالب علمی میں مابین الطلبة فطانت و ذکاوت میں ممتاز تھے بلکہ ان کی شان فاکھانہ تھی، ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، بار بار راقم النقوش کہا کرتا تھا، برسرش زہوش مندی، فی تابد ستارہ بلندی۔ فی الحال تذکرتا کہتا ہوں، می تافت ستارہ بلندی، مقصود بیان ہرگز یہ نہیں کہ انہوں نے میری درس گاہ میں زانوئے تلمذتہ کیا ہے، یہ جملہ تو ان کے قد جلیل اور قامت طویل کی تقصیر چاہتا ہے بلکہ انہوں نے اپنی سماعت مع الشہود سے شرف بخشا ہے یعنی حقیقت حال یہ ہے، استفدت منہ مالم یرشد منی۔

آخر الامر التماس ادعیہ وافرہ کے ساتھ دعا گو ہوں کہ پروردگار مجیب الدعوات تعینف و مصنف دونوں کو مقبولیت تامہ عطا فرمائے۔ اور حضرت مولانا بالفضل اولانا کو مزید تصنیفات کی توفیق بخشے، اللہم ارحم عبدک هذا ذا الخطر العظیم و مصنف الفتاویٰ العظیمہ و المسلمین کلہم اجمعین و اجعلنا مع الاحباء المرزوقین الذین النعمت علیہم من النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین۔ آمین یا رب العلمین بجاء حبیبک سید المرسلین و المحسنین علیہم و علینا اجمعین۔

الفقیر الی الغنی محمد بخش اللہ القادری، عطاہ اللہ ما ستمناہ

تاثر گرامی

قمر العلماء حضرت علامہ الحاج محمد قمر عالم قادری صاحب قبلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

ذری مطالعہ فتاویٰ محبت گرامی حضرت مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب دامحبہ کی سعی پیہم اور جہد مسلسل کا حسین نتیجہ اور فقہی گلدستہ ہے جس میں قوم و ملت کی جانب سے اچھے ہوئے سوالات کے جوابات بڑی ہی متانت و مجیدگی سے فقہ حنفی کے مطابق دیئے گئے ہیں فتویٰ نویسی ایک امر ہم ہے جو بڑی ذمہ داری سے انجام پذیر ہوتا ہے اس کی اہمیت و افادیت سے کما حقہ وہی واقف ہوتے ہیں جو اس کام پر مامور ہیں سائل کے سوال کس قدر آزادانہ ہوتے ہیں اہل علم سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ لیکن ایک مفتی کا قلم محتاط و ذمہ دار اور شرعی حدود و قیود کا پابند ہوتا ہے۔ قرآن کریم و احادیث رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کی روشنی سے منور فقہ، اصول فقہ و رسم افتا کی حد میں مقید رہتا ہے۔

میں نے مفتی صاحب کے فتاویٰ کو دیکھا اور پڑھا ماشاء اللہ خوب سے خوب تر پایا۔ اطمینان و وثوق کے ساتھ اکثر کی میں نے تصدیق بھی کی۔ مولیٰ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل مفتی صاحب کی مساعی جلیلہ کو مشکور فرما کر اجر جزیل عطا فرمائے اور ہر خاص و عام کو مجموعہ فتاویٰ سے استفادہ کی توفیق بخشے۔ آمین

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد قمر عالم قادری

دعائے گرامی

استاذ العلماء معمار قوم و ملت حضرت علامہ محمد تفسیر القادری قیامی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ و کریم کے کچھ ایسے مخصوص و محبوب بندے ہر دور میں رہے اور رہتی دنیا تک رہیں گے جنہیں وہ اپنے خاص فضل و کرم اور علم و حکمت سے نوازدیتا ہے۔ اسی کریم ذات نے اعلان بھی فرمادیا ہے

وَمَنْ يُّوتِ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اَوْتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا (سورۃ بقرہ آیت ۲۶۹)

اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی

دنیا میں بننے والے تمام بے علم انسانوں کو بھی یہ حکم دے دیا ہے۔

فَسَلُّوا اٰهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورۃ نساء آیت ۷)

تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ان اہل علم کے درجات کو بھی بلند فرمادیتا ہے کہ دولت و وقار و عزت و آبرو، مال و اولاد اور سامان

آسائش وغیرہ اپنی کثیر نعمتیں عطا فرما کر انہیں سرخرو فرمادیتا ہے۔

اس کے علاوہ کچھ ایسی قدریں بھی عطا فرمادیتا ہے جس سے وہ اہل باطن میں بھی چمکتا ہے اور وہ دنیائے

روحانیت کا نقیب بن کر سلسلۃ الذہب میں آبدار موتی کی طرح پرواٹھتا ہے اور تبلیغ و اشاعت علم دین متین میں ہمہ تن

مشغول ہو جاتا ہے بلکہ اس کا ہو کر رہ جاتا ہے۔

اللہ رب العزت ایسوں پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرما کر اپنی خشیت بھی عطا فرماتا ہے۔

جیسا کہ قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (سورۃ الفاطر آیت ۲۸)

اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہوتے ہیں۔

مخدوم سید علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ کی زبان میں، یہی علم نافع ہے اللہ رب العزت

انہیں اہل علم سے ایسے نمایاں کام لیتا ہے کہ دنیا دنگ رہ جاتی ہے اور وہ اپنا کام کر گزرتے ہیں۔

فاضل علوم شرقیہ، ماہر فنون درسیہ عقلیہ و نقلیہ، نازش افتاء حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب مد فیضہ کا ذکر جمیل ہے جو فضل الہی سے گونا گوں خوبیوں کے مالک ہیں دارالعلوم علمینہ جمد اشائی، بستی سے سند و دستار فضیلت ملنے سے پہلے بھی ایسے تھے کی بحث و تکرار اور مشقت کثیرہ کی بنیاد پر پوری جماعت رواں دواں رہتی تھی اور فراغت کے بعد جب دارالعلوم علمینہ میں بحیثیت مدرس تشریف لائے تو بھی الحمد للہ وہ نجوم کے مثل جگمگاتے رہے اور آج بھی علوم و فنون کی موتیاں بکھیر رہے ہیں۔

دارالعلوم علمینہ کے شعبہ افتاء کا بھی بابر اٹھانے کے بعد تو ماشاء اللہ ”چار چاند لگ گئے“ اور مثل آفتاب روشن اور روشن کنندہ بکر خدا کے فضل و کرم سے خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر اپنی کرنوں سے ایک عالم کو منور کر رہے ہیں۔
فالحمد لله على ذلك .

حضرت مفتی صاحب کا کردار تو ماشاء اللہ قابل ستائش ہے، خوش خلق، خوش گفتار، ملنسار، مہمان نواز ہیں راقم السطور نے یہ بھی دیکھا ہے کہ مہمانوں کی آمد پر مختلف طرح کے اشیائے خورد و نوش کا باضابطہ اہتمام کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے ان پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کا دروازہ اس طرح کھول رکھا ہے کہ جو ان سے ایک بار ملاقات کرتا ہے وہ مسخر ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا اپنے مخصوص بندے پر کرم بے پایاں ہے۔ فالحمد لله حمداً کثیراً۔
اب اگر کسی کے ذہن میں شیطان ایسا فتور ڈال دے جو غیر محمود ہو تو راقم السطور اسے عصری چپقلش یا حسد پر محمول کرتے ہوئے عرض کرے گا۔

عن عبد الله بن مسعود قال قال النبي ﷺ لا حسد الا في النّفس وجعل اتاه الله مالا فسلطه على هلكته في الحق وجعل اتاه الله الحكمة فهو يقضي بها ويعلمها. (صحیح البخاری، ج ۱، ص ۷۷)
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسد صرف دو چیزوں میں ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مال دے دے اور راہ حق میں خرچ کرنے کی اسے توفیق دے دے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو حکمت دیدے اور وہ اسی حکمت کے ذریعہ فیصلہ کرے اور حکمت ہی کی تعلیم دے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مفتی اختر حسین صاحب قادری رضوی خلیفہ تاج الشریعہ حضرت علامہ اختر رضا خان قادری رضوی الازہری دامت برکاتہم العالیہ والقدسیہ سے دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمات لے لے اور موصوف کو ارضی و سماوی تمام بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ و مامون فرمائے۔ اور ہر روز روزِ عید ہو ہر شب شبِ برات، استغفر اللہ ربی من کل ذنب والتوب الیہ۔ آمین۔ آمین۔

بجاء حبیبہ النبی الامین علیہ الفضل الصلوات والتسلیم

محمد تفسیر القادری قیامی (صدر فیض سبحانی مشن مقام وپوسٹ گلریہا)

دُعائے جمیل

شفیق ملت استاذ العلماء حضرت علامہ محمد شفیق الرحمن قادری رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد ا

راقم الحروف کو فتویٰ نویسی بلفظ دیگر نقل فتویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر فتاویٰ کی کتابوں کو علم دین میں اضافہ اور عام لوگوں کے آسان سوالات کے جوابات دینے کی غرض دعایت سے گاہے گاہے مطالعہ میں رکھتا ہے۔ راقم الحروف کے مطالعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس زمانہ میں جو فتاویٰ دیئے جاتے ہیں وہ نقل فتویٰ کی حیثیت رکھتے ہیں گو کہ ناقل فتاویٰ کو بھی عرف عام میں مفتی ہی کہا جاتا ہے۔

مگر یہ نقل بھی آسان امر نہیں کہ جو چاہے نقل احکام شرع فرمادے بلکہ اس کے لئے نہایت اہم اصول و شرائط کو ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے جو فتاویٰ نویسی کی کتابوں میں بالتفصیل منقول ہیں۔ اس پر تفصیلی بحث کے لئے تو ”فتاویٰ علمیہ“ کا تفصیلی مطالعہ ضروری تھا جس سے راقم الحروف محروم ہے۔ تاہم متعدد مقامات کا بغور مطالعہ کیا ہے اس کے پیش نظر راقم کا تاثر یہ ہے کہ مناظر اہلسنت خلیفہ حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب استاد و صدر شعبہ افتادار العلوم علمیہ ہمدان شاہی ضلع بستی کا درجہ معتمد ناقل فتویٰ کا ہے۔

آپ نے فتاویٰ مکمل غور و فکر کے بعد تحریر فرمائے ہیں ثبوت میں قول مفتی بہ، مرجع، مختار، سے استناد کیا ہے ساتھ ہی نقل میں صحت و دیانت کا التزام کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اسے مقبول انا م بنائے اور موصوف کے فیوض و برکات کو طریہ عام فرمائے۔

آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

خلص: محمد شفیق الرحمن رضوی مصباحی

تاثر گرامی

عالم نبیل فاضل جلیل حضرت علامہ مفتی محمد شہاب الدین نوری صاحب قلم دام محمدہ
استاذ مفتی دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الاکرم والاعلم

ہر دور میں سب سے زیادہ مشکل اور دشوار ترین کام دینی کام کرنا تھا اور فی زمانہ دینی کام کرنا کوئی بہت آسان نہیں ہے، جیسا کہ کام کرنے والوں پر یہ غلطی نہیں، ہر زمانے میں دشمنان دین سے تقابل ہوتا رہا اور ان کی بیخ کنی کا کام جاری رہا۔ ہر دور میں علماء و مفتیان عظام اپنی اپنی ذمہ داری نبھاتے رہے اور ذات باری تعالیٰ سے امید بھی یہی ہے کہ انشاء اللہ الموعود تعالیٰ تاج قیامت ایسے افراد اس فرس کیتی پر جنم لیتے رہیں گے اور دین متین کا کام کرتے رہیں گے البتہ ہر دور میں طرز کام و انداز کار مختلف تھا اور رہے گا اور آج دینی کاموں میں سب سے زیادہ اہم اور مشکل ترین کام کار افتا ہے، کیوں کہ افتا کے لئے بہت سارے علوم و فنون اور علوم دینیہ میں مہارت تامہ رکھنا اور اصول و فروع سے اچھی واقفیت ہونا لازم ہے اسی لئے مفتی کے لئے بیدار مغز ہونا، ذہانت، معاملہ فہمی کے ساتھ خود اعتمادی، جواب مذہب کی کتب معتمدہ مستندہ سے اخذ کرنا مسئلہ میں اختلاف جزئیہ کی صورت میں اصحاب ترجیح کے قول کو جاننا اور اسے اپنانا اور اپنے معتمد اسلاف حضرات کے اقوال کو جاننا عبادات و معاملات میں نت نئے آنے والے مسائل کو اکابرین علماء امت کے اقوال و افعال کی روشنی میں حل کرنا، غلطی ہو جانے پر آگاہ کرنے سے ہوشیار ہو جانا اور حق کو مان لینا، عزت نفس کو آڑے نہ لانا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنا، خوش اخلاق ہونا، نرمی سے کلام کرنا اور مسائل دینیہ پر سختی سے کار بند رہنا اور مسائل شرعیہ کے بیان کرنے میں حق ہی کا لحاظ کرنا وغیرہ وغیرہ درکار اور ضروری ہے اس کے علاوہ اور بہت ساری شرطیں ہیں۔

کار افتا در حقیقت فضل ربانی اور مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم ہی سے آسان ہو سکتا ہے ورنہ دشوار ترین کام ہے، اور جب اس تاثر میں دیکھا گیا تو ہماری جماعت اہلسنت کے ایک نہایت منفرد متدین صاحب تصانیف کثیرہ، دشمنان دین کا دندان شکن جواب دینے والا بے باک اور نڈر مناظر حضرت علامہ الحاج مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب دام ظلہ کی بھی ایک ذات ہے، فضل ربانی و کرم آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور محبوبان ہار گاہ کی عنایتوں سے بہت ساری خوبیوں کے حامل ہیں، ان کے علمی سرمایوں میں ایک عظیم سرمایہ تحفہ ”فتاویٰ علمیہ“ ہے جس کو انہوں نے تصنیف کر کے اہلسنت و جماعت کو ایک عظیم نعمت حاصل کرایا۔ مولیٰ کریم کی ہار گاہ اقدس میں دعا ہے کہ اپنے محبوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں ”فتاویٰ علمیہ“ کو مقبول انا م بنائے اور موصوف کو کونین کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ اور تصانیف کی مزید توفیق رفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم محمد شہاب الدین نوری

خادم دارالعلوم اہلسنت فیض الرسول

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدیم بر فتاویٰ علیمیہ

از

جامع معقول و منقول استاذ العلماء
حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صفا قبلہ دامت برکاتہم

تقدیم

جامع معقول و منقول ماہر درسیات استاذ العلماء غواص بحر علم و حکمت آشنائے رموز کتب اعلیٰ حضرت

حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی

شیخ الحدیث الجامعۃ الاسلامیہ روناہی، فیض آباد (یوپی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایک بندہ مومن کے لیے اس سے بڑھ کر سعادت مندی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کو علم دین جیسی بیش بہا دولت میسر آجائے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ اگر اس کو علم فقہ و فتاویٰ عطا فرمادے تو زہد نصیب، علم فقہ و فتاویٰ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”مَنْ يَرِدُ إِلَهُ بِهِ خَيْرٌ يَفْقَهُهُ فِي الدِّينِ“ (اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرمادیتا ہے) تو جس کے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھلائی آجائے اس کی دنیا بھی روشن و تابناک ہو جاتی ہے اور یقینی طور پر آخرت بھی سنور جاتی ہے ایک دوسرے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مَنْ تَفَقَّهَ فِي دِينِ اللَّهِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّهُ وَ رِزْقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ“ (جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کا فقیہ بن گیا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے غم اور اس کی روزی کے لیے کافی ہو گیا جہاں وہ گمان نہیں کرے گا)۔

علم فقہ کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئی ہوئی ہیں جن سے اس علم کی فضیلت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ عیاں ہے اس علم کے اٹھنے کو قرب قیامت کی نشانیوں سے شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالم اتخذ الناس رؤساً جهلاً لا فستلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا“ (اللہ تعالیٰ لوگوں سے یک دم علم نہ اٹھائے گا لیکن علما کے فوت کرنے سے علم اٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے ان سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے وہ خود گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو گمراہ کریں گے)

فقہ کا لغوی معنی

کسی چیز کو جاننا اور سمجھنا ہے، مگر صوفیائے کرام نے علم فقہ کی تعریف یوں کی ہے ”وہ احکام شریعت کو عمل میں

لانا ہے“ اسی لیے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹۳ھ-۱۷۹ھ) نے فرمایا: ”من تفقہ ولم يتصوف فقد تفسق ومن تصوف ولم يتفقہ فقد تزلزل“ یعنی جس نے عالم شریعت ہونے کے ساتھ، ساتھ طریقہ صوفیاء کی پیروی نہ کی وہ بے عمل ٹھہرا اور جس نے صرف زہد اختیار کیا اور علم شریعت سے بے بہرہ رہا اس کے ایمان کا کوئی بھروسہ نہیں۔

اور علمائے اصول فقہ کے نزدیک علم فقہ ”وہ علم ہے جس میں احکام شرعیہ فرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا جائے“ اسی لیے ان حضرات کے نزدیک فقیہ و مفتی حقیقت میں مجتہد ہی ہو سکتا ہے۔ صاحب فتح القدیر نے باب القضاء میں فرمایا: اصولین مضبوطی کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مفتی کا درجہ صرف مجتہد کو حاصل ہوتا ہے جو شخص خود مجتہد نہیں ہے لیکن اسے مجتہد کے اقوال زبانی یاد ہیں وہ مفتی نہیں ہے اس سے جب مسئلہ دریافت کیا جائے تو اسے بطور نقل و حکایت کسی مجتہد کا قول جواب میں بتانا چاہیے۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے زمانے میں (یعنی زمانہ مصنف فتح القدیر میں) جو علماء فتویٰ دیتے ہیں حقیقت میں وہ فتویٰ نہیں دے بلکہ اصل میں کسی مفتی کا قول ہے جو نقل کر دیا گیا ہے تاکہ مستفتی اس پر عمل کرے مجتہد سے اس کا قول نقل کرنے کے دو طریقے ہیں: اول یہ کہ یا تو وہ قول اس کے پاس کسی سند سے پہنچا ہو دوم یہ کہ اس نے مجتہد کا قول کسی ایسی مشہور کتاب سے لیا ہو جو دیگر علماء کے ہاتھوں میں رہتی ہو جیسے: امام محمد بن حسن کی کتابیں اور ایسے ہی دیگر کتب فقہیہ جو اپنی روایت و اسناد کے اعتبار سے خبر متواتر یا خبر مشہور کے درجے میں ہیں۔ (عمدة الرامیہ، ص: ۱۱)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فقیہ اعظم امام احمد رضا خاں قادری علیہ رحمۃ الباری اپنے رسالہ مبارکہ: ”اجلسی الاعلام ان الفتویٰ مطلقا علی قول الامام“ میں چند بنیادی مقدمات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: چوتھا مقدمہ فتویٰ کی دو قسمیں ہیں: عربی اور حقیقی تو حقیقی یہ ہے کہ دلیل تفصیلی کی معرفت کے بعد فتویٰ دیا جائے یہی وہ لوگ ہیں جن کو اصحاب فتویٰ کہا جاتا ہے، کہتے ہیں یہی فتویٰ دیا ہے فقیہ ابو جعفر، فقیہ ابو الیث اور ان کے امثال نے۔ اور عربی فتویٰ یہ ہے کہ عالم لوگوں کو امام کے اقوال بتا دے وہ دلیل کو نہ جانتا ہو محض تقلید کے طور پر ایسا کرے جیسے کہا جاتا ہے فتاویٰ ابن نجیم، فتاویٰ غزی، فتاویٰ طوری اور فتاویٰ خیر یہ وغیرہ اور بعد کے زمانے میں فتاویٰ رضویہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم، ج: ۱، ص: ۱۰۹)

افتا کا لغوی معنی

مطلعا جواب دینا یا کسی مشکل حکم کا جواب دینا اور اصطلاح شرع میں افتا کے معنی: حکم شرعی بیان کرنا اور فیصلہ سنانا ہے۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۲۵۲ھ) فرماتے ہیں: ”الافتاء فاسد الفاعل“

الحکم الشرعی، فتویٰ دینے کا مطلب حکم شرعی سے آگاہ کرنا ہے۔

علامت سنیٹ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری علیہ رحمۃ الہاری (۱۲۷۲ھ-۱۳۳۰ھ) فرماتے ہیں:

”انما الاستفتاء ان تعتمد علی شیء ولین لسائلک ان هذا حکم شرعی“ (فتاویٰ رضویہ جلد

اول، ص ۱۰۲) یعنی فتویٰ دینے کا معنی پورے اعتماد کے ساتھ سائل کو اس کے سوال کا حکم شرعی بتانا ہے۔

قرآن حکیم میں لفظ افتا اور استفتاء مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ درج ذیل آیات سے معلوم ہوتا

ہے ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ﴾ (النساء ۱۲۷) اے رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگ

آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے

ایک مقام پر ہے ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ﴾ (النساء ۱۷۶) اے محبوب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں

تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ ﴿قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَ الْفُتُونِیْ فِیْ أَمْرِیْ﴾ (النمل ۳۲) وہ

بولی اے سردار! تو میرے معاملہ میں مجھے رائے دو۔ ایک جگہ ہے ﴿يُؤْتِيكَ مِنْهَا الْوَسِيلَیْنِیْ﴾ (یوسف)

ان آیات میں لفظ افتا اور استفتاء حکم دینے، تحقیق چاہنے، خواب کی تعبیر بتانے، جواب مانگنے اور مشورہ دینے

کے معنی میں آیا ہے اور پکی دو آجوں میں اللہ تعالیٰ نے فتویٰ کی نسبت اپنی طرف فرمائی جس سے افتا کی عظمت و رتبت

کا پتہ چلتا ہے کہ یہ بڑا عظیم و بابرکت کام ہے مگر افتا اور اس کے وہ اصول و قواعد جو فقہائے کرام کی کتابوں میں مرقوم

ہیں ان سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ یہ کام انتہائی دشوار و مشکل اور ذمہ داری کا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے

ہیں: ”فقہ یہ نہیں کہ کسی جزئیہ سے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں ہر عربی بدوی فقیہ

ہوتا ہے کہ اس کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ، ضابطہ محررہ، وجوہ تکلم، طرق تقاضا، تنقیح مناط و

لحاظ انضباط، مواضع سیر، احتیاط و تجنب، تفریط و افراط، فرق روایت ظاہرہ و ناظرہ، تفسیر و آیات عامضہ و ظاہرہ، و منطوق

و مہموم صریح محتمل، و قول بعض و جمہور، مرسل و معطل، و وزن الفاظ معتبرین و شرماتہ ناقصین، عرف عام و خاص، مادیت

بلا و اشخاص، و حال زمان و مکان و احوال رمایا و سلطان و حفظ مصالح دین، و دفع مفاسد و مفاسدین، و مضارع قعود، و

شوارع مقصود، و جمع کلام، نقد مرام، فہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام، اطلاع عام، نظر دقیق و فکر عمیق، طول خدمت، و علم و

ممارست لہن، ہیئتہ وانی، ذہن صافی، معتاد تحقیق مقید توفیق کا کام ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ)

علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: فتویٰ لکھنے میں یہ چند چیزیں ضروری ہیں:

(۱) سوال کا کما حقہ سمجھنا۔ (۲) سوال کے لہجہ و لہجہ سیاق و سباق سے یہ پہچان لینا کہ سائل کا غٹھا کیا ہے یہ سب سے

اہم کام ہے جو شخص بہت دقیق تقہیدی نظر نہ رکھتا ہو وہ اس کو شاید ہی جان سکے یہ بہت ماہر حاذق کا کام ہے۔ (۳)

مفتی مخلص ہو۔ (۴) انتہائی ذہین و فطین ہو۔ (۵) زبان عربی کا پورا پورا ماہر ہو عبارت النص، دلالت النص، اشارت النص، اقتضاء النص وغیرہ کے ذریعہ فقہی عبارتوں کے جملہ معانی سمجھنے کا ملکہ رکھتا ہو۔ (۶) متداول کتب فقہ کا کامل مطالعہ کیے ہوئے ہو اور اس کے حافظے میں فقہ کے اکثر کلیات و جزئیات محفوظ ہوں۔ (۷) کسی سے مرعوب نہ ہو۔ (۸) اتنا جری ہو کہ بلا خوف و لومۃ لائم حق بات کہنے کی جرأت رکھتا ہو مزاج پر غصہ غالب ہو اور نہ لیسٹ (زری)۔ (۹) سوال کے بارے میں جب تک پورا اطمینان خاطر نہ ہو جائے حکم صادر نہ کرے۔ (۱۰) جو بھی حکم دے اس کی قوی دلیل پہلے ذہن نشین کر لے۔ (۱۱) متشابہ مسائل میں امتیاز پر قادر ہو وغیرہ وغیرہ“ (فتاویٰ برکاتیہ ص ۱۳-۱۴)۔

انہیں سب باریکیوں کے پیش نظر زمانہ رسالت میں فتویٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا جاتا تھا پھر آفتاب رسالت کے روپوش ہونے کے بعد ہر صحابی فتویٰ نہیں دیتا تھا بلکہ خلفائے راشدین اور دیگر اجلہ صحابہ کرام اس فریضہ کو انجام دیتے تھے اور اگر کسی غیر مجتہد صحابی سے فتویٰ پوچھا بھی جاتا تو وہ دوسرے صحابی کے پاس بھیج دیتے اور وہ اسی طرح تیسرے کے پاس۔

حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سو بیس ایسے انصاری صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں کہ جب ان میں سے کسی سے فتویٰ مانگا جاتا تو وہ استفتا کو اپنے دوسرے ساتھی کی طرف تفویض کر دیتے اور وہ دوسرے کی طرف یہاں تک کی گھوم پھر کر پہلے والے شخص کے پاس پہنچ جاتا تھا۔ ان حضرات کے فتویٰ نہ دینے کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ یہ حضرات مسائل شرعیہ سے آگاہ نہیں تھے بلکہ یہ لوگ اس میں مجتہدانہ شان نہیں رکھتے تھے اس لیے یہ لوگ ان لوگوں کی طرف استفتا کو روانہ کر دیتے تھے جو اس شان کے مالک تھے علاوہ ازیں ان کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان بھی تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اجروکم علی الفتیاء اجروکم علی النار“ یعنی تم میں جو فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے۔

پھر جب خلافت راشدہ اور اس کے بعد اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا رہا اور نئی آبادیوں میں اسلام کی روشنی پہنچی تو فقہ و افتاء کے مختلف جگہوں پر مراکز قائم کیے گئے جن میں سے یہ پانچ مراکز بہت مشہور ہیں مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ مطہرہ، شام شریف اور یمن شریف جن میں فتویٰ دینے والے جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین موجود تھے۔

مفتیان مدینہ منورہ

یہ فقہ و افتاء کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا مرکز ہے جہاں سے پوری اسلامی دنیا میں فتویٰ پہنچتا تھا یہاں

کے مندرجہ ذیل مفتیان کرام بہت مشہور و معروف تھے خلیفۃ الرسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۳ھ)، امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید ۲۳ھ)، جامع القرآن کامل الحیاء والایقان امیر المؤمنین سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید ۳۵ھ)، مولائے کائنات باب العلم سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہید ۴۰ھ) اور صاحب العلین والوسادۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ) سیدنا ابی بن کعب سیدنا زید بن ثابت، ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ (متوفی ۵۵ھ)، سیدنا عبداللہ بن عمر (متوفی ۷۳ھ)، سیدنا عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۸ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تابعین میں: سیدنا سعید بن مسیب (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا عروہ بن زبیر العوام (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا ابوبکر بن عبدالرحمن (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا امام زین العابدین علی بن حسین (متوفی ۹۴ھ)، سیدنا نافع (متوفی ۱۱۱ھ)، سیدنا قاسم بن محمد بن ابی بکر (متوفی ۱۰۶ھ)، سیدنا سالم بن عبداللہ بن عمر (متوفی ۱۰۶ھ)، سیدنا سلیمان بن یسار (متوفی ۱۰۶ھ)، سیدنا ابن شہاب زہری (متوفی ۱۲۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم

مفتیان مکہ مکرمہ

جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۱۸ھ) کو کچھ وقت کے لیے یہاں کا معلم و مفتی مقرر فرمایا تھا پھر رئیس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس (متوفی ۶۸ھ) نے اپنی حیات مستعار کے آخری ایام یہیں بسر فرمائے یہاں کے لوگ آپ کے علم الفقہ والقرآن سے خوب مستفیض ہوئے۔
تابعین میں: سیدنا مجاہد بن جبیر (متوفی ۱۰۳ھ)، سیدنا عکرمہ مولیٰ ابن عباس (متوفی ۱۰۷ھ)، سیدنا عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہم۔

مفتیان کوفہ

صحابہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود (متوفی ۳۲ھ)، سیدنا علی ابن ابی طالب (شہید ۴۰ھ)۔
تابعین میں: سیدنا علقمہ بن قیس (متوفی ۶۲ھ)، سیدنا مسروق بن اجدع (متوفی ۶۳ھ)، سیدنا عبیدہ بن عمر سلیمانی (متوفی ۹۲ھ)، سیدنا اسود بن یزید نخعی (متوفی ۹۵ھ)، سیدنا قاضی شریح بن حارث کندی (متوفی ۹۵ھ)، سیدنا سعید بن جبیر (شہید ۹۵ھ)، سیدنا عمر بن شریح (متوفی ۱۰۴ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مفتیان بصرہ

حضرت ابوموسیٰ اشعری (متوفی ۵۲ھ)، حضرت انس بن مالک (متوفی ۹۳ھ) رضی اللہ عنہم۔

تابعین میں: حضرت ابو العالیہ رافع بن مہران (متوفی ۹۰ھ)، حضرت ابو الشعثا جابر بن یزید (متوفی ۹۳ھ)، حضرت امام محمد بن سیرین (متوفی ۱۳۱ھ)، حضرت ثناء بن دعامہ (متوفی ۱۱۸ھ) رضی اللہ عنہم۔

مفتیان شام

حضرت عبدالرحمن بن حنبل اشعری (متوفی ۲۴۱ھ)، حضرت ابو ادريس خولانی (متوفی ۸۰ھ)، حضرت قبیصہ بن ذویب (متوفی ۸۱ھ)، حضرت رجاء بن حیات کندی (متوفی ۱۱۲ھ)، حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی (متوفی ۱۰۱ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مفتیان مصر

حضرت عبداللہ بن عمر عاص (متوفی ۶۵ھ)، حضرت ابو الخیر مرشد بن عبداللہ (متوفی ۹۰ھ)، حضرت یزید بن ابی حبیب (متوفی ۱۲۸ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مفتیان یمن

حضرت علی ابن طالب (شہید ۴۰ھ)، حضرت معاذ بن جبل (متوفی ۱۸ھ)، حضرت ابو موسیٰ اشعری (متوفی ۵۲ھ)، حضرت طاووس بن کیسان جندی (متوفی ۱۰۶ھ)، حضرت وہب بن منبہ صنعانی (متوفی ۱۱۴ھ)، حضرت یحییٰ بن کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین وارضاهم منا۔

تخریج مسائل میں اختلاف اور ضرورت تدوین فقہ

دین اسلام بڑی تیزی کے ساتھ دنیا کے انسانیت کو اپنے دامن امن و سلامتی میں جگہ دے رہا تھا اور ہر طرف سے ہر رنگ و نسل کے لوگ جوق در جوق اسلام کے سایہ کرم میں آکر چین و سکون محسوس کر رہے تھے دوسری طرف اجلہ مجتہدین صحابہ کرام و تابعین عظام دنیا سے کوچ کر چکے تھے اور جو صحابہ کرام باقی تھے وہ بھی سامان سیر آخرت باندھے بس کوچ کے غارے کی آواز کی طرف کان لگائے ہوئے تھے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں

بہت کچھ جا چکے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

گویا کہ وہ ایک، ایک کر کے صبح کے ستاروں کی مانند روپوش ہو رہے تھے جب کہ دیگر مسلمانوں کی جماعت بڑھنے کے ساتھ، ساتھ حوادث و واقعات کا بھی ایک نہ ٹھننے والا سلسلہ بہت تیزی سے چل رہا تھا بہت سے ایسے

سوالات جن کا حل کتاب وسنت اور اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت سے مل جاتا، اور کتنے ایسے نکتے واقعات ہوتے جن میں انہیں خود اجتہاد و استنباط کی ضرورت پیش آتی مثلاً کسی نے غلطی سے نماز میں کوئی عمل چھوڑ دیا تو یہ بحث سامنے آتی کہ اس کی نماز ہوئی یا نہیں ہوئی اس بحث کے پیدا ہو جانے کے بعد یہ تو ممکن نہیں تھا کہ نماز میں جتنے افعال و اشغال ہیں سب کو فرض قرار دے دیا جائے یا کسی کو بھی ضروری قرار نہ دیا جائے۔ اسی لیے صحابہ کرام اور تلامذہ صحابہ کرام کو تفریق کرنی پڑی کہ نماز کے یہ امور فرض ہیں جن کے چھوٹنے سے نماز ہی جاتی رہتی ہے یہ امور واجبات نماز سے ہیں جن کے بھول کر چھوٹنے پر مجبور ہو سہو سے تلافی ہو سکتی ہے اور یہ امور سنن و مستحبات سے ہیں جن کے ترک پر نفس نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا البتہ بلا عذر چھوڑنے یا عادت بنا لینے کی صورت میں کمال نماز جاتا رہتا ہے اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی طرح دیگر اعمال اسلام مثلاً: روزہ، زکاۃ، حج، جہاد، نکاح و طلاق اور بیع و شراء وغیرہ کا معاملہ تھا جن کے مسائل آئے دن پوچھے جاتے تھے۔

تفریق امور کے لئے جنہیں اصول قرار دیا جاسکتا تھا ان پر صحابہ کرام اور تلامذہ صحابہ کرام کا اتفاق بھی ناممکن امر تھا کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کبھی رکن کے ترک پر کسی کے عمل کی نکیر فرمائی، تو کبھی شرط و واجب، سنن و مستحبات کے چھوٹنے پر اس عمل کی نفی فرمادی جس پر وہ یہی سمجھا کہ یہ امر اس فعل میں ضروری تھا جس کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر فرمائی، اس وجہ سے بھی اختلاف واقع ہوا۔

اور کچھ ایسے مسائل تھے جن کا زمانہ رسالت پناہی اور دور صحابہ کرام میں کچھ پتہ ہی نہ تھا تو ان میں اہل علم حضرات کو حمل الظہیر علی الظہیر اور قیاس سے کام لینا پڑا اور ان میں بھی ان کے اصول یکساں نہیں تھے اس لیے بھی ان کے درمیان اختلاف ہوا، اس کے علاوہ بعض مسائل میں اہل علم صحابہ کا مخصوص علم بھی مختلف تھا کیوں کہ پورے ۲۳ سال میں دین کی تکمیل ہوئی جن میں حسب مواقع احکام دین میں تغیر و تبدل ہوتا رہا اور خدمت نبوی میں تمام صحابہ کرام کا ہمیشہ موجود رہنا بھی ممکن نہیں تھا اس لیے تمام صحابہ کو ہر امر کا علم ہو یہ بھی ممکن نہیں تھا یہ بھی وجہ اختلاف کی وجہ ہوئی، نیز احادیث کریمہ میں کثرت کی وجہ سے ان میں ترجیح کی نوعیت میں اختلاف، اور اوامر و نواہی کے میخوں سے احکام کی کیفیت و حیثیت کے معلوم کرنے میں اختلاف۔

الغرض دوسری صدی ہجری کا رابع اول وہ زمانہ تھا کہ مسائل اور ان کے اصول میں کثرت سے اختلافات واقع ہوئے جن سے بعض دنیا دار امرا اور حکام فائدہ اٹھا کر قاضیوں سے اپنی منشا کے مطابق فیصلے کروا لیتے تھے جن سے عوام مسلمین کو کافی بے چینی اور بے اطمینانی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا تمدنی مسائل کی وسعت الگ تمدن و احکام کی مقاضی تھی کہ تحفظ احکام اسلامی کی غرض سے فقہ اور اصول فقہ کی باضابطہ تدوین کی جائے جن کو اپنا کر اس وقت کے تمام

مسائل اور آنے والے زمانے کے تمام مسائل کو حل کیا جاسکے اور وہ تمام بلاد و امصار میں نافذ ہو سکیں۔ اس کار خیر کی طرف جس شخصیت نے پہل فرمائی عالم اسلام اسے امام الائمہ، کاشف الغمہ سراج الائمہ، شیخ الاسلام و المسلمین، امام المجتہدین، مجتہد علی الاطلاق امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (۸۰ھ-۱۵۰ھ) رضی اللہ عنہ کے نام نامی سے یاد کرتا ہے آپ نے اپنے ارشد تلامذہ کی جماعت کو لے کر اس عظیم کام کا آغاز کیا اور دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے، پہلے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

پھر آپ کے بعد دوسرے ائمہ مجتہدین نے اپنے، اپنے علاقوں میں اس کام کی طرف توجہ مبذول فرما کر فقہ کی تدوین کی، مدینہ منورہ میں حضرت امام مالک بن انس (۹۳ھ-۱۷۹ھ)، مصر میں حضرت امام شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)، بغداد میں حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۲ھ-۲۴۱ھ)، کوفہ میں حضرت سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ)، مصر میں حضرت امام لیث (متوفی ۱۷۵ھ)، بغداد میں امام ثوری (متوفی ۲۴۰ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عظیم کارنامہ انجام دیا۔ لیکن آگے چل کر بہت سارے فقہی مذاہب غروب ہو گئے صرف چار مسلک کو فروغ حاصل ہوا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی ان ہی مذاہب کے مطابق عوام و خواص نے اسلامی احکام پر عمل شروع کر دیا۔ انھیں کی روشنی میں اسلامی عدالتوں میں فیصلے ہونے لگے، شروع میں تو کسی ایک امام کی پیروی ضروری نہیں قرار دی گئی تھی ایک شخص ایک وقت ایک امام کی فقہ کے مطابق اسلامی کام کو انجام دے لیتا اور دوسرے وقت میں دوسرے امام کی پیروی کر لیتا تھا مگر زمانے کے گزرنے کے ساتھ، ساتھ خواہشات نفس غالب ہوئیں اور احکام شرع کی پابندیوں میں کیاں آنا شروع ہوئیں نفس کی پیروی ہونے لگی تو حالات کو دیکھتے ہوئے علمائے اہل سنت نے ایک امام کی پیروی کو ضروری قرار دے دیا یہاں تک کہ اپنے علم عقل پر بھروسہ کرتے ہوئے براہ راست اصول اسلام قرآن، حدیث، اجماع، اور قیاس سے مسائل کے استنباط سے منع کر دیا اور مسلمانان اہل سنت کو حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی میں منحصر فرما دیا: اور فرمایا: جو ان مذاہب اربعہ کی اتباع سے باہر ہوگا اس کو اہل سنت و جماعت سے خارج مانا جائے گا جیسا کہ حضرت علامہ احمد بن محمد خلوتی صاوی، مصری مالکی (متوفی ۱۲۴۱ھ) حاشیہ صاوی علی تفسیر جلالین میں فرماتے ہیں:

”ولا يجوز تقليد ما عدا المذاهب الاربعة ولو وافق قول الصحابة والحديث الصحيح

والایة لها خارج عن المذاهب الاربعة ضال مضل و ربما اداه ذلك للكفر لان الاخذ بظواهر الكتاب والسنة من اصول الكفر،، (رج: ۳، ص: ۱۵) یعنی چاروں مذاہب کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں ہوگی اگرچہ وہ قول صحابہ اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو اور جو ان چاروں مذاہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے کیوں کہ حدیث و قرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

فقہ حنفی کے چار ستون

ان چاروں فقہی مذاہب میں سب سے زیادہ شہرت و مقبولیت فقہ حنفی کو ملی اور اس کے پیروکار ہنسہ تینوں مذاہبوں کے زیادہ ہوئے کیوں کہ اس کو ہام شہرت تک پہنچانے اور اس کو آراستہ و تہیہ کرنے میں امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگردوں کی اٹھک کوششیں شامل رہیں یہ اور بات ہے کہ ان میں آپ کے چار شاگردوں کو ان سب پر فوقیت و برتری حاصل ہے۔

(۱) حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳ھ - ۱۸۳ھ) (۲) حضرت امام محمد بن فرقہ شیبانی (۱۳۲ھ - ۱۸۹ھ) (۳) حضرت امام زفر بن زہل بن قیس کوئی (۱۱۰ھ - ۱۵۸ھ) (۴) حضرت حسن بن زیاد لؤلوی (متوفی ۲۰۴ھ) یہ چاروں ائمہ حنفیہ فقہ حنفی میں چار ستون اور چار عناصر کی حیثیت رکھتے ہیں اگرچہ حنفی مذہب امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ان کی مجتہدانہ عظمت و شان کے پیش نظر منسوب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں حضرات اور ان کے شیخ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے قیاس و اجتہادات کے مجموعہ کا نام فقہ حنفی ہے۔
ماہرین فقہ نے فقہائے کرام کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں جو درج ذیل ہیں: (۱) مجتہد فی الشریعہ (۲) مجتہد فی المذہب (۳) مجتہد فی المسائل (۴) اصحاب تخریج (۵) اصحاب ترجیح (۶) اصحاب تمیز (۷) مقلد محض۔

(۱) مجتہد فی الشریعہ

اس طبقہ میں سب سے اعلیٰ درجہ کے فقہاء آتے ہیں جو مجتہد مطلق کہلاتے ہیں جیسے: امام اعظم ابو حنیفہ (۸۰ھ - ۱۵۰ھ)، حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ - ۲۰۴ھ)، حضرت امام مالک بن انس (۹۳ھ - ۱۷۹ھ)، حضرت امام احمد بن حنبل (۱۶۲ھ - ۲۴۱ھ)، حضرت امام سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ)، حضرت امام لیث (متوفی ۱۷۵ھ)، حضرت امام ابو ثور (متوفی ۲۳۰ھ)، حضرت امام عبدالرحمن بن عمر دمشقی اوزاعی (۸۸ھ - ۱۵۵ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(۲) مجتہد فی المذہب

اس طبقہ میں بھی مجتہدین ہی آتے ہیں مگر یہ مجتہدین درجے میں مجتہد فی الشریعہ سے کم ہوتے ہیں اصول فقہ میں یہ مجتہد فی الشریعہ کے تابع ہوتے ہیں اور ان کے ہائے اصول کی روشنی میں مسائل کا استنباط کرتے ہیں گویا کہ یہ اصول میں مقلد اور فروع میں مجتہدانہ شان کے مالک ہوتے ہیں جیسے حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳ھ - ۱۸۳ھ)، حضرت امام محمد بن فرقہ شیبانی (۱۳۲ھ - ۱۸۹ھ)، حضرت امام زفر بن زہل بن قیس کوئی (۱۱۰ھ - ۱۵۸ھ)، حضرت حسن بن زیاد لؤلوی (متوفی ۲۰۴ھ)، حضرت امام عبداللہ بن مبارک (متوفی

(۱۸ھ) وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

یہاں یہ ذکر کر دینا فائدے سے خالی نہ ہوگا کہ علمائے احناف روایات ظاہرہ میں جن مسائل میں متفق ہیں فتویٰ یقیناً انھیں پر ہوگا لیکن اگر روایات ظاہرہ میں ہمارے علماء کا اتفاق نہیں ہے تو اصح یہ ہے کہ فتویٰ علی الاطلاق امام اعظم کے قول پر دیا جائے گا اور اگر اس مسئلہ میں کوئی روایت آپ سے نہ ملے تو پھر فتویٰ امام ابو یوسف کے قول پر دیا جائے گا اور اگر اس مسئلہ میں امام ابو یوسف کا بھی قول نہ ملے تو پھر امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور اگر ان تینوں میں سے کسی سے بھی کوئی روایت منقول نہیں تو پھر امام زفر کے قول پر اور پھر حسن بن زیاد کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا علامہ شامی فرماتے ہیں علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ عبادات میں مطلقاً فتویٰ قول امام اعظم پر ہے مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ قول امام محمد پر ہے اور مسائل قضا میں فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہے۔

(۳) مجتہد فی المسائل

یہ فقہائے کرام اصول و فروع دونوں میں مجتہد مطلق کے تابع و پیروکار ہوتے ہیں یہ لوگ ایسے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحب مذہب سے نہیں ملتی اپنے ائمہ کرام کے وضع کردہ اصول و قواعد کے مطابق کرتے ہیں جیسے: حضرت امام ابو بکر خفاف (متوفی ۲۶ھ)، حضرت امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ)، حضرت امام ابو الحسن کرخی (متوفی ۳۳۰ھ)، حضرت امام شمس اللہ حلوانی (متوفی ۳۵۶ھ)، حضرت امام شمس اللہ سرخسی (متوفی ۵۰۰ھ)، حضرت امام فخر الاسلام بزدوی (متوفی ۶۸۲ھ)، حضرت امام فخر الدین قاضی خاں (متوفی ۵۹۳ھ) رضی اللہ عنہم۔

(۴) اصحاب تخریج

اس طبقہ میں وہ فقہائے کرام آتے ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کر سکتے ہیں ہاں ائمہ کرام میں سے یہ کسی کے مجمل قول کی تفصیل کرنے کی ضرورت صلاحیت رکھتے ہیں جیسے: حضرت امام ابو بکر احمد بن علی زاری (متوفی ۳۷۰ھ) ہیں جو اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۵) اصحاب ترجیح

وہ فقہائے کرام کہلاتے ہیں جو امام اعظم علیہ الرحمہ کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں امام سے چند قول مروی ہیں ان میں سے کس کو ترجیح دیں وہ یہ حضرات کر سکتے ہیں اسی طرح جہاں امام اعظم اور صاحبین کا اختلاف واقع ہے تو یہ ان میں سے ”حد اولیٰ، حد اصح، حد اوضح اور حد اوفق للقیاس“ جیسے صیغے

استعمال کر کے ایک کو ترجیح دے سکتے ہیں اس مگر وہ میں صاحب قدوری علامہ ابو الحسین قدوری (متوفی ۱۲۲۸ھ)، صاحب حدایہ علامہ ابوالحسن علی ابن ابی بکر فرہانی مرہانی (متوفی ۵۹۳ھ) شمار ہوتے ہیں۔

(۶) اصحاب تمیز

یہ وہ فقہائے کرام ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات نادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اتوی میں فرقی کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو ترک کر کے صحیح روایت اور قول معتبر کو لے لیں اصحاب تمیز میں صاحب کنز الدقائق علامہ حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسبی (متوفی ۷۱۰ھ) اور دیگر اصحاب المتون ہیں۔

(۷) مقلد محض

جن علمائے کرام میں ان مذکورہ اوصاف میں سے کوئی بھی وصف نہ ہو جیسے ہمارے زمانے کے فقہائے کرام ان کا صرف یہی کام ہے کہ یہ کتب متداولہ معتبرہ سے مسائل کو دیکھ کر مستفتی کو بتادیں۔

درجات کتب فقہ

فقہائے کرام نے ائمہ فقہ کی کتب کی بھی درجہ بندی کی تو ان کے تین درجے کیے (۱) کتب اصول (۲) کتب نوادر (۳) کتب واقعات جن کی قدرے تفصیل یہ ہے:

(۱) کتب اصول

کتب اصول ہی کو ظاہر الروایۃ بھی کہتے ہیں ان کتابوں میں وہ مسائل ہیں جو اصحاب المسائل سے مروی ہیں جیسے حسن بن زیاد وغیرہ اور وہ حضرات جنہوں نے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ (۸۰ھ-۱۵۰ھ)، حضرت امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری (۱۱۳ھ-۱۸۳ھ)، حضرت امام محمد بن فرقہ شیبانی (۱۳۲ھ-۱۸۹ھ)، حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے روایت کی لیکن مشہور اغلب ظاہر روایت کے بارے میں یہ ہے کہ ظاہر الروایۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، ابو یوسف اور امام محمد بن فرقہ شیبانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال ہی کو کہتے ہیں ظاہر الروایۃ کا اطلاق محرم مذہب حنفی حضرت امام محمد بن فرقہ شیبانی (۱۳۲ھ-۱۸۹ھ) رضی اللہ عنہ کی ان چھ کتابوں پر ہوتا ہے (۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سپر کبیر۔ ان کو ظاہر الروایۃ کہنے کی وجہ سے یہ ہے کہ یہ کتابیں آپ سے بہ تو اکثر ثابت و مشہور ہیں۔

(۲) کتب نوادر

حضرت امام محمد بن فرقہ شیبانی (۱۳۲ھ - ۱۸۹ھ) رضی اللہ عنہ کی کتابیں (۱) کیسانیات (۲) ہارونیات (۳) جرجانیات (۴) رقیات ہیں یہ آپ کی وہ کتابیں ہیں جن کے مسائل کے راوی تو مذکورہ بالا حضرات ہی ہیں مگر یہ مسائل ان کتابوں میں نہیں ہیں جن کو ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے آپ کی ان کتابوں کو غیر ظاہر الروایہ کہا جاتا ہے ان کو غیر ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ امام محمد علیہ الرحمہ سے ایسی روایات صحیحہ ثابتہ اور ظاہرہ سے مروی نہیں ہیں جیسے کہ پہلی چھ کتابیں ہیں۔

(۳) کتب واقعات

ان کتابوں میں وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے جمع کیا ہے جو کہ امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمہ کے تلامذہ ہیں یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں ایسے مجتہدین کی تعداد بہت زیادہ ہے کیوں کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے بیس سال کی عمر میں درس دینا شروع کر دیا تھا اور آپ کے درس کا شہرہ سن کر ہزاروں تشنگان علوم نبویہ آپ کے درس میں شریک ہو کر اکتساب فیض کرتے تھے آپ کے مشہور تلامذہ میں مجتہد علی الاطلاق حضرت امام محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ - ۲۰۴ھ)، حضرت امام محمد بن سماعہ (۱۳۰ھ - ۲۳۱ھ)، حضرت امام ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان جرجانی (متوفی ۲۰۱ھ) علیہم الرحمہ جیسے لوگ شامل ہیں، ان حضرات نے اپنے قوی دلائل و براہین کی بنا پر اصحاب مذہب کے خلاف کئی مسائل ثابت کیا ہے کتب واقعات یہ فتاویٰ کے مجموعہ ہیں، فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے منظر عام پر آئی وہ فقیہ ابواللیث سمرقندی علیہ الرحمہ کی ”کتاب النوازل“ ہے ان کے بعد دیگر مفتیان کرام کے فتویٰ کے مجموعہ معرض وجود میں آئے جیسے مجموع النوازل، واقعات الناطقی اور واقعات صدر شہید وغیرہ۔

درمیان فقہائے کرام نے کتب فقہ حنفی کی ایک دوسری طرح سے تقسیم کی ہے (۱) متون، (۲) شروح، (۳) فتاویٰ، اس تقسیم میں متون کو سب سے اعلیٰ مقام حاصل ہے ان کو ظاہر الروایہ کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے اسی بنا پر مشہور ہے کہ ”ان المتون کالنصوص“ یعنی متون نصوص و اصول کی طرح ہیں متون میں یہ متون بہت معروف و مستند ہیں (۱) مختصر امام طحاوی، (۲) مختصر امام کرخی، (۳) مختصر قدوری، (۴) کنز الدقائق، (۵) دانی، (۶) مختار، (۷) وقایہ، (۸) مجموع البحرین، (۹) منہجی، (۱۰) مواہب الرحمن۔ تلک عشرة کاملہ۔

”شروحات“ تو ان کو دوسرا مقام حاصل ہے اور یہ کتب فتاویٰ سے اولیٰ ہیں چند مشہور و مستند شروح درج ذیل ہیں (۱) شروحات اصول ستہ (۲) بدائع الصنائع۔ (۳) تبیین الحقائق۔ (۴) فتح القدیر۔ (۵) غنیۃ المستملی۔ (۶) غایۃ البیان۔ (۷) درایہ۔ (۸) نہایہ۔ (۹) کفایہ۔ (۱۰) درر الاحکام وغیرہ۔

کتب فتاویٰ

تیسرے مقام پر ہیں مجموعہ فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں یہ چند مستند و مشہور ہیں: (۱) فتاویٰ قاضی خاں۔ (۲) بزازیت۔ (۳) ولوالجیہ۔ (۴) ظہیریہ۔ (۵) واقعات صدر شہید۔ (۶) نوازل فقیہ۔ (۷) فصول عمادی۔ (۸) جامع صفار۔ (۹) فتاویٰ کبریٰ۔ (۱۰) فتاویٰ تاتارخانیہ۔ (۱۱) ذخیرہ۔ (۱۲) فتاویٰ عالمگیری۔ (۱۳) الطحطاوی الخویہ فی الفتاویٰ الرضویہ۔ (۱۴) فتاویٰ امجدیہ۔ (۱۵) فتاویٰ فیض الرسول۔ (۱۶) فتاویٰ عزیزیت۔ (۱۷) فتاویٰ فرنگی محل۔ (۱۸) فتاویٰ مفتی اعظم ہند۔ (۱۹) فتاویٰ بحر العلوم۔ (۲۰) فتاویٰ اجلیہ۔ (۲۱) فتاویٰ حامدیت۔ (۲۲) فتاویٰ شارح بخاری وغیرہ۔

اسی سلسلہ الذہب کی ایک دلکش اور حسین کڑی ”فتاویٰ علمیہ“ ہے جو عقائد اور فقہ کے اکثر ابواب نماز، روزہ، زکاة، حج، طلاق، بیع و شراء، وقف و ہبہ اور وراثت و فرائض وغیرہ پر مشتمل ہے اس مجموعہ فتاویٰ میں دور جدید میں پیدا ہونے والے شرعی مسائل مثلاً واشتک مشین میں دھلے کپڑوں کا حکم، ٹیشو پیپر کا استعمال، بے وضو قرآن بھرے ہوئے موبائل کا استعمال، بینک میں جمع شدہ رقم کی زکاة، بینک میں جمع شدہ رقم سے حاصل ہونے والا نفع، فوٹو، فلمی دنیا میں مزدوری کا شرعی حکم، دور جدید میں قدیم اوزان اور پیمانوں کی کلو اور گرام میں تبدیلی ان جیسے دیگر بہت سے مسائل جدیدہ موجود ہیں۔

”فتاویٰ علمیہ“ عزیز گرامی حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری رضوی کے فتوؤں کا مجموعہ ہے جو مشرقی یوپی کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم علمیہ جمد اشاہی بستی کے لائق و فائق ماہر درسیات استاذ ہونے کے ساتھ، ساتھ ادارہ کے شعبہ افتا کی صدارت کے منصب پر بھی فائز ہیں۔

چوں کہ دارالعلوم علمیہ جمد اشاہی بستی اپنی دینی، ملی اور تعلیمی خدمات میں بین الاقوامی شہرت کا حامل ہے اس لیے یہاں کے دارالافتا میں ملک و بیرون ملک کے گوشے، گوشے سے استفادے آتے ہیں اور یہاں سے ”مسک اہل سنت“، معروف بہ ”مسک اعلیٰ حضرت“ کے مطابق قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کرام کی روشنی میں نہایت وثوق و اعتماد کے ساتھ فتوے دیے جاتے ہیں اس اہم اور ذمہ دارانہ کام کے لیے ادارہ نے آپ کا انتخاب کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ تنظیمین ادارہ اپنے اس انتخاب میں صد فیصد کامیاب و کامران ہیں کیوں کہ آپ ہر اعتبار سے اس ذمہ داری کے لائق اور اہل ہیں اور اس زمانہ میں ایک مفتی کے اندر جتنے اوصاف اور خوبیاں ہونی چاہیے مجھہ تعالیٰ آپ میں موجود ہیں فتاویٰ دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسائل شرعیہ کے ساتھ، ساتھ ان کے دلائل و براہین پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں اور طرز استنباط سے مستفقی کی منشا کو بھانپ لیتے ہیں۔ آپ ایک عظیم مفتی ہونے کے ساتھ، ساتھ عصر حاضر کے ایک محکم اور مناظر بھی ہیں یوں تو آپ بہت سی خوبیوں کے مالک ہیں مگر ان خوبیوں میں سب سے اہم خوبی

احقاق حق اور ابطال باطل ہے آپ بلا خوف لومۃ لائم احقاق حق اور ابطال باطل کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ فرقہ ہائے باطلہ خصوصاً مگروہ صلح کلیت و مدامہ میں مطعون ہیں اس کے باوجود آپ اپنے کام میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اس معاملہ میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی اس روش پر گامزن ہیں:

نہ مرا نوش ز تحسین، نہ مرا نیش ز طعن

نہ مرا ہوش بدلتے نہ مرا گوش ذرے

یا بقول قلندر لاہوری:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قد

یا بقول مجروح سلطان پوری:

سر پر ہوائے ظلم چلے سو جتن کے ساتھ

اپنی کلاہ کج ہے اسی بانگین کے ساتھ

حق کہتے ہیں، حق سنتے ہیں اور حق لکھتے ہیں نہ ناحق کہتے ہیں اور نہ ناحق سنتے ہیں اور نہ ناحق لکھتے ہیں اس معاملہ میں کسی کی ناراضگی اور خوشی کا قطعاً خیال نہیں کرتے انھیں ساری خوبیوں کو دیکھ کر فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ آپ پر بڑا بھروسہ اور اعتماد فرماتے تھے اور وہ اعتماد بجمہ تعالیٰ فقیہ ملت کے دنیا سے رخصت ہونے تک باقی رہا موجودہ دور میں بھی آپ وارث علوم اعلیٰ حضرت، چائین حضور مفتی اعظم ہند، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری رحمۃ اللہ علیہ و برکاتہ اور ممتاز الفقہاء محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری امجدی شیخ الحدیث جامعہ امجدیہ گھوسی کے مقرب و معتمد خاص ہیں اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو عمر خضر عطا فرما کر مزید دین کا کام لے لے اور مسلمانوں کو آپ کی دینی خدمات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

زانکہ من بندۂ گنہ گارم

ہر کہ خواند دعا طمع دارم

لویسندہ خواندہ بیندہ را

الہی پیامزد ایں ہر سہ را

دعا گو

محمد شبیر حسن رضوی غفرلہ

۲۵ خوال اکتوبر ۱۳۳۷ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صاحب فتاویٰ محقق عصر جامع معقول و منقول حضرت علامہ الحاج
الشاہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب
مدظلہ العالی کی حیات مبارک کی
تدریسی، تصنیفی، دعوتی، تبلیغی، فقہی اور مسلکی خدمات کے چند گوشے مسمی بہ

تجلیات

تاج الفقہاء

مدظلہ العالی

از

مولانا محمد قمر الدین رضوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تجلیات تاج الفقہاء مدظلہ العالی

لحمده و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد!

شمالی ہند کا ایک مردم خیز خطہ ”ضلع بستی“ کے نام سے مشہور انام ہے۔ اس علاقے میں بے شمار علمی، ادبی، سیاسی، سماجی اور روحانی افراد و اشخاص پیدا ہوئے جن کے فضل و کمال حکمت و دانائی اور تبحر علمی کا زمانہ معترف ہے۔ اسی زر خیز خطے میں شہر ”خلیل آباد“ واقع ہے جسے ”سنت کبیر نگر“ کے نام سے بحیثیت ضلع اور صدر مقام جانا جاتا ہے۔ حامل علوم مشرقیہ فاضل با کمال تاج الفقہاء حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی ”محمد اختر حسین قادری“ صاحب قبلہ استاذ و مفتی دارالعلوم علمیہ جمہد اشاہی ضلع بستی وقاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر اسی شہر کے محلہ بدھیانی میں برطابق سندیکم مارچ ۱۹۷۲ء کو منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔

خاندانی حالات

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت مفتی صاحب قبلہ کو جس خاندان میں پیدا فرمایا وہ آبادی میں ایک متوسط الحال سنجیدہ اور شریف الطبع خاندان مانا جاتا ہے۔ موصوف کے والد ماجد محترم ”محمد ادریس مرحوم“ اور ان کے برادر اکبر جناب ”محمد فاروق مرحوم“ پختہ تجارت اور زراعت دونوں سے منسلک تھے۔ کھیتی کسان کے ذریعہ اچھا خاصا فائدہ پیدا ہوتا، ساتھ ہی کپڑے کی تجارت بھی شاندار طریقے سے کرتے تھے۔ ایک وقت تھا کہ گھر پر آٹھ آٹھ مزدور کپڑا تیار کرنے پر مامور رہتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کے والد مرحوم کی شرافت و سنجیدگی کی بنا پر آبادی کے لوگ ان کو ”صوفی صاحب“ کہہ کر پکارتے تھے۔ علماء و مشائخ کی تعظیم و توقیر اور ان کی خدمت کا جذبہ بھی اللہ تعالیٰ نے خوب بخشا تھا۔ چنانچہ سادات جمہونی شریف الہ آباد میں سے حضرت بابرکت عزت مآب سید شاہ عالم علیہ الرحمہ جب بھی اس علاقے کا دورہ کرنے تشریف لاتے تو ہفتوں حضرت مفتی صاحب قبلہ کے ہی گھر پر قیام فرماتے اور اہل خانہ خوب خوش دلی سے ان کی ضیافت کرتے۔ غالباً انہیں بزرگوں کی آمد و رفت کی برکت ہے کہ اس خاندان میں مفتی صاحب جیسی شخصیت نے جنم

لیا اور یہ بھی انہی بزرگوں کی دُعاؤں کا ثمرہ ہے کہ آج تک محلہ بدھینی میں مذہب حق اہلسنت وجماعت ”مسک اعلیٰ“ حضرت ”کا پرچم لہرا رہا ہے۔ ﷲ الحمد

تعلیم و تربیت

محترم موصوف کے محلہ میں قائم ادارہ مدرسہ مصباح العلوم برہا برس سے دینی خدمات انجام دے رہا ہے۔ موصوف نے درجہ پرائمری کی تعلیم اسی ادارہ میں محترم حافظ محمد اسحاق صاحب دام ظلہ کے زیر نگرانی مکمل فرمائی اور پھر درس نظامی کی ابتدائی کتب کا آغاز بھی وہیں فرمایا۔ آغاز تعلیم کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے بتایا کہ:

”جب میں درجہ پرائمری میں ”قانون شریعت“ پڑھ رہا تھا تو اساتذہ کرام کے حکم سے میں نے کتاب مذکور سے ایک سبق زبانی یاد کیا اور انہیں کے حکم پر محلہ کی مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے بیان کیا یہ زندگی میں پہلا خطاب تھا جسے والد بزرگوار نے سنا تو ان کی خوشی کی انتہاء نہ رہی۔ بعد نماز ایک روپیہ بطور انعام عطا فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

اساتذہ کے مشورہ سے شوال المکرم ۱۳۰۰ھ میں فارسی کی پہلی اور آمدنامہ وغیرہ شروع کیا اس طرح درجہ مولویت میں قدم رکھ دیا۔

محلہ کے میرے ساتھیوں میں محمد حسین بن جناب الحاج سعید اللہ، محمد بشیر بن بیت اللہ، عبدالرؤف بن نبی محمد، محمد احمد بن محمد سمیع، شرف الدین بن احسان اللہ وغیرہم تھے۔ یہ سب تھک ہار کر دوسری ڈگر پر چل پڑے مگر فقیر کو رب تعالیٰ نے اس منزل پر پہنچایا جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔“

حضرت مفتی صاحب نے کچھ دنوں ”مصباح العلوم“ میں پڑھنے کے بعد اپنے بعض ہم سبق احباب کے اصرار پر ”مدرسہ ستاریہ معین الاسلام“ لوہرن بازار ضلع سدھارتھ نگر جانے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے وہاں پہنچ کر حضرت مولانا ”عبدالخالق“ صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کے زیر عافیت رہ کر اعدادیہ اور جماعت اولیٰ کی بعض کتابیں پڑھیں۔ حضرت مولانا ”عبدالخالق“ صاحب ایک صاحب کردار، جفاکش، محنتی، فرض شناس اور مخلص فی الدین ذات کا نام ہے۔ نماز کا اہتمام کرنے اور طلبہ کی کردار سازی میں بڑی توجہ فرماتے۔ چنانچہ آپ کی تعلیم و تربیت نے مفتی صاحب کو ابتدا سے ہی نماز کی پابندی کا شوق اور پڑھنے پڑھانے کی دلچسپی میں اضافہ سے نوازا دیا تھا۔ برسوں گزرنے کے بعد آج بھی مفتی صاحب اپنے اس شفیق اور کرم فرما استاذ سے ایک معلم کی ہی حیثیت سے پیش آتے ہیں اور فضل و کمال اور عزت و شہرت کی ایسی منزل پر پہنچنے کے باوجود کہیں بھی ملتے ہیں تو تعظیم و توقیر کا وہی قدیم انداز ہوتا ہے اور استاذ محترم بھی اپنے اس قابل فخر شاگرد کے لئے وہی نگاہ عنایت رکھتے اور دست دعا دراز کئے دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت والا نے کچھ دن ”مدرسہ حق الاسلام لال گنج ضلع بستی“ میں بھی گزارا جہاں حضرت علامہ ”سید احمد“

صاحب قبلہ دام ظلہ العالی سے خصوصی عنایت پائی۔ ادارہ کا سالانہ امتحان لینے کے لئے شیخ المعقولات ماہر درسیات یادگار اسلاف حضرت علامہ مفتی ”محمد شبیر حسن رضوی“ صاحب قبلہ شیخ الحدیث جامعہ رونائی کی تشریف آوری ہوئی، حضرت والا نے اس جوہر آبدار کی پیشانی پر ستارہ بلندی کی چمک دیکھ لی اور شوال المکرم میں جامعہ رونائی میں پڑھنے کا حکم دیا۔ تعمیل حکم کرتے ہوئے موصوف مکرم نے ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں مایہ ناز ویرس گاہ ”الجامعۃ الاسلامیہ رونائی“ میں داخلہ لیا اور مکمل چھ برس تک اساتذہ کرام کے علمی فیضان سے دامن مراد کو پر کیا۔

کرشمہ قدرت دیکھئے کہ سال فضیلت میں ادارہ کے بعض طلبہ کا آبادی کے کچھ نوجوانوں سے اختلاف ہو گیا۔ حالات خراب ہو گئے اور تمام طلبہ وہاں سے چلے گئے۔ حضرت مفتی صاحب بھی وہاں سے دارالعلوم علیہ جہد اشاہی ضلع بہتئی میں تشریف فرما ہوئے۔ جہاں شیخ القرآن علامہ ”عبداللہ خاں عزیزی“ علیہ الرحمہ نے بساط درس و تدریس بچھا رکھی تھی اور مایہ ناز اساتذہ کا نورانی قافلہ اس کو ردہ جگہ میں اتار رکھا تھا۔

مفتی صاحب نے ششماہی امتحان میں فرسٹ ڈویژن پاس کیا اور اساتذہ کرام خصوصاً شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے منظور نظر بن گئے۔ دارالعلوم علیہ میں سالانہ امتحان لینے کے لئے استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ”محمد شفیع“ صاحب علیہ الرحمہ مبارک پوری قاضی شریعت اعظم گڑھ کا ورود مسعود ہوا۔ آپ نے بخاری شریف، مسلم شریف اور مسلم الثبوت کا بزبان عربی امتحان لیا جس میں مفتی صاحب اور آپ کے ہم درس حضرت مولانا ”شاہ عالم“ نورانی صاحب کو سوسونمبر عطا فرمایا۔

۲۴ ر شوال المکرم ۱۴۱۰ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۹۰ء بروز اتوار ادارہ کا جلسہ دستار بندی منعقد ہوا جس میں ختم بخاری شریف کی رسم مبارک ادا کرنے کی غرض سے اشرف العلماء ”سید حامد اشرف“ کچھوچھوی اور شارح بخاری حضرت مفتی ”محمد شریف الحق انجدی“ علیہ الرحمہ رونق افروز ہوئے۔ بے شمار علما و مشائخ کی موجودگی میں حضرت مفتی صاحب کو جبہ و دستار فضیلت سے نوازا گیا۔

اختر حسین کو ملی دستار فضیلت
اپنے اساتذہ کی دعاؤں کی بدولت

اساتذہ کرام

حافظ محمد الحق صاحب، حضرت مولانا عبدالخالق سبحانی صاحب، حضرت مولانا رضا علی صاحب، حضرت مولانا سید احمد صاحب، حضرت مولانا فصیح اللہ اعظمی صاحب، حضرت علامہ شاکر علی عزیزی صاحب، حضرت علامہ محمد ایوب رضوی صاحب، حضرت علامہ وصی احمد و سیم صدیقی صاحب، حضرت علامہ بخش اللہ قادری صاحب استاذ العلماء

حضرت علامہ محمد نعمان خان قادری صاحب، حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب دام ظلہ العالی، اساتذہ جامعہ روناہی فیض آباد۔ حضرت علامہ محمد مسیح الدین صاحب، حضرت علامہ محمد اقبال احمد قادری صاحب، شیخ القرآن حضرت علامہ عبداللہ خان عزیز ی صاحب اساتذہ دارالعلوم علمیت ہمدان شاہی بہتی۔

تین اور اہم اساتذہ

حضرت مفتی صاحب نے مندرجہ بالا اصحاب فضل و کمال کے علاوہ چند اور اہم شخصیتوں سے اکتساب فیض کیا۔ چنانچہ استاد الفقہا فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ سے فن تصنیف و تالیف اور کچھ افتا کا ہنر لیا ساتھ ہی بخاری شریف کی پہلی حدیث پاک بھی تہمنا و تبرکاً پڑھی۔ اس سبق میں آپ کے خاص ہم سبق خطیب ذیشان حضرت علامہ مولانا کمال اختر قادری برہانی صاحب دام ظلہ العالی شیخ الادب چرہ محمد پور فیض آباد بھی تھے۔ اور فن افتا کے کچھ اصول جانشین مفتی اعظم ہند وارث علوم امام احمد رضا تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ سے حاصل کیا۔

اور فن افتا کے ساتھ فن مناظرہ جانشین صدر الشریعہ ممتاز الفقہا سلطان المناظرین محدث کبیر علامہ مفتی محمد ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی دامت برکاتہم العالیہ سے سیکھا۔

شرف بیعت

آپ جس وقت روناہی زیر تعلیم تھے آپ کے شفیق و کریم استاذ جامع کمالات صوریہ و معنویہ صاحب خلق حسن حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب دام ظلہ العالی اپنے ہمراہ عرس رضوی میں شرکت کے لئے بریلی شریف لے کر حاضر ہوئے اور ۲۵ صفر ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء بروز منگل وارث علوم رضا جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی کے دست حق پرست پر شرف بیعت پا کر سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے۔

خلافت و اجازت

حضرت مفتی صاحب کی دینی خدمات اور آپ کی علمی و فکری بصیرت و لیاقت دیکھ کر کئی اہم شخصیات نے خلعت خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

چنانچہ فقیہ ملت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی

خلافت یہ کہتے ہوئے عطا کی۔ لیجئے مولانا آپ بہت کام کے ہیں یہ سنا بھی نہیں آئندہ کام دے گی۔ فقیہ ملت قدس سرہ نے آپ کو ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۹۸ء منگل کو سند خلافت بخشی۔

اور جانشین حضور مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دام ظلہ العالی نے ۱۵ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۰ اگست ۲۰۰۵ء میں خلعت خلافت سے شاد کام کیا۔

اور وارث علوم صدر الشریعہ ممتاز الفقہا سلطان الاساتذہ محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے عرس صدر الشریعہ کے موقع پر ۱۴۳۳ھ میں خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا اور خطیب البراہین حضرت علامہ صوفی محمد نظام الدین رضوی علیہ الرحمہ نے دلائل الخیرات شریف کی تلاوت کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی۔

اور بتاریخ ۴ جون ۲۰۱۳ء شہزادہ کاپلی ناشر مسلک اعلیٰ حضرت عزت مآب حضرت سید غیاث الدین ترمذی قادری دام ظلہ العالی نے موضع بسڈیلہ میں منبر پر خلافت سے نوازا۔

اسناد اور ڈگریاں

فاضل علوم اسلامیہ از دارالعلوم علیہ جمد اشاہی، ضلع بستی

منشی، مولوی، کامل، فاضل طب از الہ آباد عربی فارسی بورڈ

کامل اردو، معلم اردو از جامعہ اردو علی گڑھ

بی اے از ممتاز ڈگری کالج لکھنؤ

ایم اے از لکھنؤ یونیورسٹی لکھنؤ

سند فقہ حنفی از محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ

سند حدیث نبوی از محدث کبیر صاحب قبلہ دالمکت برکاتہم العالیہ

شادی خانہ آبادی

عالم اسلام کی مشہور و معروف شخصیت صاحب تصانیف کثیرہ فقیہ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ (وصال ۱۴۳۱ھ) کی بارگاہ میں حضرت مفتی صاحب دور طالب علمی سے ہی حاضر ہوتے رہتے تھے جس کی تفصیل انوار فقیہ ملت میں دیکھی جاسکتی ہے۔

قالہا اس مرد حق آگاہ نے اپنی دور رس نگاہ سے اس قیمتی ہیرے کو دیکھ لیا تھا یہی وجہ ہے کہ مفتی صاحب کی فراغت کے بعد حضور فقیہ ملت قدس سرہ نے جامع معقول و منقول حضرت علامہ نور محمد قادری عرف 'براؤنی صاحب' کے

ذریعہ پیغام نکاح بھیجا اور بالآخر وہ وقت سعید آیا جب حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے اپنی دختر پاکیزہ خصال کا عقد مسعود آپ سے طے فرمایا۔

اور ۱۶/۱۲/۱۳۱۵ھ مطابق ۷/۱۱/۱۹۹۵ء بروز بدھ بے شمار جلیل القدر علماء و مشائخ بالخصوص حضرت علامہ محمد نعمان خان قادری علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی دام ظلہ العالی اور اساتذہ دارالعلوم فیض الرسول براؤن شریف و اساتذہ الجامعۃ الاسلامیہ روناہی کے علاوہ بہت سے ارباب علم و دانش کی موجودگی میں پیر طریقت حضرت علامہ غلام عبدالقادر علوی صاحب قبلہ براؤن شریف نے رسم نکاح خوانی ادا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کو دو صاحبزادے عزیزم محمد ابوقحافہ امجدی، عزیزم محمد ابوقحافہ رضوی امجدی اور ایک صاحبزادی عزیزہ جویریہ خاتون رضوی امجدی کی نعمت سے نوازا ہے یہ سب ابھی دینی تعلیم کے حصول میں مصروف ہیں۔ رب تعالیٰ ان کو علم نافع بخشے (آمین) ۵

میدان تدریس میں

دارالعلوم علمیہ حمد اشاہی سے فارغ التحصیل ہونے کے وقت حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کے حکم پر دارالعلوم علمیہ میں ہی تخصص فی التفسیر کے ساتھ بحیثیت معین المدرسین درس و تدریس اور تعلیم و تعلم میں منہمک ہو گئے۔

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ آپ پر کس درجہ اعتماد فرماتے اور کس قدر شفقت کا برتاؤ کرتے اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو جب دارالعلوم میں بحیثیت معین المدرسین مقرر کیا گیا تو بروقت کسی نشست گاہ کا انتظام نہ ہو سکا جس پر حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے فرمایا:

”مولانا! آپ میری درس گاہ میں بیٹھ کر پڑھائیں میں باہر کرسی پر بیٹھ کر آپ کا طریقہ تدریس دیکھوں گا۔ چنانچہ کئی ماہ تک مفتی صاحب نے شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی درس گاہ میں بیٹھ کر درس دیا اور جب درس دے کر باہر نکلتے تو حضرت شیخ القرآن بہت ساری دعاؤں سے نوازتے تھے۔“

ایک موقع پر حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے تفسیر کے لئے طریقہ درس بتاتے ہوئے بہت سارے نکات قلمبند کرائے اور تدریسی کامیابی کے راز ہائے سربستہ واپکئے۔ اس سے حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی خصوصی عنایت و کرم نوازی صاف ظاہر ہے۔

دارالعلوم ربانیہ باندہ میں آمد

نیرنگی حالات کہئے یا مشیت ایزدی کہ جن دلوں آپ دارالعلوم علمیہ میں بحیثیت معین المدرسین معروف کار تھے اسی اثنا میں بندیل کھنڈ کی مرکزی درس گاہ دارالعلوم ربانیہ شہر باندہ سے پیر طریقت تلمیذ صدر الشریعہ علامہ سید مظہر ربانی قادری صاحب نے درس نظامی کے لئے ایک معیاری استاذ کی فرمائش کی اور سخت ضرورت کا احساس دلایا۔ جس پر شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے استاذ القراء قاری عبدالحکیم عزیزی علیہ الرحمہ کے مشورہ سے حضرت مفتی صاحب کو دارالعلوم ربانیہ شہر باندہ میں درس و تدریس کے منصب پر مامور فرمادیا۔

مفتی صاحب ۱۸/۱۱/۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۹۱ء دارالعلوم ربانیہ میں رونق افروز ہوئے اور مسلسل ۷ سال ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۹۶ء تک نہایت اخلاص و لگن محنت و دیانتداری اور مکمل ذمہ داری سے اپنا فرض منصبی ادا فرمایا۔ آپ کی انتھک کوشش اور جدوجہد سے دارالعلوم کا معیار تعلیم بہت بلند ہوا اور درجہ فضیلت تک کے طلبہ آگئے اور دور دور تک تعلیم کا شہرہ ہوا۔

درس و تدریس کے ساتھ قرب و جوار میں دعوت و تبلیغ کے لئے جانا۔ آپ کا معمول بن گیا جس کے نتیجے میں بے شمار حضرات سنیّت میں مستحکم ہوئے اور انگنت لوگوں نے بدعتیہ کی سے توبہ کی۔

حضرت والا کے اخلاق کریمانہ کی خوشبو سے پورا علاقہ معطر ہو گیا۔ بندیل کھنڈ کے سنی حضرات کے قلوب میں ایسی عظمت ڈالی کہ آج بھی آپ کے ذکر جمیل کی خوشبو محسوس کی جا رہی ہے۔

نوشتہ تقدیر نے کروٹ بدلی اور پھر آپ کو مادر علمی دارالعلوم علمیہ مجد اشاہی کی خدمت پر مقرر ہونا مقدر ہوا۔ اس سلسلہ میں آپ نے دارالعلوم ربانیہ کے مہتمم اعلیٰ پیر طریقت حضرت علامہ سید مظہر ربانی صاحب علیہ الرحمہ سے حالات بیان کیا اور وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت چاہی۔

حضرت سید صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کسی صورت میں وہاں سے جانے پر راضی نہ ہوئے بلکہ فرمایا:

”تعلیم و تعلم کے معیار کو جس طرح بلند کرنا چاہیں آپ کو اختیار ہے جو کتابیں پڑھانا چاہیں پڑھائیں جو سہولت چاہیں ہم آپ کے مشاہرہ میں بھی اضافہ کر دیتے ہیں مگر آپ کو جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔“

حضرت والا کی ان دلتوازا باتوں کے سامنے مفتی صاحب جیسا خلیق و باکردار شخص کیسے انکار کر سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے باندہ سے منتقل ہونے کا خیال ترک فرمادیا اور پھر شوال المکرم میں ادارہ پہنچ کر اسی شان سے درس و تدریس، دعوت و تبلیغ، خدمت خلق اور اشاعت سنیّت میں مشغول ہو گئے مگر

ہونا ہوتا ہے جب کوئی کار

غیب سے ہوتے ہیں اسباب آشکار

چونکہ تقدیر نے دارالعلوم علمیمہ جمہ اشاہی میں آپ کی خدمت کا فیصلہ کر دیا تھا تو بھلا اسے کون ٹال سکتا تھا اس لئے شعبان المعظم ۱۴۱۱ھ تک ہاندہ رہنے کے بعد تعطیل کلاں میں گھر آنا ہوا اور پھر بسلسلہ تعلیم ہاندہ واپسی نہ ہوئی۔

دارالعلوم علمیمہ جمہ اشاہی میں تشریف آوری

حضرت مفتی صاحب کی درسی لیاقت، کردار و عمل کی پاکیزگی، درس و تدریس کی لگن، اور نرالی طرز تفہیم کی شہرت اہل علم تک پہنچ چکی تھی۔ اسی لئے بہت سارے مدارس کے ذمہ داریوں نے اپنے مدرسوں میں آپ کی خدمت حاصل کرنی چاہی جن میں دارالعلوم اہلسنت تنویر الاسلام امرڈوبھا، دارالعلوم تدریس الاسلام، بسڈیلہ، دارالعلوم عزیز العلوم نچول مہراج گنج، دارالعلوم اشاعت الاسلام پرتاول، دارالعلوم اہلسنت بحر العلوم خلیل آباد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مگر آپ نے دارالعلوم علمیمہ جمہ اشاہی کو زینت بخشی جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے:

حضرت شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی ابتدا سے یہ خواہش رہی کہ آپ دارالعلوم علمیمہ جمہ اشاہی میں ہی مصروف خدمت رہیں مگر بعض حالات کے تحت آپ ہاندہ تشریف لے گئے جس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

۹ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۷ فروری ۱۹۹۸ء بروز سنچر دارالعلوم علمیمہ کی مجلس منظمہ کے ارکان سے شیخ القرآن علیہ الرحمہ نے مفتی صاحب کی تقرری کے لئے مکمل گفتگو کی اور پھر باضابطہ آپ نے دارالعلوم میں تشریف آوری فرما کر مسند تدریس کو زینت بخشی۔

مسند افتا پر جلوہ فرمائی

اسی سال ایک مجلس میں حضرت علامہ مولانا محمد تفسیر القادری صاحب قبلہ سابق نائب صدر المدرسین دارالعلوم علمیمہ نے آپ کو دارالافتاء میں آئے شرعی سوالات اور استفتوں کے جوابات کے لئے منتخب فرما کر ”رضا جامع مسجد“ میں اعلان کیا جس سے لوگوں نے اپنے مسائل دینیہ میں آپ کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت سے اب تک حضرت والا درس و تدریس اور کارافتا کو بحسن و خوبی انجام دینے میں مشغول ہیں اور ادارہ کے تعلیمی معیار کو بلند سے بلند تر کرنے کی سعی بلیغ میں لگے رہتے ہیں۔

آپ کا مذاق علمی

ہر شاگرد پر اپنے خصوصی استاذ کی فکر و نظر اور مسلک و مشرب کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب بھی اس فطری تقاضے سے متاثر رہے۔

چنانچہ آپ کے خصوصی استاذ جامع معقول و منقول حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی دام ظلہ العالی کا معقولی رنگ آپ پر نمایاں ہے۔ آپ نے حضرت مفتی صاحب قبلہ سے معقولات میں قطبی، میر قطبی، ملا حسن، شرح ہدایت الحکمت اور صدر اوغیر کا خصوصی درس لیا اسی لئے تدریس کے ابتدائی دور میں معقولات کی کتابیں بہت دلچسپی اور دلجمعی سے پڑھاتے مگر حضور شیخ القرآن علیہ الرحمہ کی صحبت و تربیت نے علم قرآن اور تفسیر کی طرف متوجہ کر دیا اور پھر تائید ایزدی نے ایک فقیہ و مفتی کی شکل میں ابھرنے کا موقع عطا فرمایا تو اب خصوصاً تفسیر و فقہ اور معقولات کا درس دینے میں مصروف رہتے ہیں۔

طریقہ تدریس

حضرت والا سبق پڑھانے سے قبل ابتدائی درجے کے طلبہ سے سوال و جواب کا سلسلہ قائم فرماتے ہیں۔ صحیح جواب نہ دینے پر زجر و توبیخ اور غصہ و عتاب کا منظر بھی دیدنی بلکہ لائق تقلید ہوتا ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ کے بعد محبت بھری نگاہ سے طلبہ کا دل موہ لیتے ہیں اور یہ احساس دلا دیتے ہیں کہ میرا غصہ کسی جذبہ انتقام کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس کا محرک تمہاری اصلاح و تربیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی غضبناک مار پیٹ اور سخت تنبیہ پر بھی آج تک کوئی طالب علم آپ سے شاکہ نہیں ملتا ہے۔

سوالات و جوابات کے بعد عبارت خوانی کا آغاز ہوتا ہے۔ مسلسل ایک ہی طالب علم سے عبارت خوانی کے بعد آپ سخت مخالف ہیں۔ اسی لئے اگر کسی ایک طالب علم نے دو تین دن درس میں مستقل عبارت خوانی کر دی تو حضرت مکرم پر جلال طاری ہو جاتا ہے اور پھر کرخت لہجے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ”کیا تم نے عبارت پڑھنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے“

”اے فلاں چلو تم پڑھو“

غلط عبارت خوانی پر دوسرے طلبہ سے بھی سوال و جواب کی نوبت آ جاتی ہے اور پھر کبھی کبھی دیر تک اس عبارت پر تحقیق و تفتیش کا کام چلتا رہتا ہے۔

عبارت خوانی کا مرحلہ طے ہونے کے بعد سبق پڑھانے کی منزل آتی ہے۔ اولاً گزشتہ سبق کی اہم باتوں کو اختصار کے ساتھ ذکر کر کے آج کے سبق سے ربط و تہی پیدا کرتے ہیں اور عبارت کا مفہوم اپنے لاجواب اور دلنشین طرز تفہیم سے طلبہ کے دل و دماغ پر نقش فرماتے چلے جاتے ہیں۔

رب تعالیٰ نے تفنن کلام اور تفنن حال و قال کا وہ جوہر بخشا ہے کہ غبی سے غبی اور حد درجہ کمزور و کند ذہن طالب علم بھی آپ کے درس میں بصد شوق شرکت کر کے سکون محسوس کرتا ہے۔ مشکل اور پیچیدہ مسائل کو ذہن میں

باسانی اتار دینے میں آپ شہنشاہ تدریس اور ملک انہیم کا درجہ رکھتے ہیں۔ اسی لئے ہر جماعت کے طلبہ کی خواہش رہتی ہے کہ ہماری اہم کتاب کا درس حضرت مفتی صاحب قبلہ ہی کے پاس ہو۔

فقہی درس کے دوران جدید مسائل پر سیر حاصل بحث، فقہ حنفی کی آفاقیت اور اہمیت کا بیان، ائمہ مجتہدین کی کدوکاوش کا ذکر جمیل اور غیر مقلدین کی خوبصورت تردید کے جملے قابل دید ہوتے ہیں۔

درمیان درس موقع محل کی مناسبت سے اپنے اکابرین خصوصاً مجدد اعظم علیہ السلام حضرت اسید نام امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ کی تحقیقات جلیلہ سے طلبہ کا دامن علم و حکمت بھرتے رہتے ہیں۔

تفسیری درس میں عقائد اہلسنت کا اثبات بدعقیدوں کی بچیہ درری خاص کر عصر حاضر کے فتنوں میں صلح کلیت و فکری آوارگی کی تردید ضرور فرماتے ہیں اور نئے نئے جنم لینے والے بہرہ پیوں کا تعاقب اور ان کی سرکوبی کا فریضہ بہت حسین و دلکش اور موثر انداز میں انجام دیتے ہیں۔ جس کسی فن کی کتاب کو پڑھاتے ہیں تو اس جذبہ اور دلجمعی سے پڑھاتے ہیں کہ محسوس ہوتا ہے حضور والا کا یہی خاص فن ہے۔ دوران تدریس ہر طالب علم کو سوال کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ بسا اوقات طالب علم بے تگے اور بے معنی سوال بھی کر دیتے ہیں مگر آپ ناراضگی کا اظہار نہیں فرماتے بلکہ مکمل اطمینان و سکون اور تحمل سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ انہی خوبیوں نے آج آپ کو دنیا کے درس و تدریس کا عظیم الشان شہوار بنا دیا ہے۔ بلکہ میں آپ کو ”ملک التفہیمات“ کے لقب سے یاد کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

فتویٰ نویسی کا آغاز

فتویٰ نویسی کے حوالہ سے دریافت کرنے پر حضور والا نے بتایا کہ:

”فقہ و فتاویٰ کی طرف رجحان دارالعلوم ربانیہ باندہ میں پیدا ہوا جس کا پس منظر یہ کہ:

جب میں باندہ درس و تدریس کے لئے پہنچا تو وہاں کا ماحول اور بود و باش، شہر کے باشندے اور ان کی زبان، علاقے کے لوگ اور ان کا رہن سہن سب کچھ میرے لئے اجنبی تھا جس سے میں بہت کبیدہ خاطر رہتا نماز عصر کے بعد دارالعلوم کے استاذ محبت مکرم حضرت مولانا نسیم محمد قادری باندوی صاحب کرم فرماتے اور کبھی کبھی تفریح کے لئے شہر یا باغوں کی طرف لے جاتے جس سے کچھ دل بہلتا مگر درسی کتب کے مطالعہ کے بعد بھی کافی وقت بچتا ان وقتوں کو کام میں لانے کے لئے دل میں خیال آیا کہ حضرت استاذ محترم مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی کبھی کبھی ”فتاویٰ رضویہ“ پڑھ کر بعض اہم مسائل سناتے اور سمجھاتے تھے کیوں نہ ”فتاویٰ رضویہ“ کا مطالعہ جاری کر دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پھر میری تنہائی، اجنبیت اور بے کاری کو دور کرنے کے لئے رب تعالیٰ نے مجھے بہترین ساتھی بطور ”فتاویٰ رضویہ“ عطا فرما دیا۔ دارالعلوم ربانیہ کے دارالافتا کی ذمہ داری کرم گستر حضرت مولانا مفتی نذر محمد

گوئڈ وی صاحب صدر المدرسین دارالعلوم کے سر تھی مگر کبھی کبھار میں بھی جواب لکھ دیتا اس طرح شوق و ذوق کا قافلہ آگے بڑھتا رہا اور فقہی اسرار و رموز کے باب و ابواب ہوتے رہے حتیٰ کہ ”دارالعلوم علمیہ“ حمد اشاعتی میں تدریسی خدمت پر مامور ہونے کے بعد یہاں کے ”دارالافتا“ کی مکمل ذمہ داری بھی میرے حصہ میں آگئی اور مسلسل ۱۴۱۸ھ سے اب تک بحمدہ تعالیٰ یہ کام انجام دے رہا ہوں۔“

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کی فقہ و افتا کی دولت فتاویٰ رضویہ کی رہن منت اور آپ کی ذہنی کدو کاوش اور دلچسپی کا نتیجہ ہے گو کہ آپ نے اس جادہ پیمائی میں حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ، حضور تاج الشریعہ اور حضور محدث کبیر دامت برکاتہم سے رہنمائی حاصل کی مگر اصل سرمایہ فتاویٰ رضویہ کی عطا ہے۔

تصنیف و تالیف

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ کسی کے پاس زبان ہے تو قلم نہیں کسی کے پاس قلم ہے تو زبان نہیں مگر تجھ میں ہی نہیں آج دنیا اس حقیقت کا اعتراف کر رہی ہے کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ کو رب ذوالعین نے صرف زبانی قلم ہی نہیں بخشا ہے بلکہ بہت سارے علمی اوصاف و کمالات سے نوازا ہے۔ چنانچہ آپ بیک وقت مدرس، مصنف، مقرر، مناظر، مصلح اور ایک عظیم المرتبت شیخ طریقت کی حیثیت سے شہرہ آفاق ہیں میں نے آپ کی تصنیف و تالیف کی ابتدا کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

”دارالعلوم ربانیہ“ میں وقت کو کام میں لانے کے لئے مختلف علمی خدمت انجام دیتا اسی میں مضمون نگاری کا آغاز بھی ہے میں نے بہت سارے لوگوں کی بدخلقی کجروی تند مزاجی اور تلخ نوائی دیکھی تو ایک مختصر مضمون بعنوان ’اسلام میں اخلاق کا مقام‘ لکھا اور ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع ہوا۔ اسی دوران ایک مضمون بعنوان ’علامہ ارشد القادری کی شہر نگاری‘ تحریر کیا جو ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف میں اشاعت پذیر ہوا۔

دارالعلوم کے قیام کے دوران ایک کتاب بعنوان ’عرس کی شرعی حیثیت‘ لکھی جس پر حضور فقیہ ملت نور اللہ مرقدہ نے دعائے جمیل سے نوازا اور کتب خانہ امجدیہ نے خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ شائع کیا۔ اس طرح تصنیف و تالیف کی طرف توجہ بڑھتی گئی اور قوم مسلم کے لئے جس طرح کی ضرورت محسوس کی اپنی استطاعت کے مطابق لکھتا رہتا ہوں۔“

حضرت مفتی صاحب نے اصلاح عقائد و اعمال کے حوالہ سے چند اہم تصانیف امت کو غطا فرمائی ہیں جن میں ہر ایک اپنی افادیت و اہمیت کے لحاظ سے منفرد ہے بعض تصانیف درج ذیل ہیں:

۱۔ عرس کی شرعی حیثیت

۲- جدید مسائل زکاۃ

۳- راہ عمل

۴- ازالہ فریب بحراب تقلید شخصی کے آسیب

۵- تحقیقی جواہرات

۶- مصطفیٰ جان رحمت اور آپ کی عائلی زندگی

۷- انوار فقیہ ملت

۸- تذکرہ علامہ اعجاز احمد ادروی

۹- طاہر القادری عقائد و نظریات

۱۰- تذکرہ علامہ عبدالعلیم میرٹھی

۱۱- پائی اور تحقیقات رضویہ

۱۲- مسلک اعلیٰ حضرت کہنا کیسا؟

۱۳- حاشیہ تفسیر نعیمی اول

تقریر و خطابت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت موصوف کرم کو خطابت کا وہ جوہر بخشا ہے کہ بے ساختہ زبان پکار اٹھتی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانا بخشد خداے بخشندہ

تقریباً پچیس سال پہلے باندہ قیام کے دوران آپ نے خطابت کی دنیا میں قدم رکھا اور آہستہ آہستہ ہندو بیرون ہند آپ کی شیریں بیانی اور اثر انگیزی کا شہرہ ہو گیا۔ چنانچہ آپ یوپی، بہار، بنگال، اڑیسہ، مدھیہ پردیش، آندھرا پردیش، تلنگانہ، کرناٹک، کیرلا، مہاراشٹر، گوا، دہلی، ہریانہ، راجستھان، ہماچل پردیش اور کشمیر کے علاوہ نیپال، عمان، دبئی، اور افریقہ تک وعظ و تبلیغ اور تقریر و خطابت کے لئے مدعو ہوئے اور چھوٹی بڑی بے شمار نیشنل اور انٹرنیشنل کانفرنسوں میں شریک ہو کر محفل کو فیضیاب فرمایا۔

آپ کا تبلیغی سفر خالصاً لوجہ اللہ اور اسلام و سنیت کی نشر و اشاعت کے جذبہ کے تحت ہوتا ہے۔ آپ جہاں تشریف لے جاتے ہیں مذہب حق اہلسنت و جماعت مسلک اعلیٰ حضرت کی بے باک ترجمانی فرماتے ہیں۔ بیان قرآن و حدیث اور اسلاف کی تعلیمات سے مکمل مزین اور بہت سنجیدہ اور باوزن ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام

دخواس، علما اور دنیاوی تعلیم یافتہ سبھی حضرات آپ کے مداح و مدحت سرا اور آپ کی جادو بیانی کے معترف ہیں۔ میرے نزدیک آپ کی حیرت انگیز کامیابی اور عوام و خواص میں آپ کی حد درجہ پذیرائی آپ کے اخلاص و لہیت کی برکت ہے۔

مراقب السطور نے آج تک کسی بھی شخص کی زبان سے یہ نہیں سنا کہ حضرت مفتی صاحب نے بھی کبھی کسی سے نذرانہ کا مطالبہ کیا ہے۔ حتیٰ کہ زاد براہ کی بھی ادخود فرمائش نہیں کرتے بلکہ مجھے باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بہت سے مقامات پر آپ نے سفر فرمایا تو نذرانہ الگ رہا مکمل کر آیا یہ بھی لوگوں نے پیش نہیں کیا مگر حضرت مکرم نے داعی حضرات سے کچھ بھی شکوہ نہ کیا۔ رب تعالیٰ آپ کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کا تحفہ عطا فرمائے۔ آمین

سیرت و کردار

حضرت تاج الفقہا صاحب قبلہ کی تعلیم و تربیت جن پاکان امت اور نفوس قدسیہ کے زیر سایہ ہوئی زمانہ ان کی عظمت و سطوت اور پاکیزگی کردار کا معترف ہے۔ ان اصحاب فضل و کمال کی بابرکت صحبت نے حضرت مفتی صاحب کی سیرت و کردار کی تعمیر میں اہم رول ادا کیا۔

آپ کے اندر تواضع و انکساری، حلم و بردباری، جرأت و ہمت، صبر و تحمل، حق گوئی و بے باکی، استقامت علی الدین، مسلکی تہذیب، احترام علما، عقیدت اسلاف، احترام اکابر اور عوام و خواص سے جذبہ محبت کا حصہ قابل فخر حیثیت سے موجود ہے۔ انہیں اوصاف و کمالات نے آپ کی شخصیت کو اتنا جاذب نظر بنا دیا ہے کہ عصر حاضر کے اکابرین اہلسنت کے نور نظر اور ان کے معتمد ہونے کے ساتھ ساتھ جماعت اہلسنت کے حلقہ میں بے پناہ مقبولیت و محبوبیت کا مقام پا چکے ہیں۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے

شفقت و محبت اور اخلاق کریمانہ

حضور مفتی صاحب قبلہ کو رب ذوالجلال نے جس شفقت و پیار بھرے دل سے نوازا ہے وہ قابل رشک ہے۔ آپ کی خدمت میں آنے والا کوئی بھی شخص آپ کی شفقت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ محفل میں بیٹھنے والے سبھی حضرات سے پیار بھرے انداز میں مخاطب ہونا ان کی بات سننا اور حسب ضرورت ان کے کام آنا حضرت والا کی عادت کریمہ ہے۔ آپ کے اخلاق کریمانہ کا شہرہ عالمگیر ہے۔

بالخصوص طلبہ پر شفقت کا معاملہ تو بہت ہی نرالا ہے ان کی نگرانی، تربیت اور دیکھ بھال کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی

بیمار ہو جائے تو معلوم ہونے پر اس کی خبر گیری کرنا، دوا علاج کا انتظام کرنا، اس کے آرام کا خیال کرنا، اور تمام طلبہ سے خندہ پیشانی سے ملنا، ان کی خیریت دریافت کرنا، ان کی ضرورتوں کو پوری کرنا ہمارے ممدوح کے کریمانہ عادات و اطوار میں شامل ہیں۔

فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کو بلا کر میدان عمل کے مصائب و آلام اور محلات و کوائف کے نشیب و فراز سے آگاہ فرماتے ہیں اور عملی زندگی کے وہ رہنما اصول بتاتے ہیں کہ آدمی ان پر عمل پیرا ہو کر کسی ناکام نہیں ہو سکتا ہے۔ فارغ ہونے والے ان طلبہ کو ڈبڈپائی آنکھوں سے رخصت کرتے ہیں اور اپنی خطاؤں سے درگزر کرنے کے لئے طلبہ سے خود گزارش کرتے ہیں کردار کی یہ بلندی بہت کم لوگوں میں نظر آتی ہے۔

ننگہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز

یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لئے

احباب و اقربا سے حسن سلوک

حضرت مفتی صاحب قبلہ اپنے تمام احباب و متعلقین اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً مخلصین اور رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے خود تشریف لے جاتے ہیں پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا یہ نتیجہ ہے کہ آج تک ان کا کوئی پڑوسی نالاں نظر نہیں آیا۔ آبادی کے لوگوں کے گھروں پر جا کر ان کی خیریت لینا اپنا فرض محبت سمجھتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت، انتقال کر جانے والوں کے گھر تعزیت پیش کرنے کے لئے جانا اپنا اخلاقی منصب تصور فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محلہ اور شہر کے مسلمان خصوصاً نوجوان حضرات آپ سے بے پناہ محبت کرتے اور احترام کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

عشق رسول

حضرت تاج الفقہاء دام ظلہ العالی عشق رسول کی دولت سے خوب خوب مالا مال ہیں۔ اپنی محفل میں محبت رسول کے فوائد و برکات کا خوب تذکرہ فرماتے ہیں۔ ذکر محبوب کائنات علیہ التحیۃ والثناء کے وقت کبھی کبھی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل کے وقت ایک کیف طاری رہتا ہے۔ نعت حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سماعت کا بہت ذوق رکھتے ہیں اہل محفل نے بار بار دیکھا ہے کہ نعت خوانی کے دوران آپ پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور آنکھیں گوبرا شک لٹانے لگتی ہیں۔

عاشق رسول محمد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی لکھی نعتیں نہایت

شوق و اہتمام سے سنتے ہیں۔

۱۲ ربیع الاول شریف کے دن 'عید میلاد النبی' کی مناسبت سے قریب رہنے والے طلبہ کو 'عیدی' کے نام پر نذرانہ عطا فرماتے ہیں اور یوں گنگناتے ہیں۔

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کو نین میں نعمت رسول اللہ کی

حق گوئی و بے باکی

آج عموماً دیکھا جا رہا ہے کہ تملق اور چا پلوسی کا ہر طرف بازار گرم ہے خوشامد کو عصر جدید کا بہترین فن اور آرٹ سمجھا جاتا ہے۔ لوگ عہدہ اور جاہ و منصب کے حصول کے لئے اخلاق کی تمام حدیں توڑ کر وہ مہمعت اور چا پلوسی کرتے ہیں کہ

مع محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

چا پلوسی کا یہ عالم ہے کہ پڑھے لکھے کہے جانے والے بھی حق و صداقت کے بجائے ناحق اور نور کی جگہ ظلمت و تاریکی کا ساتھ محض اس بنا پر دے رہے ہیں کہ کچھ حطام دنیا ہاتھ آجائے۔

ان حالات میں حق کی آواز بلند کرنا یقیناً جہاد سے کم نہیں ہے خوش نصیب ہیں وہ بندے جنہیں رب کائنات نے حق گوئی کی دولت بے بہا سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضور مفتی صاحب بھی بحمدہ تعالیٰ انہیں بندگان خدا میں ہیں جو شرعی معاملات میں تملق و مہمعت کو کوئی راہ نہیں دیتے بلکہ برعکس اظہار حق فرما کر اپنا فرض منصبی ادا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کو دشواریوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے مگر کوئی چیز آپ کو حق بات کہنے سے نہیں روکتی ہے۔ جب حاسدین اور فتنہ پرور کی طرف سے کوئی مشکل ڈالنے کی سازش ہوتی ہے تو آپ امام اہلسنت مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ کا یہ شعر گنگنا کر سکون قلب حاصل کر لیتے ہیں۔ مع

سن لیں اعداء میں گھڑنے کا نہیں
وہ سلامت ہیں بنانے والے

اسلام و سنت کی اشاعت کا جذبہ

حضور تاج العہما صاحب اکثر فرماتے ہیں کہ

”فقہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ کسی کا نائب حقیقت میں وہ ہوتا ہے جو اصل

کے کاموں کی انجام دہی میں لگا رہے، ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری زندگی بھر لوگوں کے ایمان و عقیدے کی حفاظت میں لگے رہے تو آپ کا نائب حقیقت میں وہی عالم ہے جو ہمیشہ اسلام و سنت کو پھیلانے کی فکر اور لوگوں کے ایمان اور عقیدے کی حفاظت میں مصروف رہے۔“

اس اعتبار سے جب ہم اپنے مدوح پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے قول کے مکمل مصداق دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کے درمند دل کی کیفیت کچھ وہی لوگ جان سکتے ہیں جو آپ کی حاشیہ نشینی کا شرف رکھتے ہیں۔

اپنی آبادی کے لئے تو فکر مند رہتے ہی ہیں قرب و جوار ہی نہیں بلکہ اب تو عالمگیر پیمانے پر دعوت و تبلیغ اور اشاعت سنت کے حوالہ سے آپ کی شخصیت بڑی جانی پہچانی ہو گئی ہے۔

ہندوستان بھر میں کہیں بھی مسلکی معاملات درپیش ہوتے ہیں اگر وہاں مفتی صاحب کو یاد کیا گیا تو بلا فکر سود و زیاں اور بلا خوف لومۃ لائیم ہر ممکن کوشش کر کے وہاں تشریف لے جاتے ہیں اور احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ لوگوں کے مذہبی و اعتقادی سوالات کے تسلی بخش جوابات بڑی خندہ پیشانی سے آسان لب و لہجہ میں عطا فرما کر قلوب و اذہان میں یقین و ایمان کا نور بھر دیتے ہیں۔

ایم پی، کیرلا، بھارت، اڑیسہ اور یوپی کے علاقے میں آپ کی مساعی جیلہ کی بدولت ہزاروں لوگ مذہب و مسلک میں پختہ ہوئے و ہابیت و نجدیت سے محفوظ ہوئے صلح کلیت و آزاد خیالی کے طوفان سے بچ گئے اور مذہب حق اہلسنت و جماعت مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے کار بند ہو گئے۔

آپ جہاں بھی رہتے ہیں دنیاوی امور کی طرف دلچسپی کم، مدارس عربیہ میں ہونے والی وحشت ناک سیاست سے دور، لوگوں کی ذاتیات کی ٹوہ سے متنفر اپنی محفل کو مذہبی بزم اور دینی نشست بنانے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں۔

مسلم نوجوانوں کے عقائد کے تحفظ کے لئے ان سے رابطہ قائم کر کے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی تعلیمات سے ان کو مزین فرماتے ہیں۔

آپ کی ان کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج عصری و دینی تعلیم گاہوں، یونیورسٹیز اور اکیڈمز میں کام کرنے والوں، تجارت پیشہ اور عام نوجوانوں کا بڑا طبقہ آپ کا گرویدہ اور شیدائی ہے۔

ہندو بھرون ہند لاکھوں لوگ آپ کی شیریں متالی اور سچے خلوص کے نتیجہ میں آپ پر عاشق و وارفتہ نظر آتے ہیں۔ سچ کہا ہے شاعر نے

ہجوم بلبل ہوا جن میں کیا جو گل نے جمال پیدا
کمی نہیں قدرواں کی اکبر کرے تو کوئی کمال پیدا

اولیائے کرام سے محبت والفت

ہمارے ممدوح حضرت تاج العلماء صاحب قبلہ کو سلف صالحین اور اولیائے کرام کی عقیدت و محبت اور ان کی تعظیم و توقیر کا جذبہ بجمہ تعالیٰ خوب حاصل ہے۔ چنانچہ آج تک کسی کان میں یہ آواز نہ پہنچی ہوگی کہ حضرت والا فلاں بزرگ کے متعلق ایسا ویسا کہتے ہیں بلکہ محفل درس و تدریس ہو یا بزم وعظ و تبلیغ موقع محل کی مناسبت سے بزرگان دین کے ذکر جمیل سے مجلس کو لالہ زار بنائے رہتے ہیں۔

البتہ بعض بزرگوں سے حد درجہ عقیدت و محبت اور الفت و پیار کرتے ہیں۔ ان نفوس قدسیہ میں میر میراں پیر پیراں غوث الاغواٹ قطب الاقطاب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور خواجہ خواجگان سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا تارک السلطنت حضور مخدوم پاک کچھوچھوی رضی اللہ عنہ، حضور سیدنا سالار مسعود غازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیدنا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا سرکار علی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرفہرست ہیں۔ اور ماضی قریب کے بزرگوں میں حضور صدرالافاضل، حضور حجت الاسلام، مفتی اعظم ہند، حضور مبلغ اسلام، حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت اور حضور شعیب الاولیاء علیہم الرحمہ سے خصوصی محبت فرماتے ہیں۔

فاتحہ خوانی میں مذکورہ بزرگان دین کے اسمائے مبارکہ کو بالالتزام ذکر فرماتے ہیں اور ان کے توسل سے دعا کرتے ہیں۔

میرا وجدان بول رہا ہے کہ ان بزرگوں کی عقیدت و محبت کا ہی یہ ثمرہ ہے کہ آج مفتی صاحب اپنے معاصرین میں منفرد و یگانہ ہیں اور اس کم عمری میں ہی آسمان کی بلندیوں پر فائز ہیں۔ حضرت مفتی صاحب ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ

”میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ایک اہم پروگرام میں مدعو کیا گیا۔ کینیڈی ہال میں پروگرام ہونا تھا اور میرا یہ پہلا اتفاق تھا کہ خالص علمی اور وہ بھی دنیوی ماحول میں خطاب کرنا تھا۔ علی گڑھ جانے سے قبل میں مادر علمی الجامعہ الاسلامیہ روٹا ہی فیض آباد اساتذہ کرام سے دعا لینے پہنچا استاذ گرامی حضرت علامہ وصی احمد وسیم صدیقی صاحب قبلہ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ جعرت نے فرمایا مولانا! آپ بتائیے کہ انسان دنیا میں کن چیزوں کی زیادہ خواہش رکھتا ہے۔

میں نے! عرض کی حضرت ہی فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا! تین چیز کی (۱) عزت (۲) دولت (۳) شہرت اور پھر تھوڑا توقف کر کے فرمایا کہ ”اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ سب اسی عمر میں بخش دیا۔ میں نے کہا! حضرت یہ آپ سب کی دعاؤں کا ثمرہ ہے ورنہ من حماں خاکم کہ ہستم۔“

وقت کی قدر و قیمت

آج عام طور پر یہ مشاہدہ ہے کہ خواص و عوام علما و طلبہ اور بڑھے بے پڑھے سب ضیاع وقت میں لگے رہتے ہیں۔ مدارس کی دنیا کا جو حال ہے اہل علم پر پوشیدہ نہیں ہے گھنٹوں، مجلس تفسیر، اوقات، جمانا کوئی بات نہیں ہے۔ مگر ہمارے مدد و مدد حضرت مفتی صاحب اپنے وقت کی جس طرح قدر فرماتے ہیں وہ لائق تقلید ہے۔ صبح نماز فجر کے بعد مختصر اور ادو وظائف اور سیر سے فارغ ہو کر درس کا وقت ہونے تک مطالعہ کتب اور فتویٰ نویسی میں مصروف رہتے ہیں۔ اسی درمیان چائے وغیرہ سے فارغ ہو کر درس گاہ میں جلوہ فرما ہو جاتے ہیں اور پورے جوش و جذبہ اور دلچسپی سے درس دیتے ہیں۔

ادارہ کی منہجی ذمہ داری سے فارغ ہو کر نماز ظہر اور پھر کھانا تناول فرما کر نماز عصر تک آرام کر کے نماز اور دیگر علمی مشاغل میں لگ جاتے ہیں اور پھر یہ سلسلہ رات دیر تک جاری رہتا ہے۔

آپ اپنا وقت فضول اور بے کار کاموں میں لگانے کو بہت بڑا جرم مانتے ہیں یہ وقت کی قدر دانی کا ہی نتیجہ ہے کہ آج چار داگ عالم میں آپ کے علم و فضل، تحقیق و تدقیق، تصنیف و تالیف اور دینی خدمات کا شہرہ ہے اور اکابرین ملت کی بارگاہوں میں درجہ اعتماد حاصل ہے۔ وقت کی قدر دانی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ کارافتا کی مکمل ذمہ داری آپ کے سر ہے مگر اتنا اہم اور عظیم الشان کام آپ اوقات تعلیم کے علاوہ وقت میں کرتے ہیں ادارہ کی طرف سے نہ تو اس کے لئے کوئی وقت کی سہولت ہے اور نہ ہی کوئی اضافی خدمت و صلہ، مزید دعوت و تبلیغ کا کام اس کے علاوہ ہے سچی بات یہ ہے کہ وقت کی وقعت و اہمیت کا ہنر آپ سے سیکھا جائے۔

ایمانی غیرت و حمیت

اگودہب و مسلک کے خلاف کوئی سرا بھارتا ہے تو حضور تاج المعہ صاحب بلاتا خیر اس کی سرکوبی کے لئے کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ اس حوالہ سے بے شمار واقعات ہیں مگر یہاں دو چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

پہلا واقعہ

آج سے تقریباً بائیس سال قبل شہر خلیل آباد کی عید گاہ پر دیوبندیوں نے ناجائز قبضے کا منصوبہ تیار کیا اور پھر سخت بادل ہوتے ہوئے بغیر رویت ہلال ۲۹ رمضان المبارک کو یہ اعلان کر دیا کہ کل عید گاہ میں ہم لوگ نماز ادا کریں گے۔

۳۳ رمضان المبارک کو دیوبندیوں کے علاوہ پورا علاقہ رودہ دار قحاطی الصباح شہر کے لوگوں نے مفتی صاحب کو دیوبندیوں کی حرکت اور ان کی سازش سے آگاہ کیا۔

آپ یہ خبر سنتے ہی بے چین ہو گئے اور فوراً دیوبندیوں کی کتابوں کا بنڈل تیار کیا اور اپنے محلہ کے چند حضرات کو لے کر عید گاہ پہنچ گئے۔ رفتہ رفتہ کچھ دوسرے محلہ کے مسلمان بھی جمع ہو گئے فوراً ہی آپکی تھی۔ مفتی صاحب نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر دیوبندیوں کے کفری عقائد بیان کرنا شروع کر دیا اور شہر کے دیوبندیوں کا نام لے لے کر للکارتے رہے اور بار بار یہ کہتے کہ:

”نماز مسلمانوں کے لئے ہے دیوبندیو! آؤ تم پہلے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرو پھر عید گاہ میں نماز پڑھنا۔“ تقریباً گیارہ بجے دن تک مفتی صاحب اپنے ساتھیوں کو لے کر ’عید گاہ‘ پر کھڑے دیوبندیوں کو للکارتے رہے مگر کسی بھی دیوبندی میں حق کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور نماز پڑھنا تو دور کی بات عید گاہ کی طرف رخ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

جج ہے!

کیا دے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا
شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا

دوسرا واقعہ

چھ سال قبل شہر خلیل آباد کے مضافات میں واقع موضع پٹھ کھولی کے متعلق محترم حافظ وقاری محمد فکیل صاحب ساکن محلہ بدھیمانی نے بتایا کہ وہاں کوئی دیوبندی لوگوں کے عقیدے کو خراب کرنے کی کوشش کر رہا ہے وہ گاؤں بجمہ تعالیٰ اہلسنت کی آبادی پر مشتمل ہے اگر توجہ نہ کی گئی تو لوگ بد عقیدہ ہو سکتے ہیں۔

حضرت نے فوراً وہاں سے رابطہ کر کے چند لوگوں کو اپنے دولت خانے پر بلایا اور فرمایا میں فلاں دن آپ کے گاؤں آ رہا ہوں صرف روشنی مانک اور بیٹھنے کا انتظام کر لیں۔ چنانچہ

آپ وقت متعینہ پر دیوبندی عقائد کی کتابیں اور چند نو جوانوں کو لے کر پہنچ گئے۔ گاؤں کے تمام مسلمان حضرت والا کا ایمان افروز باطل سوز خطاب کو سننے کے لئے سیلاب کی مانند امنڈ پڑے۔ تلاوت و نعت کے بعد حضرت مفتی صاحب نے ”عظمت رسول خدا“ پر خطاب شروع فرمایا اور پھر درمیان میں دیوبندیوں کے کفری عقائد ان کی کتابوں سے پڑھ کر سناتا شروع کیا دو گھنٹہ سے زیادہ یہ سلسلہ جاری رہا اور غرض باطل پر حق کی برق باری ہوتی رہی جس کے نتیجے میں اہلسنت کی حقانیت کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ آج تک چمک رہا ہے ورنہ نجدیت کی زہریلی فضا سب کو موت کی نیند سلا سکتی تھی۔

تیسرا واقعہ

ابھی دو سال قبل کی بات ہے شہر خلیل آباد کے محلہ مڑیا خاص میں کوئی ندوی مولوی آیا اور شب برأت کے حوالہ سے کچھ بکواس کی اور حسب رولیت وہابیت معمولات اہلسنت پر شرک و بدعت اور ناجائز و حرام کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو دور فلایا اور اہلسنت کی تحقیر و تذلیل کی۔

محلہ کے لوگ خاص کر جناب محمد شمشیر رضوی اور محمد عارف رضوی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہابی مولوی کی خرافات سے آگاہ کیا۔

پھر کیا تھا حضرت والا مضطرب و پریشان ہو گئے اور دو روز کے اندر علمائے کرام و ائمہ مساجد خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمد عالمگیر رضوی صاحب استاذ دارالعلوم اسحاقیہ جو دھپور راجستھان، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب، حافظ ماجد علی صاحب، قاری محمد رفیع الدین صاحب اساتذہ بحر العلوم خلیل آباد، مولانا نوشاد احمد، مولانا توفیق احمد صاحبان کا نورانی قافلہ لے کر مڑیا پہنچ گئے اور معمولات اہلسنت کی صداقت و حقانیت کے حوالے سے ایسے بیانات ہوئے کہ وہابیت کا جنازہ نکل گیا اور سنییت کا چہرہ روشن و منور ہو گیا۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں جن کو قلمبند کرنے کے لئے دفتر کا دفتر درکار ہے مگر انہیں واقعات بے اہل علم پر یہ حقیقت مثل آفتاب روشن ہو جائے گی کہ حضرت موصوف کرم کو رب تعالیٰ نے کیسی غیرت و حمیت بخشی ہے اور کس درجہ ایمانی حرارت اور جوش و جذبہ سے شاد کام کیا ہے۔

قوت فیصلہ اور تدبیری صلاحیت

کسی اہم اور حساس مسئلہ میں حیران و پریشان ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ نازک حالات میں اضطراری کیفیت سے دوچار ہو ہی جاتا ہے۔ مگر ان حالات میں دامن صبر و تحمل چھوڑ دینا اور صرف آہ و زاری کرنا معاملہ کا حل ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔

اختلاف و انتشار کے ماحول میں یا کسی اہم موڑ پر بروقت کوئی نتیجہ خیز فیصلہ کرنا ایک اہم بات ہے اور ایسی لیاقت کے افراد کم پائے جاتے ہیں۔

بجہ تعالیٰ حضرت تاج البعہ صاحب کو رب تعالیٰ نے بہترین قوت فیصلہ بخشی ہے اور فکر و تدبیر کی اعلیٰ صلاحیت سے نوازا ہے۔ نازک سے نازک معاملہ کو بروقت اپنے ناخن تدبیر سے ایسا سلجھاتے ہیں کہ لوگوں کی باخچیں کھل جاتی ہیں۔

محترم ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب ساکن بدھینی سے گفتگو کے دوران معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ آبادی میں واقع تالاب کی مچھلیوں کو لے کر دو فریق میں سخت اختلاف ہو گیا نوبت جنگ و جدال اور لڑائی تک پہنچ گئی۔

حضرت والا نے جب یہ حالات دیکھے تو دونوں فریق کے اہم اور ذمہ دار لوگوں کو اپنے گھر بلایا جن میں پردھان علی حسن خان، الحاج سیٹھ مقبول احمد، ماسٹر حبیب اللہ، محمد حسن مرحوم خاص کر موجود تھے۔

آپ نے قرآن کریم کی تلاوت اور نعت پاک سے مجلس کا آغاز کیا اور پھر نہایت دردمنہ انداز میں دونوں فریق کو حالات کے نشیب و فراز سے آگاہ کیا ان حضرات نے آپ کو فیصلہ کرنے کے لئے کہا۔ چنانچہ آپ نے بڑے حکیمانہ انداز میں ایسا فیصلہ تحریر فرمایا کہ دونوں فریق نے سر تسلیم خم کر لیا۔ اسی دن سارا باہمی نزاع رفع دفع ہو گیا اور آبادی کے لوگ فتنہ و فساد سے محفوظ ہو گئے۔

محترم صدام حسین سابق صدر عراق کی پھانسی عید الاضحیٰ سے غالباً چند روز قبل عمل میں آئی، اس ظالمانہ کردار کی وجہ سے امریکہ کے خلاف مسلمان بالخصوص نوجوانوں میں غم و غصہ کی ایسی لہر تھی کہ ہر طرف جوش و جذبہ کا منظر دیکھا جا رہا تھا۔

مسلمانوں کی اس کیفیت کو دیکھ کر مشرکین جل بھن کر امریکہ کی حمایت میں آنے لگے تھے۔ خلیل آباد میں بھی حالات دگرگوں ہو رہے تھے اگر مسلمان جذبات میں امریکہ کے خلاف احتجاج کے لئے روڈ پر آتے تو بہت ممکن تھا کہ اعداء دین مسلمانوں کی مخالفت میں اتر پڑتے اور معاملہ سنگین صورت اختیار کر جاتا۔ مفتی صاحب نے حالات کا جائزہ لیا اور فوراً معززین شہر کی مشاورتی نشست محترم الحاج محمد عمر صاحب کپڑے والے کی دوکان پر قائم فرمائی۔

گفتگو اور مشورہ میں لوگوں نے اپنی اپنی رائے پیش کی۔ آخر میں مفتی صاحب نے فرمایا کہ ”ظلم کے خلاف آواز اٹھئے مگر اپنے حالات کو قابو میں رکھنا بھی لازم ہے۔ جذبات کے تحت کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے کہ اپنا ہی نقصان ہو، ساتھ ہی غیرت و حمیت اسلامی اور جذبہ قومیت بھی برقرار رہے۔ لہذا میری رائے یہ ہے کہ نماز عید الاضحیٰ کے موقع پر تمام عید گاہوں میں امریکہ کے ظلم و تشدد کی مذمت ہو اور عراق کے لئے دعا ہو۔ لوگ بعد نماز عید گاہ سے اجتماعی طور پر نکلیں اور اپنے اپنے قریب کے چوراہے پر مذمتی بیان کے بعد امن و امان اور اسلام و مسلمین کی حفاظت و بقا کے لئے دعا کر کے گھروں کو واپس چلے جائیں۔“

موجودین نے اس رائے کو پسند کرتے ہوئے اسے آخری شکل دے دی۔ چنانچہ تمام عید گاہوں کے ذمہ دار حضرات نے ایسا ہی کیا جس سے احتجاجی آواز بھی بلند ہو گئی اور امن و امان بھی بحال رہا۔

ان واقعات سے یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے کہ رب کائنات نے مفتی صاحب کو جہاں بنی و جہاں بانی کے ساتھ فخری قیادت اور مذہبی رہنمائی کرنے کی غرضوں سے کس طرح نوازا ہے اور حساس معاملات کو حسن تدبیر کے ذریعہ حل کرنے کی کیسی لیاقت عطا فرمائی ہے۔

جذبہ مہمان نوازی اور دریادلی

حضرت تاج الفقہا صاحب کے ذریعہ دولت پر جانے والا یہ تاثر ضرور لے کر آتا ہے کہ یہ شخصیت بجل اور کنجوسی سے دور جو دو سہا، خلق حسن اور دریادلی کا پیکر ہے۔ رب کائنات نے کشادہ دست، کشادہ ظرف اور کشادہ قلب سے ایسا سرفراز کیا ہے کہ کم حضرات اس درجہ کے حامل نظر آتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

”بزرگوں کا فرمان ہے طمع مت کر، منع مت کر، جمع مت کر اور میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔“

اہم شخصیات کے آنے پر فراخ دلی کا مظاہرہ تو ہوتا ہی ہے۔ عام لوگ بھی مختلف انواع و اقسام کے سامان خورد و نوش سے شاد کام ہوتے رہتے ہیں۔ اور آپ کی فیاضی کا جلوہ اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں۔ دعا ہے کہ ع

تاحشر رہے ساقی آباد یہ میخانہ

فقہی بصیرت

اب آخر میں آپ کی فقہی ظرف نگاہی اور علمی حقیقت و بیدار مغزی کے حوالہ سے کچھ عرض کرنے اور فقہ و فتاویٰ کی دنیا میں آپ کی تحقیق و تدقیق کی بکھری خوشبو سے قارئین کے مشام علم و حکمت کو مشکبار کرنے کے لئے راقم چند سطریں پیش کرتا ہے۔

جیسا کہ ماقبل میں عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت تاج الفقہا صاحب نے اپنی عنان توجہ کو فقہ و فتاویٰ کی طرف دارالعلوم رباعیہ شہر ہائے دوران قیام میں ہی مبذول فرمادی تھی اور گاہے بگاہے فتویٰ نویسی کا کام انجام دے دیتے تھے مگر دارالعلوم علیہ میں تشریف آوری کے بعد یہ ذمہ داری مکمل طور پر آپ نے سنبھال لی اور آج ہندوستان کے صف اول کے محققین اور مشاہیر فقہ و فتاویٰ میں شمار کئے جاتے ہیں۔

آپ کی تصانیف میں ازالہ فریب کے اندر بکھرے فقہی مباحث اور رسالہ جدید مسائل زکاة اور پیام حرم میں شائع فتاویٰ آپ کی اعلیٰ فقہی لیاقت اور خدا داد صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور درجنوں جدید عنوانات پر لکھے گئے تحقیقی فقہی مقالات آپ کی فنی مہارت و بصیرت پر شاہد عدل ہیں۔

ان سب کے علاوہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ مسمیٰ بہ ”فتاویٰ علیہ“ علم و حکمت اور تحقیق و تدقیق کی دنیا میں ایک شاندار

اضافہ نئے مسائل و معاملات میں شرعی اور دینی رہنمائی کے لئے عظیم تحفہ، عوام و خواص اور اہل دانش و بینش کے لئے بہترین سوغات اور اہل دولت و ارباب تجارت کے لئے بیش بہا فقہی سرمایہ ہے۔ اسی بنا پر میں اپنے مدد و گرامی کو ”تاج الفقہاء“ کے لقب سے یاد کرتا ہوں اور ان کی خدمت میں یہ خطاب بطور تحفہ پیش کرتا ہوں۔ دعا ہے کہ حضور تاج الفقہاء صاحب قبلہ کا سایہ کرم اور عمل ہمایون تادیر صحت و عافیت کے ساتھ امت مسلمہ کے سروں پر قائم رہے اور آپ کی علمی کدو کاوش سے دنیا فیضیاب ہوتی رہے۔

مرکز تربیت افتاء و جہانگیر کی نگرانی

حضور فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے اچانک وصال سے دنیائے فقہ و فتاویٰ میں ایک زلزلہ برپا ہو گیا تھا۔ بے شمار مسائل و مشکلات کے ساتھ ایک اہم مشکل یہ بھی سامنے کھڑی ہو گئی تھی کہ آپ کے قائم کردہ مفتی ساز ادارہ بنام ”مرکز تربیت افتاء“ میں موجود تربیت افتاء لینے والے طلبہ کرام کے جوابات کی تصحیح اور ان حضرات کی نگرانی کا فریضہ کون انجام دے گا۔ ارکان ادارہ اور احباب اہلسنت اس مشکل سے دوچار تھے مگر رب تعالیٰ نے اس گلستان کی سرسبزی و شادابی کے لئے گھر کا ایک باغبان اور مالی عطا فرمادیا۔

چنانچہ ۵ جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۶ اگست ۲۰۰۱ء کو قلعہ شریف کی محفل میں علمائے کرام نے بالاتفاق آپ کو ادارہ کا نگران مقرر کیا آپ مستقل انتظام ہونے تک برابر جہد اشاعی سے اوجھانگیر تشریف لے جاتے اور اپنا فریضہ ادا فرماتے رہے۔

فقہی سمیناروں میں شرکت

امت مسلمہ کے سامنے نئے مسائل آتے رہتے ہیں ان مسائل کا شرعی حل نکالنے کے لئے ارباب علم و حکمت اور اصحاب فقہ و فتاویٰ سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور قوم کی صحیح رہنمائی کے لئے پوری جدوجہد کرتے ہیں۔ ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۹۹۳ء سے حضرت تاج الفقہاء صاحب اہل حکمت کی ایسی اہم مجلسوں میں صرف بحیثیت سامع و ناظر نہیں بلکہ بحیثیت باحث و مناظر شریک ہوتے ہیں اور فقہی مسائل پر اپنی بالغ نظری کا جلوہ دکھاتے ہیں۔ بدسہا برس سے یہ سلسلہ جاری ہے بلکہ اب تو شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے منعقد ہونے والے سمیناروں میں اکابرین کی نگاہ کرم سے روح رواں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے تیسرے فقہی سمینار کی رپورٹ میں ہے۔

”یہاں ان چند مندوبین کا ذکر میں ضروری سمجھتا ہوں جن کے وسعت مطالعہ، کثرت تفحص و فقہی مذاکرات

نے ان مسائل کے شرعی حل کو قریب سے قریب ترک کر دیا وہ ہیں حضرت ممتاز الفقہا محدث کبیر مفتی معراج قادری و مفتی ناظم علی رضوی و مفتی اختر حسین (قادری) عظمی و مفتی قاضی شہید عالم صاحب، خدائے قدیر ان کی فقہی بصیرتوں میں اضعاقا مضامین روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔“ (ماہنامہ سنی دنیا، اکتوبر ۲۰۰۶ء ص ۲۲)

ابھی چند ماہ قبل وارث علوم اعلیٰ حضرت شیخ الاسلام و المسلمین آقائے نعمت حضور تاج الشریعہ علامہ و مفتی محمد اختر رضا قادری از ہری دامت برکاتہم العالیہ سے سوال ہوا کہ

”اہلسنت کے لوگ اس وقت فیوض و برکات لینے اور مسائل شرعیہ جاننے کے لئے کن علمائے کرام کی طرف رجوع کریں تو آپ نے فرمایا۔“

”محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری رضوی امجدی، مفتی محمد اختر حسین قادری، مفتی شمشاد احمد کھوس، مفتی محمود اختر صاحب ممبئی، حضور تاج الشریعہ نے جن علمائے حق کی طرف مسلمانوں کو رجوع کرنے کا حکم فرمایا ان میں حضرت مفتی صاحب کا ذکر کر کے یہ واضح فرما دیا کہ بحمدہ تعالیٰ حضرت والا مسائل شرعیہ کے حوالہ سے ایک معتبر و مستند ذات ہے اور ان کے بیان کردہ فتاویٰ اور مسائل لائق عمل اور قابل اعتبار ہیں۔“

آپ کی شخصیت کا نقشہ مفتی محمد نظام الدین مصباحی، صدر مدرس جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے یوں کھینچا ہے ”محبت مکرم جناب مولانا محمد اختر حسین قادری صاحب دام مجد ہم نوجوان علما میں اچھی صلاحیت کے مالک، ذہین و فطین، اخاذ، نکتہ رس، دین کا درد رکھنے والے بااخلاق عالم دین ہیں فقہ کا بھی اچھا ذوق ہے کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔“ (پانی اور تحقیقات رضویہ، ص ۴۰)

قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر

اسلامی احکام و مسائل میں بہت سے امور ابسے ہیں جن میں قاضی شریعت کے بغیر عمل دشوار ہے۔ امت مسلمہ کی پریشانیوں کو دور کرنے اور ان کے الجھے مسائل کو حل کرنے کے لئے قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری از ہری دامت برکاتہم العالیہ بریلی شریف اور نائب قاضی القضاۃ حضور محدث کبیر ممتاز الفقہا علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب قبلہ دام ظلہ العالی گھوسی شریف نے مختلف اضلاع کے لئے قاضی شریعت کا تقرر فرمایا ہے جو اپنے اپنے حدود میں مصروف کار ہیں۔

ضلع سنت کبیر نگر کے منصب قضا کو تفویض کرنے کے لئے ان اکابرین ملت اور اساطین امت کی نگہ انتخاب حضرت مفتی صاحب پر پڑی۔ چنانچہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی جانب سے مورخہ ۱۵/۱۲/۱۳۸۳ھ رجب

المرجب ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۶ تا ۲۷ جون ۲۰۱۳ء کو منعقد فقہی سیمینار کی محفل علما و مشائخ میں حضرت مفتی صاحب کو بحیثیت 'قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر' منتخب و مقرر کیا گیا اللہ الحمد۔

حضرت والا اس وقت سے نہایت ذمہ داری کے ساتھ اس منصب کے کاموں کو بھی انجام دے رہے ہیں اور قوم کے مسائل حل فرما رہے ہیں۔

بیرون ہند اسفار

حضرت مفتی صاحب نے ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء میں پہلی بار ماہ رمضان المبارک میں گرامی قدر حافظ محمد مومن خان رضوی ساکن جھانسی کے ہمراہ حرمین طہین کا مقدس سفر بہ نیت عمرہ کیا اور پھر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء ماہ ربیع الاول شریف میں دوبارہ عمرہ کے لئے محبت محترم جناب آس محمد خان رضوی صاحب کے ساتھ تشریف لے گئے اور پھر ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۰۱۳ء میں حج فرض کی ادائیگی کے لئے اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حاضری دی۔

دعوت و تبلیغ کے لئے ۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء میں 'ملا دی' افریقہ کا سفر فرمایا۔ ایک ہفتہ 'لیلا گونے' اور ایک ہفتہ 'برنائل' اور 'لمبی' میں ایمان افروز خطابات سے نوازا۔

۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء سے 'متحدہ عرب امارات' کا سفر فرما رہے ہیں جہاں بے شمار حضرات آپ کے فیوض و برکات اور علمی و فقہی کلمات سے مستفیض ہو رہے ہیں۔

پڑوسی ملک 'نیپال' بھی تشریف لے جاتے رہتے ہیں۔ اس طرح حضرت ممدوح کا علمی فیضان عرب و عجم میں جاری ہے۔

تحریر کے اختتام پر مجھے یہ لکھتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ عالم اسلام کی اس عظیم شخصیت کے حوالہ سے کچھ تحریر کرنے کی سعادت احقر کے حصہ میں آئی اور اپنے انداز و اسلوب میں حضرت تاج المعہما صاحب کی زندگی کے چند پہلو نہایت اختصار کے ساتھ قوم کے سامنے رکھنے کا موقع میسر آیا ابھی اس ہشت پہلو ذات کے نامعلوم کتنے تابناک گوشے اور اجاگر ہوں گے۔

رب کائنات کی بارگاہ میں بعد خلوص دعا ہے کہ ملت کی اس عظیم امانت کی حفاظت فرمائے۔ جاسدین کے شر سے محفوظ رکھے اور عرب و عجم کو آپ کی تدریسی، تصنیفی، تعلیمی، فقہی، تنظیمی اور سماجی خدمات سے فیض یاب فرمائے۔ آمین

بجاء حبیبہ سید المرسلین صلوات اللہ علیہ و علی آلہ وصحبہ اجمعین۔

طالب دُعا

(مولانا) محمد قمر الدین رضوی

خادم دارالعلوم مسعود العلوم، چھوٹی بکریہ، بہرائچ شریف، یوپی

۱۷ مرجب المرجب ۱۴۳۷ھ

منظوم

تاثر گرامی اور مادہ تاریخ

از: حضرت علامہ عبدالقدوس سالک بستوی صاحب

(۱) حمد الہی مونس و ہمد	نعت رسالت دافع ہر غم
(۲) لاکھوں درودوں کے نذرانے	ہیں پیش سلطان دو عالم
(۳) اصحاب سرکار مدینہ	پر رب کی رحمت ہو دماہم
(۴) پیارے نبی کی آل پہ بھی ہو	جو ہیں رموز دیں کے محرم
(۵) فقہائے احناف خصوصاً	مذہب حق کے فقیہ اعلم
(۶) یعنی حضرت ابو حنیفہ	کالوری فیضان ہے ہر دم
(۷) عجز سراپا مفتی صاحب	کہتے ہیں یہ با چشم نم
(۸) صرف خدا کا فضل ہے ورنہ	مجھ سے اور یہ کارِ معظم
(۹) سرفیض رضا سے ہیں یہ فتاویٰ	زخم دل سالک گے مرہم
(۱۰) سال طبع فتاویٰ ہر کیا	کب یہ چمکا ہے صحیفہ محکم
(۱۱) تاریخ ہجری کی خاطر	کی جب ہم نے کوشش پیہم
(۱۲) آئی ندا اے سالک بلکہ دو	فقہ، فقیہ، امام اعظم

۱۴۳۸ھ

تہنیت بر ”فتاویٰ علیمیہ“

نتیجہ فکر

از

حضرت علامہ عبدالقدوس سالک مصباحی

بسم الرحمن الرحیم

حمد، مولیٰ کی فقہ اکبر (۱) ہے

نعت سرکارِ فعلی داور ہے

ملکیت جن کی حوض کوثر ہے
جن کی عزت پہ سب نچاؤر ہے
جن کا ہر فرد حق کا چکر ہے
طبع سالک بھی آج بہتر ہے
خاندانی جو اپنا جوہر ہے
بحرِ افقا کا اک شاور ہے
جس کی عظمت کا چہ چاگر گمر ہے
مشقِ سرکار جس کا مجوز ہے
جا بجا جن کا رنگ اجاگر ہے
دستِ شبیر (۲) جس کے سر پر ہے
مصطفیٰ کی ضیا (۵) کا مظہر ہے
اللہ اللہ کیا مقدر ہے
یعنی اسمِ گرامی اختر (۸) ہے
بو حنیفہ (۱۰) کا فیضِ انور ہے

ان پہ لاکھوں درود لاکھوں سلام
ان کے اصحاب و آل پر بھی ہو
جو ہیں خواصِ ملتقی الابحر، (۲)
خامہ حق رقم تو چلتا رہ
کام لیتا ہے حق بیانی سے
اے مبارک قلم، مراد مودع
وہ مناظر، فقیہ و متکلم
مشغلہ جس کا ردِ کراہاں
فیض کہئے فقیہ ملت (۳) کا
کیوں ڈرے وہ یزید یوں سے بھلا
دور حاضر کے مرجعِ فقہا
جو ہے تاج الشریعہ (۶) کی چاہت
جان شین رضا (۷) کا ہے ہمام
ہے کرم صاحبین (۹) کا ہے حد

یہ فتاویٰ علیمیہ ہے شک
قابل رشک کارناموں میں
دیکھ کر اس کا زور استدلال
مرحبا اس کی خوشبوئے تحقیق
”در مختار“ (۱۱) حرف حرف اس کے
پیاس اپنی بجائیں تشنہ لب
مفتیان زمانہ کہتے ہیں
”ایں سعادت بزور ہاز و نیست“
فقہ حنفی کا ایک دفتر ہے
واقعی ہے یہاں یہ گوہر ہے
لکھ حیران، عقل، ہشدر ہے
سے مشام جہاں معطر ہے
”رد مختار“ (۱۲) اس کا زیور ہے
”سمر رائق“ (۱۳) سنا، حسن مظهر ہے
گویا کوزے میں اک سمندر ہے
بس عطائے خدائے برتر ہے

اپنے مرشد کا ہے کرم سالک (۱۴)
دل کی دنیا بڑی منور ہے

- (۱) سیدنا امام عظیم کی مشہور تصنیف کی طرف اشارہ ہے اور یہاں بقوی معنی مراد ہے یعنی جمالی کرتا ہی سب سے بڑی دانشمندی ہے
- (۲) فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب ہے مگر یہاں کتاب و مصنف مراد ہے
- (۳) صاحب ”فتاویٰ علیمیہ“ کے خسر محترم صاحب تصانیف کثیرہ فقیہ ملت علامہ الحاج الشاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ ۰ ہانی دارالعلوم اہلسنت اور شعا العلوم اور جماعت پستی، یوپی
- (۴) مصنف محترم کے استاذ خاص جامع معقول و منقول استاذ العلماء علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث المحدث الاسلامیہ دہلی فیض آباد، یوپی
- (۵) شہزادہ صدر الشریعہ ممتاز القلم محدث کبیر علامہ الحاج الشاہ مفتی ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ نائب قاضی القضاہ فی الہند ہانی جامعہ امجدیہ ضویہ گھوسی۔
- (۶) جانشین مفتی اعظم ہند مرشد برحق آقائے نعمت تاج الشریعہ علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ قاضی القضاہ فی الہند بریلی شریف
- (۷) حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ
- (۸) مصنف ”فتاویٰ علیمیہ“
- (۹) سیدنا امام ابو یوسف اور سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما
- (۱۰) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۱۱) فقہ حنفی کی مشہور کتاب مراد چندہ موتی
- (۱۲) فقہ حنفی کا مایہ ناز سرمایہ
- (۱۳) فقہ حنفی کی مشہور کتاب مراد خوشگوار سمندر ہے
- (۱۴) شاعر محترم مولانا عبد القدوس سالک بستوی صاحب، زیدہ مجددہ — شکر اللہ قادری علیہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فہرست

فتاویٰ علیمیہ (جلد اول)

از

کتاب الطہارت

تا

کتاب الحج

فہرست مسائل فتاویٰ علمیہ جلد اول

کتاب الطہارۃ

وضو و غسل کا بیان

۹۶	۱	واشک مشین میں دھلے کپڑوں کا حکم
۹۸	۲	کپڑے پر تری پائے تو
۹۸	۳	کیا حائضہ دوسرے قرآن لے سکتی ہے؟
۱۰۰	۴	حالت حیض میں جامعہ
۱۰۰	۵	معذور کیسے استنجا کرے؟
۱۰۱	۶	استنجا کا معنی
۱۰۲	۷	ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا
۱۰۳	۸	خون نکلوانا ناقض وضو ہے یا نہیں؟
۱۰۴	۹	کیا برش مسواک کے قائم مقام ہو سکتا ہے؟
۱۰۵	۱۰	ڈرائی کلیں میں دھلے کپڑوں کا حکم
۱۰۷	۱۱	قرآن بھرے موبائل کو بے وضو چھونا
۱۰۷	۱۲	آپریشن کے بعد آنے والے خون کا حکم

کتاب الصلاۃ

آذان و اقامت کا بیان

۱۱۰	۱۳	وقت مکروہ میں دُعا
۱۱۰	۱۴	آذان سے پہلے درود شریف
۱۱۱	۱۵	بدعتیوں کی آذان و مسجد کا حکم
۱۱۲	۱۶	تکبیر سے پہلے کھڑا ہونا
۱۱۵	۱۷	برطانیہ میں نماز عشاء و فجر کا مسئلہ
۱۲۶	۱۸	فاسق اور نابالغ کی آذان کا حکم

۱۲۷	اذان ثانی کہاں ہو؟	۱۹
۱۲۹	اقامت میں کب کھڑے ہوں؟	۲۰
	طریقہ نماز کا بیان	
۱۳۱	تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرنے کی تفصیل	۲۱
۱۳۳	کیا نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے کا ثبوت ہے؟	۲۲
۱۳۳	مسئلہ رفع یدین	۲۳
۱۳۳	نماز میں جہر و سر کیوں؟	۲۴
۱۳۵	تکبیر تحریمہ میں عورتیں کہاں تک ہاتھ اٹھائیں؟	۲۵
۱۳۷	تکبیرات انتقال کیسے کہے؟	۲۶
۱۳۸	نماز میں صرف ”واستغفر“ پڑھنا کیسا؟	۲۷
۱۳۹	عورت سجدہ کیسے کرے؟	۲۸
۱۴۰	عمامہ باندھ کر نماز کی فضیلت	۲۹
۱۴۱	کیا قراءت متواترہ کے مطابق پڑھنا غلط ہے؟	۳۰
۱۴۲	سورہ توبہ کے آغاز میں تسمیہ کا حکم	۳۱
۱۴۳	”حر یص“ پر وقف کرنے کا حکم	۳۲
۱۴۳	مساجد میں کرسیوں پر نماز	۳۳
۱۴۵	مزار پر بنی چھت پر نماز کا حکم	۳۴
	امامت کا بیان	
۱۴۷	مٹھوک شخص کی امامت کا حکم	۳۵
۱۴۸	دیوبندی امام کی اقتدا	۳۶
۱۵۰	صلح کلی کی اقتدا کا حکم	۳۷
۱۵۲	غیر سید اگر سید بنے تو اس کی اقتدا کرنا کیسا؟	۳۸
۱۵۳	امامت کی خاطر حنفی سے شافعی بنے تو؟	۳۹
۱۵۶	عورتوں کے بچے پر پردہ بیٹھنے والے اور غلط قرأت کرنے والے کا حکم	۴۰
۱۵۹	نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق کون؟	۴۱

۱۶۱	وہابی کا نکاح پڑھادے تو	۴۲
۱۶۱	بغیر اجازت نماز پڑھانا کیسا؟	۴۳
۱۶۲	بدعقیدوں کی اقتدا کا حکم	۴۴
۱۶۵	دیوبندی کی نماز کا حکم	۴۵
۱۶۶	جس کا بیڑیچ نہ ہو اس کی امامت کیسی؟	۴۶
۱۶۷	وہابی کی اقتدا کرنے والے کی امامت	۴۷
۱۶۸	نماز فجر تھا کرے تو	۴۸
۱۶۹	محض حافظ امام رکھنا کیسا؟	۴۹
۱۷۰	جیون بیمہ کرانے والے کی اقتدا	۵۰
۱۷۱	لواطت کرنے والے کی امامت کا حکم	۵۱
۱۷۳	سیاسی لیڈروں کی شان میں قصیدہ لکھنے والے کی امامت	۵۲
۱۷۴	نماز عید پڑھنے کے بعد دوبارہ پڑھانا کیسا؟	۵۳
۱۷۵	فاسق کی امامت کا حکم	۵۴
۱۷۷	پیک بننے والے اور سہارا کھینچی میں آجھٹی کرنے والے کی امامت کا حکم	۵۵
۱۷۸	جماعت میں شریک وہابیوں کی امامت کرنے والے کا حکم	۵۶
۱۷۹	میدان عرفات میں نجدی امام ہو تو	۵۷
۱۸۰	بے وجہ شرعی امام کو ہٹانے والوں کا حکم	۵۸
۱۸۴	مقرر امام کی اجازت کے بغیر نماز پڑھانا	۵۹
۱۸۴	کفر سے توبہ کر لینے والے کی امامت	۶۰
۱۸۵	بغیر وجہ شرعی امام کو معزول کرنا کیسا؟	۶۱
۱۸۸	گندی فلمیں دیکھنے والے کی امامت	۶۲
۱۸۸	ولہذا نا کی امامت کا حکم	۶۳
۱۸۹	کالا خطاب لگانے والے کی امامت	۶۴
۱۹۱	ماہجوز بہ الصلاة قرات پر قادر نہ ہو تو اس کی امامت	۶۵
۱۹۳	غیر مقلدوں کی اقتداء کا حکم	۶۶

۱۹۴	بیوی میکہ چلی جائے تو شوہر کی امامت کیسی	۶۷
۱۹۴	دیوبندی کی اقتدا کرنے والے کی امامت کا حکم	۶۸
۱۹۵	جانتے ہوئے وہابیوں کا نکاح پڑھائے تو	۶۹
۱۹۶	ایک مشیت سے کم دائرہ میں رکھنے والے کی امامت کا حکم	۷۰
۱۹۷	ترکہ میں لڑکا اور لڑکی کو برابر حصہ دلانے والے کی امامت کا حکم	۷۱
۱۹۹	مدرسوں کا چندہ وصول کر کے خود پر خرچ کر لینے والے کی امامت	۷۲
۲۰۰	زکاۃ کی رقم خود پر خرچ کرنے والے کی امامت	۷۳
۲۰۲	بے حیا شخص کی امامت کا حکم	۷۴
۲۰۳	دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھانے والے کا حکم	۷۵
۲۰۴	ولد الزنا بیوی کے شوہر کی امامت کا حکم	۷۶
۲۰۵	ولد الزنا کی امامت کا حکم	۷۷
۲۰۵	دیوبندی جنازہ میں شرکت کرنے والے کی امامت	۷۸
۲۰۸	پیدائشی انگلی نہ ہو تو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں؟	۷۹
۲۰۹	غلط افواہ پھیلانے والے کا امام بننا کیسا؟	۸۰
۲۱۰	اپنے بھائی کے قاتل کا حکم	۸۱
۲۱۱	ناغہ کرنے والے امام کا حکم	۸۲
۲۱۳	طعن و تشنیع کرنے والے کی امامت	۸۳
۲۱۴	فاسق و فاجر شخص کی امامت کا حکم	۸۴
۲۱۶	نجبی امام کی اقتدا کا حکم	۸۵

جماعت کا بیان

۲۱۸	عورتوں کا جماعت کرنا کیسا؟	۸۶
۲۱۹	عورت عورتوں کی امامت کرے تو	۸۷
۲۲۰	کیا عورتوں پر مردوں کی جماعت کا انتظار لازم ہے؟	۸۸
۲۲۰	محراب مسجد میں امام کہاں کھڑا ہو؟	۸۹
۲۲۱	نجبی امام کی جماعت میں شرکت کیسی؟	۹۰

۲۲۲	گھر میں اپنے بال بچوں کے ساتھ جماعت کرے تو	۹۱
	مفسدات نماز کا بیان	
۲۲۳	لاؤڈ اسپیکر پر نماز فاسد ہے	۹۲
۲۲۵	مانک پر نماز جائز نہیں	۹۳
۲۲۶	لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا کیسا؟	۹۴
۲۲۶	شہر دلیل شرعی نہیں	۹۵
۲۲۷	مسلمان طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کریں	۹۶
۲۲۸	سورۃ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی آیت ملانا واجب ہے	۹۷
۲۲۸	لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہیں ہوگی	۹۸
۲۲۹	قرأت میں معنی بدلنے سے نماز نہیں ہوگی	۹۹
	نماز کے مکروہات	
۲۳۰	آستین وغیرہ موڑ کر نماز مکروہ ہے	۱۰۰
۲۳۱	چمین دار گھڑی میں نماز کا حکم	۱۰۱
۲۳۱	جماعت میں قطع صف ہو تو	۱۰۲
۲۳۳	کف ثوب کا حکم	۱۰۳
۲۳۴	موڑ کر پہنے جانے والے کپڑے کا حکم	۱۰۴
۲۳۵	چمین دار گھڑی کا حکم	۱۰۵
۲۳۵	پینٹ موڑ کر نماز پڑھنے کا حکم	۱۰۶
۲۳۶	ساڑھے چار ماشہ سے زائد انگٹھی پہنے نماز کا حکم	۱۰۷
	احکام مسجد کا بیان	
۲۳۸	متبرک مقامات کے نقشے والے مصلوں کا حکم	۱۰۸
۲۳۹	مسجد کے مانک سے اعلان کرنا کیسا؟	۱۰۹
۲۴۰	مسجد میں دینی ضرورت کے لئے چندہ مانگنا	۱۱۰
۲۴۰	بڑی مسجد کے کہیں گے؟	۱۱۱
۲۴۱	مسجد میں اگر بتی جلانا کیسا؟	۱۱۲

۲۴۲	مسجد میں دینی پروگرام کرنے والوں سے چندہ لینا	۱۱۳
۲۴۳	مسجد میں کیس سلنڈر جلانے کا حکم	۱۱۴
۲۴۴	سفید داغ والے کا مسجد میں جانا کیسا؟	۱۱۵
۲۴۴	مسجد کے ارد گرد گندگی پھیلانا کیسا؟	۱۱۶

نفل و تراویح کا بیان

۲۴۶	تہجد کی نماز کے لئے سونا شرط ہے	۱۱۷
۲۴۶	معذور شخص کا تراویح چھوڑنا گناہ نہیں	۱۱۸
۲۴۷	تراویح میں قرآن شریف کس تاریخ میں ختم کیا جائے؟	۱۱۹
۲۵۰	وہابی کو سماعت قرآن کے لئے مقرر کرنا کیسا؟	۱۲۰
۲۵۲	کیا سنتیں بیٹھ کر پڑھنا جائز؟	۱۲۱
۲۵۳	تراویح میں نذرانہ کی صورتیں	۱۲۲

قضا نماز کا بیان

۲۵۴	بعد نماز عصر قضا پڑھنے کا حکم	۱۲۳

سجدہ سہو کا بیان

۲۵۵	سری نماز میں سورۃ فاتحہ جہر سے پڑھی تو	۱۲۴
۲۵۵	کیا کثیر جماعت ہو تو سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے؟	۱۲۵
۲۵۶	ترتیب الٹنے سے نماز کا حکم	۱۲۶
۲۵۸	قضا نماز جماعت سے پڑھنا افضل ہے	۱۲۷

مسافر کی نماز

۲۶۲	جمع بین الصلا تین پر تفصیلی فتویٰ	۱۲۸
۲۷۰	سمندری جہاز کا عملہ مسافر یا مقيم	۱۲۹
۲۷۱	کیا مسافر نماز جمعہ کی امامت کر سکتا ہے؟	۱۳۰

جمعہ کا بیان

۲۷۲	خطیب جہرے سے نکل پڑے تو	۱۳۱
۲۷۴	دیہات میں نماز جمعہ پڑھنا	۱۳۲

۲۷۶	عصائے کر جمعہ کا خطبہ پڑھنا کیسا؟	۱۳۳
۲۷۶	ایک مسجد میں جمعہ کے لئے دو جماعت	۱۳۴
۲۷۷	گھر میں جمعہ کی نماز کا حکم	۱۳۵
۲۷۸	جمعہ کے قیام کی شرطیں	۱۳۶
۲۷۹	مبکرا جماع کا حکم	۱۳۷
۲۸۱	خطبہ جمعہ کی اذان	۱۳۸
۲۸۳	نماز جمعہ سے قبل نعت و تقریر کرنا	۱۳۹
۲۸۳	چودہ رکعت صرف جمعہ کی ہیں	۱۴۰
۲۸۴	دیہات میں جمعہ جائز نہیں	۱۴۱
۲۸۵	دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر	۱۴۲
۲۸۸	فقہ حنفی میں جمعہ کے لئے شہر شرط ہے	۱۴۳
۲۸۹	دیہات میں نہ جمعہ نہ عیدین	۱۴۴
۲۹۱	روایت نادرہ پر جمعہ کا حکم	۱۴۵
۲۹۲	بعد جمعہ ظہر باجماعت کے منکر کا حکم	۱۴۶
۲۹۴	جمعہ کے بعد ظہر باجماعت کے قائم کرنے والے کو فتنہ پرور کہنا کیسا؟	۱۴۷
۲۹۶	دیہات میں جمعہ قائم کرنا یا بند کرنا کیسا؟	۱۴۸
۲۹۷	گاؤں میں جمعہ و ظہر کا مسئلہ	۱۴۹
۳۰۱	شہر ساگر کرنا تک میں قیام جمعہ کا مسئلہ	۱۵۰
۳۰۲	دیہات میں جمعہ و ظہر کا مسئلہ	۱۵۱

عیدین کا بیان

۳۰۴	نماز عید پڑھنے کے بعد پھر پڑھانا کیسا؟	۱۵۲
۳۰۵	قبرستان کے سامنے نماز عید کا حکم	۱۵۳
۳۰۵	چاند کی شرعی شہادت کے بعد عمل لادیم	۱۵۴

جنائزہ کا بیان

۳۰۸	نماز جنازہ میں امام و مقتدی کے درمیان فاصلہ	۱۵۵

۳۰۹	دیوبندی کی نماز جنازہ	۱۵۶
۳۰۹	نماز جنازہ کی امامت	۱۵۷
۳۱۱	مسک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگاتے انتقال کرے تو	۱۵۸
۳۱۳	کس قسم کے وہابی کی نماز جنازہ نہیں	۱۵۹
۳۱۵	کافر کو مسلم قبرستان میں دفن کرنے کا حکم	۱۶۰
۳۱۶	مرد کے لئے سنت کفن کتنے کپڑے ہیں؟	۱۶۱
۳۱۸	قدیم مزارات کو منہدم کرنا کیسا ہے؟	۱۶۲
۳۲۰	ملکی لڑائی میں مارے گئے لوگ شہید نہیں	۱۶۳
۳۲۰	اجزاء کے منتشر ہونے کے بعد نماز جنازہ نہیں	۱۶۵
۳۲۲	صلح کلیت کفر و نفاق ہے	۱۶۶
۳۲۳	مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے	۱۶۷
۳۲۵	مسلم و کافر سے پیدا شدہ بچہ کی نماز	۱۶۸
۳۲۶	مسلم ہجرہ کی نماز جنازہ	۱۶۹
۳۲۷	ملکھات مسجد میں نماز جنازہ	۱۷۰
۳۲۷	جنازہ رکھ کر تقریر کرنے کا حکم	۱۷۱
۳۲۸	عیسائی کے ساتھ رہنے والی عورت کی نماز جنازہ	۱۷۲
۳۲۹	دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنے والے کا حکم	۱۷۳
۳۳۰	نماز میں دیوبندی شامل ہوں تو	۱۷۴
۳۳۱	چاپلوسی میں دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھے تو	۱۷۵
۳۳۲	اہل حدیث کے چند احکام	۱۷۶
۳۳۳	بد مذہب شخص کے لئے دعائے مغفرت	۱۷۷
۳۳۳	علانیہ گناہ کی پوشیدہ توبہ کرے تو	۱۷۸
۳۳۰	جان بوجھ کر بد مذہب کی نماز جنازہ پڑھے تو	۱۷۹
۳۳۷	نماز جنازہ کے لئے جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے	۱۸۰
۳۳۸	گناہوں سے تائب عورت کی نماز جنازہ	۱۸۱

۳۳۰	۱۸۲	مزارات کو اکھیڑنا کیسا؟
۳۳۱	۱۸۳	ایک ساتھ چند جنازوں کا حکم
۳۳۲	۱۸۴	نسہدی کرانے والے کا حکم
۳۳۳	۱۸۵	نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا
۳۳۳	۱۸۶	زندہ پیدا شدہ بچہ کی نماز جنازہ
۳۳۳	۱۸۷	مزارات کا طواف
۳۳۵	۱۸۸	قبر پر اذان کا حکم
۳۳۶	۱۸۹	ہندوں کی مرنی کا کھانا
۳۳۷	۱۹۰	پختہ قبر کرنے کے لئے نعش منتقل کرنا
۳۳۸	۱۹۱	تیجہ چالیسواں کا حکم
۳۳۹	۱۹۲	تیجہ چالیسواں کی دعوت
۳۵۱	۱۹۳	اذان قبر کا ثبوت
۳۵۲	۱۹۴	حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ
۳۵۳	۱۹۵	وہابی کی عیادت و جنازہ
۳۵۴	۱۹۶	وہابی باپ کی موت پر کیا کرے؟
۳۵۴	۱۹۷	بغیر اجازت کسی کی زمین میں دفن
۳۵۶	۱۹۸	غیر مسلم کے گھر تعزیت کے لئے جانا
۳۶۰	۱۹۹	وہابی کو ایصال ثواب کرنا
۳۶۲	۲۰۰	فرضی مزار بنانا
۳۶۲	۲۰۱	وہابی کی نماز جنازہ
۳۶۳	۲۰۲	مزار پر ہونے والی خرافات
۳۶۵	۲۰۳	فرضی مزار کا حکم
۳۶۶	۲۰۴	شہدے اخذ کے مزارات پر حاضری
۳۶۷	۲۰۵	اگر نابالغ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو فرض کفایہ ادا ہو گا یا نہیں

کتاب الزکاة

زکوة کا بیان

۳۷۰	سولے چاندی کا پیا وزن کتنا؟	۲۰۶
۳۷۰	تجارتی زمین پر زکوة کا حکم	۲۰۷
۳۷۱	ایڈوانس قیمت دی مگر ابھی مال نہیں ملا تو	۲۰۸
۳۷۲	ٹینٹ ہاؤس کے بہا مان پر زکوة	۲۰۹
۳۷۳	بینک میں جمع شدہ روپیوں کی زکوة	۲۱۰
۳۷۴	زکوة کی رقم سے قبرستان کی باوٹری	۲۱۱
۳۷۵	خیلہ شرعی کے بعد اشاعت کتب کا حکم	۲۱۲
۳۷۵	جس مدرسہ میں باہری طلبہ نہ ہوں وہاں زکوة دینے کا حکم	۲۱۳
۳۷۶	زکوة سے طلبہ کا بستر کپڑا بنانا	۲۱۴
۳۷۷	زکوة کی رقم کو بینک میں جمع کرنا	۲۱۵
۳۷۷	زکوة سے تعمیر مدرسہ	۲۱۶
۳۷۸	زکوة و فطرے سے تعمیر عید گاہ	۲۱۷
۳۷۹	ایک غریب کو زکوة دینے کا سوال	۲۱۸
۳۷۹	خولان حول کے بعد قرضدار ہو تو	۲۱۹
۳۸۰	رقم زکوة سے طلبہ کا لباس بنانا	۲۲۰
۳۸۱	مدارس عربیہ میں زکوة کا خرچ	۲۲۱
۳۸۲	تنخواہ سے کٹنے والی رقم کی زکوة	۲۲۲
۳۸۳	مال عشر سے مدرسین کی تنخواہ دینا کیسا؟	۲۲۳
۳۸۴	مدارس کے سفر اعلیٰ نہیں	۲۲۴
۳۸۵	خیلہ شرعیہ کن سے کرانا افضل	۲۲۵
۳۸۶	زکوة و فطرے کی ادائیگی میں تمسلیک فقیر شرط	۲۲۶
۳۸۷	فلاحی کاموں میں زکوة کا صرف کرنا کیسا؟	۲۲۷
۳۸۸	مساجد میں قائم مکاتب اور سماجی کاموں کے لئے تحصیل زکوة	۲۲۸
۳۹۵	نصاب زکوة میں کس کی قیمت معتبر نہیں سونا یا چاندی کی؟	۲۲۹

۳۹۶	مرغی فارم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟	۲۳۰
۳۹۷	کیا سیکورٹی کی رقم پر زکاۃ ہے؟	۲۳۱
۳۹۸	بولس کی رقم پر زکاۃ کب واجب ہے؟	۲۳۲
۳۹۹	کیا ایڈوائس کرایہ پر زکاۃ ہے؟	۲۳۳
۳۹۹	طویلیے کے جانوروں پر زکاۃ؟	۲۳۴
۴۰۱	زکاۃ بذریعہ ڈرافٹ بھیجنا کیسا ہے؟	۲۳۵
۴۰۲	زکاۃ میں بازار بھاؤ کا اعتبار ہے یا آپس میں طے شدہ دام کا؟	۲۳۶
۴۰۳	GPF (جی پی ایف) کی رقم پر زکاۃ کا حکم؟	۲۳۷
۴۰۴	چیک کے ذریعے زکاۃ کی ادائیگی کا حکم؟	۲۳۸
۴۰۵	طویل مدتی قرض پر زکاۃ کی ادائیگی کا حکم؟	۲۳۹
۴۰۷	ڈوبے ہوئے قرض کی زکاۃ؟	۲۴۰
۴۰۸	F.D. (ایف ڈی) اور N.S.C. (این ایس سی) کی زکاۃ؟	۲۴۱
۴۰۹	ہیرے جواہرات پر زکاۃ ہے یا نہیں؟	۲۴۲
۴۰۹	ایریر کی رقم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟	۲۴۳
۴۱۰	کیا بینک سے ملنے والے انٹرسٹ پر زکاۃ ہے؟	۲۴۴
۴۱۱	باغ کا مالک زکاۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟	۲۴۵
۴۱۱	اگر مختلف لوگوں کی زکاۃ کو ملا دیا تو کیا حکم ہے؟	۲۴۶
۴۱۲	اگر سفر اہل زکاۃ از خود خرچ کر لیں اور پھر اپنی تنخواہ وغیرہ سے جمع کر دیں تو؟	۲۴۷
	صدقہ فطر کا بیان	
۴۱۴	مالک نصاب پر فطرہ واجب ہے	۲۴۸
۴۱۴	فقیر مال زکوۃ کھا سکتا ہے	۲۴۹
۴۱۵	صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟	۲۵۰

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

۴۱۸	انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۲۵۱
۴۱۸	بے وقت افطار کرنے والوں کا حکم	۲۵۲

۲۱۹	برطانیہ کے بعض علاقوں میں سحر و افطار کا حکم	۲۵۳
۲۲۲	حالت روزہ میں گل منجن کرنا	۲۵۴
۲۲۳	بغیر ثبوت شرعی ہلال کا ثبوت ماننا	۲۵۵
۲۲۴	ٹیلی فون سے استقاضہ کا حکم	۲۵۶
۲۲۸	ہلال کے کہتے ہیں؟	۲۵۷
۲۳۱	کیا بذریعہ ٹی وی رویت ہلال معتبر ہے؟	۲۵۸
۲۳۳	ثبوت ہلال کے لئے ہر جگہ شہادت درکار نہیں	۲۵۹
۲۳۴	کیا ٹیلی فون سے چاند کا ثبوت ہو سکتا ہے؟	۲۶۰
۲۳۸	ٹیلی فون سے استقاضہ کی تحقیق کامل فقہی جزئیات کی روشنی میں	۲۶۱

اعتکاف کا بیان

۲۴۸	فتاے مسجد مسجد ہے	۲۶۴
۲۵۰	کثیر لوگوں کا بیک وقت اعتکاف میں بیٹھنا کیسا ہے؟	۲۶۳

کتاب الحج

حج کا بیان

۲۵۴	عورت کا بغیر محرم حج کو جانا جائز نہیں	۲۶۴
۲۵۵	بغیر محرم عورت حج کرے تو	۲۶۵
۲۵۶	خدمت کے لائق باپ کی اجازت کے بغیر حج کو جانا کیسا؟	۲۶۶
۲۵۷	زندہ کی طرف سے عمرہ و طواف کا حکم	۲۶۷
۲۵۸	زندہ کی طرف سے عمرہ اور زیارت نبوی کے آداب	۲۶۸
۲۶۱	نویں ذی الحجہ سے تیرہویں تک عمرہ کا حکم	۲۶۹
۲۶۳	سعی بغیر طہارت کا حکم	۲۷۰
۲۶۵	مستحب عمرہ کے بعد حج سے پہلے عمرہ کر سکتا ہے	۲۷۱
۲۷۰	جس پر حج نہیں اسے حج بدل کے لئے بھیجنا	۲۷۲
۲۷۱	حالت احرام میں خوشبودار مشروبات	۲۷۳
۲۷۲	سعودی بینک میں قربانی کے لئے رقم دینا کیسا؟	۲۸۴
۲۷۳	کیا مسجد حرام میں نماز کا ثواب حدود حرم کے ساتھ خاص ہے؟	۲۸۵

۲۷۴	کیا ملازمین و تاجر حضرات کا ہر بار احرام باندھنا لازم ہے؟	۲۸۶
۲۷۶	حج میں مانع حمل دوا کا استعمال	۲۸۷
۲۷۶	اگر طواف زیارت سے پہلے حیض آجائے تو	۲۸۸
۲۷۷	منی و مزدلفہ کی تحدید و توسیع کی شرعی حیثیت	۲۸۹
۲۸۱	کیا عورت اپنے خسر کے ساتھ یا ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟	۲۹۰
۲۸۲	چوری چھپے حج کرنا کیسا ہے؟	۲۹۱
۲۸۳	کیا کسی کی شادی کے لئے حج میں تاخیر درست ہے؟	۲۹۳
۲۸۴	اگر کوئی عورت مدینہ منورہ میں بیوہ ہو جائے تو کیا کرے؟	۲۹۴
۲۸۵	آٹھویں ذی الحجہ کی رات میں ہی مکہ سے منی چلا جانا کیسا ہے؟	۲۹۵
۲۸۶	دوران طواف سعی ویڈیو بنانا کیسا ہے؟	۲۹۶
۲۸۷	حج سبسڈی کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟	۲۹۷
۲۸۸	کیا حج سے پہلے دعوت کرنا ضروری ہے؟	۲۹۸
۲۸۹	حاجیوں کو بار پھول پہنانا کیسا ہے؟	۲۹۹
۲۸۹	حج بدل کرنے والا قربانی کس کے نام سے کرے؟	۳۰۰
۲۹۱	جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور مدت سفر کی مسافت طے کرنے کے بعد معتدہ ہو جائے تو کیا کرے؟	۳۰۱
۲۹۲	جو عورت جدہ یا مکہ مکرمہ پہنچ کر قبل حج بیوہ ہوگئی تو وہ کیا کرے؟	۳۰۲
۲۹۳	کیا عورت اپنے خالو کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟	۳۰۳
۲۹۴	کیا حاجی کو بطور علامت کڑا پہننا درست ہے؟	۳۰۴
۲۹۵	کیا حاجی پر عید الاضحیٰ کی قربانی واجب ہے؟	۳۰۵
۲۹۶	کیا ایک عمرہ یا طواف بہت سارے مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا ہے؟	۳۰۶
۲۹۸	مراجع و مصادر	۳۰۷

فہرست جدید مسائل

کتاب الطہارۃ

وضو و غسل کا بیان

۹۶	۱	واشک مشین میں دھلے کپڑوں کا حکم
۱۰۲	۲	بیشو پیر سے استنجا کرنا
۱۰۳	۳	خون نکلوانا قضا وضو ہے یا نہیں؟
۱۰۴	۴	کیا برش مسواک کے قائم مقام ہو سکتا ہے؟
۱۰۵	۵	ڈرائی کلین میں دھلے کپڑوں کا حکم
۱۰۷	۶	قرآن بھرے موبائل کو بے وضو چھونا
۱۰۷	۷	آپریشن کے بعد آنے والے خون کا حکم

کتاب الصلاة

اذان و اقامت کا بیان

۱۴۳	۸	مساجد میں کرسیوں پر نماز
۱۷۰	۹	جیون بیمہ کرانے والے کی اقتدا
۱۷۷	۱۰	پیک بننے والے اور سہارا کمپنی میں اکٹھی کرنے والے کی امامت کا حکم
۱۸۸	۱۱	گندی فلیپس دیکھنے والے کی امامت
۲۲۲	۱۲	لاڈا اسپیکر پر نماز فاسد ہے
۲۳۵	۱۳	چین دار گھڑی میں نماز کا حکم
۲۳۵	۱۴	پینٹ موڈ کر نماز پڑھنے کا حکم
۲۳۸	۱۵	متبرک مقامات کے نقشے والے مصلوں کا حکم
۲۴۳	۱۶	مسجد میں گیس سلنڈر جلانے کا حکم
۲۷۰	۱۷	سندری جہاز کا عملہ مسافر یا مقيم
۳۲۲	۱۸	نسبندی کرانے والے کا حکم

کتاب الزکاة

زکوٰۃ کا بیان

۳۷۰	سونے چاندی کا نیا وزن کتنا؟	۱۹
۳۷۰	تجارتی زمین پر زکاة کا حکم	۲۰
۳۷۲	ٹینٹ ہاؤس کے سامان پر زکاة	۲۱
۳۷۳	بینک میں جمع شدہ روپیوں کی زکاة	۲۲
۳۷۷	زکاة کی رقم کو بینک میں جمع کرنا	۲۳
۳۸۲	تنخواہ سے کٹنے والی رقم کی زکاة	۲۴
۳۸۷	فلاحی کاموں میں زکاة کا صرف کرنا کیسا؟	۲۵
۳۸۸	مساجد میں قائم مکاتب اور سماجی کاموں کے لئے تحصیل زکاة	۲۶
۳۹۵	نصاب زکاة میں کس کی قیمت معتبر ہے سونا یا چاندی کی؟	۲۷
۳۹۶	مرغی فارم پر زکاة ہے یا نہیں؟	۲۸
۳۹۷	کیا سیکوریٹی کی رقم پر زکاة ہے؟	۲۹
۳۹۸	بونس کی رقم پر زکاة کب واجب ہے؟	۳۰
۳۹۹	کیا اڈوائس کرایہ پر زکاة ہے؟	۳۱
۳۹۹	طویلے کے جانوروں پر زکاة؟	۳۲
۴۰۱	زکاة بذریعہ ڈرافٹ بھیجنا کیسا ہے؟	۳۳
۴۰۲	زکاة میں بازار بھاؤ کا اعتبار ہے یا آپس میں طے شدہ دام کا؟	۳۴
۴۰۳	GPF (جی پی ایف) کی رقم پر زکاة کا حکم؟	۳۵
۴۰۴	چیک کے ذریعے زکاة کی ادائیگی کا حکم	۳۶
۴۰۵	طویل مدتی قرض پر زکاة ہے یا نہیں؟	۳۷
۴۰۷	ڈوبے ہوئے قرض کی زکاة؟	۳۸
۴۰۸	F.D. (ایف، ڈی) اور N.S.C. (این ایس سی) کی زکاة؟	۳۹
۴۰۹	ہیرے جواہرات پر زکاة ہے یا نہیں؟	۴۰
۴۰۹	ایریری کی رقم پر زکاة ہے یا نہیں؟	۴۱
۴۱۰	کیا بینک سے ملنے والے انٹرسٹ پر زکاة ہے؟	۴۲
۴۱۱	باغ کا مالک زکاة لے سکتا ہے یا نہیں؟	۴۳

- ۴۱۱ اگر مختلف لوگوں کی زکاۃ ملا دیا تو کیا حکم ہے؟ ۴۳
- ۴۱۲ اگر سفر مال زکاۃ از خود خرچ کر لیں اور پھر اپنی تنخواہ وغیرہ سے جمع کر دیں تو؟ ۴۴
- ۴۱۵ صدقہ فطرہ کی مقدار جدید وزن سے ۴۵

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

- ۴۱۸ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۴۶
- ۴۱۹ برطانیہ کے بعض علاقوں میں سحر و افطار کا حکم ۴۷
- ۴۲۲ حالت روزہ میں گل منجن کرنا ۴۸
- ۴۲۳ ٹیلی فون سے استفادہ کا حکم ۴۹
- ۴۳۱ کیا بذریعہ ٹی وی رویت ہلال معتبر ہے؟ ۵۰
- ۴۳۲ کیا ٹیلی فون سے چاند کا ثبوت ہو سکتا ہے؟ ۵۱
- ۴۳۸ ٹیلی فونک استفادہ کی تحقیق کامل فقہی جزئیات کی روشنی میں ۵۲

کتاب الحج

حج کا بیان

- ۴۷۲ سعودی بینک میں قربانی کے لئے رقم دینا کیسا ہے؟ ۵۳
- ۴۷۲ چوری چھپے حج کرنا کیسا ہے؟ ۵۴
- ۴۷۳ کیا ملازمین و تاجر حضرات کا ہر بار احرام باندھنا لازم ہے؟ ۵۵
- ۴۷۶ حج میں مانع حمل دوا کا استعمال ۵۶
- ۴۷۷ منی و مزدلفہ کی تحدید و توسیع کی شرعی حیثیت ۵۷
- ۴۸۶ دوران طواف ویڈیو بنانا ۵۸
- ۴۹۶ کیا حاجی بطور علامت کڑا پہن سکتا ہے؟ ۵۹

مَوْلَا عَلَیْم

رَبِّ لَیْسَ وَلَا تَعْبِرْ رَبِّ تَعْبِرْ الْجَبَرُوتِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الطہارۃ

قال الله تعالى:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ
وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾

(المائدہ/۶)

یعنی

اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو
(اور وضو نہ ہو) تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ
اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھلو۔

از ص: ۹۵ تا ص: ۱۰۸

کل فتاویٰ: ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الطہارۃ

طہارت کا بیان

واشنگ مشین میں دھلے کپڑوں کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھروہ، ضلع جام نگر، سبھرات
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: کپڑا دھونے کی مشین سائنس کی ایجاد ہے، اس میں ایک ساتھ
کئی کپڑے دھونے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی بنیاد پر ناپاک و پاک کپڑے ایک ساتھ اس میں ڈال کر دھویا جاتا
ہے۔ نیز دھوبی کے یہاں بھی پاک و ناپاک کپڑے ساتھ ملا دیئے جاتے ہیں۔ پھر انہیں دھویا جاتا ہے، پاکی کی کیفیت
کا علم نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں مشین اور دھوبی کے ہاتھ دھوئے کپڑے کو پاک مانا جائے یا نہیں؟ کیا اس کپڑے میں
نماز جائز ہے؟ امید ہے کہ تسلی بخش جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب :

فقہائے کرام نے ناپاک اشیاء کے پاک کرنے کا جو طریقہ ارشاد فرمایا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر
نجاست مرئیہ ہے تو اس سے طہارت عین نجاست کے ذائل ہو جانے سے ہوگی، خواہ ایک بار دھونے سے، یا متعدد بار
سے، اور اگر نجاست غیر مرئیہ ہے، تو جس چیز پر وہ لگی ہے اگر نچوڑنے کے قابل ہے، تو عین بار دھوئے، اور ہر بار
نچوڑے اس طرح وہ پاک ہو جائے گی۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے:

”وازالتھا ان کانت مرئیة بازالۃ عینھا، واثرھا ان کانت شیئا یزول اثرہ، ولا یعتبر فیہ
العدد کذا فی المحيط“ فلوزالت عینھا بمرة اکتفی بہا۔“ (۱)
اسی میں ہے:

”وان کانت غیر مرئیة یغسلھا ثلاث مرات کذا فی المحيط، ویشرط العصر فی کل

مرة فيما ينعصر اه (۱)

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ واشتک مشین میں دھوئے جانے والے کپڑوں پر اگر نجاست مرئیہ لگی تھی، اور وہ دھونے سے زائل ہو گئی تو کپڑے پاک ہو گئے۔ ان کا پہننا جائز اور ان میں نماز درست، اور اگر نجاست زائل نہیں ہوئی تو ان میں نماز ناجائز ہے۔ اور اگر نجاست غیر مرئیہ لگی تھی، تو ان کو واشتک مشین یا اس جیسے کسی چھوٹے ٹمپ وغیرہ میں دھونے کی صورت میں تین بار دھونا اور نچوڑنا ضروری ہے۔ اس بات کو عمدة المحققین علامہ ”سعود کاسانی“ علیہ الرحمہ اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

”واختلف في انه هل يطهر بالغسل في الاواني، بان غسل الثوب النجس، او البدن في ثلث اجانات، قال ابو حنيفة ومحمد يطهر حتى يخرج من الاجانة الثالثة طاهراً“ (۲)

اور ”در مختار“ میں ہے ”وقدر بغسل وعصر ثلاثا فيما ينعصر مبالغاً بحيث لا يقطر.“ (۳) البتہ واشتک مشین میں پاک کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کپڑوں کو دھونے کے بعد مشین میں لگے نیچے کا پائپ کھول دیں پھر دیر تک اوپر سے پانی بہاتا رہے اور مشین چلتی رہے یہاں تک کہ گمان غالب ہو جائے کہ نجاست دور ہو گئی۔ بدائع الصنائع میں ہے:

”واما طريق التطهير بالغسل فلا خلاف ان النجس يطهر بالغسل في الماء الجاري وكذا يطهر بالغسل بصب الماء عليه.“ (۴)

اور یہی تفصیل دھوبی کے یہاں سے دھل کر آئے ہوئے کپڑوں میں بھی ہے کہ اگر نجاست مرئیہ تھی، اور اس کا ازالہ ہو گیا ہے تو پاک ہے، ورنہ ناپاک، اور اگر نجاست غیر مرئیہ تھی تو دھوبی کے دھلنے سے پاکی کا ہی حکم ہے مگر بہتر یہ ہے کہ پاک کر کے دھوبی کو کپڑے دیئے جائیں۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”بہتر تو یہی ہے کہ پاک کر کے دھوبی کو کپڑے دیئے جائیں، اور ناپاک کپڑا دیا تو دھل کر پاک ہو جائے گا۔ مگر جب کہ نجاست مرئیہ قابل زوال تھی اور زائل نہ ہوئی کہ یوں اگر خود بھی دھوتا تو پاک نہ ہوتا“ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۲۱

(۲) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۳) الدر المختار مع رد المحتار باب الانجاس، ج: ۱، ص: ۵۴

(۴) بدائع الصنائع، کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۵) الفتاویٰ امجدیہ، کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۲۱

کپڑے پر تری پائے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: عبدالوحید، اہل بلڈنگ، چندری گلی، بلڈنگ نمبر: ۱۱، روم نمبر: ۱۰، ممبئی-۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ درج ذیل میں کہ: زید کبھی روزانہ کبھی ایک آدھ دن بغیر بد خوابی کے اپنے کپڑوں میں تری پاتا ہے، یہ شکایت کبھی لگاتا ایک ہفتہ رہتی ہے، پھر ایک آدھ ہفتہ بعد وہی شکایت رہتی ہے، اور یہ شکایت کمزوری یا بیماری کی وجہ سے رہتی ہے تو جب وہ تری پائے تو غسل واجب ہے یا نہیں؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر حالت بیداری میں بغیر دفع و شہوت کے منی پایا ہے تو اس سے غسل واجب نہیں، چنانچہ ”شرح وقایہ“ میں ہے: ”حتی لو انزل بلا شہوة لا یجب الغسل عندنا“ (۱) اور اگر نیند سے بیدار ہونے پر کپڑوں میں تری پاتا ہے تو چوں کہ نیند میں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ دفع و شہوت کے ساتھ خروج ہوا کہ بغیر دفع و شہوت، اور وہ منی ہے یا مدی اس لیے ایسی حالت میں احتیاطاً غسل کا حکم ہے۔ ایسا ہی ”فتاویٰ رضویہ“ (۲) میں ہے:

اور ”الاشباہ والنظائر“ میں ہے ”شک فی الخارج امنی او مدی و کان فی النوم فان تذاکر احتلاماً وجب الغسل اتفاقاً والا لم یجب عند ابی یوسف عملاً بالاقل وهو المدی ووجب عندهما احتیاطاً۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ صفر المظفر ۱۳۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کیا حائضہ درس قرآن لے سکتی ہے؟

مسئلہ از: دارالعلوم علیہ نسواں، جد اشاہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ حائضہ لڑکی درس قرآن مجید پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ نوٹ: پڑھنے یا نہ پڑھنے کی علت بالتفصیل عنایت فرمائیں۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حائضہ عورت کے لئے قرآن مجید کی تلاوت خواہ دیکھ کر یا زبانی اور اس کا چھوٹا اگرچہ اس کی جلد یا حاشیہ کو

(۱) شرح الوقایہ، کتاب الطہارات، ج: ۱، ص: ۵۷

(۲) العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة، کتاب الطہارة، ج: ۲، ص: ۱۹

(۳) الاشباہ والنظائر مع الحموی، ج: ۱، ص: ۱۹۷

ہاتھ یا انگلی یا بدن کے کسی حصے سے ناجائز و حرام ہے۔ یوں ہی کسی ایسے کپڑے سے جسے پہنے یا اوڑھے ہوئے ہے چھونا بھی حرام ہے۔ جیسا کہ ”فتاویٰ عالمگیری“ اور ”بہار شریعت“ میں تفصیل موجود ہے۔

اور علت ممانعت ارشاد خداوند قدس اور فرمان رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ﴿لَا يَمْسُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (۱) یعنی اسے نہ چھویں مگر پاک لوگ۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”لَا يَمْسُ الْمُصْحَفُ إِلَّا طَاهِرٌ“ (۲) یعنی مصحف کریم صرف پاک آدمی چھوئے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا گیا:

”لَا تَقْرَأُ الْحَائِضُ وَلَا الْجَنْبُ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ“ (۳) یعنی حائضہ اور جنب قرآن سے کچھ نہ پڑھیں۔

لیکن قرآن پاک کی تعلیم دینے والی عورتوں کو حالت حیض میں قرآن کو ایک ایک کلمہ یا جے کرا کر پڑھنے کی بوجہ عذرا جازت ہے۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے:

”عَلَّمَ الْقُرْآنَ حَرْفًا حَرْفًا فَلَا بَأْسَ بِهِ بِالْإِتِّفَاقِ لَا جِلَّ الْعَذْرُ“ (۴) اگر قرآن ایک ایک کلمہ پڑھائے تو بوجہ عذر باتفاق ائمہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یونہی اس کا حلقہ علم و ذکر میں حاضر ہونا بھی درست ہے چنانچہ امام نووی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

”فِيهِ اسْتِحْبَابُ حُضُورِ مُجَامَعِ الْخَيْرِ وَدُعَاءِ الْمُسْلِمِينَ وَحَلْقِ الذِّكْرِ وَالْعِلْمِ وَنَحْوِ ذَلِكَ.“ (۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حالت حیض میں صرف تلاوت قرآن اور اس کا چھونا ناجائز ہے۔ لہذا اگر معلمہ حائضہ ہو تو درس قرآن میں اس طور پر شرکت کر سکتی ہے کہ نہ خود قرآن پاک کی تلاوت کرے نہ چھوئے بلکہ ہم سبقوں کے ساتھ صرف آیات کریمہ کے معانی و مطالب کو سنے اور سمجھے اور اگر معلمہ ہو تو وہ بھی اسی طرح سمجھائے، اور اگر چھونے کی ضرورت پڑ جائے تو اپنے پہنے اوڑھے ہوئے کپڑے کے علاوہ کسی دوسری چیز سے چھوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ رذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

(۱) سورۃ النور، آیت: ۷۹

(۲) تبیین الحقائق: ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۳) جامع العرمذی، باب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۱۹

(۴) تبیین الحقائق کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۵) شرح الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۹۱

حالت حیض میں مجامعت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جمیل الدین کنڈکڑ گاندھی نگر کالونی، ڈچیلی، ضلع نظام آباد، اے پی-۵۰۳۱۷۵
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: زید کی شادی ہوئی۔
اتفاق ایسا کہ شب زفاف کو زید کی بیوی کو حیض آنا شروع ہوا۔ زید نے اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں مجامعت کیا
زید کیا کرے۔ زید کی اس غلطی کی تلافی کیسے ہو؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید سخت مجرم و گنہگار ہے۔ اس پر توبہ و استغفار فرض ہے، اور ایک دینار یعنی ۴ گرام ۶۶۵ ملی گرام سونایا اس
کی قیمت کسی فقیر کو صدقہ کرے۔ حدیث پاک ہے:

”قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الذی یأتی امرأته وہی حائض قال:

یتصدق بدینار“ (۱)

”بہار شریعت“ میں ہے کہ ”ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے، اور حرام سمجھ کر کیا تو سخت گنہگار ہوا،
اس پر توبہ فرض ہے، اور آمد کے زمانے میں کیا، تو ایک دینار، اور قریب ختم کے کیا، تو نصف دینار خیرات کرنا مستحب
ہے۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱/ ذی الحجہ ۱۴۲۸ھ

معذور کیسے استنجا کرے؟

مسئلہ از: عین الحق، غازی پور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

بالغ مجبور شوہر، بیوی میں سے کوئی ایک باحیات ہو، جس کے دونوں ہاتھ نہ ہوں، یا کام نہ کرتے ہوں، تو
اس کی شرمگاہ (پیشاب پاخانہ کے مقام) کو کون صاف کر سکتے ہیں؟ اور کس طرح؟ بالتفصیل مکمل جواب عنایت
فرمائیں، کرم ہوگا۔ فقط والسلام مع الاحترام

(۱) مسنن ابن ماجہ، ج: ۱، ص: ۴۷

(۲) بہار شریعت، کتاب الطہارۃ، ج: ۲، ص: ۹۰، ۹۱

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حضور صدر الشریعہ علامہ شاہ مفتی ”امجد علی اعظمی“ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”مرد تنجھا ہو تو اس کی بیوی استنجا کر دے، اور عورت ایسی ہو تو اس کا شوہر، اور بی بی نہ ہو، یا شوہر نہ ہو تو اور کوئی رشتہ دار بیٹا، بیٹی، بھائی، بہن سے استنجا نہیں کر سکتے، بلکہ معاف ہے۔ (۱) اور ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے:

”الرجل المريض اذا لم يكن له امرأة ولا امة وله ابن او اخ وهو لا يقدر على الوضوء فانه يؤضيه ابنه او اخوه غير الاستنجاء، فانه لا يمس فرجه، وسقط عنه الاستنجاء، كذا في ”المحيط“ (۲) ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ بالغ مجبور مرد یا عورت سے مذکورہ صورت میں استنجا معاف ہے۔ ہاں اس مقام کی صفائی کے لیے جو بھی طریقہ ممکن ہو عمل میں لائے۔ مثلاً تالاب، ندی میں غسل کرے، یا دھوپ لائی کا انتظام ہو تو ٹونٹی چلا کر نیچے بیٹھ جائے، یا اس کے علاوہ کوئی اور صورت اپنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

استنجا کا معنی کیا ہے؟

مسئلہ از: لعل جان سنی حنفی رضوی، بالم بیئر

کیا فرماتے ہیں علمائے علم و ادب دریں مسئلہ کہ استنجا کا لغوی معنی، اور اصطلاح شرع میں کیا معنی ہے؟ بینوا بالکتاب تو جروا عند الوہاب، نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

استنجا کا لغوی معنی ہے بلند جگہ کو تلاش کرنا۔ ”المعجم الوسیط“ میں ہے: ”استنجا طلب نجوة“ (۳) چونکہ آدمی پیشاب یا پاخانہ کے لئے اونچی جگہ تلاش کرتا ہے تاکہ اس کی آڑ میں قضاے حاجت کرے اسی لئے اس فعل کو استنجا کہتے ہیں اور ایک معنی جائے نجاست کو صاف کرنا ہے عمدۃ الرعاۃ میں ہے۔

”الاستنجاء وهو لغة عبارة عن مسح موضع النجوة وهو ما يخرج عن البطن.“ (۴)

(۱) بہار شریعت، کتاب الطہارۃ، ج: ۲، ص: ۱۵۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ کتاب الطہارۃ، ج: ۱، ص: ۴۹

(۳) المعجم الوسیط، مادہ: ن ج و

(۴) عمدۃ الرعاۃ فی حل شرح الوقایۃ، ج: ۱، ص: ۱

اور اصطلاح شرع میں سہیلین پر سے نجاست ہیضہ کو دور کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ علامہ ”ابن ہمام“ فرماتے ہیں:

”هو ازالة ما على سبيل من النجاسة“ (۱)

در مختار میں ہے: ”ازالة نجس عن سبيل“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالوحید رضوی عرف پوٹیل آباد سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ٹیشو پیپر کے لفظ سے ہی واضح ہے کہ وہ کاغذ ہے اور کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو اور لکھا ہو تو بدرجہ اولیٰ، اور کسی بھی قابل تعظیم اور قیمت والی چیز سے استنجا مکروہ و ممنوع ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے:

”مکروہ تحریمہ بشنی محترم“ (۳)

یعنی کسی قابل تعظیم چیز سے استنجا مکروہ تحریمی ہے۔

رد المحتار میں ہے:

”يدخل فيه الورق قال في السراج قيل انه ورق الكتابة وقيل ورق الشجر و ايهما

كان فانه مكروه، اه واقره في البحر وغيره والعلة في ورق الشجر كونه علفا للدواب

ونعومته فيكون ملوثا غير مزيل وكذا ورق الكتابة لصقالته وتقوم له احترام ايضا لكونه آلة

لكتابة العلم ولذا علله في التاتر خانيه بان تعظيمه من ادب الدين .“ اه (۴)

یعنی اس میں کاغذ بھی داخل ہے سراج میں فرمایا کہ وہ کتابت کا ورق ہے اور کہا گیا ہے کہ اس سے درخت کا

ورق مراد ہے جو بھی ہو بہر حال مکروہ ہے۔ بحر وغیرہ میں بھی اسے برقرار رکھا گیا ہے درخت کے پتے (مکروہ ہونے

کی علت) اس کا جانوروں کے لیے چارہ ہونا یا اس کی نرمی ہے پس یہ ملوث کرنے والا ہے (نجاست کو) دور کرنے

(۱) فتح القدیر للعاجز الفقیر، کتاب الطہارة، ج: ۱، ص: ۱۸۷

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الطہارة، ج: ۱، ص: ۲۲۳

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۵۱

(۴) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۵۲

والا نہیں اسی طرح کاغذ چکنا اور قیمتی ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، نیز قابل احترام ہے کیونکہ وہ کتابت علم کا ذریعہ ہے اسی لیے تارخانہ میں اس کی علت یوں بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آداب دین سے ہے۔ اسی میں ہے:

”وإذا كانت العلة كونه آلة للكتابة يؤخذ منها عدم الكراهة فيما لا يصلح لها إذا كان قاعاً للنجاسة غير متقوم كما قد منا من جوازه بالخرق البوالی.“ (۱)

یعنی جب علت اس کا آگہ کتابت ہونا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کاغذ میں تحریر کی صلاحیت نہ ہو اور نجاست زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجا کا جواز بیان کیا ہے۔

ان عبارات میں غور کرنے سے مثل آفتاب ظاہر ہے کہ کاغذ سے استنجا کی ممانعت متعدد وجوہ سے ہے اول اس کی چکناہٹ دوم قابل قیمت ہونا سوم آگہ کتابت ہونا۔ ٹیشو پیپر میں اگر چہ چکناہٹ نہیں ہوتی تاہم اس میں تحریر کی صلاحیت ضرور ہوتی ہے چنانچہ عام مشاہدہ ہے کہ پریس والے بہت سے مواد اور میٹرس اسی کاغذ پر چھاپے ہیں اور اگر بالفرض کوئی اسے آگہ کتابت نہ مانے تو بہر حال وہ قیمت والا تو ہوتا ہی ہے اور شی متقوم سے بھی استنجا کی کراہت مصرح ہے علاوہ ازیں کاغذ سے استنجا طریقہ نصاریٰ ہے لہذا ٹیشو پیپر سے استنجا کرنا مکروہ تحریمی اور گناہ ہے مسلمان اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب:

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جمد اشاہی، بستی
کیم ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ

خون نکلوانے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

مسئلہ از: حافظ ماجد علی رضوی صاحب دارالعلوم بحر العلوم خلیل آباد، سنت کبیر نگر۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ علاج و معالجہ کے سلسلے میں کبھی کبھار ڈاکٹر حضرات بذریعہ سرنج مریض کا خون نکالتے ہیں۔

اس طرح خون نکالنے سے وضو ٹوٹے گا یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

چیک اپ (Check up) وغیرہ کرنے کے لیے جو خون سرنج سے نکالا جاتا ہے اگر اتنا ہے کہ وہ خون خود نکلتا

توبہ جاتا تو ناقض وضو ہے اور مشاہدہ ہے کہ عموماً اتنی مقدار میں خون نکالا ہی جاتا ہے جس میں بہنے کی صلاحیت ہوتی ہے لہذا اس طرح خون نکالنے سے وضو ٹوٹ جائے گا اس کی واضح نظیر جو تک کے خون چوسنے پر وضو ٹوٹنے کا مسئلہ ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے ”جو تک یا بڑی کٹی بدن کو لپی اگر اتنا خون چوس لیا کہ خود لکھتا توبہ جاتا تو وضو جاتا رہے گا اور تھوڑا چوسایا چھوٹی کٹی تھی تو وضو نہ جائے گا یوں ہی کھٹل یا پھھر کے کاٹنے سے وضو نہیں جاتا“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی بہتی

کیا برش کرنا مسواک کے قائم مقام ہو سکتا ہے؟

مسئلہ: از محمد عارف رضوی محلہ بدھانی خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کثرہم اللہ تعالیٰ در این مسئلہ کہ اگر کوئی شخص مسواک کے بجائے ”برش“ کا استعمال کرے تو کیا یہ مسواک کے قائم مقام ہوگا؟ دلائل کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اور اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

برش، مسواک کی عدم موجودگی میں مسواک کے قائم مقام ہو سکتا ہے کیوں کہ احادیث طیبہ اور عبارات فقہاء کرام سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مقصود منہ اور دانتوں کی صفائی و تھرائی ہے نہ کہ خاص کر لکڑی کو دانت پر رگڑنا چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

”الاصابع تجری مجری السواک اذا لم یکن مسواک“ (۲)

اگر مسواک موجود نہ ہو تو انگلیاں اس کے قائم مقام ہیں۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا تقوم الاصباع مقام الخشبة فان لم توجد الخشبة فحیث تقوم الاصباع من یمینہ

مقام الخشبة“ (۳)

انگلی، لکڑی (مسواک) کے قائم مقام نہیں ہو سکتی لیکن اگر لکڑی (مسواک) موجود نہ ہو تو داہنے ہاتھ کی انگلی اس کے قائم مقام ہو جائے گی۔

اور در مختار میں ہے:

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱، ص: ۵۶

(۲) کنز العمال، ج: ۹، ص: ۳۱۱

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۷

”عند فقدہ او فقد اسناله تقوم الخرقۃ الخشنۃ او الا صبع مقامہ کما يقوم العلك مقامہ للمرأة مع القدرة علیہ“ (۱)

یعنی مسواک یا دانتوں کے نہ ہونے کے وقت کھر درا کپڑا یا انگلی مسواک کے قائم مقام ہے جس طرح عورت کے لیے مٹی مسواک کے قائم مقام ہے، مسواک پر قدرت کے باوجود۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ انگلی یا کھر درا کپڑا مسواک کے نہ ہونے کے وقت مسواک کے قائم مقام ہیں یونہی مسواک نہ رہنے کی صورت میں برش بھی مسواک کے قائم مقام ہوگا۔ البتہ اگر مسواک باسانی دستیاب ہو سکتی ہو تو برش کر کے سنت ترک نہیں کرنی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی، بستی

۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ

ڈرائی کلیین سے دھلے کپڑوں کا حکم

مسئلہ از: احمد شفیق قادری نوانگر ضلع، بلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ آج کل بعض کپڑوں کو پٹرول سے دھلا جاتا ہے جس کو ڈرائی کلیین (Dry clean) کہا جاتا ہے تو وہ کپڑے پاک مانے جائیں گے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

ناپاک کپڑے کو پانی اور ہر اس چیز سے پاک کیا جاسکتا ہے جو رقیق و سیال ہو اور اس سے نجاست دور ہو سکتی ہو فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ویجوز تطہیر النجاسة بالماء وبلکل مانع طاهر یمکن ازالتها به کالخل و ماء الورد و نحوه مما اذا عصر انعصر کذا فی الہدایۃ“ (۲)

”یعنی نجاست کو پانی اور ہر سیال پاک چیز جس سے نجاست دور ہو سکے اس سے دور کیا جاسکتا ہے مثلاً سرکہ اور گلاب کا پانی وغیرہ وہ چیزیں کہ نچوڑنے سے نچوڑ جائیں ایسا ہی ہدایہ میں ہے: اب اگر نجاست دلدار ہو تو اس کو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ اسے دور کرنا ضروری ہے خواہ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۳۶

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۴۱

ایک مرتبہ دھونے سے دور ہو جائے یا متعدد بار سے۔ اور اگر نجاست رقیق مثلاً پیشاب ہو تو کپڑا تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ نچوڑنے سے پاک ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”وازالتھا ان کانت مرئیة بازالۃ عینھا واثراھا ان کانت شیئا یزول اثرہ ولا یعتبر فیہ العدد کذا فی المحيط“ (۱)

یعنی اور نجاست مرئیہ زائل ہوگی عین نجاست اور اس کے اثر کے ختم ہونے سے اور اس میں کثرت کا اعتبار نہیں ہے۔ ایسا ہی محیط میں ہے:

اسی میں ہے: ”وان کانت غیر مرئیة یغسلھا ثلاث مرات کذا فی المحيط ویشترط العصر فی کل مرة فیما ینعصر“ (۲)

یعنی اور اگر نجاست غیر مرئیہ ہو تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوگی ایسا ہی محیط میں ہے اور اس میں ہر مرتبہ نچوڑنے کی شرط ہے اگر وہ چیز نچوڑنے کے قابل ہو۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ نجاست کو پانی کے علاوہ دیگر اشیا سے بھی دور کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ ان میں رقت و سیلان اور ازالہ نجاست کی صلاحیت ہو اب پٹرول کو دیکھیں تو اس میں رقت و سیلان بھی ہے وہ ایک پاک مادہ ہے اس میں ازالہ نجاست کی صلاحیت بھی ہوتی ہے لہذا اگر کپڑے کو پاک کرنے کے طریقے کے مطابق پٹرول سے دھلا گیا تو وہ پاک مانا جائے گا البتہ ایسی قیمتی چیز سے بلا ضرورت کپڑا دھلنا جائز نہیں ہے کہ اس میں اضاعت مال ہے چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

”صرح فی الحلۃ فی بحث الاستنجاء بانہ تکرہ ازالۃ النجاسة بالمائع المذكور لما فیہا من اضاعة المال عند عدم الضرورة“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حلیہ کے باب الاستنجاء میں صراحت فرمائی کہ مائع مذکور سے ازالہ نجاست مکروہ ہے کیونکہ اس میں بلا ضرورت مال کا ضائع کرنا ہے۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی بستی

۴ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۴۱

(۳) // ص: ۴۲

(۴) ردالمحتار مع الدر المنثور، ج: ۱، ص: ۵۱۰۰

جس موبائل یا کیسیٹ میں قرآن پاک بھرا ہو، اس کو بے وضو چھونا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عرفان رضوی ابن شیخ حسین اہلہ، ضلع کاسرکوڈ، کیرالا

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

آج کل موبائل اور کیسیٹ میں قرآن پاک لوڈ کرتے ہیں جب پڑھنا ہوتا ہے تو بٹن دباتے ہیں اور اسکرین یا اسپیکر پر قرآنی آیات دیکھی پاسنی جاتی ہیں، موبائل بند ہو تو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔

دریافت طلب اسر یہ ہے کہ اس موبائل یا کیسیٹ کو بے وضو چھونا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بیوا و جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

موبائل، کیسیٹ اور سی ڈی میں جو آواز یا حروف و نقوش محفوظ کئے جاتے ہیں وہ عینہ موبائل وغیرہ میں محفوظ نہیں ہوتے بلکہ کچھ اعدادی کوڈ اشاراتی انداز میں اکٹھا ہوتے ہیں اور مخصوص سافٹ ویئر آواز و نقوش سے اخذ کر کے اسکرین یا اسپیکر پر اسی انداز میں ظاہر کرتا ہے جس انداز میں اسکرین یا اسپیکر میں بوقت جمع تھا اس لئے سی ڈی و میموری میں جو کچھ جمع ہوتا ہے وہ سب غیر مرسوم اور غیر مکتوب ہے تا وقتیکہ وہ اسکرین پر ظاہر نہ ہو۔

اور جب اسکرین پر بشکل مکتوب نظر آئے تو اگر وہ آیات قرآنیہ ہیں تو ان کو بے وضو چھونا جائز نہیں البتہ اسکرین پر جب وہ آیات نمایاں ہوں اگر اسکرین کو نہ چھوا جائے تو بے وضو بھی اسے پڑھنے میں حرج نہیں ہے، اس تفصیل سے واضح ہوا کہ موبائل، سی ڈی وغیرہ میں قرآنی حروف و نقوش محفوظ نہیں ہوتے تو ان کو قرآن کریم کے حکم میں نہیں رکھا جائے گا لہذا جس موبائل، سی ڈی یا کیسیٹ میں قرآن پاک محفوظ ہوا سے بے وضو چھونا جائز ہے البتہ جب اسکرین پر آیات کریمہ نمایاں ہوں تو ان آیات کو بے وضو چھونا ناجائز و گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ﴾ (۱) اور اگر کسی موبائل میں قرآنی آیات ہی محفوظ ہوں تو بھی اس موبائل کو قرآن مجید کا حکم نہ ہوگا بلکہ صندوق میں محفوظ قرآن کریم کی طرح ہے، البتہ اس کا ادب بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جہاد شاہی، بستی

بذریعہ آپریشن ولادت کے بعد آنے والا خون نفاس ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد ششیر رضوی محلہ مٹریا خاص خلیل آباد، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ! اس مسئلہ میں کہ:

اگر کسی عورت کا آپریشن کے ذریعے وضع حمل اور بچہ کی ولادت ہوئی اور اس سے خون آیا تو وہ نفاس کا ہے یا نہیں؟ اور عورت نفاس والی ہوگی یا نہیں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نفاس وہ خون ہے جو عورت کے رحم سے بچے کی ولادت کے بعد آتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وہو دم یعقب الولادة کذا فی المتون۔“ (۱)

اور رحم سے آنے کا مطلب فرج یعنی شرمگاہ سے آنا ہے البحر الرائق میں ہے:

”واراد المصنف بالدم الدم الخارج عقب الولادة من الفرج۔“ (۲)

اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر عورت کے پیٹ میں زخم تھا جس سے پیٹ پھٹ گیا اور بچہ ناف کے ذریعہ باہر آ گیا تو اب جو خون پیٹ پھٹنے سے ناف کے ذریعے آ رہا ہے وہ نفاس نہیں کہلائے گا اور عورت نفاس والی نہیں ہوگی چنانچہ البحر الرائق میں فرمایا:

”فانہا لو ولدت من قبل سرتها بان کان بطنها جرح فانشقت وخرج الولد منها تكون

صاحبة جرح سائل الانفساء۔“ (۳)

اور اگر بچہ تو بذریعہ ناف نکلا مگر خون شرمگاہ سے آیا تو وہ نفاس کا ہوگا اور عورت نفاس ہوگی اسی میں ہے:

”الا اذا سال الدم من الاسفل فانہا تصیر نفساء ولو ولدت من السرة لانه وجد خروج

الدم من الرحم عقب الولادة۔“ (۴)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ اگر عورت کو بچہ کی ولادت بذریعہ آپریشن ہوئی اور خون شرمگاہ کی بجائے کہیں

اور سے نکلا تو وہ نفاس نہیں ہے اور اگر شرمگاہ سے آیا تو نفاس ہے اور عورت نفاس والی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاہی، بستی

۱۲ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۷

(۲) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۳۷۸

(۳) حوالہ سابق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الصلوٰۃ

قال الله تعالى

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ
الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾
(البقرہ/۲۳۸)

یعنی

تمام نمازوں خصوصاً بیچ والی نماز (عصر) کی محافظت کرو
اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہو۔

از ص: _____ تا ص: _____

کل فتاویٰ ۲۶۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الصلوٰۃ

نماز کا بیان

کیا وقت مکروہ میں دُعا کرنا منع ہے؟

مسئلہ از: محمد حفیظ الرحمن، بھیڑی منڈی، بشیر تنج، لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے مسجد میں اجتماعی طور پر لوگوں کے سامنے یہ کہا کہ مغرب کی نماز سے قبل یعنی غروب آفتاب کے وقت کوئی دعا وغیرہ مانگنا یا وظیفہ پڑھنا منع ہے، کیوں کہ یہ مکروہ وقت ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے یا غلط؟ جواب تحریر فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اوقات مکروہ میں دعا مانگنا یا کوئی وظیفہ کرنا جائز ہے۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی ”امجد علی“ صاحب قدس سرہ

”فتاویٰ شامی“ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ان اوقات (مکروہہ) میں تلاوت قرآن مجید بہتر نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول

رہے۔“ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ زید کا قول غلط اور شریعت پر بہتان ہے۔ وہ توبہ کرے اور غلط مسائل بتانے سے پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

۱۸ جون ۲۰۰۱ء بمطابق ۲۳/۲۴/۱۴۲۲ھ

اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: قاری حبیب اللہ انصاری اشرفی، مقام دپوسٹ سٹی بزرگ، بوہرا، کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۳، ص: ۲۲

اگر مؤذن اذان سے پہلے درود پاک پڑھ کر اذان دے، تو اس کا اس طرح اذان دینا از روئے شرع کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص اس طرح کے اذان کو غلط بتائے اور یہ کہے کہ اذان اس صورت میں نہیں ہوگی اور قبل اذان درود شریف پڑھنا بدعت ہے، تو اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ارجو من حضرتکم الاجابة المستدلة بالاحادیث المباركة والقرآن الحکیم.
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اذان سے قبل درود شریف پڑھنا بلاشبہ جائز ہے، مگر درود شریف پڑھنے کے بعد تھوڑا ٹھہر جائے، پھر اذان پڑھے تاکہ دونوں میں امتیاز رہے۔ علمائے کرام نے صرف جائز نہیں بلکہ مستحب فرمایا ہے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ”ابن عابدین شامی“ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”ونص العلماء علی استحبابها فی مواضع، یوم الجمعة، وليلتها، وعند الاقامة، واول الدعاء، ووسطه و آخره، وعند طنين الاذان“ (۱)

جو شخص یہ کہے کہ درود شریف پڑھ کر اذان دینے سے اذان نہیں ہوتی ہے، وہ اللہ جل شانہ اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افترا کرنے والا، جھوٹا اور جاہل ہے۔ وہ غلط مسئلہ بتانے سے توبہ کرے اور اذان سے قبل درود شریف پڑھنے کو بدعت کہہ کر ناجائز کا فتویٰ لگانے سے باز آئے۔ علمائے کرام کثر ہم اللہ تعالیٰ نے صراحۃً تحریر فرمایا ہے کہ درود شریف قبل اذان مستحب ہے، اور یہ شخص اسے ناجائز و بدعت کہہ کر خود بھی گمراہ ہو رہا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ وسبحانہ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

بدعتیوں کی اذان اور ان کی مسجد کا حکم

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبراپوسٹ، بچو کھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: کیا بدعتیہ مثلاً دیوبندیوں کی مسجدوں سے سنی گئی اذان پر خاموش رہنا واجب ہے؟ کیا ان کی اذان کا جواب دینا واجب ہے؟ کیا ان کی مسجدوں میں بوقت ضرورت کھانے اور سونے کے لیے احکام کی نیت ضروری ہے؟

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۳۴۸

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی کی اذان کا نہ جواب دینا سنت، نہ اس پر خاموش رہنا سنت، ہاں ”کلمہ رسالت“ سن کر دل میں درود شریف پڑھ لے۔ یوں ہی ”کلمہ جلالت“ پر جل شانہ یا اس طرح کے تعظیسی کلمات کہے کہ یہ اسمائے طیبہ کسی سے ادا ہوں۔ اسم جلالت پر کلمہ تعظیم، اور اسم رسالت پر درود پاک پڑھنا چاہیے۔ ایسا ہی ”فتاویٰ رضویہ“ میں ہے۔

اور دیوبندیوں کی بنائی ہوئی مسجد مسجد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (۱)

اللہ کی مسجدوں کو صرف وہ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

اور جب ان کی مسجدیں شرعاً مسجد نہیں تو ان میں کھانے پینے کے لیے اعتکاف کی حاجت نہیں، لیکن اگر دیوبندیوں نے کسی سنی مسجد پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہو، تو ایسی مسجد میں اعتکاف کر کے کھائیں پیئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۱/ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

تکبیر سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد کلام الدین نظامی، مخدوم سرائے، سیوان، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ امام و مقتدی نماز کے لیے کب کھڑے ہوں۔ تکبیر کہے جانے سے قبل یا بعد میں یا درمیان میں؟ زید ایک مسجد کا امام ہے جو اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ مسلمان کہتا ہے لیکن نماز کے لیے تکبیر کے ساتھ تکبیر سے پہلے ہی کھڑا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے کچھ دوسرے مقتدی بھی تکبیر سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

تو کیا ایسی صورت میں اس زید امام کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً درست ہے؟ زید کا کہنا ہے کہ میرے والد محترم کی وصیت ہے اس لیے میں وصیت پوری کرنے کے لیے تکبیر سے پہلے کھڑا ہو جاتا ہوں۔ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حدیث شریف کی عظیم کتاب ”موطا امام محمد“ میں محرر مذہب حنفی حضرت سیدنا ”امام محمد شیبانی“ قدس سرہ النورانی تحریر فرماتے ہیں:

”یَنْبَغِي لِلْمُؤَذِّنِ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ أَنْ يَقُومُوا إِلَى الصَّلَاةِ فَيَصْفُوا وَيَسُورُوا الصُّفُوفَ“ (۱) یعنی بکبیر کہنے والا جب ”حی علی الفلاح“ پر پہنچے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ نماز کے لیے کھڑے ہوں، اور پھر صف بندی کرتے ہوئے صفوف کو سیدھی کریں۔ اور ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے:

”إِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ عِنْدَ الْإِقَامَةِ يَكْرَهُ لَهُ الْإِنْتِظَارَ قَائِمًا، وَلَكِنْ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ إِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ قَوْلَهُ ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ (۲)

یعنی اگر کوئی شخص بکبیر کے وقت آئے تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے، بلکہ بیٹھ جائے اور جب ”حی علی الفلاح“ پر پہنچے تو اس وقت کھڑا ہو۔

اور ”درمختار“ میں ہے ”دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْمُؤَذِّنُ يَقِيمُ قَعْدًا“ (۳)۔

اسی عبارت کے تحت علامہ ”ابن عابدین شامی“ قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”يَكْرَهُ لَهُ الْإِنْتِظَارَ قَائِمًا وَلَكِنْ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ إِذَا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ (۴) آدمی کا کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبر ”حی علی الفلاح“ پر پہنچے تو کھڑا ہو۔ اور ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ایک مقام پر ہے:

”إِنْ كَانَ الْمُؤَذِّنُ غَيْرَ الْإِمَامِ، وَكَانَ الْقَوْمُ مَعَ الْإِمَامِ فِي الْمَسْجِدِ، فَإِنَّهُ يَقُومُ الْإِمَامُ وَالْقَوْمُ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ ”حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ“ عِنْدَ عِلْمَانَا الثَّلَاثَةِ وَهُوَ الصَّحِيحُ“ (۵)

(۱) الموطا للإمام محمد، باب تسوية الصفوف، ص: ۸۷

(۲) الفتاوى العالمگیریة، کتاب الصلوة، ج: ۱، ص: ۵۳

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوة، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۴) رد المحتار، کتاب الصلوة، ج: ۱، ص: ۲۱۸

(۵) الفتاوى العالمگیریة، کتاب الصلوة، ج: ۱، ص: ۵۷

یعنی اگر مکبر غیر امام ہو، اور لوگ امام کہیں: اچھ مسجد میں موجود ہوں، تو امام و مقتدی سب اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے۔ یہی ہمارے ائمہ ثلاثہ کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔

ان تمام ارشادات و عبارات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنی جائے۔ کھڑے ہو کر سنتا مکروہ ہے۔ علاوہ ازیں تکبیر سے پہلے نماز کے لئے کھڑا ہو جانا اس وقت وہابیوں کی علامت و پہچان بن گئی ہے تو اس سے پرہیز کرنا اور بھی زیادہ موکد ہے۔ لہذا زید پر لازم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنے اور ہٹ دھرمی سے ہار آئے۔ زید کا یہ کہنا کہ یہ میرے والد کی وصیت ہے۔ اس بات کا کچھ بھی اعتبار نہیں۔ شرع کے مقابل کسی کی بھی غلط بات قابل عمل نہیں ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

”لا طاعة فی معصیة إلیما الطاعة فی المعروف“ (۱) یعنی اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ فرمانبرداری تو صرف اچھے کام میں ہے: زید کو حکم شرع بتایا جائے اگر تسلیم کر لے تو ٹھیک ورنہ ایسے ہٹ دھرم کی اقتدانہ کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵ رمضان المظفر ۱۴۳۰ھ

رسالہ

کشف الغطاء عن احکام الفجر ببریطانیة والعشاء

برطانیہ میں نماز عشاء و فجر کے مسائل کا حل

مسئلہ از: علامہ فیضان المصطفیٰ قادری ہیوسٹن امریکہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ان مسائل میں

(۱) جن بلاد میں شفق ابیض غروب ہونے سے پہلے صبح طلوع ہو جاتی ہے اور عشاء کا وقت نہیں آتا وہاں

کے مسلمانوں پر نماز عشاء فرض ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر فرض ہوگی تو انہیں کس وقت ادا کیا جائے شفق احمر کے غروب کے بعد یعنی شفق ابیض کی موجودگی

میں یا طلوع صبح صادق کے بعد؟

(۳) کیا ان بلاد میں مذکورہ ایام میں صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہوئے شفق احمر کے غروب کے بعد

نماز عشاء پڑھنے کا حکم دیا جاسکتا ہے؟

(۴) اگر لوگوں نے ان مخصوص ایام میں شفق احمر کے غروب کے بعد عشاء پڑھ لی تو ان کا فرض ادا ہوا یا نہیں؟

(۵) شفق ابیض کی موجودگی میں یا طلوع صبح صادق کے بعد عشاء پڑھی جائے تو بہ نیت ادا پڑھنی ہوگی یا

بہ نیت قضا؟

(۶) جن خطوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق ہو جاتی ہے یا جہاں غروب شفق احمر کے بعد

ایک دو منٹ یا اس سے کم وقفہ سے صبح صادق ہو جاتی ہے وہاں نماز عشاء کی کیا صورت ہوگی؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نماز اسلام کا ایک رکن عظیم ہے جس کی ادائیگی ہر عاقل و بالغ بندہ مومن پر ضروری ہے، چوبیس گھنٹہ میں

پنج وقتہ نمازوں کی فرضیت اور ان کی ادائیگی کی کیفیات و شرائط اور ان کے اوقات کی تفصیل پوری شرح و سطر کے

ساتھ قرآن وحدیث اور کتب فقہ میں موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ (۱)

علامہ ابن خازن مذکورہ آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں

”یعنی مکتوبہ موقتہ فی اوقات محدودة فلا يجوز إخراجها عن أوقاتها على أي

حال كان“ (۲)

ایک مکلف انسان پر نماز کے وجوب کا سبب حقیقی یہی حکم خداوندی ہے البتہ سبب ظاہری وقت کو قرار دیا گیا ہے، لہذا جہاں اور جب بھی جس نماز کا وقت اور اس کی علامتیں پائی جائیں گی نماز کی ادائیگی لازم ہوگی، چنانچہ علامہ طحاوی مصری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”وسببها الأصلي خطاب الله تعالى الأزلي والأوقات اسباب ظاهرة تيسيرا فالوجوب سببه الحقيقي ايجاب الله تعالى في الأجل لأن الموجب للأحكام هو الله تعالى وحده لكن لما كان ايجابه تعالى غيبا عنا لانطلع عليه جعل لنا سبحانه وتعالى اسبابا مجازية ظاهرا تيسيرا علينا وهي الأوقات بدليل تجدد الوقت بتجددها“ (۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ سے اس کائنات کا جو نظم فرمایا ہے اس کے تحت کرۂ ارض کے مختلف ممالک میں لیل ونہار اور طلوع وغروب شمس میں کافی تفاوت پایا جاتا ہے، کہیں صبح ہوتی ہے تو عین اسی وقت کہیں شام اور کہیں دوپہر کا وقت ہوتا ہے اسی طرح کہیں دن و رات برابر ہوتے ہیں اور کہیں دن بڑا اور رات نہایت مختصر ہوتی ہے بلکہ کہیں حقیقی رات کا وجود ہی نہیں ہو پاتا ہے ایسے مقامات پر نمازوں کے تعلق سے کیا طریقہ اپنایا جائے کہ تمام نمازوں کو ان کے متعینہ اوقات میں ادا کیا جاسکے، یہ ایک نہایت اہم اور وسیع وعریض بحث کا میدان ہے فی الحال اس کی تفصیل میں نہ جا کر جس مقام پر نماز عشاء کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس پر گفتگو کی جاتی ہے۔

یہ امر تو تمام فقہائے اسلام کے مابین متفق علیہ ہے کہ نماز عشاء کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ حدیث کی صراحت اور مسالک اربعہ کے متون و شروح اس پر ناظر ہیں، حدیث امامت جبریل علیہ السلام میں ارشاد رسالت ہے۔

”وصلی بی العشاء حين غاب الشفق وصلی بی الفجر حين حرم الطعام والشراب

(۱) سورة النساء، آیت: ۱۰۳

(۲) تفسیر الخازن، ج: ۱، ص: ۵۹۲

(۳) الطحاوی علی مرقی الفلاح، ص: ۹۲/۹۳

علی الصائم (۱)

جملہ فقہاء اسلام فرماتے ہیں:

”وقت العشاء اذا غاب الشفق“ (۲)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

”و اول وقت العشاء حين تغيب الشفق وفي التحفة بلا خلاف“ (۳)

فتاویٰ خانیہ میں ہے:

”و اول وقت العشاء حين تغيب الشفق لا خلاف فيه“ (۴)

البتہ شفق کے سلسلے میں فقہاء کرام کا ضرور اختلاف ہے اس کو ذکر کرنے سے قبل شفق کی تعریف درج کی جاتی ہے۔ مجمع بحار الانوار میں شفق کی تعریف یہ ہے۔

”الشفق يقع على الحمرة في المغرب بعد الغروب وعلى البياض الباقي بعدها“ (۵)

اس تعریف سے معلوم ہوا کہ شفق کا اطلاق غروب شمس کے بعد کی سرخی اور سفیدی دونوں پر ہوتا ہے اسی وجہ سے فقہاء کرام نے تعیین شفق میں اختلاف کیا ہے چنانچہ امام لائئہ سراج اللامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے سرخی کے بعد کی سفیدی کو شفق مانا اور ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ساتھ صاحبین نے بھی سرخی کو ہی شفق قرار دیا ہے اور اسی سرخی کے غائب ہونے پر وقت مغرب کا اختتام اور وقت عشاء کا آغاز تسلیم کیا ہے، علامہ شمس اللامۃ امام سرخی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”والشفق البياض الذي بعد الحمرة في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى وهو قول

أبي بكر وعائشة رضي الله عنهما واحدي الروایتين عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما و

في قول أبي يوسف ومحمد والشافعي رحمهم الله تعالى الحمرة التي قبل البياض وهو قول

عمر و علي وابن مسعود رضي الله عنهم واحدي الروایتين عن ابن عباس رضي الله عنهما

وهكذا روى اسد بن عمرو عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى“ (۶)

(۱) سنن ابوداؤد، ج: ۱، ص: ۵۲

(۲) الهدایہ، ج: ۱، ص: ۶۶

(۳) الفتاویٰ التاتارخانیہ، ج: ۱، ص: ۳۰۳

(۴) الفتاویٰ الخالیہ علی هامش الہندیہ، ج: ۱، ص: ۷۳

(۵) مجمع بحار الانوار، ج: ۳، ص: ۲۳۷

(۶) المبسوط للسرخی، ج: ۱، ص: ۱۲۵

علامہ عبدالرحمن جزری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”الحنفية قالوا ان الافق الغربي يعتريه بعد الغروب احوال ثلاثة متعاقبة احمرار،
فبياض، فسواد فالشفق عند ابي حنيفة هو البياض وغيبه ظهرو السواد بعده لمتى ظهر
السواد خرج وقت المغرب، أما الصحابان فالشفق عندهما ما ذكر اعلیٰ الصحيفة كالائمة
الغلاة“ (۲)

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ اور متعدد اکابر صحابہ کرام کا مسلک یہ ہے کہ شفق
غروب شمس کے بعد ظاہر ہونے والی سفیدی کا نام ہے اور صاحبین و دیگر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ شفق غروب شمس کے
بعد افق پر ظاہر ہونے والی سرخی کا نام ہے۔

شفق کے متعلق احادیث کریمہ سے دونوں امر کا پتہ چلتا ہے اسی بنا پر اقوال فقہاء میں اختلاف پایا
جاتا ہے مگر شمس الائمہ سرخی نے اس اختلاف کی ایک وجہ معقول اور بیان فرمائی ہے جو انہیں کے الفاظ میں حاضر
ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”وجه هذا أن الطوالع ثلاثة والغوارب ثلاثة ثم المعتبر لدخول الوقت الوسط من
الطوالع وهو الفجر الثاني فكذلك في الغوارب المعتبر لدخول الوقت الوسط وهو
الحمرة فبذا بها يدخل وقت العشاء وهذا لأن في اعتبار البياض معنى الحرج فانه لا يذهب
الا قريبا من ثلث الليل (وقال) الخليل بن احمد راعيت البياض بمكة فما ذهب لا بعد نصف
الليل وقيل لا يذهب البياض في ليالي الصيف اصلا بل يتفرق في الأفق ثم يجتمع عند الصبح
فلدفع الحرج جعلنا الشفق الحمرة.

وابو حنيفة رحمه الله تعالى قال الحمرة اثر الشمس والبياض اثر النهار فمالم
يذهب كل ذلك لا يصير الى الليل مطلقا وصلاة العشاء صلاة الليل فبذا بها يخرج وقت
المغرب ويدخل وقت العشاء“ (۲)

ما سبق کی تفصیل سے یہ بات مکمل واضح ہو گئی کہ نماز عشاء کا وقت ظاہر روایت کے مطابق شفق ابیض کے
غائب ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے، اب اگر دنیا کے بعض علاقوں میں شفق ابیض غائب نہیں ہوتی ہے کہ صبح صادق

(۱) الفقه على المذاهب الأربعة، ج: ۱، ص: ۱۸۴

(۲) المبسوط للسرخسي، ج: ۱، ص: ۱۴۵

طلوع ہو جاتی ہے تو وہاں کے لوگوں پر عشا کی نماز واجب ہوگی کہ نہیں اور اگر وہ ادا کریں تو کس طور پر! اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے جو حضرات وجوب صلاۃ کے لیے وقت کو سبب مانتے ہیں ان کے نزدیک نماز عشاء واجب نہیں کہ انتفاء سبب انتفاء سبب کو مستلزم ہے۔ اور جو حضرات وقت کو محض علامت اور پہچان گردانتے ہیں ان کے نزدیک عشاء و وتر واجب ہے۔

محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ومن لم يوجد عندهم وقت العشاء كما قيل يطلع الفجر قبل غيبوبة الشفق عندهم أفتى البقالی بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب وهو مختار صاحب الكنز كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين وأنكره الحلواني ثم وافقه وأفتى الامام البرهانی الكبير بوجوبها ولا يرتاب متأمل في ثبوت الفرق بين عدم المحل الفرض وبين سببه الجعلي الذي جعل علامة على الوجوب الخفي الثابت في نفس الأمر وجواز تعدد المعارفات للشئ فانتفاء الوقت انتفاء المعرف وانتفاء الدليل على شئ لا يستلزم انتفاءه لجواز دليل آخر وقد وجد وهو ما تواطأت اخبار الأسراء من فرض الله تعالى الصلوة خمساً بعد ما أمروا أولاً بخمسين ثم استقروا الأمر على الخمس شرعاً عاملاً هل الآفاق لا تفصيل فيه بين أهل قطر و قطر و ماروی ذکر الدجال رسول الله صلى الله عليه وسلم قلنا ما لبث في الأرض قال أربعون يوماً يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم فقل يا رسول الله فذلك اليوم الذي كسنة أيكفينا صلاة يوم قال لا أقدر والله دواه مسلم فقد أوجب أكثر من ثلاث مائة عصر قبل صيرورة الظل مثلاً أو مثليين وقس عليه فاستفد فأن الواجب في نفس الأمر خمس على العموم غير أن توزيعها على تلك الأوقات عند وجودها ولا يسقط بعد ما الوجوب وكذا قال صلى الله عليه وسلم خمس صلوات كتبهن الله على العباد“ (۱)

غنیۃ المستملی میں ہے:

”اعلم أن الوقت كما هو شرط لأداء الصلاة فهو سبب لوجوبها فلا تجب بدونه ومن جملة ما بنوا على هذا مسألة وردت فتوى في صدر الصدر برهان الأئمة أنا لا نجد وقت

العشاء فی بلدتنا هل علينا صلاته فكتب ليس عليكم صلاة العشاء وبه أفتی ظہیر الدین المرغینانی ووردت هذه الفتوى ايضا فی بلدة بلغارفان الفجر یطلع فیها قبل غیوبة الشفق فی أقصر لیالی السنة علی شمس الأئمة الحلوانی فافتی بقضاء العشاء ثم وردت بخوارزم علی الشیخ الکبیر سیف السنة البقالی فافتی بعدم الوجوب فبلغ جوابه الحلوانی فارسل من یسأله فی عامة بجامع خوارزم ما تقول فیمن اسقط من الصلوات الخمس واحدة هل یکفر فسأل و أحس الشیخ فقال ما تقول فیمن قطع یداه مع المرفقین أو رجلاه مع الکعبین کم فرائض وضوءه فقال ثلاث لفوات محل الرابع قال فکذلک الصلاة الخامسة فبلغ الحلوانی جوابه فاستحسنه ووافقه کذا ذکره نجم الدین الزاهدی فی شرح القدوری وهو الذی اختار الشیخ حافظ الدین النسفی (۱)

خاتم الحقیقین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ اس موضوع پر ایک طویل بحث کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔
”والحاصل انهما قولان مصححان ویتأید القول بالوجوب بأنه قال به امام مجتهد وهو الامام الشافعی كما نقله فی الحلبة عن المتولی عنه“ (۲)
فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

”وفی الظهيرة الصحيح انه ينوی القضاء لفقد وقت الأداء“ (۳)
علامہ شامی نے منحة الخالق حاشیہ البحر الرائق ۲۴۷/۱ پر بھی اس سلسلہ میں کلام فرمایا ہے، اس کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عدم فرضیت نماز کے قائلین میں درج ذیل فقہاء کرام کا نام خصوصیت سے ملتا ہے۔

(۱) شمس الأئمة عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	(متوفی ۷۴۴ھ)
(۲) ابوالقاسم بقالی	(متوفی ۷۵۲ھ)
(۳) نجم الدین مختار بن احمد الزاهدی	(متوفی ۷۶۵ھ)
(۴) ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی	(متوفی ۷۷۱ھ)

(۱) غیة المستملی، ص: ۲۲۸/۲۲۹

(۲) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۳۳

(۳) الفتاوی التاتارخانیة، ج: ۱، ص: ۲۰۳

(۵) علامہ ابراہیم حطمی (متوفی ۹۵۶ھ)

(۶) علامہ حسن شرملائی (متوفی ۱۰۶۹ھ)

اسی طرح فرضیت کے قائلین میں مندرجہ ذیل اصحاب فضل و کمال کا نام آتا ہے۔

(۱) صدر الشہید برہان اللہ عمر بن عبدالعزیز (متوفی ۵۳۶ھ)

(۲) کمال الدین ابن ہمام (متوفی ۶۲۱ھ)

(۳) علامہ ابن شحنہ محمد عبداللہ (متوفی ۹۲۱ھ)

(۴) علامہ احمد بن محمد طحاوی (متوفی ۱۲۳۱ھ)

(۵) علامہ ابن عابدین شامی (متوفی ۱۲۵۲ھ)

(۶) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ)

(۷) صدر الشریعہ امجد علی اعظمی رضی اللہ عنہم اجمعین (متوفی ۱۳۶۷ھ)

حاصل کلام یہ ہے کہ محققین فقہاء کرام کی ایک جماعت کے نزدیک ایسے علاقوں میں رہنے والوں کے لیے بھی پانچ وقت کی نماز فرض ہے، اور یہی اسح ہے۔

(۲) اب رہا یہ امر کہ نماز عشاء کس وقت ادا کریں تو فقیر کی تتبع و تلاش کے مطابق قائلین وجوب عشاء نے اس کے لیے متفقہ طور پر کوئی وقت متعین نہیں کیا ہے کہ ایسے مقامات کے لوگ کب نماز عشاء ادا کریں تاہم عبارات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز طلوع صبح صادق کے بعد پڑھی جائے چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

”اقول لا يخفى ان القائلين بالوجوب عند نالم يجعلوا لتلك الصلوة وقتاً خاصاً بها بحيث يكون فعلها فيه أداء وخارجها قضاء كما هو في أيام الدجال لأن الحلواني قال بوجوبها قضاء والبرهان الكبير قال لا ينوي القضاء لعدم وقت الأداء وبه صرح في ”الفتح“ أيضاً فإين الإلحاق دلالة مع عدم المساوات؟ فلو كان بطريق الإلحاق أو القياس لجعلوا لها وقتاً خاصاً بها تكون فيه أداء، وإنما قدروه موجوداً لايجاب فعلها بعد الفجر وليس معنى التقدير ما قاله الشافعية كما علمت والالزم كونها فيه أداء وقد علمت قول الزيلعي انه لم يقل به أحد أي بكونها أداء لأنه لا يبقى وقت العشاء بعد الفجر.“ (۱)

(۳) ان بلاد میں مذکورہ ایام میں قول صاحبین پر عمل کرنے کے حوالہ سے عرض ہے کہ وقت عشاء کے سلسلے میں دیگر ائمہ مجتہدین کے ساتھ خود ائمہ حنفیہ میں بھی دو قول ہے جس کی تفصیل گزری مگر ان میں فتویٰ کس قول پر ہے اس کی وضاحت کے بعد تیسرے سوال کا جواب بھی معلوم ہو سکتا ہے چنانچہ کتب فقہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ فتویٰ دونوں کے قول پر دیا گیا ہے مگر ظاہر الروایہ قول امام ہی کا ہے اور ترجیح قول امام کو ہی حاصل ہے، علامہ شرنبلالی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”و اول وقت المغرب منه ای غروب الشمس الى قبيل غروب الشفق الأحمر علی المفتی به وهو رواية عن الامام وعليها الفتوى وبها قالوا لقول ابن عمر الشفق الحمراء وهو مروى عن اكابر الصحابة“ (۱)

اس کے حاشیہ میں علامہ طحاوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”وقيل هو البياض الذي بعد الحمرة (الی قوله) وصح كل من القولين وافتی به ورجح فی البحر قول الامام“ (۲)

علامہ ابن ہمام قدس سرہ تحقیقی بحث کرتے ہوئے حاصل کلام یوں پیش کرتے ہیں۔

”غير أن النظر عند الترجيح افاد ترجيح انه البياض هنا واقرب الأمر انه اذا تردد فی انه الحمرة او البياض لا ينقض بالشك ولان الاحتياط فی ابقاء الوقت الى البياض لانه لا وقت مهمل بينهما فبمخرج وقت المغرب يدخل وقت العشاء اتفاقا ولاصحة لصلاة قبل الوقت فالاحتياط فی التأخير“ (۳)

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ علامہ ابن ہمام کی بحث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

ورجحه ایضا تلمیذہ قاسم فی تصحيح القدوری وقال فی آخره فثبت أن قول الامام هو الأصح اضر بهذا ظهر انه لا يفتی ويعمل الا بقول الامام الاعظم ولا يعدل عنه الى قولهما أو قول أحدهما أو غيرهما إلا لضرورة من ضعف دليل أو تعامل بخلافه كالمزارعة فقولهما اوسع للناس وقول ابی حنيفة أحوط“ (۴)

(۱) مراآی الفلاح شرح نور الابضاح، ص: ۹۵

(۲) حوالہ سابق

(۳) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۱۹۶

(۴) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۳۶

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ اگرچہ دونوں قول پر فتویٰ ہے مگر ظاہر الروایہ اور ترجیح قول امام ہی کو ہے البتہ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بوجہ ضرورت و تعامل قول صاحبین کی طرف عدول کی گنجائش بھی موجود ہے، سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

”جس میں اختلاف فتویٰ ہے اس کا یہی حکم ہے کہ جس قول پر عمل کیا جائے ہو جائے گا اور چونکہ اسی (مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے نہ پڑھنے) میں علما دونوں طرف گئے ہیں اور دونوں قولوں پر فتویٰ ہے لہذا جس پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا مگر جو معتقد ترجیح قول امام ہے اسے اجتناب چاہیے۔“ (۱)

اس لیے اگر کسی علاقہ میں قول صاحبین پر لوگوں کا تعامل ہو گیا ہو یا کسی حرج شدید اور حاجت صحیحہ کی بنا پر قول صاحبین پر عمل کرنے میں آسانی میسر ہوتی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ مگر خیال رہے یہ حکم خاص کر ان بلاد کے لئے ہے جہاں شفق ابیض غروب ہونے سے پہلے ہی صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے دیگر مقامات پر قول صاحبین پر عمل ہرگز جائز نہیں۔

(۴) قول صاحبین پر ان کی نماز ہو جائے گی اور اگر لوگ اسی کے عادی ہو گئے ہوں تو ان کو اصل مذہب حنفی بنری سمجھایا جائے اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ ان کو منع نہ کیا جائے اس کی نظیر دیہات میں نماز جمعہ کا مسئلہ ہے کہ مذہب سیدنا امام اعظم قدس سرہ کے مطابق دیہات میں نماز جمعہ صحیح نہیں ہے مگر عوام پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے ایک روایت کے مطابق ان کے لیے سحت کافی ہے چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور ان کا پڑھنا گناہ ہے مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت ہے کما فی البحر الرائق والدر المختار والحديقة الندية وغیرہا“ (۲)

اور آگے فرماتے ہیں:

”جب کہ مدت سے قائم ہے اسے اکھیڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب قال اللہ

(۱) الملفوظ، ج: ۱، ص: ۳۱

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۱۹

تعالیٰ ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی. ولیہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ“ (۱)
 (۵) اگر کوئی شخص قول صاحبین پر عمل کرتے ہوئے شفق ابیض کی موجودگی میں نماز عشاء پڑھتا ہو تو بہ نیت ادا پڑھے اور اگر طلوع صبح صادق کے بعد پڑھتا ہے تو اگرچہ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ بہ نیت قضا نہیں پڑھی جائے گی جیسا کہ فتح القدیر میں ہے:

”ثم هل ينوی القضاء الصحيح انه لا ينوی القضاء لفقد وقت الاواء“ (۲)
 مگر قول صحیح یہی ہے کہ بہ نیت قضا پڑھی جائے چنانچہ فتاویٰ تار تار خانہ میں مرقوم ہے۔
 ”وفی الظہیریۃ الصحیح انه ينوی القضاء لفقد وقت الاداء“ (۳)
 اور بہار شریعت میں ہے:

”جن شہروں میں عشاء کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے جیسے بلغاریہ ولندین کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشاء کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سکندوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے تو وہاں والوں کو چاہیے کہ ان دنوں کی عشاء و وتر کی قضا پڑھیں“ (۴)
 (۶) جن خطوں میں غروب آفتاب کے ساتھ ہی صبح صادق آجاتی ہے یا جہاں غروب شفق احمر کے بعد ایک یا دو منٹ یا اس سے کم وقفہ سے صبح صادق ہو جاتی ہے ان خطوں میں رہنے والوں پر بھی نماز عشاء فرض ہے اور بہ نیت قضا بعد طلوع صبح صادق پڑھیں کما سبق۔ اور اگر مطلق نیت سے پڑھیں تو بھی صحیح ہے۔
 (۷) جب وہ نماز بطور قضا پڑھنی ہے تو اس سلسلے میں اختیار ہونا چاہیے کہ قبل نماز فجر یا بعد نماز فجر جب چاہے پڑھے کیوں کہ قضا نمازوں کے لیے صاحب ترتیب کے علاوہ دوسرے لوگوں کے لیے کوئی وقت متعین نہیں ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لیس للقضاء وقت معین بل جميع اوقات العمر وقت له الاثلاثه“ (۵)

مگر بہتر یہ ہے کہ نماز فجر سے پہلے پڑھی جائے تاکہ چوبیس گھنٹے میں پنج وقتہ نماز ادا کرنے والوں میں یک گونہ شمولیت رہے اور اگر کوئی صاحب ترتیب ہے تو اسے بدرجہ اولیٰ اس کا لحاظ رکھنا لازم ہوگا کہ پہلے نماز عشاء

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۴۵

(۲) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۲۲۶

(۳) الفتاویٰ التاتاری خالیۃ، ج: ۱، ص: ۴۰۴

(۴) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۸

(۵) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۲۱

پڑھے پھر نماز فجر ادا کرے۔

ان عظیم اور اہم مسائل کے لیے ”شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف“ نے سمینار منعقد کیا اور بعد تحقیق یہ فیصلہ صادر کیا۔

(۱) باتفاق مندوبین یہ طے پایا کہ دنیا کے جن علاقوں میں نماز عشاء کا وقت نہیں ملتا وہاں کے مسلمانوں پر بھی نماز عشاء فرض ہے۔

(۲-۳) اصل حکم یہ ہے کہ ان مقامات پر نماز عشاء کی قضا کی جائے مگر تصریحات فقہاء میں اس کا ذکر نہیں کہ کب قضا کی جائے۔ مندوبین کرام نے بحث و تمحیص کے بعد یہ طے کیا کہ جو لوگ قول صاحبین کے مطابق بعد غروب شفق احمر نماز عشاء پڑھ لیتے ہوں انہیں اصل حکم یعنی دربارہ وقت عشاء قول امام اعظم بتا دیا جائے اور اگر بتانے کے باوجود نہ مانیں تو ان سے تعرض نہ کیا جائے۔

(۴) اگر لوگوں نے ان مقامات پر قول صاحبین پر عمل کرتے ہوئے نماز عشاء پڑھ لی تو ان کے ذمہ سے قول صاحبین کے مطابق فرض ساقط ہو جائے گا۔ اور اس نماز کے اعادہ کا حکم نہ ہوگا۔

(۵) ان مقامات پر شفق ابیض یا طلوع صبح صادق کے بعد نماز عشاء پڑھنے کے لیے قضا یا ادا کی نیت کرنے کی ضرورت نہیں، مطلق نیت کافی ہے۔ (۱)

هذا ما تيسر لي ان كان حقا فمن الرحمن

وان كان باطلا فمني ومن الشيطان

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جمد اشاہی، بستی

فاسق اور نابالغ کی اذان کا حکم

مسئلہ اذ: محمد صدیق، مقام ہنوت، ضلع رام بن، صوبہ کشمیر
کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام و دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ وہ شخص جو اپنی داڑھی حد شرع نہ رکھتا ہو اور وہ بچہ جو ابھی حد بلوغت کو نہ پہنچا ہو ایسے حضرات اگر اذان دیں تو اس اذان کا کیا حکم ہے، قرآن و حدیث سے مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حد شرع یعنی ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا خواہ منڈانا یا کترانا، ناجائز و حرام ہے اور ایسا کرنے والا فاسق ہے۔ در مختار میں ہے ”یحرّم علی الرجل قطع لحیتہ“ (۱)
اور فاسق کی اذان مکروہ ہے اگر کہہ دے تو بہتر ہے کہ اس اذان کو دہرایا جائے۔
نحو الخالق میں ہے:

(قوله ینبغی ان لا یصح اذان الفاسق اه) کذا فی النہر ایضا و ظاہرہ انہ یعاد و قد صرح فی معراج الدرایۃ عن المجتبیٰ انہ یکرہ ولا یعاد اه (۲)
اور بہار شریعت میں ہے فاسق اگر چہ عالم ہی ہو اور نشہ والے اور پاگل اور نا سمجھ بچے اور جب کی اذان مکروہ ہے ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔“ (۳)
اور جو بچہ اپنی حد بلوغ کو نہ پہنچا۔ اگر سمجھدار ہے جس کا معیار یہ ہے کہ لوگ اس کی اذان سن کر یہ نہ سمجھیں کہ مکمل کر رہا ہے تو اس کی اذان درست ہے۔ رد المحتار میں ہے

”یصح اذان الكل سوى الصبي الذي لا يعقل لان من سمعه لا يعلم انه مؤذن بل يظنه يلعب بخلاف الصبي العاقل.“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۳ھ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۲۶۱

(۲) منہج الخالق علی البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۶۴

(۳) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۳۱

(۴) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۶۴

اذان ثانی کہاں ہو؟

مسئلہ ازی: سید محمد کرم برکاتی، مقام شاہی محبوب نگر چن پٹن، ضلع رام نگر، بنگلور کرناٹک

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم و رواج پر اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسوم و رواج پہاڑا رہنا؟

(۲) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ مردہ سنت زندہ کریں اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟

(۳) نئی بات یہ ہے کہ اگر کہا جائے کہ اذان ثانی امام کے سامنے مسجد کے اندر پڑھنا سنت کے خلاف ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں زمانے سے یہی رواج ہے اور کہتے ہیں کہ پہلے جامع مسجد میں باہر اذان ثانی ہوگی تو ہمارے یہاں بھی باہر ہوگی نہیں تو نہیں ہوگی۔ ایسے لوگوں کے بارے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) حضور سرور عالم سیدنا محمد عربی علیہ التحیۃ والثناء کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

”کان یؤذن بین یدئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة

علی باب المسجد وابی بکر و عمر“ (۱)

یعنی جب رسول اللہ علیہ الصلاۃ والسلام جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی اور ایسا ہی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں تھا۔

حدیث مذکور سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور مبارک میں بھی یہ اذان مسجد کے باہر ہی ہوتی تھی۔ بریں ہمارے ائمہ کرام نے مسجد کے اندر اذان دینے کو مکروہ اور ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ

فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ”لا یوذن فی المسجد“ (۱) یعنی مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

طحاوی علی مرآۃ الفلاح میں ہے: ”یکره ان یوذن فی المسجد۔“ (۲)

یعنی مسجد میں اذان مکروہ ہے۔

ان تمام تصریحات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ اذان کا مسجد کے باہر ہونا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی سنت اور ارشادات ائمہ دین کے مطابق ہے اور مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت اور ممنوع و مکروہ ہے لہذا سنت کو چھوڑ کر رسم و رواج کو پکڑنا سراسر غلط ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ خلاف سنت کام سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

”احیائے سنت علما کا تو خاص فرض منجہی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لئے حکم عام ہے۔ ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی اپنی مساجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سو سو شہیدوں کا ثواب بھی اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا ہے کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے۔ یوں ہو تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے۔ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتنی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ الٹا اعتراض کہ تم سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَذَرُوا زُرَّةَ وَذُرَّ أُخْرٰی﴾ (۴)

یعنی اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (کنز الایمان)

اور فرماتا ہے: ﴿وَأَنْ لَّیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰی﴾ (۵)

یعنی اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش (کنز الایمان)

ان آیات کریمہ سے درس ملتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہئے کیوں کہ ہر ایک کے گناہوں کا بوجھ اسی پر ہوگا۔ دوسرا ذمہ دار نہ ہوگا لہذا کسی شخص کا یہ کہنا کہ غلط کام سے جب فلاں رکے گاتب میں رکوں گا یہ سراسر غلط بات ہے اور شان ایمان کے خلاف ہے۔ مسلمانوں کو ایسے نظریے سے توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم تادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰/شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

(۱) الفتاویٰ الخالیۃ مع الہندیۃ، ج: ۱، ص: ۷۸

(۲) الطحاوی علی مرآۃ الفلاح، ج: ۱، ص: ۱۰۷

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۲۱، ص: ۸۴

(۴) سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۱۴

(۵) سورۃ النجم، آیت: ۳۸

اقامت میں کب کھڑے ہوں

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت کجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

”جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہابی لوگ تکبیر سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں جب ان کو روکا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے کہ تکبیر کہنے والا جب ”حی علی الفلاح“ پر پہنچے تب کھڑا ہونا چاہئے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارکہ سے نماز کے لئے اس وقت باہر نکلتے تھے جب مکبر حی علی الفلاح“ پر پہنچتا تھا یہ سن کر وہابی جھگڑے پر اتر آتے ہیں اور سنیوں سے حوالہ دیتے ہیں کہ کس کتاب میں ایسا لکھا ہوا ہے؟ کیا پہلے کھڑے ہونے سے نماز نہیں ہوتی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر امام و مقتدی سب موجود ہوں تو تکبیر کھڑے ہو کر ثنا مکروہ و ممنوع ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ سب تکبیر بیٹھ کر سنیں پھر جب مکبر ”حی علی الفلاح“ پر پہنچے تو کھڑے ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المودن

قوله حي على الفلاح۔“ (۱)

رد مختار میں ہے: ”دخل المسجد والمودن يقيم قعد۔“ (۲)

رد المحتار میں ہے: ”يكره له الانتظار قائما ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المودن حي على

الفلاح۔“ (۳)

عمدة الرعايہ میں ہے: ”اذا دخل المسجد يكره له انتظار الصلاة قائما بل يجلس في

موضع ثم يقوم عند حي على الفلاح وبه صرح في جامع المصنوعات۔“ (۴)

(۱) الفتاوى العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۵۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۳) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۴) عمدة الرعايہ حاشیہ شرح الولائیہ، ج: ۱، ص: ۱۳۶

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”يقوم الامام والقوم اذا قال المودن حي على الفلاح عند علمائنا الثلاثة هو الصحيح.“ (۱)

موطا امام محمد میں ہے: ”يسبغى للقوم اذا قال المودن حي على الفلاح ان يقوموا الى الصلاة فيصفوا ويسووا الصفوف.“ (۲)

ان تمام ارشادات عالیہ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ امام و مقتدی کو ”حي على الفلاح“ پر کھڑا ہونا چاہئے۔ افسوس صد افسوس ہے وہابیوں اور دیوبندیوں پر کہ اس قدر واضح اور روشن عبارات ائمہ دین و ارشادات علمائے کرام کے ہوتے ہوئے لڑتے جھگڑتے اور فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اگر انہیں ائمہ کرام اور علمائے اسلام کے ان اقوال کا اعتبار نہیں تو کم از کم اپنے دینی پیشواؤں کی سنیں ان کے ایک مولوی صاحب کی کتاب مفتاح الجہیزم ۳۳ پر ہے کہ جب اقامت میں ”حي على الفلاح“ کہے تب امام اور سب لوگ کھڑے ہو جائیں۔

اور راہ نجات ص ۱۴ پر ہے کہ ”حي على الصلوة“ کے وقت امام اٹھے۔ ان عبارتوں کے باوجود اگر اب بھی وہابی سنیوں سے اس مسئلہ پر لڑیں تو ان کی حد درجہ جہالت و ہٹ دھرمی ہوگی۔ رب قدیر انہیں ہدایت بخشنے۔

اور چونکہ کراہت صرف تکبیر کھڑے ہو کر سننے میں ہے اور تکبیر داخل نماز نہیں ہے اس لئے نماز میں کوئی غل نہ آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۲/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

(۱) الفتاوى العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۵۷

(۲) الموطا للامام محمد، ص: ۸۹

باب صفة الصلاة

طريقة نماز کا بیان

تکبیر تحریر کے علاوہ رفع یدین نہ کرنے کی تفصیل

مسئلہ از: محمد ذہیب رضوی کوکن مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف اس مسئلہ میں کہ نماز میں تکبیر تحریر کے وقت رفع یدین کیا جاتا ہے مگر غیر مقلدین تکبیرات انتقال میں بھی رفع یدین کرنے کو کہتے ہیں احناف کا موقف حدیث سے واضح فرمائیں نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذہب حنفی میں نماز کے لئے تکبیر تحریر کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے گا اس کے علاوہ رفع یدین کرنا منع ہے چنانچہ امام ترمذی شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں

”عن علقمة قال قال عبد الله الاصلی بکم صلوة رسول الله ﷺ فصلی فلم یرفع یدیه

الافی اول مرة وفي الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن وہ یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وهو قول سفیان واهل

الکوفة (۱)

یعنی حضرت علقمہ سے مروی ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں پھر نماز ادا کی تو پہلی بار (تکبیر تحریر) کے علاوہ رفع یدین نہ کیا۔

اس باب میں براء بن عازب سے بھی روایت ہے امام ترمذی فرماتے ہیں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور نبی کریم علیہ السلام کے صحابہ اور تابعین میں سے بہت سے اہل علم اسی کے قائل ہیں سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے

اور امام ابن شہیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

”عن عبد اللہ بن مسعود قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ وابی بکر و عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہما فلم یرفعوا یدہم الا عند (العکبرۃ الاولیٰ فی) الفتح الصلوۃ“ (۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی ان حضرات نے شروع نماز یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔

اور سیدنا امام طحاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں

”عن المسیرۃ قال قلت لابراہیم حدیث والی اللہ راٰی النبی ﷺ یرفع یدہ اذا فتح

الصلوۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الركوع فقال ان کان والی راہ مرة یفعل ذلک فقد راہ عبد اللہ خمسين مرة لا یفعل ذلک“ (۲)

یعنی مغیرہ سے مروی ہے میں نے ابراہیم نخعی سے وائل کی حدیث کے متعلق پوچھا کہ انھوں نے نبی کریم علیہ السلام کو رفع یدین کرتے دیکھا جب کی نماز شروع کرتے تھے اور جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے تو ابراہیم نے فرمایا کہ اگر وائل نے حضور ﷺ کو ایک مرتبہ رفع یدین کرتے دیکھا تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے آپ کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا ہے۔

ان احادیث مبارکہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ تکبیر اولیٰ کے وقت ہی رفع یدین کرنا سنت رسول پاک اور طریقہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے باقی تکبیرات یا ارکان کے ادا کرتے وقت رفع یدین نہیں کیا جائے گا اور جن احادیث میں تکبیر اولیٰ کے علاوہ میں رفع یدین مذکور ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے جو بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ حمد اشاہی بستی

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) المصنف لابن ابی شہیہ ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۲) شرح معالی الآثار باب العکبرۃ للکرم ج: ۱، ص: ۱۶۲

کیا نماز میں ہاتھ نواف کے نیچے باندھنے کا ثبوت ہے؟

مسئلہ از: محمد شاداب، مہوہا، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلے میں کہ نماز میں ہاتھ نواف کے نیچے باندھا جاتا ہے کیا اس پر کوئی ثبوت ہے؟
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذہب حنفی میں نمازی کے لئے حکم ہے کہ بگیر تحریمہ کے بعد دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر نواف کے نیچے رکھے یہ طریقہ احادیث و آثار صحابہ سے منقول ہے اور اس میں تعظیم و تکریم کا زیادہ اظہار ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

”عن علقمة بن وائل بن حجر عن ابيه قال رأيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوۃ تحت السرة“ (۱)

اسی میں ہے:

”عن ابی جحیفہ ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة“ (۲)
الجوہر النقی میں ہے:

”عن ابی وائل قال قال ابوہریرۃ اخذ الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت السرة“ (۳)
ان تمام ارشادات سے واضح ہے کہ حالت نماز میں ہاتھ کو نواف کے نیچے رکھنا چاہئے اور یہی ائمہ احناف کا موقف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمہ جہد اشائی بستی

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) المصنف لابن ابی شیبہ ج: ۱، ص: ۳۹۰

(۲) المصنف لابن ابی شیبہ ج: ۱، ص: ۳۹۱

(۳) الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی، ج: ۲، ص: ۳۱

مسئلہ رفع یدین

مسئلہ ۱۵: ساجد علی فوری ولد فیاض احمد، بلہاڑ پورہ، سکونت محلہ بھجن، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ رفع یدین کرنے کا حکم کہاں سے ہے؟
قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا حکم ہے اس کے علاوہ نہیں ہے۔ جو لوگ کرتے ہیں ان کا
موقف صحیح نہیں ہے کہ وہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

”عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرۃ ثم

لا یعود“ (۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صرف
پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب، والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

نماز میں جہر و سر کیڑوں؟

مسئلہ ۱۶: نور الزماں، مصباح العلوم، بدھائی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: چار رکعت نماز فرض میں
دو رکعت کیوں بلند آواز سے پڑھتے ہیں، اور دو رکعت کیوں آہستہ پڑھتے ہیں، اور دو بھری اور دو خالی کیوں
پڑھتے ہیں؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین عظام سے اسی طرح منقول ہے۔ علامہ ”ابن ہمام“ قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ثم المصلي ان كان اماماً يجهر في الفجر، وفي الركعتين الاولين من المغرب والعشاء، ويخفي في الاخرين هذا هو المأثور المتوارث المنقول عن النبي عليه الصلوة والسلام والصحابة والتابعين“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

تکبیر تحریمہ کے وقت عورتیں کیسے اور کہاں تک ہاتھ اٹھائیں؟

مسئلہ از: محمد شاہ عالم قادری عطاری مدرسہ غریب نواز محلہ فتح نگر راولپنڈی، ضلع جہلم، مہاراشٹر
علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں۔

(۱) عورتوں کو تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ کیسے اور کہاں تک اٹھانا چاہیے؟ ہتھیلیوں کے پیٹ کس رخ پر ہونا

چاہیے؟ بینوا توجروا معہ الحوالہ؟

(۲) عورتوں کو کن کن اوقات میں مردوں کی نماز باجماعت ہونے کا انتظار کرنا پڑے گا، اگر اول ادا کرے تو

کوئی کراہت ہے کیا؟

(۳) عورتوں کے چھدے ہوئے ناک میں پانی وضو کرتے وقت پہنچانا ضروری ہے کیا؟

(۴) عورتیں اذان میں ”اشہد ان محمداً رسول اللہ“ سننے کے بعد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر

انگوٹھا چوم کر آنکھوں سے لگا سکتی ہیں کیا؟

برائے کرم فوری طور پر جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مذکورہ میں عورتیں کاندھوں تک ہاتھ اٹھائیں گی۔ ہاں انگوٹھوں کو شانے سے پھکنے کا حکم نہیں

ہے۔ ہتھیلیاں چھاتی کے مقابل رہیں، اور ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ کی جانب رکھنی چاہیے، اور انگلیاں

پھیلا لیں۔ چنانچہ علامہ ”علی“ قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”واما المرأة فانها ترفع يديها عند التكبير حذاء ثديها، بحيث تكون رؤس اصابعها حذاء منكبيها لان ذلك استرلها وامرها مبني على الستر“ (۱)
اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

”مرد و عورت میں یہی فرق ہے کہ مرد کان کی حد تک ہاتھ اٹھائے گا۔ عورت شانوں تک اس طرح کہ انگلیاں شانوں تک اٹھیں۔ ہتھیلیاں چھاتی کے مقابل رہیں۔ ہاتھ اٹھاتے وقت ہتھیلیاں قبلہ جانب کرنی چاہیے، اور انگلیاں پھیلا لے، اور بلند رکھنی چاہیے۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) صورت مذکورہ میں عورت اگر نماز کا وقت ہونے پر مردوں کی جماعت سے پہلے نماز پڑھ لے تو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ مردوں کی جماعت کا انتظار ان پر لازم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
(۳) اگر سوراخ بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے، اور اگر تنگ ہے تو پانی ڈال کر تھک کو حرکت دے تاکہ پانی سوراخ میں بہہ جائے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی اعظمی“ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:
”تھک کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے۔ اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں تھک کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) اذان میں ”اشھد ان محمد رسول اللہ“ سن کر انگوٹھا چومنا اظہار عقیدت و محبت اور تعظیم کے لیے ہے۔ لہذا اس حکم میں ہر مؤمن خواہ مرد ہو یا عورت شامل ہے۔ نام اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سن کر عورت بھی انگوٹھا آنکھوں سے لگا سکتی ہے۔ حدیث شریف ہے جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ”اشھد ان محمد رسول اللہ“ پر اپنے انگوٹھوں کو آنکھوں سے لگایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
”من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی“ (۴) یعنی جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا تو اس کو میری شفاعت حلال ہوگئی۔

اس میں کلمہ ”من عام“ ہے جو مرد و عورت سب کو شامل ہے۔ اس لیے عورتیں بھی نام پاک سن کر انگوٹھا آنکھوں

(۱) غیۃ المستملی، ص: ۳۹۳

(۲) فتاویٰ مصطفویہ، ترتیب جدید، ص: ۲۱۴

(۳) بہار شریعت، کتاب الصلوۃ، ج: ۱، ص: ۱۴

(۴) المقاصد الحسنۃ، ص: ۳۸۴

سے لگا سکتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدس اللہ الرضوی غفرلہ

۱۳۱۲ھ جب المرجب ۱۳۲۲ھ

۱۳۱۲ھ جب المرجب ۱۳۲۲ھ

تکبیرات انتقال کیسے کہے؟

مسئلہ ۱۵: سید محمد ضیاء الدین عارف حامدی حسینی قادری، سجادہ نشین درگاہ حضرت سید محمد قاسم پیر مخدومی، حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ، ٹی بی پی منیر آباد، ڈیام، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید امام اور بکر مقتدی جب زید رکوع میں پہنچے تو ”اللہ اکبر“ کہاں ختم کرے؟ ویسے ہی پوری نماز کی تفصیل اور بکر زید کی اقتدا میں کب رکوع میں جانا شروع کرے؟ ویسے ہی پوری نماز میں اگر زید سے پہلے پہلے ارکان کو ادا کرے تو ایسی نماز جو بکر کی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی نماز جو زید ادا کر رہا ہے جس میں مکروہ ہونے کا احتمال ہے کیا یہ نماز لوٹائی جائے یا یہ نماز ہوگئی؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید ”اللہ اکبر“ کہتا ہوا رکوع میں جائے اور رکوع میں پہنچ کر تکبیر ختم کرے، جیسا کہ حضور صدر الشریعہ مفتی ”امجد علی اعظمی“ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”بہتر یہ ہے کہ ”اللہ اکبر“ کہتا ہوا رکوع کو جائے یعنی جب رکوع کے لیے جھکنا شروع کرے تو اللہ اکبر سے شروع کرے اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کرے۔“ (۱)

اور ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے:

”یکون ابتداء تکبیرہ عند اول الخروار والفراغ عند الاستواء للرکوع کذا فی

المحیط“ (۲)

اسی طرح تمام تکبیرات انتقالیہ میں کرے۔ مقتدی اگر امام سے پہلے کوئی رکن ادا کرے اور پھر امام کے ساتھ یا امام

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۸۱

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۷۴

کی ادائیگی کے بعد وہ رکن ادا نہ کرے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ جیسا کہ ”بہار شریعت“ میں ”درمختار“ کے حوالہ سے ہے۔
 ”جو چیزیں فرض ہیں ان میں امام کی متابعت مقتدی پر فرض ہے۔ یعنی ان میں کا کوئی فعل امام سے پہلے ادا کر چکا، اور امام کے ساتھ، یا امام کے ادا کرنے کے بعد ادا نہ کیا، تو نماز نہ ہوگی۔“ (۱)

اور جو نماز مکروہ شئی کے ساتھ ادا کی جائے تو اگر وہ مکروہ تنزیہی ہے تو نماز کا اعادہ بہتر ہے، اور اگر مکروہ تحریمی ہے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔ چنانچہ درمختار مع الشامی، میں ہے

”کل صلوٰۃ اذیت مع کراہۃ التحريم تجب اعادتها“ (۲)

یعنی ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

نوٹ: آپ نے ۷۸۶/۹۲ کے بغل میں ”ص“ لکھا ہے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۷ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

کیا نماز میں صرف ”والتین“ پڑھنا صحیح نہیں

مسئلہ از: محمد انتظار عالم قادری، پوسٹ گاچھپارہ، تھانہ ضلع کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

زید کا کہنا ہے کہ اس نے کسی سنی صحیح العقیدہ عالم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد صرف ”سورہ والتین“ نہیں پڑھنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص پڑھ لے تو سورہ ”والتین“ کے ساتھ کوئی اور سورت ملائے ورنہ نماز نہیں ہوگی اور کہتے ہیں کہ اس بارے میں مفتی اعظم ہند کا فتویٰ ہے۔

لہذا آپ مفتیان کرام عالم صاحب کے قول کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۳، ص: ۷۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ، ج: ۱، ص: ۷۰۳

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَقْرَءُوا مَا تَسْرِعُونَ الْقُرْآنَ﴾ (۱)

یعنی قرآن سے جو میرے آگے پڑھو۔ اس حکم کے ہوتے ہوئے کسی کا یہ کہنا کہ صرف سورہ ”واتین“ یا صرف فلاں سورت نہیں پڑھنی چاہئے محض غلط اور جہالت ہے۔ اگر زید سے واقعی کسی عالم نے کہا تو وہ عالم نہیں جاہل ہے، اور اگر زید خود اپنی طرف سے اس طرح کی بکواس کرتا ہے تو توبہ کرے اور بے تحقیق کسی حکم شرعی کو بیان کرنے سے باز رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی

۳ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

عورت سجدہ کیسے کرے؟

مسئلہ از: محمد حنیف راجستان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ عورت نماز ادا کرتے وقت سجدے کی حالت میں اپنے دونوں پیر کھڑا رکھے گی یا مردوں کی طرح پورا پنچہ زمین سے لگا دے گی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومبرہن جواب عطا فرما کر اجر عظیم کے مستحق ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فقہ الہند شارح بخاری ”مفتی شریف الحق امجدی“ علیہ الرحمہ فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۸۵ کے جدید حاشیہ

میں بہار شریعت حصہ سوم کی ایک عبارت نقل کر کے فرماتے ہیں:

”عورتوں کو سجدہ کرنے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے اس کے پیش نظر حالت سجدہ میں ان کا بچوں کا کھڑا رکھنا

ممکن نہیں اس لیے وہ سجدہ کی حالت میں پیروں کو داہنی طرف نکال لیں گی۔ (۲) لہذا صورت مسئلہ میں عورت

(۱) سورة المزمل، آیت: ۲۰

(۲) ملخصاً حاشیہ جدیدہ فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۸۵

مردوں کی طرح پنجہ کھڑا نہیں رکھے گی بلکہ داہنی سمت نکال کر سجدہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/۱۲/۱۴۲۲ھ

عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت

مسئلہ از: صدر و اراکین تحفظ اہل سنت کمیٹی ضلع کاروار

دریافت طلب امر یہ ہے کہ عمامہ شریف باندھ کر نماز پڑھنے کی جو فضیلت احادیث مبارکہ میں وارد ہے اس کے تعلق سے ارشاد فرمائیں کہ کیا صرف نماز جمعہ کے لیے عمامہ شریف باندھا جائے یا ہفتگانہ نماز کے لیے بھی اور عمامہ شریف باندھ کر نماز پڑھنے پڑھانے کا حکم شرع شریف میں صرف امام کو دیا ہے یا مقتدی حضرات بھی عمامہ باندھیں؟ اور امام عمامہ باندھ کر نماز پڑھائے مگر مقتدی نہ باندھے رہیں تو مقتدی کو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

حضور والا جواب سے مطلع فرمائیں تاکہ عمامہ شریف کی سنت کو اس کی فضیلت بتا کر عام کرنے میں ہمیں

آسانی ہو۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نماز جمعہ ہو خواہ دوسری کوئی نماز ہر نماز کے لیے عمامہ باندھنا سنت مستحبہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

”صلوٰۃ تطوع، او فریضة بعمامة تعدل خمساً وعشرين صلوٰۃ بلا عمامة، وجمعة بعمامة

تعدل سبعین جمعة بلا عمامة“ (۱)

بہار شریعت میں ہے:

عمامہ باندھنا سنت ہے۔ خصوصاً نماز میں کہ جو نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے اس کا ثواب بہت زیادہ

ہوتا ہے۔ (۲)

اور امام مقتدی سب کے لیے عمامہ باندھنا مسنون ہے جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھے یا پڑھائے عمامہ کی فضیلت

(۱) الجامع الصغیر: ج: ۱، ص: ۳۱۳

(۲) بہار شریعت، کتاب الحظر والاباحہ، ج: ۱۶، ص: ۵۵

اسی کو ملے گی۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ﴾ (۱) لہذا اگر صرف امام نے عمامہ باندھا اور مقتدیوں نے نہ باندھا تو مقتدیوں کو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت نہ ملے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

کیا قراءۃ متواترہ کے مطابق پڑھنا غلط ہے؟

مسئلہ از: محمد ہاشم خاں دارالعلوم علمیہ جہد اشاہی، بہتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ”بسم الاسم الفسوق“ جو سورہ حجرات میں ہے، جس میں صورت نقل کے قاعدہ کی وجہ سے اسم کے ہمزہ وصل کو قرآنہ حذف کر کے اس کا کسرہ لام تعریف کو دے کر قرأت متواترہ کے مطابق بسم الاسم الفسوق پڑھا جاتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ ایسا پڑھنا غلط ہے کیوں کہ اس طرح پڑھنے سے کلمہ مہمل ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ ”لا اسم“ کا لغت میں کوئی معنی نہیں ہے تو کیا قرأت متواترہ کے مطابق پڑھنے سے کوئی کلمہ غلط یا مہمل ہو جاتا ہے؟ کیا زید کا یہ قول کلام اللہ کی قرأت متواترہ سے انکار اور اس میں تحریف کے مترادف نہیں؟ کلام اللہ کا انکار یا اس کو غلط اور مہمل کہنے والے کے متعلق شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہوگا؟ واضح فرمائیں۔ عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید بے علم اور ناواقف ہے، اور آیت مذکورہ کے متعلق اس کا اعتراض اس کی جہالت پر دال ہے۔ مخدوم القراء حضرت قاری ضیاء الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

صورت نقل پہ مثل ”بسم الاسم الفسوق“ میں ہے: اس میں نقل ہیچ اس وجہ سے نہیں کہ ہمزہ وصل

ہے۔ اگر الاسم سے ابتداء کی جائے تو لا اسم الفسوق اور الاسم الفسوق دونوں جائز ہیں۔ (۲)

اور حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ قرأت متواترہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

”قرآن عظیم کی سات قرأتیں سب سے زیادہ مشہور و متواتر ہیں ان میں معاذ اللہ کہیں اختلاف معنی نہیں وہ

سب حق ہیں اور جس ملک میں جو قرأت رائج ہے، عوام کے سامنے وہی پڑھی جائے کہ لوگ ناواہمی میں انکار کریں گے

(۱) سورہ حم السجدہ، آیت: ۴۶

(۲) ضیاء القراءات، ص: ۱۳

اور وہ معاذ اللہ کفر ہوگا۔“ (۱) زید نے اپنی جہالت سے اس کا انکار کیا ہے۔ اس لیے توبہ واستغفار لازم ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”جو اپنی نادانگی کی وجہ سے کسی خاص قاعدے کا انکار کرے وہ اس کا جہل ہے اسے آگاہ و متنبہ کرنا

چاہیے۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱/ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

سورہ توبہ کے آغاز میں تسمیہ پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: ابو بکر برکاتی، جامعہ حنفیہ، رحمت گنج، گاندھی نگر، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کہتا ہے کہ ”سورہ توبہ“ کے شروع میں ”بسم اللہ“ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بکر کہتا ہے کہ: سورہ ”توبہ“ کے

شروع میں ”بسم اللہ“ پڑھنا جائز ہے۔ جب کہ بکر کا حوالہ ”بہار شریعت“ سے ہے۔ زید کہتا ہے کہ: سورہ ”توبہ“ کے

شروع میں ”بسم اللہ“ نازل نہیں ہوئی۔ جب نازل نہیں ہوئی تو لکھی بھی نہیں ہے۔ اس لیے پڑھنا درست نہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سورہ ”توبہ“ اگر سورہ ”انفال“ سے ملا کر پڑھی جائے تو اس کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھیں گے، اور اگر

سورہ ”توبہ“ ہی سے تلاوت کا آغاز ہوا تو ایسی صورت میں تعوذ و تسمیہ دونوں پڑھیں گے۔ چنانچہ غنیہ شرح معیہ میں ہے:

”لما ترک التسمیۃ فی سورۃ برآۃ..... ووصلھا بسورۃ الانفال إذا ما ابتداءھا فلیتعوذ

ولیات بالتسمیۃ“ (۳)

اسی طرح بہار شریعت میں بھی ہے (۴)

لہذا بکر کا بہار شریعت کے حوالہ سے یہ مسئلہ بتانا کہ ”سورہ توبہ“ کے آغاز میں ”بسم اللہ“ پڑھنا جائز ہے۔ صحیح

اور درست ہے۔ زید کا اصرار بیجا اور غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) بہار شریعت، کتاب الصلاة ج: ۱، ص: ۱۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، کتاب الصلاة ج: ۳، ص: ۱۱۹

(۳) غنیۃ المسعملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۲۹۵

(۴) بہار شریعت ج: ۳، ص: ۱۰۳

”حریص“ پر وقف کرنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد ہاشم، معلم دارالعلوم علیہ، جمد اشاہی، ہستی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حالت نماز میں ”لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص“ پر وقف کرتا ہے جب کہ وقف کے قاعدے سے اس جگہ وقف قبیح ہے تو زید حالت نماز میں ”حریص“ پر وقف کرتا ہے تو کیا نماز ہوگی یا نہیں۔ مفصل طور پر اس طرح کی آیتوں کا جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہر آیت پر وقف جائز ہے، اگرچہ آیت ”لا“ ہو، البتہ اگر وقف کرنے میں کہیں معنی میں تغیر فاحش ہو رہا ہے تو، قبیح ہے، مگر نماز بہر حال ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”إذا وقف فی غیر موضع الوقف أو ابتداء فی غیر موضع الابتداء إن لم یتغیر بہ تغیراً فاحشاً لا تفسد صلاته بالاجماع بین علمائنا ہکذا فی المحيط وان تغیر بہ المعنی تغیراً فاحشاً لا تفسد صلاته عند علمائنا وعند البعض تفسد صلاته والفتویٰ عدم الفساد لكل حال ہکذا فی المحيط“ (۱) اسی طرح بہار شریعت میں بھی ہے۔ (۲) زید کا ”حریص“ پر وقف اگرچہ بقاعدہ قرأت قبیح ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ

مساجد میں کرسیوں پر نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: منیر بھائی سیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) عام طور پر مساجد میں کرسی اور ٹیبل پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں اور یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اگر کرسی یا

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الصلاة، ج: ۱، ص: ۸۱

(۲) بہار شریعت، نماز کا بیان، ج: ۳، ص: ۱۶

ٹیبیل پر بیٹھ کر نماز نہ پڑھے تو فرش پر پلاٹھی مار کر پیشنا پڑے گا اور رکوع و سجود اشارے سے کرنے پڑیں گے اور کرسی ٹیبیل پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں تو رکوع و قیام میں کھڑے ہو کر دوسرے لوگوں کی طرح کر لیتے ہیں اور سجدے صرف اشارے سے کرتے ہیں کیا ایسے معذور حضرات کو کرسی ٹیبیل پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو جواز کی صورتیں معتبر حوالوں کی روشنی میں تحریر فرمائیں اور ناجائز ہے تو اس کی وجہ بھی تحریر فرمائیں۔

(۲) مسجد میں نمازی قرآن شریف پڑھتے ہیں اور لوگ کرسی ٹیبیل پر بیٹھے ہوتے ہیں تو کیا یہ قرآن کی بے

ادبی نہیں ہے؟

(۳) جس مسجد میں مقتدی کرسی ٹیبیل پر بیٹھ کر نماز پڑھتے ہیں وہاں کے امام اور متولی کی شرعی ذمہ داری کیا ہے؟

(۴) جو لوگ زمین پر بیٹھ سکتے ہیں کیا وہ کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) فرض و واجب و عیدین و سنت فجر میں قیام فرض ہے بلا عذر صحیح بیٹھ کر پڑھنے سے یہ نمازیں نہیں ہوں گی اور عذر شرعی کی تفصیل کرتے ہوئے صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ ”کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہو تا عذر نہیں بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ کھڑا نہ ہو سکے یا سجدہ نہ کر سکے یا کھڑے ہونے یا سجدہ کرنے میں زخم بہتا ہے یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے یا چوتھائی ستر کھلتا ہے یا قرأت سے مجبور محض ہو جاتا ہے یونہی کھڑا ہو تو سکتا ہے لیکن اس سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے۔ یا دیر میں اچھا ہوگا یا ناقابل برداشت تکلیف ہوگی تو بیٹھ کر پڑھے۔ اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگرچہ اتنا ہی کہ اللہ اکبر کھڑا ہو کر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑے ہو کر اتنا کہہ لے پھر بیٹھ جائے۔“ (۱)

ان مذکورہ حالات کے علاوہ زمین یا کرسی پر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی اور اگر قیام و رکوع و سجود پر قادر نہ ہو مگر زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو کرسی پر بیٹھ کر نماز تو ہو جائے گی مگر ایسا ہرگز نہ کرے بلکہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھے اور اس صورت میں رکوع و سجود اشارہ سے کرے۔ (۲)

اور اگر واقعی بیٹھ کر نماز پڑھنے میں کوئی عذر صحیح ہو تو کرسی پر نماز پڑھ سکتا ہے ایسی حالت میں ٹیبیل کی ضرورت نہیں کہ سجدہ اشارہ سے کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) قرآن پاک پیچے ہو اور لوگ کرسی پر بیٹھے ہوں یہ صورت یقیناً خلاف ادب و تعظیم ہے۔ سیدی اعلیٰ

حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”پڑھنے والے لڑکے زمین پر بیٹھتے ہیں قرآن مجید رعل پر یہ ان کے ہاتھوں میں ہے یا گود میں ہے اور یہ معلم وغیرہ ان سے اونچے بیٹھتے ہیں تو جب بھی سخت بدکار ناانجاریساں غبار مستحق عذاب ناروغضب جبار ہیں۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حسب استطاعت امام ومتولی کو چاہئے کہ کرسی پر نماز کے مسائل اور قرآن مقدس کی تعظیم اور اس کے احترام سے متعلق مسائل بتا دیں اور کرسی پر نماز پڑھنے والوں کو تاکید کریں کہ مسجد میں صرف ضرورت کی مقدار ہی کرسی پر رہیں اور کرسیاں آخری صف میں یا صفوں کے کنارے اغل بغل لگائیں تاکہ دیگر مصلی حضرات کے مابین کشادگی کم رہے اور بقدر امکان صفیں ملی رہیں اور قطع صف کی خرابی سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر کوئی ایسا معذور ہو کہ واقعی کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو اسے بیٹھ کر پڑھنے کا حکم ہے اور جس صورت میں بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہے کرسی پر بیٹھ کر بھی پڑھ سکتا ہے مگر نماز ایک عبادت ہے اور عبادت میں بندہ جتنی تواضع اور عجز و انکسار کرے بہتر ہے جبکہ کرسی پر بیٹھ کر پڑھنے میں ایک طرح کا ترفع پایا جاتا ہے اس لئے بیٹھ کر ہی پڑھے کرسی سے نیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۸ جمادی الآخرہ ۱۴۳۱ھ

مزار پر بنی چھت پر نماز پڑھنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد شبراتی علی قادری مسجد، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں
قادری مسجد بھٹوا محلہ خلیل آباد گورکھپور باہری روڈ سے متصل شہید بابا کا مزار ہے جس پر سلیپ پڑا ہوا ہے۔ زید کہتا ہے کہ اس کے اوپر نماز پڑھنا شہید بابا کی بے ادبی ہے لہذا نماز درست نہیں اور بکر کہتا ہے کہ مقبرہ کی چھت پہ نماز پڑھنا جائز ہے اس میں کوئی بے ادبی نہیں۔ فریقین میں کون حق پر ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوہاب اللہم ہدایۃ الحق والصواب

کسی مسلمان کی قبر پر چلنا پھرنا اس پر بیٹھنا، نماز پڑھنا جائز نہیں ہے لیکن اگر قبر کی چاروں طرف نیچے

سے دیوار کھڑی کر کے اس طرح چھت ڈھال دیں کہ چھت کا مچلا حصہ قبر سے نہ ملے بلکہ چھت اور قبر کے درمیان کچھ فاصلہ رہے تو ایسی صورت میں قبر کے اوپر بنی ہوئی چھت پر نماز جائز و صحیح ہے۔ امام اہلسنت مجددین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو محض مسجد سابق سے ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے۔ اس طرح کہ اس کے چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع نہ ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں۔“ اھ ملخصاً۔ (۱)

اس تفصیل سے قادری مسجد سے متصل مزار پاک کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب مزار پاک اور چھت کے درمیان فاصلہ ہے تو اس چھت پر نماز پڑھنا جائز و درست ہے اس میں صاحب مزار کی کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ لہذا زید کا قول غلط اور بکر کا قول صحیح اور حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹/ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

باب الامامة

امامت کا بیان

مشکوٰۃ شخص کی امامت کا حکم

مسئلہ او: مشتاق احمد قادری، لالہ ڈیہہ، پیپری پوسٹ داری چورہ، ضلع بلراپور، یوپی کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید ایک سنی مسجد کا امام ہے۔ جس پر دیوبندی کا شبہ ہے، اور خود امام اس بات کا مقرب بھی ہے کہ: میں پہلے دیوبندی تھا مگر اب اس سے تائب ہو چکا ہوں۔ اس امام کی اقتدا میں نماز پڑھنے والے دو قسم کے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو بلا کسی چون چرا کے آنکھ بند کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو نماز تو پڑھ لیتے ہیں، مگر اس کے حالات کو دیکھ کر غیر سنی ہونے کا شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ (امام ہو کر غیر سنی مثلاً وہابی دیوبندی سے رسم و راہ رکھنا وغیرہ) اور سوال کرتے ہیں کہ امام صاحب آپ دیوبندی معلوم ہوتے ہیں؟ تو اس کا وہی مذکورہ بالا جواب ہوتا ہے کہ: میں توبہ کر چکا ہوں جس کی نہ کوئی شہادت ہے، نہ خبر، آیا ایسی صورت میں اس کی توبہ قابل قبول اور معتبر ہے کہ نہیں؟ ایسا شخص توبہ کر لے تو کیا اسے فوراً مسلمان و امام مان لیا جائے کہ کچھ اس کے لیے آزمائش و امتحان بھی ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اپنے عقیدہ و عمل کے اعتبار سے مشکوک اور مشتبہ الحال معلوم ہوتا ہے۔ لہذا سنی ہرگز ہرگز اسے امام نہ بتائیں بلکہ اسے علاحدہ کر کے کسی سنی صحیح العقیدہ لائق امامت کو متعین کریں۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں ”دَعُ مَا يُرِیْتُکَ اِلٰی مَا لَا یُورِیْتُکَ“ (۱) یعنی شک و شبہ میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر بلا شک و الی چیز کو اختیار کرو، وہابی دیوبندی وہ مکار قوم ہے جن کے یہاں تقیہ آبا و اجداد سے چلا آ رہا ہے، تو کوئی تعجب نہیں ہے کہ زید نے اپنی دیوبندی کو چھپانے کے لیے توبہ کا مکر کیا ہو اس لیے علمائے دیوبند کی کفریہ عبارت اور علمائے اہل سنت کے فتاویٰ زید

کے سامنے پیش کیے جائیں گے اگر وہ علمائے دیوبند کی تکفیر کر کے علمائے اہل سنت کے فتاویٰ کی تصدیق کر دے اور دیوبندیوں سے راہ و رسم رکھنے سے تائب ہو کر سنی صحیح العقیدہ ہو جانے کا اعلان کر دے تو اب ایک زمانہ دراز تک اسے چھوڑ دیں اور اس کے حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیتے رہیں جب پورا یقین ہو جائے کہ وہ واقعی سنی صحیح العقیدہ ہو گیا ہے اور دیوبندیوں سے مکمل طور پر دور رہتا ہے اور تمام بد مذہبوں سے نفرت کرتا ہے تب اسے امام بنایا جاسکتا ہے۔ جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”الفاسيق اذا تاب لا تقبل شهادته ما لم يمض عليه زمان يظهر عليه التوبة“ (۱) یعنی فاسق جب توبہ کرے تو اس کی شہادت نہیں قبول کی جائے گی جب تک کہ اس پر ایک زمانہ نہ گزر جائے کہ اس کے توبہ کا اثر ظاہر ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

دیوبندی امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: اعجاز احمد، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ میں ایک سنی لڑکا ہوں یعنی اہل سنت و جماعت سے تعلق رکھتا ہوں اور یہاں پر اکثریت وہابیوں اور دیوبندیوں کی ہے اور تقریباً تمام مساجد پر انہیں کا قبضہ بھی ہے تو ان وہابیوں اور دیوبندیوں کی اقتدا میں میری نماز ہوگی یا نہیں اگر نہیں ہوگی تو جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے“۔ چنانچہ مولوی رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبٹھوی نے براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ ”امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا (۲)۔ ایک عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی نہیں ہیں۔ ان کے بعد بھی نبی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مولوی محمد قاسم

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الشہادۃ، ج: ۳، ص: ۲۶۸

(۲) براہین قاطعہ، ص: ۶

تا تو توئی تحذیر الناس میں لکھتا ہے کہ ”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہوتا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب سے آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔“ (۱) پھر اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔“ (۲) ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاگلوں بچوں اور جانوروں جیسا ہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں لکھا ہے کہ ”بعض علم غیب میں حضور کی کیا تخصیص ہے، ایسا علم تو زید، عمرو بکر بلکہ ہر مہی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات اور بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“ (۳) (معاذ اللہ رب العالمین) اور ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان اور ملک الموت کے علم سے کم ہے، جیسا کہ مولوی خلیل احمد انبٹھوی نے اپنی براہین قاطعہ میں لکھا ہے کہ ”شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے عاریت ہوئی۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے“ (۴) ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز مٹی میں مل گئے۔“ (معاذ اللہ رب العالمین) ان عقائد کفریہ کے علاوہ اور بھی دیوبندیوں کے کفری عقائد ہیں جن کے سبب مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، ہندو پاک اور دنیا کے سیکڑوں علمائے کرام اور مفتیان عظام نے دیوبندیوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے جس کی تفصیل فتاویٰ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں ہے۔

اور کافر و مرتد پر نماز ہی نہیں وہ تو مومنوں پر فرض کی گئی ہے۔ اِنَّ تَعَالٰی ارشاد فرماتا ہے ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ (۵)

اور جب خود دیوبندیوں کی نماز باطل ہے تو بھلا ان کے پیچھے کسی مسلمان کی نماز کیسے ہو سکتی ہے۔ لہذا جہاں سب مسجدیں دیوبندیوں کے قبضے میں ہوں تو وہاں یا تو الگ جماعت قائم کریں یا تنہا پڑھیں: ”هٰكَذَا قَالَ الْعُلَمَاءُ الْكِرَامُ لَا هِلَ السَّنَةِ وَالْجَمَاعَةُ كَثَرَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی وَهُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔“

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

(۱) تحذیر الناس، ص: ۳

(۲) تحذیر الناس، ص: ۲۸

(۳) حفظ الایمان، ص: ۸

(۴) براہین قاطعہ، ص: ۵۱

(۵) سورۃ النساء، آیت: ۱۰۳

صلح کلی یعنی دیوبندیوں کے رد پر ناراضگی ظاہر کرنے والے کی امامت کیسی ہے؟

مسئلہ اف: ہابر علی محلہ جامع مسجد پکتان گنج یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ:

زید اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ عالم دین بتاتا ہے اور سنی مسجد کا خطیب و امام ہے لیکن اس کے بعض قول و فعل سے کچھ مسلمان تردد کے شکار ہیں مثلاً

(۱) بد مذہبوں سے میل جول رکھتا ہے۔

(۲) عید گاہ میں ایک ندوی عالم نے تقریر کیا تو زید نے اس کی تعریف کی قبل اس کے ایک سنی حافظ نے تقریر کرتے ہوئے دیوبندیوں کے خلاف بات کی تو زید نے اس حافظ کے متعلق لوگوں کے درمیان ناراضگی کا اظہار کیا۔

(۳) ابھی چند دنوں پہلے دیوبندیوں کے مدعو کرنے پر ایک جلسہ میں مع عملہ شریک ہوا جہاں ایک دیوبندی عالم بھی موجود تھا زید نے اس سے سلام و مصافحہ کیا، غرض یہ کہ جو بھی عالم دین یا مقرر دیوبندی کے خلاف بات کرتا ہے وہ زید کی نظر میں برا ہے۔

(۴) قرآن خوانی کے تعلق سے کہتا ہے کہ جو لوگ قرآن خوانی کرواتے ہیں وہ سبھی معاذ اللہ ابو جہل کے بھائی اور تفتی ہیں اور عالم دین ہونے کے باوجود اپنے لڑکے کو دیوبندیوں کے مدرسہ میں تعلیم دلاتا ہے۔

(۵) خاص بات یہ کہ زید نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ مسجد کے ذمہ داران اور اکثر و بیشتر لوگوں کا مزاج ایسا بدل دیا ہے کہ لوگ اپنے آپ کو سنی کہنے کے باوجود دیوبندیوں کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں لیکن وہاں کے کچھ دردمند حضرات اس کے خلاف آواز اٹھانے کو تیار ہیں۔

لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس عالم دین کے اندر یہ ساری برائیاں پائی جائیں تو اس کا قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ اس کو جامع مسجد کا امام بنانا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کی اقتدا میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ دارالعلوم کا ذمہ دار بنانا صحیح ہے یا نہیں؟ ازراہ کرم دلیلوں سے مزین جواب مرحمت فرما کر اور اپنے مفید مشوروں سے نواز کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بد مذہبوں سے میل جول رکھنا جائز و حرام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَرْکُبُوا إِلَى الدِّینِ ظُلُمًا

فَتَمْسَکُمُ النَّارُ﴾ (۱)

حدیث شریف میں ہے: ”وایاکم وایاہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم“ (۲)

(۱) سورۃ ہود، آیت: ۱۱۳ (۲) الصحیح لمسلم ج: ۱، ص: ۱۵۰

ایک اور حدیث پاک ہے: ”ولا تلووا کلوہم ولا تشارہوہم ولا تناکحوہم واذا مرضوا فلا تمودوہم واذا ماتوا فلا تشہدوہم ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معہم“ (۱)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی عظمیٰ علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں

”وہابیوں سے میل جول ناجائز ہے حدیث میں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ایاکم وایاہم لا یصلونکم ولا یفتنونکم“ (۲)

مدنی عالم کی تقریر کی تعریف کرنا اسے عزت دینا اور دیوبندی کے رد پر ناراضگی ظاہر کرنا صلح کلیوں کا شیوہ ہے حضرت شیر پیشہ اہل سنت علامہ حشمت علی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”صلح کلی کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو بد مذہبوں بے دینوں پر رد و طرد سے اپنی ناراضگی ظاہر کرے اھ“ (۳)

قرآن خوانی کرانے والوں کو ابو جہل کا ناتی بتانا سخت ناجائز و حرام بلکہ منجر الی الکفر ہے کہ یہ قرآن خوانی کرانے والوں سے اظہار بیزاری ہے اور یہ بیزاری قرآن خوانی سے بیزاری پر دال ہے (معاذ اللہ رب العالمین) دیوبندی مدرسہ میں اپنے بچوں کو تعلیم دلانا حرام و گناہ ہے فتاویٰ رضویہ میں وہابیوں سے اپنے لڑکوں کو پڑھانے سے متعلق فرمایا ”حرام حرام حرام اور جو ایسا کرے بدخواہ اطفال و مبتلائے آغام“ (۴)

لوگوں کے مزاج کو اس طرح بدل دینا کہ وہ دیوبندیوں کے خلاف کچھ سننے کو تیار نہ ہوں یہ گمراہی کی دعوت دیتا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر زید کے اندر واقعی مذکورہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ عالم دین نہیں جاہل ہے، سخت فاسق و فاجر حرام کار، مستحق ناروغضب جبار ہے بلکہ اپنے قول و فعل سے صلح کلی اور بد مذہب معلوم ہوتا ہے زید کو امام بنانا یا کسی ادارہ کا ذمہ دار بنانا ناجائز ہے اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے غنیۃ المستملیٰ میں ہے: ”لو قدموا فاسقا یا ثمونا بناء علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریمہ۔ اھ“ (۵)

اور در مختار میں ہے: ”کل صلاة ادیت مع کراہۃ التحريم تجب اعادتها“ (۶)

(۱) کنز العمال، ج: ۱۱، ص: ۳۲۳

(۲) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۳، ص: ۳۶۸

(۳) رد صلح کلیت، ص: ۳۹۱ مطبوعہ اجمیر شریف

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۲۷

(۵) غنیۃ المستملیٰ، ص: ۴۷۵

(۶) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۳۰

زید پر فرض ہے کہ ان حرکات قبضہ اور افعال شنیعہ سے صدق دل سے توبہ و استغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کی ہر گاہ میں مادم ہوا کروہ اصلاح کرے اور آئندہ ان گناہوں نے کڑوتوں سے ہار رہے تو اس کی اقتدا کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ جہد اشاہی ہستی

۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

غیر سید اگر سید بنے تو اس کی امامت کیسی ہے؟

مسئلہ از: محمد نعیم اللہ دھیر چیک تاکہ، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید منصب امامت پر فائز ہے، منبر رسول اور اسلامی اسٹیج سے اپنے آپ کو سید کہتا ہے نیز اعلان بھی کروا تا ہے کہ میں سید ہوں، درحقیقت بکرزید کے سگے چچا کا لڑکا ہے جو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ زید سید نہیں ہے تو کیا زید کا امامت کرنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جو کذب بیانی کا مرتکب ہے جائز ہے کہ نہیں؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہمارے عرف میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی اولاد کو سید کہا جاتا ہے اگر زید نسل پاک حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نہیں ہے پھر بھی اپنے آپ کو سید کہتا ہے تو سخت مجرم و گنہگار بلکہ درحقیقت اپنی ماں پر بدکاری کی جہت لگانے والا فاسق و فاجر اور لعنت کا طوق پہنائے جانے کا حقدار ہے، حدیث پاک ہے:

”من ادعی البی غیر ابیہ لعلیہ لعنة الله والملئكة والناس اجمعین لا یقبل الله منه یوم

القیامة صرفا ولا عدلا“ (۱)

یعنی جو اپنے باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی اور سب فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔ زید اگر واقعی نسب کے اعتبار سے امین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں نہیں پھر بھی اپنے آپ کو سید کہتا ہے تو اس پر توبہ و استغفار لازم اور آئندہ خود کو سید کہنے سے اجتناب ضروری ہے اگر وہ ایسا کرے تو ٹھیک ورنہ اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی،

در مختار میں ہے:

”کل صلاة اہیت مع کراهة العصر لم تجب احادتها“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم القرآن ودرس دارالعلوم علیہ، جہاد شاہی، بہشتی

۴ رجب المرجب، ۱۴۳۶ھ

امامت کیلئے حنفی سے شافعی بننے والے اور وہابی کا نکاح پڑھانے والے کا حکم

مسئلہ از: مولانا عبد القادر برکاتی مقام امیر ڈی خلیع سندھ ودرگ، مہاراشٹر

کیا فرماتے علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) ایک سنی امام جس نے جان بوجہ کرایے شخص کا نکاح پڑھایا جس کا تعلق وہابی یا دیوبندی سے ہوتا معلوم ہے، ایسے شخص کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز یہ کہ لڑکاسنی ہے مگر لڑکی وہابی یا دیوبندی ہے تو اس صورت میں اس نکاح پڑھانے والے امام کا کیا حکم ہے؟

(۲) زید پہلے حنفی المسلک تھا لیکن پھر اس نے بعض شافع مصلیان کی طرف سے امامت کی پیش کش کئے جانے کے سبب شافعی مذہب اختیار کیا اور چند دنوں تک اسی مسلک کے مطابق نماز پڑھائی اور پھر بعد کو امامت ترک کر کے حنفی مذہب میں داخل ہو گیا اور دلیل میں کہتا ہے کہ چونکہ حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بھی بغرض امامت مسلک تبدیل فرمایا تھا تو میرا یہ فعل شریعت کے مطابق ہے نہ کہ مخالف۔ اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) زید کا یہ فعل از روئے شرع کیسا ہے؟

(۲) کیا مسلک تبدیل کرنے کی وجہ سے جو سوال میں مذکور ہے کیا وہ مسلک کی تبدیل کے حق میں عند

الشرع مقبول ہے؟

(۳) پھر اگر اس کا یہ فعل درست نہیں ہے تو اس درمیان اس کی اور دیگر شوافع مصلیان نے جو نمازیں اس

کی اقتدا میں ادا کی ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

(۴) کیا مسلک کی تبدیل کے جواز کی کچھ صورتیں فی زلمہ موجود ہیں؟ وہ کیا ہیں؟

(۵) پھر زید دلیل میں جو بات پیش کرتا ہے کیا وہ درست ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ بیٹو! تو جو رو۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) وہابی، دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہیں۔ اور مرتد کا نکاح کسی سے جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز

نکاح المرتد مع احد کذا فی المسبوط“ (۱)

لہذا لڑکا ہو یا لڑکی کسی وہابی، دیوبندی کا نکاح کسی سنی لڑکے یا لڑکی سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے اور جو امام جان بوجھ کر ایسا نکاح پڑھائے تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسکا بایکاٹ کر دیا جائے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کسی مقلد کا دنیوی غرض اور فائدہ کے لیے اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرنا شرعاً ناجائز و گناہ اور قابل سزا جرم ہے کیوں کہ اس طرح مذہب لہو و لعب اور کھیل تماشا بن کر رہ جائے گا جس کے مفاسد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ بحر العلوم علامہ عبدالعلی فرنگی محلی علیہ رحمۃ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں

”يَتَّبَعِي ان لا يكون الانتقال للتلهي فان التلهي حرام قطعاً في المذهب كان اولى غيره“ (۳)

اور فرماتے ہیں ”لا بد ان لا يكون اتباع الرخص للتلهي ولعل هذا حرام بالاجماع لان

التلهي حرام بالنصوص القاطعة“ (۴)

در مختار میں ہے: ”ارتحل الى مذهب الشافعي يعزر سراجية“ (۵)

اس کے تحت رد المحتار میں ہے:

”اي اذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعاً لما في التاتر خانية حكى ان رجلاً من

اصحاب ابى حنيفة خطب الى رجل من اصحاب الحديث انته في عهد ابى بكر الجوز جاني

(۱) الفتاوى العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورة الانعام، آیت: ۶۸

(۳) فوائد الرحموت شرح مسلم الفتوت، ج: ۲، ص: ۴۰۶

(۴) فوائد الرحموت شرح مسلم الفتوت، ج: ۲، ص: ۴۰۶

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۹۸

فہابی الا ان یترک مذہبہ فیقرأ خلف الامام ویرفع یدہ عند الانحطاط ونحو ذالک فاجابہ
فیزوجہ فقال الشیخ بعد ما سئل عن ہذہ واطرق راسہ النکاح جائز ولكن اخاف علیہ ان یمزج
ایمانہ وقت النزاع لانه استخف بمذہبہ الذی ہو حق عنده وترکہ لأجل جیفۃ منتنة“ (۱)
اسی میں ہے: ”فی القنیۃ لیس للعامی ان یتحول من مذہب الی مذہب و یتوی فیہ
الحنفی والشافعی“ (۲)

اسی میں ہے ”اما انتقال غیرہ من غیر دلیل بل لما یرغب من عرض الدنیا وشہوتہا فہو
المذموم الا ثم المستوجب للتادیب والعزیر لا رتکابہ المنکر فی الدین واستخفافہ بدینہ
ومذہبہ اھ“ (۳)

زید نے محض امامت کے لیے مذہب حنفی چھوڑ کر مذہب شافعی اختیار کیا اور پھر امامت ترک کر کے مذہب
حنفی میں داخل ہو گیا جس سے ظاہر ہے کہ اس کا یہ فعل سراسر تلبی و تشبی اور شریعت کو کھیل تماشا بنانا ہے جو ناجائز و حرام
ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) ماقبل کی تفصیل سے واضح ہو گیا کہ محض امامت کے لیے مذہب تبدیل کرنے کی ہرگز ہرگز اجازت
نہیں تبدیلی مذہب کے لیے ایسا عذر ناقابل قبول، غیر معتبر اور مردود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۴) زید مرتکب حرام ہو کر فاسق ہو گیا اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوتی ہے درمختار
میں ہے: ”کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتها“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) اگر کوئی شخص درجہ اجتہاد کو پہنچ جائے اور اپنے اجتہاد کے ذریعہ دوسرے مذہب کے دلائل قوی پا کر
اس مذہب کی طرف منتقل ہو جائے تو ایسے شخص کو اس کی اجازت ہے چنانچہ ردالمحتار میں تاتارخانیہ کے حوالہ سے ہے:
”ولوان رجلا برئ من مذہبہ باجتہاد وضح لہ کان محمودا ماجورا“ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) زید نے حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف غلط بات منسوب کی اس پر لازم ہے کہ
اس سے توبہ واستغفار کرے اور بارگاہ غوثیت مآب میں معافی کا طلبگار ہو، حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہی

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۵، ص: ۹۸

(۲) حوالہ سابق ص: ۹۹

(۳) حوالہ سابق ص: ۹۸

(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

(۵) ردالمحتار، ج: ۵، ص: ۹۸

تھے اور پھر اور کسی مسلک کو اختیار نہ فرمایا سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اس طرح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”یہ روایت صحیح نہیں حضور ہمیشہ جنہلی تھے اور بعد کو میں الشریعہ الکبریٰ تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا مذہب جنہلی کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے مطابق فتویٰ دیا کہ حضور محمدی الدین ہیں“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کلمہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد ورس دارالعلوم علمیہ، عہد اشاہی، بستی

۲۱ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

عورتوں کے بیٹھ کر دعا و تعویذ کرنے اور غلط قرأت کرنے والے کی امامت

مسئلہ از: محمد ظہیر رضا پرائس اسٹینڈ کا کبیر، ایم پی

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک سنی مرکزی جامع مسجد کا خطیب و امام ہے لجنہ عورتوں کے سامنے بیٹھ کر دعا و تعویذ کا کام کرتا ہے اس کی قوت سماعت بہت کمزور ہے، قرآن پاک مجھول پڑھتا ہے۔ نماز تراویح میں کیا پڑھتے ہیں کچھ سمجھ میں نہیں آتا ایک حافظ قرآن نے لقمہ دیا تو نہیں لیا بلکہ حافظ قرآن اور موجود تھے انہوں نے بھی تائید کی کہ لقمہ صحیح تھا مگر نہیں مانا، مسجد کا، نمازیوں کا، حافظ قرآن کا کسی کا خیال نہیں رکھا کیا حکم ہے ایسے امام پر؟

(۲) عید الفطر کی نماز کی دوسری رکعت کی چوتھی تکبیر میں رکوع کو چھوڑ کر سجدے میں چلے گئے جب مقتدیوں نے لقمہ دیا تب واپس ہوئے رکوع کے لیے بترتیب نماز مکمل کر دی سجدہ سہو نہیں کروایا مقتدیوں کی صورت حال یہ تھی کہ جب امام سجدے میں تھے تو مقتدی رکوع میں تھے اور جب امام رکوع کے لیے واپس ہوئے تو مقتدی سجدے میں چلے گئے فتنہ پیدا ہو چکا تھا انتشار ہو گیا تھا ایسے میں کیا نماز عید الفطر ہوئی؟ سوالات کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) کسی لجنہ عورت کو دیکھنے سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”لا تتبع النظرة النظرة

فانہا لک الاولیٰ ولیست لک الآخرة“ (۲)

یعنی ایک نگاہ پڑ جانے کے بعد دوسری نگاہ مست ڈالو کہ اچانک پڑ جانے والی پہلی نگاہ تمہارے لیے معاف ہے اور دوبارہ دیکھنا جائز نہیں۔ اور دیکھنے کے بارے میں مرد و عورت کا حکم یکساں ہے البتہ فقہاء کرام نے عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف دیکھنے کو جائز فرمایا ہے جب کہ شہوت کا خوف نہ ہو اور اگر خوف ہو تو اب بلا ضرورت و مجبوری لہجہ کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف بھی نظر جائز نہیں ہے ہدایہ میں ہے:

”لایسجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیۃ الا الی وجہہا و کفہا لقولہ تعالیٰ ولا ینبذین زینتہن الا ما ظہر منها“ (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”فان بکان لا یامن الشہوۃ لاینظر الی وجہہا الا مواضع الزینۃ الظاہرۃ منہن و ذالک الوجہہ و الکف فی ظاہر الروایۃ کذا فی الذخیرہ وان غلب علی ظنہ انه یشہی فہو حرام کذا فی الہنا بیع“ (۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”پردہ کے باب میں پیر و غیر پیر ہر جنسی کا حکم یکساں ہے جو ان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے فی السرا المختار تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بین الرجل لخوف الفتنة“ (۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام مذکور کا اجنبی عورتوں کو سامنے بیٹھا کر تعویذ و دعا کرنا اگر اس طور پر ہو کہ مکمل پردہ کے ساتھ چہرہ بھی چھپا ہوتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر چہرہ کھلا رہتا ہو اور امام بوجہ ضرورت و مجبوری ان کی طرف نظر کرتا ہو یا عمر کی اس منزل میں ہو نہ خوف فتنہ نہ ہو تو اس کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ صورتیں نہیں ہیں تو اب امام کا اس طرح سامنے بیٹھا کر دعا و تعویذ کرنا جائز نہیں ہے۔

تو سماعت کا کمزور ہونا کوئی گناہ اور جرم نہیں ہے کہ جس پر شرعی مواخذہ ہو اور قرآن پاک کی قراءت اگر اس طرح کی جائے کہ معنی فاسد ہو جائے تو ایسے امام کی اقتدار درست نہیں ہے اسی طرح اگر تراویح میں قرآن کریم پڑھنے میں سوائے ”یعلمون، تعلمون“ کے کچھ پتہ نہ چلے تو نماز نہیں ہوگی بہار شریعت میں ہے:

”آج کل کے اکثر حفاظ اس طرح پڑھتے ہیں کہ مد کا ادا ہونا تو بڑی بات ہے: ”یعلمون، تعلمون“ کے سوا کسی لفظ کا صحیح پتہ بھی نہیں چلتا نہ صحیح حروف کی ادائیگی ہوتی بلکہ جلدی میں لفظ کے لفظ کھا جاتے ہیں اور اس پر تقاضا ہوتا ہے کہ فلاں اس قدر جلد پڑھتا ہے حالانکہ اس طرح قرآن مجید پڑھنا حرام و سخت حرام ہے“ (۴)

(۱) الہدایہ کتاب الکراہیۃ، ج: ۳، ص: ۴۴۲

(۲) الفعاری العالمگیریۃ کتاب الکراہیۃ، ج: ۵، ص: ۳۲۹

(۳) الفعاری الرضویہ کتاب الحظر والا باحۃ، ج: ۹، ص: ۱۰۲

(۴) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۵۴۷

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: ”ہر حرف کو صحیح طور پر ادا کرنا لازم ہے اور ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے میں اگر معنی فاسد ہوتے ہیں تو نماز نہیں ہوگی“ (۱)

اور صحیح لقمہ دینے پر لقمہ دینے والے کا گریبان پکڑنا مسجد میں چیخنا چلانا اور صحیح لقمہ نہ لینا یہ سب ظلم و زیادتی اور ناجائز و گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَقْعُدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُقْعِدِينَ﴾ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”من آذى مسلماً فقد آذى اذانی ومن آذى اذانی فقد آذى الله“ (۳) لہذا اگر امام مذکور میں واقعی یہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ لائق امامت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (۲) اگر امام رکوع میں جانے کے بجائے سجدہ میں چلا گیا اور پھر لقمہ دینے کے بعد رکوع و سجدہ کیا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہے اگر سجدہ سہو نہیں کرے گا تو نماز پھر سے پڑھے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اذا سجد فی موضع الركوع اور کع فی موضع السجود او کرر رکنا او قدم الرکن او اخره ففي هذه الفصول كلها يجب سجود السهو“ (۴)

لیکن جمعہ وعیدین میں کثرت جماعت ہو تو سجدہ سہو نہ کرے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”السهو فی الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد الا ان مشائخنا قالوا لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنة کذا فی المضممرات ناقلاً عن المحيط“ (۵)

لہذا امام مذکور کی نماز ہوگئی، رہے مقتدی تو جن لوگوں نے امام کے ساتھ رکوع و سجدہ کیا یا امام کے رکوع و سجدہ کے بعد رکوع و سجدہ کر لیا تو ان سب کی بھی نماز ہوگئی رد المحتار میں ہے:

”وتكون المتابعة فرضاً بمعنى ان ياتی بالفرض مع امامه او بعده كما لو رکع امامه رکع معه مقارناً او معاً وشاركه فيه او بعد ما رفع منه فلو لم يركع اصلاً او رکع ورفع قبل ان يركع امامه ولم يعده معه او بعده بطلت صلاته“ (۶)

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۴۱

(۲) سورۃ البقرة آیت: ۱۹۰

(۳) کنز العمال، ج: ۱۶، ص: ۱۰۰

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ باب سجود السهو، ج: ۱، ص: ۱۲۷

(۵) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۲۸

(۶) رد المحتار باب صلاۃ الصلاۃ، ج: ۱، ص: ۳۳۸

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”اس (مقتدی) کا فعل فعل امام کے بعد واقع ہوا اگرچہ بعد فراغ امام فرض یوں بھی ادا ہو جائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں“ (۱)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

”امام کے سلام پھیرنے کے وقت جو لوگ رکوع و سجود میں تھے اگر انہوں نے بعد کے ارکان و واجبات نماز پوری کر کے سلام پھیر دیا تو ان کی نمازیں ہو گئیں“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ، جمہور شاہی، بستی

۲۳ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

مسئلہ از: مولانا ثابت علی قادری مصباحی موضع کری پوسٹ سکری، ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

کہ بکر جو کہ حافظ قرآن بھی ہے قاری قرآن بھی ہے بچوں کو بھی تعلیم دیتا ہے گاؤں کے باہر جہاں پڑھاتا ہے وہاں کے حالات غلطی ہیں لیکن جب گاؤں پر آتا ہے تو ایک وقت کی نماز نہیں پڑھتا ہے بلکہ صرف جمعہ کی نماز ادا کرتا ہے سو اتفاق کہ اس کے چچا کا انتقال ہوا تو اس نے نماز جنازہ پڑھائی تو کیا ایسے شخص کا امام بننا درست ہے؟ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) جو شخص بلا عذر شرعی جان بوجہ کرایک بھی وقت کی نماز چھوڑ دے وہ فاسق ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے

”اگر قصد اتضا کی اگرچہ اتفاق سے، تو فاسق ہو گیا“ (۳)

(۱) الفتاویٰ الرضویہ باب مفسدات الصلوٰۃ، ج: ۳، ص: ۳۰۸

(۲) الفتاویٰ امجدیہ باب مکروہات الصلاۃ، ج: ۱، ص: ۱۹۲

(۳) الفتاویٰ الرضویہ باب الامامۃ، ج: ۶، ص: ۵۳۵

تو جو شخص مستقل نماز پنج وقتہ کا تارک ہو وہ بدرجہ اولیٰ فاسق و فاجر اور سخت مجرم و گنہگار ہے اور فاسق معین کو امام بنانا جائز نہیں ہے غنیۃ المستملیٰ میں ہے: ”لو قد موافقاً یا لثمنون“ (۱)

رد المحتار میں ہے: ”هو كالمبتدع نكروہ امامتہ بكل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان كراهۃ تقدیمہ كراهۃ تحریم لما ذكرنا“ (۲)

لہذا بکر کا امام بنانا جائز ہے۔ اور نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ مستحق بادشاہ اسلام ہے وہ نہ ہو تو اس کا نائب وہ نہ ہو تو قاضی شریعت وہ نہ ہو تو امام محلہ بشرطیکہ زیادہ فضل رکھتا ہو ورنہ میت کا ولی ہے۔

در مختار میں ہے: ”ويقدم في الصلاة عليه السلطان ان حضرا ونائبه ثم القاضي ثم امام الحي مندوب فقط بشرط ان يكون افضل من الولي والا فالولي اولي كما في المجتبى ثم الولي اه“ (۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”اصحاب ولایت عامہ مثلاً سلطان اسلام یا اس کا نائب، حاکم شہر یا اس کا نائب، قاضی شرع جسے سلطان اسلام نے فصل مقدمات پر مقرر کیا یا اس کا نائب یہ لوگ ولی پر مقدم ہیں“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی، بستی

۲۹ رزی قعدہ ۱۴۳۶ھ

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۵۱۳

(۲) رد المحتار باب الامامة، ج: ۱، ص: ۴۱۴

(۳) الدر المختار مع رد المحتار کتاب الصلوۃ، ج: ۳، ص: ۱۱۲، ۱۱۳

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۷۴

وہابیوں کا نکاح پڑھانے والے کی اقتدا کرنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد یونس، شیخ محلہ مدار پور شہر مند سورا، ایم پی

کیا فرماتے ہیں رہبران اہل سنت مفتیان دین و ملت مسئلہ ذیل میں کہ: وہ قاضی جو صرف نکاح پڑھاتا ہے اور نکاح پڑھانے میں سنی، دیوبندی، وہابی و بدعتیہ سب کا نکاح پڑھاتا ہے۔ کیا ایسے قاضی کی اقتدا میں نماز ہو سکتی ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو قاضی جان بوجھ کر وہابی، دیوبندی کا نکاح پڑھاتا ہو وہ گمراہ، بد مذہب، سخت فاسق و فاجر اور ظالم ہے۔ ایسے کی اقتدا میں نماز ناجائز ہے۔ ”لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد رجب علیہم اہانتہ کما فی الغنیۃ وغیرہا“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۶ ربیع الاول شریف ۱۴۳۲ھ

بغیر اجازت نماز پڑھانا

مسئلہ از: محمد علاء الدین، رتن پور نیا سی شریف، کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید جو کہ عالم باعمل تھے۔ وہ تقریباً چالیس سال تک عیدین کی نماز پڑھاتے آئے اور انہوں نے اپنی زندگی میں خالد جو کہ عالم دین ہیں ان کو نماز پڑھانے کی اجازت دے دی۔ وہ تقریباً پندرہ سال سے عیدین کی نماز پڑھاتے آرہے ہیں۔ اسی درمیان لوگوں میں اختلاف ہوا۔ کچھ لوگ طیش میں آکر اپنے طور پر بکر جو کہ وہ بھی عالم دین ہے اسی کی اقتدا میں نماز پڑھنے لگے۔ ایک ہی عید گاہ میں دو جماعت ہونے لگی۔ پہلی جماعت کا امام بکر ہے جو غیر ماذون ہے اور دوسری جماعت کا امام خالد ماذون ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی جماعت کی نماز ہوتی ہے یا دوسری جماعت کی۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس سوال کا جواب مدلل طور پر کتابوں کے حوالہ سے مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید جو عالم باعمل ہے اور سالہا سال تک عیدین کی نماز کی امامت کرتا رہا تو ظاہر یہ ہے کہ وہ خود استحقاق امامت رکھتا تھا، یا عام مسلمانوں نے اسے مقرر کیا تھا۔ بریں بنا اب اس نے خالد کو جو مقرر کیا تو اس کا تقرر درست اور خالد نماز عیدین کے لیے شرعاً ماذون ہو گیا۔ لہذا خالد کی اقتدا میں ادا کی گئی نماز ہی صحیح اور درست ہے۔ بکر غیر ماذون کی امامت بالکل غلط اور نماز عیدین محض باطل ہوگی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”جمعہ وعیدین وکسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ حافظ، قاری، متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اول وہ سلطان اسلام ہو۔ ثانی جہاں سلطان اسلام نہیں وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علما ے دین کو ہے۔ ثالث جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بہ مجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں۔ بہ تعمیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں۔ اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی۔“ (۱)

چند سطر بعد فرماتے ہیں ”عوام کا تقرر بہ مجبوری اس حالت میں روا رکھا گیا ہے۔ جب امام عام موجود نہ ہو اس کے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

بدعقیدہ کی اقتدا کا حکم؟

مسئلہ از: ثار احمد، تمل ناڈو

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) ہمارے امام صاحب اس سال حج بیت اللہ کے لیے گئے تھے لیکن انہوں نے مسجد حرام اور مسجد نبوی کے

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۰۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۶۰۲

امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ ہمارے امام صاحب کا یہ فعل کیا ہے؟

(۲) تبلیغی، وہابی بدیوبندی امام کے پیچھے اہل سنت و جماعت کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا نماز پڑھنا کیا ہے؟

(۳) تبلیغی، وہابی، دیوبندی وغیرہ جیسا عقیدہ رکھنے والے لوگوں سے رشتہ کرنا کیا ہے۔ شرعی حکم تفصیل

سے ارسال فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مسجد حرام اور مسجد نبوی کے امام وہابی عقیدہ رکھتے ہیں، اور وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ صرف وہی مسلمان ہیں باقی دنیا بھر کے مسلمان کافر و مشرک ہیں، جیسا کہ مولوی حسین احمد ٹاٹوی سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ ”محمد بن عبد الوہاب (بانی وہابیت) کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و مقام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں۔“ (۱) اور جو کسی ایک مومن کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

”لیس من دعا رجلاً بالكفر او قال عدو الله وليس كذلك الا عاده عليه“ (۲) یعنی جو کسی کو کافر کہے یا دشمن خدا کہے اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر لوٹ آئے گا۔
در مختار میں ہے ”یکفر ان اعتقد المسلم کافراً به یفتی“ (۳) یعنی کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

تو جو دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھے اس کا حکم کتنا سخت ہوگا؟ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہابی عقیدہ رکھنے والے گمراہ اور بددین بلکہ بحکم فقہاء کافر ہیں۔

چنانچہ شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”آج کل مسلمانوں کی بد قسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی، عقائد کے اعتبار سے گمراہ بددین ہیں بلکہ جہود و مشابہ کے طور پر کافر۔ ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں، ان کے علاوہ دنیا کے سارے مسلمان کافر مشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹاٹوی نے اشہاب الثاقب میں لکھا ہے اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو بہت بڑی بات ہے۔ کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔“ (۴)

(۱) الشہاب الثاقب، ص: ۵۱

(۲) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۸۳

(۴) نزہۃ القاری، ج: ۳، ص: ۲۴۵

اور گمراہ بددین اور کافر و بد مذہب کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وان كان هوى لا يكفر صاحبه بجواز صلاة خلفه مع الكراهة والافلا“ (۱) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ وہابی امام کی اقتدا ناجائز ہے۔

شارح بخاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس لیے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا نہ پڑھنے کے برابر ہے بلکہ اس سے بدتر مفظی الی الکفر ہے۔“ (۲)

صورت مسئلہ میں آپ کے امام صاحب نے نجدی امام کی اقتدا نہیں کی تو انہوں نے حکم شرع پر عمل کیا اور بہت اچھا کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے جیسا کہ ان کے پیشوا ”مولوی اسماعیل دہلوی“ نے اپنے رسالہ ”یک روزہ“ میں لکھا اور ”مولوی خلیل احمد انیسٹروی“ نے اپنی کتاب ”براہین قاطعہ“ صفحہ ۶ پر لکھا اور ”مولوی یوسف تاولی“ استاذ دارالعلوم دیوبند نے لکھا کہ

”کیا علمائے دیوبند خدا کو قادر علی الکذب مانتے ہیں؟ جواب ان اللہ علی کل شئی قدید اور کذب و جھوٹ بھی شئی ہے۔ لاشئ نہیں ہے تو پھر قدرت ظاہر ہے۔“ (۳)

اور ان کا عقیدہ ہے کہ شیطان اور ملک الموت کا علم ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ چنانچہ مولوی خلیل انیسٹروی نے لکھا ہے کہ شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے۔“ (۴)

ایک عقیدہ یہ ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاگلوں، بچوں اور جانوروں جیسا ہے۔“ جیسا کہ اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ اگر ”بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔“ (۵)

ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی آ سکتا ہے جیسا کہ ”مولوی قاسم نانوتوی“ نے لکھا ہے کہ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۰۷

(۲) نزہۃ القاری، ج: ۳، ص: ۳۵۷

(۳) جواہر الفرائد شرح شرح عقائد مکتبہ تھانوی، دیوبند، ص: ۲۴۱

(۴) براہین قاطعہ، ص: ۵۱

(۵) حفظ الایمان، ص: ۸

”اگر بالفرض بعد زمانہ ہوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔“ (۱) ان کے علاوہ بھی بہت سے کفری عقائد دیوبندی مولویوں کی کتابوں میں بھرے ہوئے ہیں، جن کی بناء پر علمائے عرب و عجم نے دیوبندیوں و ہابیوں کے کفر و ارتداد کا حکم صادر فرمایا۔ تفصیل کے لئے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ دیکھیں اور تبلیغی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہی ایک شاخ ہے۔

لہذا سوال میں مذکور تبلیغی جماعت وہابی دیوبندی امام کے پیچھے کسی سنی کو نماز پڑھنا ناجائز و حرام بلکہ منجر الی الکفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وان كان هوى لا يكفر صاحبه تجوز الصلاة خلفه مع الكراهة والا فلا“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) اول دوم جواب سے واضح ہے کہ مذکورہ جماعتیں بد مذہب و گمراہ اور بد دین کافر و مرتد ہیں، تو یہ بھی ظاہر ہے کہ ان سے رشتہ کرنا، نکاح اور شادی کرنا سب ناجائز و حرام ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہو سکتا ہے، نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ مسلمان سے۔“ عالمگیری میں ہے: ”لا يجوز للمرتدان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

دیوبندی کی نماز کا حکم

مسئلہ از: حافظ محمد ضمیر الحسن بدھینی، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ: کوئی وہابی اگر سنی امام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

”باسمہ تعالیٰ وتقديس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر ہوتا ہے اور صحت نماز کے لیے ایمان شرط ہے۔

(۱) تحذیر الناس، ص: ۲۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۰۷

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۳۶۹

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ (۱)

اس لیے دیوبندی کسی کے پیچھے نماز پڑھے اس کی نماز نہیں۔ زید کا قول قاطع ہے، اسے توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

۳/ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ

جنس کا پیڑ صحیح نہ ہو تو اس کی اقتدا کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ ۱۵: عرفان رضا ہزاری باغ، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ اور عالم دین ہے، اور بستی میں سب سے بہترین قرأت کرتا ہے مگر اس کے باتیں پیر میں پیدا سنی نقص ہے، اگلا حصہ نہیں ہے، اور پیر گول ہے، اور صرف چٹکلی ہے اس کے باوجود صحیح چلتا پھرتا ہے، اور رکوع و سجود پر قادر ہے۔
بستی میں بکرہ کچھ لکھا پڑھا ہے جو کہتا ہے کہ زید کی اقتدا میں نماز درست نہیں ہے ”تو کیا بکرہ کی بات صحیح ہے، اور واقعی زید کے پیچھے لوگوں کی نماز درست نہیں ہوگی؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں بڑی مہربانی ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مستفسرہ میں بلاشبہ زید کی امامت جائز ہے، اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح و درست ہے جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو، اور اگر کوئی دوسرا عالم جامع شرائط امامت موجود ہو جب بھی زید کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے ایسے لکڑے کی امامت کے متعلق سوال ہوا جو صرف پیر کی انگلی زمین میں ٹکا سکتا ہے۔ بس آپ نے فرمایا ”اس کی امامت درست ہے“ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں مرقوم ہے۔ (۲) اس سے معلوم ہوا کہ لکڑا ہونا مانع امامت نہیں تو جب صرف قدم کا آدھا حصہ نہ ہو تو یہ بھی مانع امامت نہیں ہوگا۔ درختار میں ہے:

”صح اقتداء قائم باحدب وان بلغ حدہ الركوع علی المعتمد وکذا با عرج وغیرہ

اولیٰ“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلم احکم واطم۔

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۸/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

(۱) سورة النساء، آیت: ۱۰۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۳، ص: ۲۲۶

(۳) الدر المنہار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۹۶

وہابی کے پیچھے نماز پڑھنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ ۱۱: محمد شاداب رضا جعفر آباد، لہراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلے ذیل میں کہ: زید بیخ وقت نماز سنی امام کی اقتدا میں پڑھتا ہے، اور عیدین کی نماز وہابی امام کی اقتدا میں پڑھ لیتا ہے، اور اس سے اس کے بارے میں سوال کرنے پر جواب دیتا ہے کہ عید گاہ کو ہمارے آباؤ اجداد نے تعمیر کرایا ہے اس لیے ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اب زید کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ واضح فرمائیں کرم ہوگا۔ بیوا تو جو را
 ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اگر یہ جانتے ہوئے کہ وہابیوں دیوبندیوں نے ہمارے آقا محبوب کائنات حضور پر نور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے، وہابی امام کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے تو وہ مسلمان نہیں؛ کہ اس کے پیچھے نماز پڑھتا تو اس کو مسلمان سمجھا اور حضور علیہ التحیۃ والثناء کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے، اور اگر زید کو ان کے عقائد کفریہ کی خبر نہیں، صرف یہ جانتا ہے کہ یہ لوگ بد عقیدہ ہیں پھر بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو سخت گنہ گار ہے اور وہابی امام کے پیچھے پڑھی ہوئی سب نمازیں باطل ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو وہ مسلمان نہیں کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے، اور جس کو اس کی اصلاً خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ بد عقیدہ و بد مذہب ہیں۔ وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت گنہ گار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل و بیکار“۔ (۱)

پھر جب زید کے آباؤ اجداد نے عید گاہ تعمیر کرائی ہے تو زید بشرط اہلیت اس کا متولی ہوگا۔ اس بنا پر زید کے لیے لازم ہے کہ عید گاہ سے وہابی امام ہٹا دے اور کسی جامع شرائط امام کا انتخاب کرے، ورنہ وہ اور بھی مجرم ہوگا اور اگر کسی مجبوری کے تحت وہابی امام کو برخاست نہیں کر پاتا تو اس کی اقتدا سے باز آنا لازم اور توبہ و استغفار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

نماز فجر قضا کرنے والے کی اقتدا کا حکم

مسئلہ او: محمد عمر، موضع کڑری، ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ: زید کبھی بھی نماز فجر نہیں پڑھتا ہے۔ دیگر نماز پڑھتا ہے کبھی کبھی وہ بھی نہیں پڑھتا ہے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ فجر بھی پڑھا کیجیے تو ان کا بہانہ ہوتا ہے کہ گردہ خراب ہے۔ میں فجر قضا پڑھ لیتا ہوں۔ کیا مسلسل نماز فجر قضا پڑھنے والے کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

جو شخص قصد ایک وقت کی نماز چھوڑ دے وہ فاسق ہے۔

بہار شریعت میں ہے:

”اور جو قصد اچھوڑ دے اگرچہ ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے“ (۱)

جب ایک وقت کی نماز قصد ابلا وجہ شرعی چھوڑنے والا فاسق ہے تو جو ترک نماز کا عادی ہو وہ بدرجہ اولیٰ فاسق و فاجر مجرم و گنہ گار اور مستحق غضب جبار ہے، اسے امام بنانا جائز ہے، اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی ہے، جس کا لوٹانا واجب ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”مشنی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ

کراہۃ تحریم“ (۲)

اور علامہ ”علاء الدین“ ہکفی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

”کل صلاة ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتها“ (۳)

صورت مذکورہ میں اگر واقعی زید نمازوں کے چھوڑنے یا قضا کرنے کا عادی ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور پڑھی ہوئی نماز کا لوٹانا واجب ہے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۷/ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

(۱) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۰۰

(۲) الدر المختار، ج: ۱، ص: ۳۷۶

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۳۰

محض حافظ امام رکھنا کیا ہے؟

مسئلہ او: محمد مختار عالم، سورت، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

کچھ کاوش ایسے ہیں جہاں کے لوگ مسجدوں میں عالم امام نہیں رکھتے ہیں بلکہ حافظ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم کی کیا ضرورت۔ حافظ نماز پڑھا لیتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ عالم امام ہونا چاہیے تاکہ دین کی باتیں بتائے اور گمراہ فرقوں کا رد کرے۔ اس لیے کہ عالم امام نہ ہونے کی وجہ سے بہت لوگ وہابی بن گئے۔ وہابیوں سے بچنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کریں۔ کس قسم کے امام رکھیں؟ جواب عطا فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

تجربہ یہ ہے کہ عموماً محض حافظ نہ مسائل طہارت و نماز صحیح طریقہ پر جانتے ہیں اور نہ دیگر احکام شرع سے واقف ہوتے ہیں اور عقائد کے معاملہ میں بھی زیادہ واقفیت نہیں رکھتے ہیں۔ اس لیے ایسے عالم دین کو امامت کے لیے مقرر کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ ہو، صحیح القراءت اور صحیح الطہارت ہونے کے ساتھ مقتدیوں کو عقائد حقہ سے واقف کراتار ہے اور بد مذہبوں کی تردید کر کے ان کو گمراہیوں سے بچاتا رہے۔ حاصل یہ ہے کہ منصب امامت پر کسی عالم دین، جامع شرائط امامت کو رکھا جائے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی“ رضوی اعظمی علیہ الرحمۃ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں۔

”آج کل اکثر حفاظ خود غلط پڑھتے ہیں اور اپنے زعم باطل میں تصور کرتے ہیں کہ ہم نے صحیح پڑھا یعنی حروف غلط ادا کرنے کو وہ غلط ہی نہیں سمجھتے ہیں بلکہ اگر غور سے سنا جائے تو حروف کھا جاتے ہیں۔“ (۱)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”عالم کو امامت میں حافظ پر ترجیح ہے۔“ تمام کتب فقہ میں تصریح ہے کہ عالم احق بالامامت ہے۔ (۲)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

”اولیٰ بالامامت کسے است کہ مسائل نماز و طہارت داناتر است در تنویر است الاحق بالامامۃ الا علم

بأحكام الصلوة“ (۳)

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۵۷

(۲) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۵۵

(۳) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۳، ص: ۱۸۲

اور وہابیوں سے بچنے کے لیے وہی طریقہ سب سے بہتر ہے جو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا ہے کہ: ان کا مکمل طور سے ہائیکاٹ کیا جائے، شادی بیاہ، کھانا پینا، سلام و کلام سب کچھ ان سے بند کر دیا جائے، اور ان کی گمراہیاں عوام کو بتائی جائیں۔

السنن کے عقائد ان کے دلوں میں پختہ کئے جائیں۔ علمائے اہل سنت بالخصوص اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ علیہ الرحمہ کی عظمت و محبت ان میں پیدا کی جائے اور ان کی تصنیفات کو عام کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ رذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

جیون بیمہ کرانے والے کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: بشیر احمد سوہن پور سنگھ، بڑھرا گنجن، مہراج سنگھ، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ جیون بیمہ (ایل آئی سی) کرانے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور جیون بیمہ سے مزید رقم جو ملتی ہے وہ سود ہے یا نہیں؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام ”احمد رضا“ قادری بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
”جب کہ یہ بیمہ صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں ہے تو جائز ہے کوئی حرج نہیں۔“ (۱)

”کتاب بیمہ و ڈاک خانہ کے منافع کا شرعی حکم“ صفحہ: ۲۰ پر ہے کہ: اگر یہ بیمہ کمپنیاں خالص کفار کی ہوں تو بیمہ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ مسلمان کا نقصان نہ ہو، اور اس کو رہا اور قمار قرار دے کر حرام کہنا صحیح نہیں ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ بیمہ کرانے والے نے اگر کسی خالص کافر کی بیمہ کمپنی میں بیمہ کرایا اور اسے ظن غالب ہے کہ میرا اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ فائدہ ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔ جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔

اور بیمہ کمپنی خالص غیر مسلم کی ہو تو اس میں بیمہ سے زائد ملنے والی رقم سود نہیں ہے۔ ہدایہ میں ہے:
”لا رہا بین المسلم والحربی فی دار الحرب لان مالہم مباح فی دارہم لہای طریق

(۱) احکام شریعت: ج: ۲، ص: ۴۰، ۴۱

الحمد لله المسلم الحمد مالا مباحاً اذا لم يكن فيه عذر" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ

لواطت کرنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم

مسئلہ ۱۷۱: صدر دارالکین قادریہ اکیڈمی رچسٹر، دھوراجی،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مندرجہ ذیل کے بارے میں، حضور مفتی صاحب قبلہ! ہمارے شہر کی ایک مسجد میں بنگال ریاست کے مولوی صاحب ۶۵ یا ۶۶ سال سے امامت کر رہے ہیں۔ وہ ماشاء اللہ معاشرے میں اصلاح اعمال و عقائد میں بہت اچھا کام کرتے آ رہے ہیں، اور ان کے عقیدت مندوں نے مولوی صاحب کو حج بھی کروایا ہے۔

(۱) شروعات میں جب مولوی صاحب کو مسجد کے امام کی حیثیت سے مقرر کیا جا رہا تھا تو چند حضرات نے مسجد کے کچھ اراکین کو آگاہ کیا تھا کہ یہ مولوی صاحب امامت کے حقدار نہیں ہیں کیوں کہ یہ مولوی صاحب کچھ سال پہلے فلاں شہر کے مدرسے کے مدرس تھے۔ وہاں پر ان کو لواطت کے جرم میں پکڑا گیا تھا، وہاں پر ان کو مار پیٹ کر نکالا گیا، پھر یہ مولوی صاحب دوسری جگہ فلاں قریہ میں امامت کے لیے مقرر کیے گئے تو کچھ دن بعد وہاں سے بھی لواطت کے جرم میں پکڑے گئے۔ جس کا ٹھوس ثبوت موجود ہے۔ باوجود اس مسجد کے اراکین نے اس مسئلہ کو نظر انداز کر کے اس مولوی صاحب کو امام مقرر کیا۔ کیا مسجد کے اراکین کا یہ فیصلہ درست ہے؟

(۲) مولوی صاحب نے کچھ سال پہلے اپنے گاؤں ریاست بنگال جا کر شادی کی، اور چند ہی دنوں میں ان کی بیوی کے ساتھ ان کا طلاق بھی ہوا، لیکن ہمارے شہر والوں میں سے نہ ان کی شادی کا کوئی گواہ ہے، اور نہ ان کے طلاق کا کوئی گواہ ہے، مگر مولوی صاحب کے پاس طلاق کے کچھ کاغذات موجود ہیں۔ کیا ہم ان کے کاغذات کا اعتبار کر سکتے ہیں؟

(۳) فی الحال قادریہ اکیڈمی کے چند اراکین نے موجودہ اراکین کے ساتھ اس مولوی صاحب کے دو جگہ پر لواطت کے معاملات میں پکڑے جانے والے واقعات پر گفتگو کی تو مسجد کے اراکین کا کہنا ہے کہ "ماضی کے معاملات کو چھوڑ دو، حال میں ایسا کچھ معاملہ ہو تو آگاہ کر دو ورنہ خاموش رہو۔" کیا مسجد کے اراکین کا ایسا کہنا درست ہے؟

(۴) اب جتنے لوگ جانے انجانے میں اس مولوی کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں، کیا ان کی نمازیں درست ہیں؟

(۵) مولوی صاحب کے اس معاملے کو جاننے کے بعد چند حضرات نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے۔ کیا یہ درست ہے؟ فی الحال سینوں میں آپس میں اختلافات دن بدن بڑھ رہے ہیں، آگے بھی اور زیادہ اختلاف بڑھنے کا ڈر ہے۔

لہذا مدلل جواب عنایت فرمائیں کہ اس امام پر مسجد کے اراکین پر اور جس نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ان سب پر قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں، مین نوازش ہوگی۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر مولوی صاحب کا جرم دو عادل گواہوں سے ثابت ہو چکا ہے، اور ثبوت جرم کے بعد مولوی صاحب نے صدق دل سے توبہ نہیں کی تھی تو ان کی یہ حالت جاننے کے باوجود جنہوں نے امامت کے لیے مقرر کیا وہ سب گنہگار ہوئے، ان پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ علامہ ”ابراہیم“ حلبی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”لو قدموا فاسقاً یا ثمونا بناء علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریم“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) طلاق و نکاح سے امامت کی صحت و عدم صحت کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے طلاق کے کاغذ کے معتبر

ہونے، نہ ہونے کی آپ لوگوں کو فکر نہیں ہونی چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر مولوی صاحب نے توبہ و استغفار کے بعد اپنی حالت کو صحیح کر لیا ہے تو اراکین کا کہنا درست ہے،

ورنہ مجرم کی حمایت کا جرم ان لوگوں پر بھی عائد ہوگا، اور وہ سب گنہگار ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر امام مذکور نے اپنی غلط کاری سے توبہ کی تھی اور پھر بعد توبہ اصلاح حال نہ کی تھی تو اس کے پیچھے پڑی

گنہگار نمازیں مکروہ تحریمی کے ساتھ ہوئیں جن کا دواہرانا واجب ہے۔ درمختار میں ہے ”کل صلاة ادبت مع

کراهة التحريم تجب اعادةها“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۸/ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۵

(۲) سورة المائدة، آیت: ۲

(۳) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۱، ص: ۳۰۳

سیاسی نیتاؤں کی شان میں قصیدہ پڑھنے والے کا امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شکور، مقام تیواری پورہ، ضلع کوٹہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید گاؤں کی مسجد میں امامت کرتا ہے۔ حالاں کہ وہ ناپیدا ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی نیتاؤں کے لیے ان کے اسٹیج پر جا کر ان کے لیے قصیدہ بھی پڑھتا ہے اور لکھتا ہے اور گورنمنٹ کی طرف سے ساٹھ سالہ رقم بھی حاصل کرتا ہے اور غیر مسلموں کے یہاں اکثر کھانا وغیرہ بھی کھاتا ہے۔ ایسی حالت میں گاؤں کے اکثر لوگ ان کی اقتدا میں نماز بھی نہیں پڑھتے ہیں۔ کیا ایسا آدمی امامت کر سکتا ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فاسق کی تعریف کرنے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”إِذَا مَدَحَ الْفَاسِقُ غَضَبَ الرَّبِّ وَاهْتَزَلَ لَكَ الْعَرْشُ“ (۱) یعنی جب فاسق کی مدح کی جاتی

ہے رب تعالیٰ غضب فرماتا ہے، اور اس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے۔ آج سیاسی نیتا عموماً فاسق و فاجر ہوتے ہیں، ان کی قصیدہ خوانی غضب الہی کا سبب ہے۔

لہذا ایسے لوگوں کے لیے قصیدہ پڑھنا، اور لکھنا ناجائز ہے اور گورنمنٹی رقم اگر دھوکہ دے کر لیتا ہے تو یہ بھی

حرام ہے۔

ارشاد حدیث ہے: ”مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا“ (۲) یعنی جو دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

یونہی غیر مسلم کے یہاں کھانا پینا بھی سخت برا ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

”وَلَا تَشَارُ بُوْهُمُ وَلَا تَوَاكَلُوْهُمْ“ (۳) یعنی بددینوں کے یہاں نہ کھاؤ نہ پیو، صورت مذکورہ میں اگر

زید کے اندر واقعی وہ عیوب پائے جاتے ہیں تو وہ فاسق و فاجر ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ

(۱) الجامع الصغیر للسيوطی، ص: ۵۹

(۲) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۷۰

(۳) المستدرک للحاکم، ج: ۳، ص: ۶۳۲

ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: ”کراه اسامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهالته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للامامة“ (۱)

اور در مختار میں ہے:

”كل صلوة اديت مع كراهة التحريم تجب اعادتها“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

ایک مرتبہ نماز عید پڑھنے کے بعد دوبارہ نماز پڑھانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد شفیق الدین، مہرولی شریف، نئی دہلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں عید الفطر کی نماز کے لیے لوگ جمع تھے، کہ عین جماعت کے وقت لاؤڈ اسپیکر بند ہو گیا، مکبر حضرات بھی اپنے فرائض انجام دینے سے محروم رہے، اس صورت میں جہاں تک آواز پہنچی لوگوں نے نماز کو اپنے تمام ارکان کے ساتھ ادا کیا اور جہاں، جہاں امام کی آواز نہ پہنچ سکی تو ان لوگوں کی نماز اس طرح ادا ہوئی کہ کوئی نمازی سجدے کی حالت میں، کوئی قیام میں، تو کوئی سلام پھیرنے کی فراق میں تھا، امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد جن لوگوں تک آواز نہیں پہنچی تھی ان کے آگاہ کرنے پر امام موصوف نے تقریباً دس منٹ کے وقفہ سے دوبارہ نماز ادا کرائی، اسی امام کے دوبارہ نماز ادا کرانے پر لوگوں میں شور برپا ہونے لگا تو جماعت اہل سنت کے ایک عام فرد نے ماحول پر قابو پانے کے لیے فوراً امام صاحب سے خطبہ منگا کر باقی ماندہ لوگوں کی نماز درگاہ شریف کی ایک دوسری مسجد میں ادا کرائی اور ماحول سکون پذیر ہوا۔

جب لوگوں نے امام صاحب سے دوسری نماز ادا کرنے کی بابت دریافت کیا کہ ایک امام دوبارہ نماز کیوں کر ادا کر سکتا ہے؟ تو امام نے فرمایا کہ: عید کی نماز ادا کرانے میں کمی واقع ہوئی تھی جب کہ غور کرنے والی بات یہ ہے کہ اگر امام کے نماز ادا کرانے میں کمی واقع ہوئی تھی تو امام کو چاہیے تھا کہ سلام پھیرتے ہی دوسری نماز کا اعلان فرماتے۔ حالاں کہ ایسا نہ کیا۔

(۱) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص: ۱۵۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱ ص: ۳۰۷

الحمد للہ ہم بخوبی واقف ہیں کہ کھن جلی سے نماز نہیں ہوتی حالاں کہ امام صاحب کا نماز کے اندر کھن جلی کے ساتھ قرآن پڑھنا محبوب مشغلہ بن چکا ہے۔ خواجہ قطب الدین جیسی عظیم مسجد کا امام شرعی نقطہ نظر سے کیسا ہونا چاہیے۔ اس سے قبل رمضان کے آخری جمعہ میں امام صاحب کا بلا عذر شرعی لوگوں سے خطاب نہ فرمانا کیسا ہے؟ مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ ونقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدنا خواجہ ”قطب الدین بختیار کاکی“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرب میں بنی خواجہ قطب مسجد کا امام وہ سنی صحیح العقیدہ شخص ہو، جو عالم دین نماز وطہارت کے احکام بخوبی جانتا ہو، قرآن مقدس صحیح پڑھتا ہو، یعنی حروف مخارج سے ادا کرتا ہو، اور فحش ومنکرات سے بچتا ہو، اخلاق عمدہ رکھتا ہو، وجاہت و شرافت کا حاصل ہو، نظافت و پاکیزگی کا اہتمام کرتا ہو اور بارعب و پروقار ہو۔

چنانچہ قلاوی عالمگیری میں ہے:

”الاولیٰ بالامامة اعلمهم باحكام الصلوة هكذا في المضمرات وهو الظاهر هكذا في البحر الرائق هذا اذا اعلم من القراءة قدر ما يقوم به سنة القراءة هكذا في التبيين ولم يطعن في دينه كذا في الكفاية وهكذا في النهاية ويجتنب الفواحش الظاهرة“ (۱)

مذکورہ اوصاف کے علاوہ حکمت و مصلحت کے ساتھ وعظ اور تبلیغ اسلام وسنت کا بھی جانکار ہو۔ امام صاحب کے فرائض منصبی میں اگر جمعہ میں خطاب کرنا بھی شامل ہے تو بلا عذر شرعی خطاب نہ کرنا جرم ہے، ان کو چاہیے کہ اپنے فرائض منصبی کو حتی الامکان بہتر طریقہ سے نبھائیں، اور امام مذکور نے جو دوبارہ نماز عید کی امامت کی تو وہ بے معنی ہے۔ اس سے نماز عید الفطر ادا نہیں ہوئی۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربی وهو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

فاسق کی امامت کا حکم

مسئلہ از: مختار حسین اشرفی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین مسئلہ ذیل میں:

زید اپنے محلے کی مسجد کا امام، قاری، عالم وحافظ ہے، حالات حاضریہ میں تجارت بھی کرتا ہے لیکن خرید

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۸۳

وفروخت میں مال والوں کی رقم اپنے وعدے کے مطابق واپس نہیں کرتا ہے اور قرض کا تقاضہ کرنے والوں سے آج دیتا ہوں، کل دیتا ہوں، کرتا ہے اور سالوں کا مسئلہ ہو رہا ہے۔ وعدہ کر کے وعدہ خلافی کر رہا ہے، اور سیاسی و سماجی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ جیسے امام کو اگر اصلاحاً کچھ کہا جائے تو سلام و کلام بھی بند کر دیتا ہے اور ہر مسئلہ کے جواب پر کہتا ہے کہ کسی مفتی سے فتویٰ منگا کر بتاؤ تو میں اپنی غلطی مان لوں گا جب کہ زیادہ تر مقتدی ملول خاطر ہیں اور فتنہ نہ ہو جائے اس خدشے سے خاموش رہتے ہیں اور دوسری مسجد میں نماز ادا کرنے جا رہے ہیں۔

لہذا زید جیسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا یا اس کی اقتدا کرنا شریعت کی رو سے کیسا ہے؟

(۱) کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز و درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید جیسے امام کی قلیل آمدنی ہوتے ہوئے بھی ممبئی جیسے شہر میں فلیٹ خریدنا کہاں تک صحیح ہے جب کہ بڑے شہروں میں قرض کے بغیر ممکن نہیں۔ قرض شرح سود کی صورت میں۔

(۳) زید کا دیوبندی مسلک والوں کے گھر آنا جانا، کھانا پینا بھی ہے کیا درست ہے؟

برائے مہربانی جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جموٹا وعدہ کرنا اور وعدہ خلافی کرنا ناجائز ہے، سیاسی، سماجی تقریبات اگر حرام و ممنوع امور پر مشتمل ہوں تو جانتے ہوئے بلا ضرورت شرعیہ ان میں شرکت کرنا ناجائز ہے۔ یوں ہی بلا ضرورت شرعیہ سودی قرض لینا بھی ناجائز ہے اور دیوبندیوں کے یہاں بطور موانست کھانا پینا، تعلقات رکھنا بھی ناجائز و حرام ہے۔ کما هو مصرح فی کتب الفقہ والفتاویٰ۔

سوال میں مذکورہ باتیں اگر واقعی زید کے اندر ہیں تو وہ شرعاً فاسق ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادة ہے، کہ پڑھنا ناجائز اور اگر پڑھ لی تو اعادہ کرے۔ ”مرآتی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے:

”وکرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامہ بالدين فتجب آہانتہ شرعاً فلا یعظم بتقلیدہ للإمامۃ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔“

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

پیک بننے والے اور سہارا پینک میں التجبئی کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ اذ: قمر الدین، لوکھواں، تلشی پور، ضلع بلرامپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید مولوی، حافظ اور قاری ہے مگر وہ نوپس محرم الحرام کو پیک بندھاتا ہے، اور اس فعل کی اجرت وصول کرتا ہے، اور تعزیہ کے سامنے فاتحہ دیتا ہے، اور خود اس کے گھر تعزیہ رکھی جاتی ہے، اور سہارا پینک کی التجبئی کرتا ہے۔

کیا زید لائق امامت ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

پیک بننا اور باندھنا ناجائز و گناہ ہے۔ صدر الشریعہ مفتی ”امجد علی“ قدس سرہ فرماتے ہیں:
”پیک بننا بھی بالکل ناجائز و مہمل اور اس کی کمر میں کھنٹیاں باندھنا حرام“

حدیث شریف میں ہے: ”لا تصحب الملائکة رفقة فیہا جرس“ ایسے لوگوں کے ساتھ ملائکہ رحمت نہیں ہوتے۔“ (۱)

اور جب پیک باندھنا ناجائز تو اس پر اجرت بھی ناجائز ہے۔ رہی سہارا پینک میں التجبئی تو وہ بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے مگر جب زید تعزیہ داری کے تعلق سے اتنے ناجائز امور کا مرتکب ہے تو وہ شرعاً فاسق ہے۔ لائق امامت ہرگز نہیں۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

”و کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامہ بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمہ

للإمامة“ (۲)

درمختار میں ہے: ”کل صلوة ادیت مع کراہۃ التحريم تجب اعادتها“ (۳)

البتہ اگر زید ان حرکتوں سے توبہ و استغفار کر کے اصلاح حال کر لے تو اب اس کی اقتدا درست ہوگی جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۳ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۴، ص: ۱۳

(۲) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۰۷

جماعت میں شریک سنیوں، دیوبندیوں کی امامت کرنے والے امام کا حکم

مسئلہ از: محمد مصباح الدین علی، ناظم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص دیوبندیوں اور سنیوں کی امامت کرتا ہے جس میں دیوبندیوں کی اکثریت ہو، اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اس سے سلام و مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ اور اس کو امامت کے لیے آگے بڑھانا اور بڑھانے والے کے بارے میں کیا حکم ہے جب کہ اس کے گھریلو رسائی نہ ہو کہ وہ سنی ہے کہ دیوبندی اور اس کی امامت میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا یا نہیں۔ مزید برآں اس کو امامت سے ہٹانا کیسا ہے؟ بیسوا تو جروا عند اللہ عزوجل

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں۔ سنیوں کی جماعت میں ان کی شرکت سے قطع صاف لازم آتا ہے۔ اس لیے سنیوں پر لازم ہے کہ دیوبندیوں کو مسجد میں نہ آنے دیں، لیکن اگر انہیں منع کرنے میں فتنہ و فساد برپا ہو تو سنی معذور ہوں گے، مگر امام دیوبندیوں کی امامت کی نیت ہرگز ہرگز نہ کرے۔ صرف سنیوں کی نیت امامت کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے اور ایسے کو شخص اس بنا پر امامت سے ہٹا دینا درست نہیں ہے اور اگر امام نے دیوبندیوں کو مسلمان سمجھ کر نماز و جماعت کا اہل مانا تو ان کو مسلمان جانتا، اور نماز و جماعت کا اہل سمجھنا کفر ہے۔ ”كما قال العلماء الکرام لاهل السنة والجماعة مرفوع بعد آخری“ لہذا امام پر توبہ تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ اگر امام توبہ و استغفار اور تجدید اسلام و نکاح کر لے تو اس کی امامت درست ہوگی۔ جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو اور جس شخص کے متعلق شبہ ہو بے تحقیق اسے امام نہ بنایا جائے اور اگر کوئی محل شبہ نہ ہو تو بنایا جاسکتا ہے۔ پھر اگر بعد میں تحقیق ہو کہ امام بدعقیدہ مثلاً وہابی، دیوبندی تھا تو اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ فرض ہوگا۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ وغیرہ کتب اہل سنت میں مرقوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتاب: محمد اختر حسین قادری

یکم صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

نجدی امام ہو تو عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ: از محمد سیفی قادری مقام للولی، فتح پور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایام جمع میں میدان عرفات میں نماز ظہر و عصر ایک ساتھ ظہر کے وقت پڑھنے کا حکم ہے جب کہ آج کل دونوں نمازیں وہابی امام پڑھاتا ہے تو کیا اس کی اقتدا میں جمع بین الصلوٰتین کی جائے یا نہیں؟ سناؤ وجہ و احوال۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک عرفات میں ظہر و عصر جمع کرنے کے لیے سلطان اسلام یا اس کا نائب ہونا شرط ہے جب وہ امامت کرے تو حجاج اس کے ساتھ جمع بین الصلوٰتین (بین الظہر والعصر) کریں گے اور صاحبین کے نزدیک سلطان یا نائب کی شرط نہیں ہے مگر صحیح پسندیدہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اما المختلف فيه فبمنها ان يكون اداء الصلوتين بالجماعة عند ابي حنيفة حتى لو صلى العصر وحده او الظهر وحده لا يجوز العصر قبل وقتها عنده وعند ابي يوسف ومحمد هنا ليس بشرط ويجوز تقديمها على وقتها.

”والصحيح قول ابي حنيفة لما ذكرنا ان جواز التقديم ثبت معدولاً به عن الاصل مرتباً على ظهر كامل وهي المؤداة بالجماعة مع الامام أو نائبه، والمؤداة بجماعة من غير امام أو نائبه لا تكون مثلها في الفضيلة فلا تكون في معنى مورد النص، (۱) علامہ حنفی تحریر فرماتے ہیں۔

”وشرط لصحة هذا الجمع الامام الاعظم أو نائبه والاصلوا وحداناً“ (۲)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”یہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنا بھی جائز ہے کہ نماز یا تو سلطان پڑھائے یا وہ جو حج میں اس کا نائب ہو کر آتا

(۱) بدائع الصنائع ج: ۲، ص: ۳۵۱

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۲، ص: ۱۷۴

ہے جس نے ظہر اکیلے یا اپنی خاص جماعت سے پڑھی اسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا جائز نہیں“ (۱)۔
 اس کے علاوہ تمام کتب فقہ میں یہ شرط تحریر ہے جس سے واضح ہے کہ عرفات میں جمع بین الصلوٰتین کی ایک شرط سلطان اسلام یا اس کے نائب کا نماز پڑھنا ہے اور اگر لوگ تنہا پڑھیں یا سلطان یا اس کے نائب کے علاوہ کوئی دوسرا جماعت سے پڑھائے تو اس صورت میں جمع کرنا ناجائز ہے اور ظاہر ہے کہ وہابی امام کے پیچھے نماز ناجائز ہے اب یا تو حجاج الگ اپنی اپنی نماز پڑھیں یا اپنی خاص جماعت سے دونوں صورتوں میں ان کے لیے حکم ہے کہ ظہر اور عصر کو اپنے اپنے وقت میں ادا کریں وقت ظہر میں دونوں کو جمع کر کے پڑھنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ حمد اشاہی

۲۰ محرم ۱۴۳۳ھ

عالم دین امام کو بلا وجہ شرعی منصب امامت سے ہٹانے والوں کا حکم

مسئلہ از: محمد حنیف عرف عبدالحق رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

ایک سنی صحیح العقیدہ شخص نے زمین خرید کر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کرائی، اور ایک متدین عالم دین کو اس مسجد کا امام و خطیب مقرر کیا، اور ان کی تنخواہ ہر ماہ اپنی جیب خاص سے ادا کرتا ہے، وہ امام تقریباً اٹھارہ سال سے امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ تمام مقتدی ان کی امامت سے خوش ہیں۔

چند شر پسند فتنہ پرور لوگوں نے اس امام کو عین نماز کے وقت مصلیٰ سے ہٹا کر ذلیل و رسوا کیا، اور دوسرے غیر عالم شخص کو امام مقرر کر دیا، اور مسجد کے متولی کو بے دخل کر دیا۔

اس سلسلہ میں چند سوالات کے جواب شریعت مطہرہ کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

(۱) امام راتب کو مصلیٰ سے ہٹا کر اس کو ذلیل کرنا از روئے شرع کیا ہے؟

(۲) عالم دین کی توہین کرنے والوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) مسجد کے متولی کو بلا وجہ شرعی مسجد سے بے دخل کرنا کیا ہے؟

(۴) مسجد میں شر اور فتنہ برپا کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

(۵) عالم دین کے بجائے غیر عالم کی امامت کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

امام جامع شرائط امامت واجب التعظیم ہے، اور بلا وجہ شرعی اسے مصلیٰ سے ہٹا دینے میں اس کی توہین، ظلم و زیادتی اور ایذا ہے مسلم ہے جو سخت ناجائز و حرام ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”من آذى مسلماً فقد آذانی ومن آذانی فقد آذى الله“ (۱)

اور اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ حنفی قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے۔ (۲)

امام اجل علامہ ”علاء الدین“ ہسکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”لا یصح عزل صاحب وظیفۃ بلا جنحة او عدم اہلیۃ“ (۳)

خاتم المحققین ”علامہ ابن عابدین“ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”قال فی البحر واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة عدمها لصاحب وظیفۃ“ (۴)

اور اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اگر واقع میں نہ زید وہابی ہے نہ غیر مقلد، نہ دیوبندی، نہ کسی قسم کا بد مذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال

کی وجہ سے کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ رد المحتار میں ہے:

لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغير جنحة. (۵)

لہذا جن لوگوں نے امام کو بلا وجہ شرعی مصلے سے ہٹا کر ذلیل و رسوا کیا وہ مجرم و گنہگار اور حق العبد میں گرفتار

ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ امام صاحب سے معافی مانگیں اور توبہ و استغفار کریں اور اگر وہ لوگ نہ مانیں تو مسلمان ایسے

(۱) کنز العمال، ج: ۱۶، ص: ۱۰۰

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۲۱۷

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۶

(۴) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۶

(۵) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۲۲۱

لوگوں سے دور رہیں اور ان کو اپنے سے دور رکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَوَلَّوْا إِلَى الدِّينِ ظُلْمًا﴾^(۱) لَتَمْسَكُكُمْ النَّارُ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر کوئی شخص عالم دین کی اس لیے توہین کرتا ہے کہ وہ عالم دین ہے تو یہ کھلا کفر ہے اور اگر کسی دنیوی سبب سے تحقیر و تذلیل کرتا ہے تو سخت مجرم و گنہگار اور فاسق و فاجر ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”اگر عالم کو اس لیے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کافر ہے اور اگر بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برا کہتا ہے، گالی دیتا ہے، تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق و فاجر ہے۔ اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ خلاصہ میں ہے ”من ابغض عالماً بغیر سبب ظاہر عیض علیہ الکفر“ منع الودع الا زھر میں ہے: ”الظاہر انہ کفر“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جو متولی دیندار متدین وقف کا بھی خواہ اور امانت دار ہو اسے کار تو لیت سے بلا وجہ شرعی برطرف کرنا خصوصاً جب کہ وہ واقف بھی ہو درست نہیں ہے۔ جن لوگوں نے ایسے متولی کو برطرف کیا وہ سب ایذاے مسلم کے جرم میں گرفتار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) فتنہ و فساد اور شرک و ناسخت ناجائز و حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ“ (۳) یعنی فتنہ قتل سے زیادہ سخت ہے۔

اور ایک مقام پر ہے:

”الْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ“ (۴) فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔

اور پھر مسجد میں فتنہ کرنا اور بھی زیادہ فحش اور مذموم ہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان پر توبہ و استغفار اور اس

حرکت شیعہ سے احتراز لازم ہے۔ اگر نہ مانیں تو انہیں مسجد سے روک دیا جائے۔

اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قدس سرہ فرماتے ہیں۔

شرعاً حکم ہے کہ ایسے لوگ مسجد سے باز رکھے جائیں۔ قال اللہ تعالیٰ ”اولئک ما کان لہم ان

یدخلوها الا خالفین“ در مختار میں ہے ”یمنع منه کل موذ ولو بلسان“ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں زیر

(۱) سورۃ ہود، آیت: ۱۱۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۲۰

(۳) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۹۰

(۴) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۲۷

حدیث فلا یقولین مصلاً نا، پھر در مختار میں ہے ”والحق بالحدیث کل من اذی الناس بلسالہ“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”مفصول فاضل کی امامت کر سکتا ہے جب کہ شرائط صحت و جواز امامت کا جامع ہو اس سے فاضل کی نفس نماز میں کوئی نقص نہ آئے گا، نہ متولی پر اس کا الزام ہے۔

ہاں اگر متولی دیدہ دانستہ افضل کے ہوتے ہوئے مفصول کو امام مقرر کرے تو وہ اس حدیث کا مورد ہے کہ: ”من اسعمل علی عشرة من ارض عبد اللہ تعالیٰ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین“ جس نے دس مخصوصوں پر کسی ایسے کو مقرر کیا کہ نظر شرع میں اس سے بہتر ان میں موجود تھا۔ اس نے اللہ و رسول اور مسلمان سب کی خیانت کی۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۰۷

کیا مقرر امام کی اجازت کے بغیر کوئی نماز نہیں پڑھا سکتا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری برکاتی، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں: کہ ایک حافظ نے مسجد کے صدر صاحب سے کہہ کر مسجد کے امام کو ہٹوایا اور خود امامت کرنے لگے۔ کیا حافظ کے پیچھے نماز ہو جائے گی جب کہ امام صاحب کا کوئی قصور نہیں تھا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بلا کسی شرعی خرابی کے امام معین کو ہٹانا ناجائز ہے۔ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

اگر واقعی میں نہ زید وہابی ہے، نہ غیر مقلد، نہ دیوبندی، نہ کسی قسم کا بد مذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے ”لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحة“ (۱)

لہذا اگر امام اول میں کوئی خرابی نہیں بلکہ وہ جامع شرائط امامت ہے تو اسے معزول کرنے والے حق العبد میں گرفتار ہیں جن لوگوں نے اسے معزول کیا وہ سب امام اول سے معافی مانگیں اور اسے امامت پر بحال کریں۔ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو نماز نہیں پڑھانا چاہئے۔ ہاں اگر وہ کسی لائق امامت کو اجازت دے دے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ ربی الحجہ ۱۴۲۵ھ

کفر سے توبہ کرنے والے کی امامت

مسئلہ از: تاج محمد خاں، لاڈلوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین قرآن و حدیث کی روشنی میں۔ آیا وہ شخص جو شہر قاضی و کس

مسجد کا امام بھی ہو اور کسی کام (فعل) پر اس سے کفر عائد ہو گیا ہو۔ مدتوں بعد اس نے جرم قبول کیا ہو اس کو سرعام ملائے دین کی موجودگی میں توبہ کرائی گئی ہو، اس کے باوجود وہ شخص اسی کام کو پھر سے کرنے لگا ہو۔ ایسے آدمی کے بارے میں قرآن وحدیث میں کیا حکم ہے۔ کیا وہ شخص مومن رہے گا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟ برائے کرم فتویٰ سے نوازیں۔ اللہ رب العزت آپ کو خیر سے نوازے۔ آمین فقط

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر واقعی شخص مذکور نے کفر سے توبہ کی اور پھر ایسا کام کیا جو کفر ہے تو اس پر توبہ وتجدید ایمان وثکاح لازم ہے۔ بعد توبہ جب کافی اطمینان ہو جائے کہ دوبارہ ایسی کفری حرکت نہ کرے گا تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ بشرطیکہ کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۴ رذی قعدہ ۱۴۲۷ھ

بغیر شرعی وجہ امام کو معزول کرنا جائز نہیں

مسئلہ از: عبدالرحیم ہستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں: قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی روشنی میں مفصل جوابات عنایت فرمائیں۔

(۱) مسجد کے ٹرسٹی دارا کین نے قدیم مسجد کو شہید کر کے از سر نو ایک عالی شان مسجد تعمیر کی، ابھی اس کی تعمیر کے بہت سارے کام باقی ہیں چوں کہ جب تک مسجد بالکل چھوٹی تھی آمدنی کے ذرائع بالکل کم تھے۔ اس لیے ایک معمولی عالم کو امام کی حیثیت سے رکھا گیا تھا۔

اب ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ جس طرح مسجد عالی شان ہو گئی ہے دارا اس علاقے کے سینوں کے لیے باعث صحت الثغابن گئی ہے تو اس کا امام بھی ایسا زبردست ہو جو مفتی، حافظ، قاری اور بہترین صلاحیت کا حامل بھی ہو جو اپنے کردار وعمل، اور عمدہ تقریر و تحریر کے ذریعہ یہاں سے مسلک اعلیٰ حضرت کا بھرپور کام کر سکے اور جملہ نمازیوں کو نماز ودیگر فرائض، واحکام شرعیہ سے واقف کرا کر ان کی اصلاح کر سکے اور یہی مستقل مسجد کا امام ہو، اور جو موجودہ امام ہیں وہ اس صلاحیت کے حامل نہیں ہیں مگر پھر بھی ان کی دیرینہ خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے انہیں نہ نکال کر نائب امام کی حیثیت سے رکھا جائے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہمارا یہ فیصلہ درست ہے یا نہیں اور ٹرسٹی دارا کین کو اس طرح

کے دوسرے امام کو لانے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ اگر انہیں اس بات کا حق حاصل ہے تو پھر موجودہ امام کا اس سلسلے میں خلل اندازی کرنا اور ہٹ دھرمی پر اتر آنا کیا یہ ان کے لیے شرعاً جائز و درست ہے؟

(۲) موجودہ امام کی بہت سی ایسی باتیں ہیں جن سے مقتدی کراہت محسوس کرتے ہیں۔ ان میں سے چند یہ کہ وہ خلاف واقعہ بولنے کے عادی ہیں۔ جب مفتی امام لانے کی بات آئی تو اب وہ اپنے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ میں بھی مفتی ہوں۔ مجھ سے اچھا کون پڑھنے والا ہے جب کہ سارے لوگ جانتے ہیں کہ یہ مفتی نہیں ہیں بلکہ اس پایہ کے بھی عالم نہیں ہیں کہ وہ مکمل صحیح مسائل شرعیہ بتا سکیں۔ وعدہ کر کے مکر جاتے ہیں، وعدہ خلافی کرتے ہیں جیسا کہ اس کی پوری تفصیل اس کے ساتھ ضم شدہ خط میں ہے کہ انہوں نے پہلے ہم کو ایک خط لکھا تھا جس میں انہوں نے یہ کہا کہ آج تک آپ نے ہمارے لیے رہائش کا معقول انتظام نہیں کیا حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ ان کے لیے مسجد کی طرف سے اتنا معقول انتظام ہے کہ وہ مکمل طور پر اپنے بال بچوں کے ساتھ مسجد کے روم میں رہ رہے ہیں اور ان کے خاندان کے کتنے لوگ مسجد ہی میں اپنا گزارا کرتے ہیں اور رمضان شریف میں گواہوں کے سامنے انہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ عید کے بعد روم خالی کر دوں گا مگر اب اپنے کیے ہوئے وعدہ سے مکر گئے۔ چند لوگوں کا گروپ بنا کر اختلاف اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے ہیں۔

اب ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیا شرعاً جائز و درست ہے؟ اگر نہیں تو تمام نمازیوں کے لیے کیا حکم شرع ہے؟

(۳) امام موصوف اب تک مسجد کے کمرے میں رہتے ہیں۔ اب مسجد کی تعمیر جدید کے بعد مسجد کی کچھ ضروریات ایسی درپیش ہیں کہ مسجد کے مفاد کی خاطر امام کے اس حجرہ کو اس جگہ سے ہٹانا پڑ رہا ہے جب کہ منتظمین نے امام مذکور کی رہائش کے لیے پہلے ہی سے دوسرے حجرہ کا انتظام بھی کر دیا تھا تا کہ انہیں منتقل ہونے میں دشواری نہ ہو مگر یہ امام اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اس حجرہ کو خالی نہیں کرنا چاہتے ہیں بلکہ گروپ بندی، اور فتنہ و فساد کروانے پر آمادہ ہیں جس کی وجہ سے مسجد کے بہت سارے تعمیری کام رک گئے ہیں۔ کیا امام مذکور کا یہ فعل از روئے شرع درست ہے؟

حضور والا سے گزارش ہے کہ شرع شریف کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں اور اپنا فیصلہ پیش فرمائیں کہ اختلاف کی صورت دور ہو اور ہم دین و سنیت کا بھرپور کام کر سکیں۔ ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ صورت مذکورہ میں شرعی حکم صادر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر واقعی امام ایسا ہی ہے جیسا کہ سوال ۳۷۲ میں اس کے متعلق تحریر ہے، تو وہ امام فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے:

”و کبرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامہ بالدين فتجب اهانتہ شرعاً فلا يعظم بتقدمہ للإمامۃ“ (۱) اور علامہ طحاوی معری قدس سرہ نے فرمایا:

”والفسق لغة خروج عن الإمامۃ وشرعاً خروج عن طاعة الله تعالى بارتکاب کبرۃ“ (۲)

اور جب وہ لائق امامت نہیں تو نہ سے امام بنانا درست، نہ نائب امام بلکہ اسے معزول کرنا ضروری ہے اور اگر وہ جاح شرائط امامت ہے تو بلا کسی وجہ شرعی کے اس کو ہٹا کر کسی دوسرے کو امام بنانا درست نہیں ہے۔ امام اجل علامہ حکیمی قدس سرہ قسراً فرماتے ہیں:

”لا یصح عزل صاحب وظیفۃ بلا جنحة او عدم اہلیۃ“ (۳)

خاتم الحقیقین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”قال فی البحر واستفید من عدم صحة عزل الناظر بلا جنحة علمها لصاحب وظیفۃ“ (۴)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد، نہ دیوبندی، نہ کسی قسم کا بد مذہب، نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی سے کوئی وجہ کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے۔ حتیٰ کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ رد المحتار میں ہے: ”لیس للمقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغير جنحة“ اور اگر واقعی اس میں کوئی وجہ کراہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول اور اگر اس میں کوئی وجہ فساد ہے۔ جب تو ظاہر ہے کہ اس کی امامت فاسد اور اس کے پیچھے نماز باطل محض اس کا معزول کرنا فرض ہے۔ (۵)

تو جس صورت میں اس کا معزول کرنا ضروری ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور پڑھنے والے گنہگار ہیں اور

(۱) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵

(۲) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۶

(۴) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۶

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۲۱

جس صورت میں اس کا معزول کرنا ممنوع تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷ رذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

گندی فلمیں دیکھنے والے کی امامت کیسی ہے؟

مسئلہ از: محمد افروز انصاری، چند واڑہ، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ مدرسہ میں CD چلا کر BF فلم دیکھا تو اس کے لیے شرعی کیا حکم ہے۔ اس کے بھی پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور اگر نہیں تو قرآن وحدیث کی روشنی میں دلائل پیش کریں۔
”باسمہ تعالیٰ وتقّوس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فلم دیکھنا ناجائز ہے۔ خصوصاً گندی فلموں کا دیکھنا تو اور بھی سخت ناجائز و حرام ہے۔ دیکھنے والا فاسق و فاجر اور بدکار ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ ”لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً کما فی الثبین وغیرہ“۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع الاول شریف ۱۴۲۷ھ

کیا ولد الزنا کی امامت جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد اسلم، جماعت ثانیہ، دارالعلوم علیہ، جہد اشاہی، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ولد الزنا کے پیچھے جو کہ حافظ بھی ہے، نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ مندرجہ مسئلہ کی توضیح فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔
”باسمہ تعالیٰ وتقّوس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر حاضرین مجلس میں کوئی شخص ولد الزنا سے زیادہ طہارت و نماز کے مسائل جانتا ہو اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو ایسے شخص کے ہوتے ہوئے ولد الزنا کو امام بنانا صرف مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ اور اگر سب حاضرین سے زیادہ مسائل طہارت و نماز کا علم رکھنے والا وہی ہے تو اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ ہو۔ چنانچہ علامہ ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”یکبرہ امامۃ عبدو اعرابی وولد الزنا“ (الی قولہ) ”إلا ان يكون اعلم القوم“ (۱)
 اور امام اہلسنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: ”ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف
 اولیٰ ہے جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت و نماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو اور اگر حاضرین میں وہ ہی صرف لائق
 امامت ہے تو اسے امام بنانا واجب ہوگا۔“ (۲) وھکذا فی فتاویٰ فیض الرسول لفقہ المملۃ المفتی
 جلال الدین احمد الامجدی قدس سرہ“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

المجیب مصیب: محمد تفسیر قادری

۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے یا سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: نصیب اللہ عزیزی، امام جماعت لطیفیہ مسجد، ملند نگر پمپری، پونا، مہاراشٹر
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ
 (۱) اگر کوئی امام داڑھی میں خضاب لگائے یا داڑھی حد شرع سے کم رکھتا ہو تو اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا
 کیسا ہے؟

(۲) چندہ کر کے حج کے لیے جانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص خود چندہ کر کے حج کو جائے تو اس کے پیچھے نماز
 پڑھنا کیسا ہے؟ حل فرما کر عند اللہ ماجوں ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) سیاہ خضاب لگانا ناجائز و حرام ہے۔ اس کو لگانے والا فاسق معین، مرتکب گناہ کبیرہ ہے۔
 مسلم شریف میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”غیروا هذا بشی واجتنبوا السواد“ (۳) یعنی اس سفیدی کو بدل دو اور سیاہی کے قریب نہ جاؤ۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

(۱) تنویر الابصار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۳۷۶

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۱۷۹

(۳) الصحيح لمسلم، ج: ۲، ص: ۱۹۹

”من اعضب بالسواد سود اللہ وجہہ یوم القیامۃ“ (۱) جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روز محشر اس کا منہ کالا کرے گا۔ اس کے علاوہ بہت سی حدیثوں میں سیاہ خضاب لگانے پر وعیدیں آئی ہیں۔

سیدنا سرکارِ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”مذہب صحیح میں سیاہ خضاب حالت جہاد کے سوا مطلقاً حرام ہے۔ جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ معتبرہ

ناطق“ (۲)

ایک جگہ فرماتے ہیں ”یہ حرام ہے جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے“۔ (۳)

شارح بخاری مفتی ”شریف الحق“ امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”کالی مہندی جس کے لگانے سے سفید بال سیاہ نظر آئیں اس کا لگانا حرام و گناہ ہے اور جو شخص لگاتا ہے وہ فاسق معلن ہے۔ (۴)

اسی طرح حد شرع یعنی ایک مشت سے کم داڑھی رکھنا ناجائز ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں ”داڑھی کھڑانا، منڈانا حرام ہے“۔ (۵)

اور طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے ”الاخذ من اللحية وهو دون ذلك (ای بقدر المسنون وهو القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنة الرجال لم يبيحه أحد“ (۶)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں

”داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم رکھنا حرام ہے“۔ (۷)

لہذا جو امام خضاب لگائے، ایک مشت سے کم داڑھی رکھے وہ فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں ان کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ چنانچہ علامہ ”ابراہیم“ حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لو قدموا فاسقاً یا لمون بناء علی ان الکراهة فی تقدیمہ کراهة تحریم“ (۸) اور در مختار میں ہے

”کل صلاة ادیت مع کراهة التحريم تجب اعادتها“ (۹) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جس شخص کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو سامان ہو اسے بغیر ضرورت سوال کرنا ناجائز و حرام

(۲) حک العیب فی حرمة تسوید الشیب

(۱) تنجیح الزوالد للہنسی، ج: ۵، ص: ۱۶۳

(۳) ماہنامہ اشرفیہ، ص: ۳۱۰، ستمبر ۲۰۰۲ء

(۳) احکام شریعت، ص: ۷۲

(۶) الطحطاوی علی مرقی الفلاح، ص: ۳۱۱

(۵) النہای الرضویہ، ج: ۳، ص: ۳۷۲

(۸) غنیۃ المستملی، ص: ۳۲۹

(۷) بہار شریعت، ج: ۱۶، ص: ۱۹۷

(۹) الذوال المختار مع رد المختار، ج: ۱، ص: ۱۶

ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری، میں ہے

”لا تحل المسئلة لمن يملك قوت يومه بعد سترة بدنه كذا في فتح القدير“ (۱)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”جس کے پاس کھانے اور بدن چھپانے کو ہوا سے بغیر ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔“ (۲) اور حج کے لیے چندہ مانگنا کسی ضرورت و مجبوری کے تحت نہیں آتا ہے۔ اس لئے چندہ مانگ کر حج کو جانا جائز نہیں ہے۔

جس نے حج کے لیے چندہ مانگا اس نے ناجائز و حرام کام کیا۔ اس پر توبہ لازم ہے۔ اگر توبہ کر لے اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اور اگر توبہ نہیں کرتا ہے تو چوں کہ وہ فعل حرام کے ارتکاب سے فاسق ہو گیا اس لیے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۳ رجب الثانی ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

جس کو مایہ جوز بہ الصلاة پر قدرت نہیں اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی

مسئلہ از: محمد شمیم نوری، کمدہ لال پور، پوسٹ اٹو بازار، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتین شرع متین حسب ذیل مسائل میں:

(۱) زید عالم ہے، مدرس ہے، امامت بھی کرتا ہے۔ زید نے سنی صحیح العقیدہ کا نکاح وہابی کی لڑکی کے ساتھ پڑھا دیا اور جب کہ کئی لوگوں نے منع بھی کیا کہ سنی کا نکاح وہابیہ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ نیز سنی صحیح العقیدہ کا نکاح وہابیہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں۔ از روئے شرع کیا حکم ہے؟

(۲) زید نے دوران تقریر یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یعنی ہم سنیوں کو حلال کھلاتا ہے اور وہابیوں، دیوبندیوں کو حرام کھلاتا ہے۔ ایسا جملہ اللہ جل و علا کے بارے میں بولنا کیسا ہے؟ ایسا بولنے والے کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) زید نے ”فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَافْكُرُوا إِلَيَّ وَلَا تَكْفُرُون“ کو ”فَاذْكُرُونِي اَذْكُرْكُمْ وَافْكُرُونِي وَلَا تَكْفُرُون“ اور اس کے علاوہ بہت سی جگہوں پر ”ز“ کی جگہ ”ج“ اور ”ظ“ کی جگہ پر ”ز“ ادا کرتا ہے اور جموید کی کوئی رعایت نہیں کرتا ہے اور اس کے پیچھے جموید کے جانکار بھی کبھی کبھی نماز پڑھ لیتے ہیں تو کیا ایسے شخص کی امامت درست ہے۔ کیا پڑھے لکھے لوگوں کی نماز ہو جائے گی؟ جواب عنایت فرما کر منون فرمائیں۔ بینوا تو جو روا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر یہ سچ ہے کہ لڑکی وہابیہ تھی جس سے کسی سنی لڑکے کا نکاح زید نامی مولوی نے لوگوں کے بتانے اور منع کرنے کے باوجود پڑھایا تو یقیناً زید نے حرام حرام اشد حرام جرم کا ارتکاب کر کے اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم) کے قہر و غضب کو دعوت دے کر دوزخ کی آگ اپنے اوپر حلال کر لی۔

امام اہل سنت سیدنا علی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں: ”وہابیت ارتداد ہے اور مرتد، مرد ہو، یا عورت اس کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہو سکتا، نہ کافر سے نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے، جس سے ہو گا زنا خالص ہو گا۔“

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لا يجوز للمرتدة ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز لنكاح المرتدة مع احد كذا في المبسوط“ (۱)

لہذا زید پر فرض ہے کہ اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کر کے علانیہ توبہ کرے اور نکاحانہ کے طور پر جو رقم لی تھی اسے واپس کرے اور بقدر امکان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی پوری کوشش کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو علاقہ کے سنی مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا شدید مقاطعہ اور سخت بازگاہ کریں۔ نہ اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور نہ ہی اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں بلکہ ممکن ہو تو اسے امامت اور مدرسے سے الگ کروادیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اللہ عز و جل کی شان اقدس میں اس طرح کے الفاظ بولنے سے احتراز ضروری ہے۔ بولنے والے پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جو شخص نماز میں تجوید کی رعایت نہیں کرتا اور قرآن کریم صحیح نہیں پڑھتا، ایسی کمی و زیادتی یا تبدیلی حروف کرتا ہے، جو مفید معنی ہو اس کی نماز خود ہی صحیح نہیں ہوتی تو اوروں کی نماز اس کے پیچھے کیوں کر صحیح ہوگی۔

”فتاویٰ رضویہ“ میں ہے ”حروف و حرکات کی تصحیح، ت، ط، ث، س، ض، ح، ہ، ذ، ز، ظ وغیرہا میں تیز غرض ہر نقص و زیادت و تبدیل سے کہ مفید معنی ہو احتراز فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی کہ اس کا ترک مفید نماز ہے۔ انتہی بقدر الحاجة (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔“

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

(۱) العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية، ج: ۵، ص: ۱۹۲

(۲) الفتاوى الرضوية، ج: ۳، ص: ۱۰۴

غیر مقلدوں کی اقتدا جائز نہیں

مسئلہ از: محمد مظہر علی نظامی نیپالی، مقام جموں کا پراسی، دھکدھکی، نیپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں

کہ اہل حدیث کی اقتدا میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ زید کا کہنا ہے کہ ان کے پیچھے نماز درست ہے، اور اس کی اقتدا میں نماز بھی پڑھتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کا قول درست ہے یا بکر کا؟

جو بھی صحیح ہو قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ نیز زید کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ آیا اس کا نکاح باطل ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

غیر مقلدین اپنے عقائد باطلہ فاسدہ کی بنیاد پر گمراہ، بد مذہب، بد دین اور بدعتی ہیں۔ علامہ ”سیدی احمد“ مصری طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

”هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب اربعة، وهم الجنفيون، والمالكيون، والشافعيون والحنبلون رحمهم الله تعالى ومن كان خارجاً عن هذه الأربعة في هذا الزمان فهو من أهل البدعة والنار“ (۱)

ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا محض باطل و ناجائز ہے۔

علامہ ”ابن ہمام“ قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ان الصلوة خلف اهل الأهواء لا تجوز“ (۲)

لہذا بکر کا قول صحیح و درست ہے۔ زید اپنے قول میں محض جموٹا اور غلط ہے اور اگر زید غیر مقلدین کے عقائد و اعمال پر اطلاع رکھتے ہوئے ان کو لائق امامت اور مسلمان جانتا ہے تو بے شک اس کا نکاح ختم ہو گیا۔ اس پر توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

۲۴ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ

(۱) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر، ج: ۴، ص: ۱۵۳

(۲) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۳۰۴

جس شوہر کی نافرمان بیوی اس کی اجازت لے کر

مائیکے چلی جائے اس کی امامت کا حکم

مسئلہ از: محمد رمضان علی، مدرسہ اہل سنت، بھریاں کلاں، سدھارتھ نگر، یوپی
کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں

زید کی نافرمان بیوی اپنے مائیکے مہی جانا چاہتی ہے۔ زید نے بلا طلاق دیئے اپنی بیوی کو مائیکے بھیج دیا ہے۔
اب عمرو کا کہنا ہے کہ زید نے بلا طلاق دیئے اپنی بیوی کو بھیج دیا ہے۔ لہذا اس کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ لہذا حکم
شرع سے آگاہ کریں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر صرف اتنی سی بات ہے کہ زید نے اپنی نافرمان بیوی کو اس کے اصرار پر چاروٹا چار مائیکے جانے کی اجازت
دے دی یا ناراض ہو کر اسے مائیکے بھیج دیا تو یہ ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے زید کی امامت درست نہ ہو۔ بیوی سے
ناراض ہو کر اسے مائیکے بھیج دینا اور طلاق نہ دینا یہ بجائے خود عیب کی بات نہیں ہے تو پھر اس سے زید کی امامت درست نہ
ہونے یا اس کی اقتدا میں نماز درست نہ ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ

دیوبندی کی اقتدا کرنے والے کی امامت کیسی؟

مسئلہ از: سراج احمد القادری اوسان پور، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) زید دیوبندی مولوی کی اقتدا میں مصلیٰ نماز جنازہ کی صورت میں کھڑا رہا۔ آیا ایسی صورت میں زید کی
اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں اور شرعی حکم اس پر کیا نافذ ہوتا ہے اور بکر سی علی پر تنقیدی نظر رکھتا ہے۔ اس نے کہا ایسے
شخص کے پیچھے نماز درست نہیں ہے۔ اس کے لیے کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دیوبندی مولوی کی اقتدا میں نماز جنازہ کے لیے صورتاً کھڑا ہونا بھی درست نہیں ہے۔ کیوں کہ عوام تو یہی سمجھیں گے اس نے دیوبندی مولوی کی اقتدا کی تو وہ اسے معتمد و مطعون بھی کریں گے اور خود بھی دیوبندیوں کی اقتدا کرنے لگیں گے۔ مسلمان خصوصاً علما کو کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے عوام کو تہمت لگانے کا موقع ملے۔ حدیث شریف میں ہے:

”من کان یومن باللہ وبالیوم الآخر فلا یقف مواقف التہم“ (۱)

زید پر توبہ اور استغفار لازم ہے۔ بعد توبہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب کہ اور کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو۔

اور بکر نے زید کے متعلق صحیح کہا کہ اس کی اقتدا میں بغیر اس کے توبہ کیے نماز درست نہیں۔ البتہ بکر کا علما اہلسنت پر تنقید کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

”عالم کی خطا گیری اور اس پر اعتراض حرام ہے۔“ (۲) بکر پر لازم ہے کہ علما اہل سنت کی خطا گیری اور تنقید سے توبہ کرے اور اپنی اس ذلیل حرکت سے باز آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

جان بوجھ کر دیوبندیوں کا سنیوں کے ساتھ نکاح پڑھانے والے امام کا حکم

مسئلہ از: سراج احمد قادری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں؟

زید جو کہ سنی ہے اور اپنے گاؤں کی مسجد کا امام ہے۔ بکر سنی کی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر دیوبندی کے ساتھ پڑھا جب کہ زید کو اچھی طرح معلوم ہے کہ عمر دیوبندی ہے اور یوں ہی زید نے ہندہ دیوبندی کا نکاح عمر سنی کے ساتھ پڑھا۔ اس صورت میں زید پر کیا حکم ہے؟ آیا زید امامت کرنے کا مستحق ہے یا نہیں؟ برائے کرم اطمینان بخش جواب مرحمت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

نوٹ: صورت یہ ہے کہ زید سنی نے ایک نہیں کئی مرتبہ ایسا کام کیا ہے۔

(۱) میرا قی الفلاح، ص: ۲۴۹

(۲) الفتاویٰ الرحمیۃ، ج: ۹، ص: ۵۳۹

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر واقعی زید نے جانتے بوجھتے ہوئے کسی دیوبندی، وہابی کا نکاح پڑھا ہے تو اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ ساتھ ہی تجدید ایمان، تجدید بیعت اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا کر لیتا ہے اور دیوبندیوں کے پڑھے نکاح کے باطل اور غلط ہونے کا اعلان کر دیتا ہے تو اب وہ لائق امامت رہے گا۔ حدیث شریف میں ہے:

”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“ (۱)

اور اگر وہ توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح نہیں کرتا ہے تو ہرگز ہرگز امامت کے لائق نہیں ہے بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے شخص کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔

ارشاد باری جل جلالہ ہے ﴿فَلَا تَقْعُدُوا بِغَدِ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم و خطا کار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۱۰/۱۲/۱۰ھ

ایک مشیت سے کم ڈاڑھی رکھنے والے کی امامت

مسئلہ از: سیف اللہ ناظم اعلیٰ مدرسہ انوار العلوم، بھپورہ، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید جامع مسجد کا امام ہو اور بخشی داڑھی رکھتا ہو۔ غیر عمرہ عورت کی چھیڑ خانی کا الزام بھی ہو۔ اس کی افتدائیں نماز ہوگی یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کے امامت سے نہ ہٹنے کی صورت میں دوسری جگہ نمازہ بجگانہ کے ساتھ نماز جمعہ قائم کرنے پر کیا حکم ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

داڑھی منڈانا یا ایک مشیت سے کم رکھنا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) السنن لابن ماجہ ج: ۲، ص: ۳۱۳

(۲) سورة الانعام، آیت: ۶۸

ارشاد فرمایا: ”انکھوا الشوارب واعفوا اللحی“ (۱) یعنی مونچھوں کو خوب کم کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

حضرت علامہ اجل ”علاء الدین“ صکلی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”یہ حرم علی الرجل قطع لحیتہ“ (۲)

اور فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ”داڑھی بڑھانا سنن

انبیاء سابقین سے ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔“ (۳)

لہذا زید داڑھی ایک مشت سے کم کرانے کی بنا پر حرام کار اور سخت مجرم و گنہگار فاسق معلن ہے۔ اسے امام

بنانا گناہ اور اس کی اقتدا میں نماز ناجائز ہے۔ اگر پڑھ لی ہے تو دہرانا واجب ہے۔ غنیۃ میں ہے:

”لو قدموا فاسقاً یا ثمونا“ (۴)

اور در مختار میں ہے:

”کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحريم تجب اعادتها“ (۵)

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رۃ قادری فاضل بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں۔ اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ

کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی

گناہ اور پڑھی لی ہے تو پھیرنی واجب۔ (۶)

اگر زید امامت سے نہ ہٹے تو مسلمان کسی دوسری جگہ لائق امامت کی اقتدا میں نماز نہ بخگنا پڑھیں، اگر شرائط جمعہ

محقق ہوں تو نماز جمعہ بھی قائم کریں۔ بصورت دیگر جمعہ کے دن بھی نماز جمعہ کے بجائے ظہر باجماعت پڑھیں۔ ہکذا

قال العلماء الکرام لاهل السنة والجماعة کثرهم اللہ تعالیٰ وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۲۵/ رزی الحجۃ ۱۴۳۰ھ

ترکہ میں لڑکے اور لڑکیوں کا برابر کا حصہ دلانے والے کی امامت

مسئلہ ۱: محمد سکندر رضوی، دارالعلوم سید حسن شاہ قادری، انگوم۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع مطہرہ اندریں مسئلہ کہ بکر، جو قرآن کو تلفظ اور تجوید و ترتیل کی رعایت کر کے پڑھنا

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۵، ص: ۲۸۸

(۱) الجامع الصحیح للبخاری، ج: ۲، ص: ۸۷۵

(۳) غنیۃ المستملی، ص: ۵۱۳

(۴) بہار شریعت، ج: ۱۶، ص: ۱۹۷

(۶) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۳۵۳

(۵) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۱، ص: ۳۳۷

تو درکنار زیروزہر کی بھی رعایت نہیں کرتا۔ داڑھی بھی ایک مشت سے کم رکھتا ہے، چوراہوں و شاہراہوں پر کھڑے ہو کر بیڑی و سگریٹ پھونکتے رہتا ہے۔ دعا و تعویذ اس کا مشغلہ ہے۔ بالغہ عورتوں کا بال پکڑ کر شیطان چھڑاتا اور کہتا ہے روح بدکا اثر ہے۔ سر سے مرغ اتار کر خود کھاتا ہے۔ تقسیم ترکہ کے بارے میں کہتا ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کو برابر کا حصہ ملنا چاہیے اور اپنے گھر و خاندان والوں کو انسی پر عمل کرواتا ہے۔ مصافحہ کا ایک طریقہ جس کی نسبت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے ”بہار شریعت“ میں ذکر کیا ہے کہ:

”ہر ایک کا داہنا ہاتھ داہنے ہاتھ سے اور بایاں بائیں سے ملائے اور انگوٹھا دبائے یہاں بعض جگہوں پر مصافحہ کا وہ طریقہ رائج بلکہ مصلوب سنیوں کی پہچان و علامت بن چکا ہے۔ مصافحہ کے اس طریقہ کو بکراپنی دانش کے مطابق کافروں کا طریقہ بتاتا ہے اور صحیح بات ماننے کو تیار نہیں۔ بکر سے علم لوگ مسجد میں موجود پھر بھی وہ از خود مصلیٰ پر چلا جاتا ہے۔ نماز پڑھانے کے لیے دارالعلوم کے طلبہ، حافظ اور مولوی ہو رہے ہیں۔ ان کی عمریں ۱۵، ۱۶ سال کی ہے اور وہ اپنے بلوغ کا اقرار کرتے ہیں۔ جب کبھی امام کی عدم موجودگی میں لوگ ان طلبہ کو امامت کے لیے آگے بڑھاتے ہیں بکر ان کی اقتدا صرف اس لیے نہیں کرتا کہ داڑھی نہیں آئی ہے اور کہتا ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ ہوگی اور کبھی تو مصلیٰ سے ہٹا کر خود آگے بڑھ جاتا ہے۔

لہذا مفتی صاحب قبلہ سے درخواست ہے کہ شخص مذکور کے بارے میں شرع شریف کا فرمان و حکم کیا ہے؟ جواب سے نوازیں اور مطلع فرمائیں کہ مذکورہ بالا فرد بکر کی اقتدا درست ہے یا نہیں اور اس کے بارے میں شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب عطا فرما کر کے عند اللہ اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر بکر واقعی ان امور کا مرتکب ہے تو وہ سخت مجرم و گنہگار، جاہل، مکار، مستحق نار و غضب جبار، حد درجہ فاسق ہے اسے امام بنانا ناجائز اور اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔

رد المحتار میں ہے: ”مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم“ (۱)

رد مختار میں ہے: ”کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتها“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ

(۱) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۷۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

مدرسوں کا چندہ وصول کر کے بغیر جمع کیے ہوئے

خرچ کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: محمد کلام الدین، مخدوم سرائے، سیوان، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: جو امام مسجد رمضان المبارک کے مقدس مہینہ میں زکوٰۃ فطرہ وصول کر اس میں کی آدمی رقم مدرسہ میں جمع کر کے اور آدمی رقم اپنے مصرف میں لگا دے جب کہ یہ پوری رقم غریبوں یا مسکینوں وغیرہ کا حق ہے تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز، پنجگانہ، جمعہ، تراویح و عیدین جائز ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

آج کل مدارس عربیہ کا چندہ وصول کرنے والے عموماً عامل نہیں ہوتے ہیں کہ ان کو چندہ وصول کرنے کے لیے بھیجنے یا متعین کرنے والے ذمہ داران مدرسہ ہوتے ہیں جو حاکم اسلام نہیں۔ لہذا وہ وکیل ہوتے ہیں اور انہیں یہ اجازت نہیں کہ بلا تملیک حق المحنت لے لیں اور اگر ایسا کریں تو یہ امانت میں خیانت ہوگی جو حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرُّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِيَّتَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۱)

”اے ایمان والو! اللہ، رسول سے دغا نہ کرو، نہ امانتوں میں جان بوجھ کر۔“

اور اس طرح کرنے سے زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی بلکہ انہیں زکوٰۃ دینے والوں کو تاوان دینا ہوگا۔

حضور صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”اگر وکیل نے پہلے اس روپے کو خود خرچ کر ڈالا، بعد میں اپنا روپیہ دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ یہ تبرع ہے اور

موکل یعنی زکوٰۃ دینے والے کو تاوان دے گا۔“ (۲)

صورت مذکورہ میں اگر امام مسجد بلا تملیک مستحق چندہ کی رقم اپنے مصرف میں لاتا ہے تو خائن ہے۔ اس پر

(۱) سورة الانفال، آیت: ۲۷

(۲) بہار شریعت: ج: ۵، ص: ۲۳

لازم ہے کہ اس فعل حرام سے بچے اور دل سے توبہ کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے احتراز کرے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

زکاۃ کی رقم خرچ کرنے اور سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو دیوبندی کہنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: شیخ امیر الدین، کرلا، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں: زید جو کہ عالم اور ایک مسجد کا امام ہے۔
(۱) بہت سے بچ وقت نمازی حضرات ان کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتے ہیں۔ صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ مصلیٰ نے ظہر کی نماز کی اقامت رکوا کر یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تیرے کارنامے بیان کر دوں تو تیرے پیچھے کوئی مقتدی نماز نہیں پڑھے گا۔

(۲) زید کئی مدرسوں کی رسیدیں اپنے پاس رکھتا ہے۔ رمضان شریف میں لوگوں سے مدرسے کے تمام پر زکوٰۃ وصول کرتا ہے اور انہیں مدرسوں کی رسیدیں زیادہ کاٹتا ہے جس میں کمیشن زیادہ ملتا ہے اور حیلہ شرعی کرنے سے پہلے اپنا حق محنت (کمیشن) کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیتا ہے۔ اس کے بعد باقی رقم مدرسوں کے ذمہ داروں کو دیتا ہے اور اس فعل کا ارتکاب گزشتہ کئی سالوں سے مسلسل کرتا آ رہا ہے۔ حیلہ شرعی کرنے سے قبل کمیشن خود سے لینا امانت میں خیانت ہے کہ نہیں؟ مذکورہ صورت میں زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

(۳) بد اخلاقی کا مظاہرہ کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، جھوٹ بلواتا ہے۔

(۴) سنی صحیح العقیدہ مسلمان کو دیوبندی کہتا ہے۔

(۵) زید کے اپنے دوست کی بیوی سے ناجائز تعلقات ہیں۔ دوست کی غیر موجودگی میں اس کے گھر پر گھنٹوں تنہائی میں رہتا ہے اور مسجد کے حجرے میں بیٹھ کر موبائل پر اس سے لطف اندوز ہو کر باتیں کرتا ہے اور اپنے دوسرے دوستوں کو اس کی باتیں سناتا ہے۔

(۶) دیوبندی، وہابی کا نکاح بھی پڑھاتا ہے۔ زید کا میل جول سود خوروں اور غلط کاروبار کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان سے نذرانہ بھی لیتا ہے اور ان کے ساتھ کھانا پینا بھی درست جانتا ہے۔

یہ ساری باتیں عوام الناس میں مشہور ہیں اور حالات ایسے ہو گئے ہیں کہ سنی مسلمانوں میں دو گروپ ہو گئے اور آپس میں لڑنے کو تیار ہیں۔ ایک طبقہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور دوسرا سنی صحیح العقیدہ طبقہ دور دراز کی سنی مساجد

میں جا کر نماز ادا کر لیتا ہے اور جو مصلوب نہیں ہیں دیوبندی وہابی کی مساجد میں جا کر ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔
مذکورہ صورتوں میں زید کے بارے میں شرعاً کیا احکام جاری ہوتے ہیں؟ ان کی اقتدا میں نماز درست ہوتی ہے اور ان کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔
”باسمہ تعالیٰ وتقّدر“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کا حیلہ شرعی کرنے سے قبل خود سے کیشن لے لینا حرام ہے کہ یہ امانت میں خیانت ہے جو سخت ناجائز و حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِيَّتَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۱)
اور اس طرح کرنے سے زکاۃ بھی ادا نہ ہوگی۔ بہار شریعت میں ہے: ”اگر وکیل نے پہلے اس روپے کو خود خرچ کر ڈالا بعد کو اپنا روپے زکاۃ میں دیا تو زکاۃ ادا نہ ہوئی بلکہ یہ تبرع ہے۔ (۲) زید کے بارے میں جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں اگر واقعی زید میں وہ سب عیوب ونقائص پائے جاتے ہیں تو زید سخت فاسق وفاجر اور مجرم و گنہگار ہے بلکہ بعض امور کے پیش نظر اس پر حکم کفر ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ ایسا کرے تو ٹھیک ورنہ اس کی اقتدا میں نماز ناجائز اور اسے امام بنانا ناجائز ہے۔ ان باتوں کو جانتے ہوئے جو لوگ اسے امام بنائیں گے سب مجرم و گنہگار ہوں گے۔

مراقی الفلاح میں ہے:

”ولذا کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامہ بالدين فتجب اہانتہ شرعاً فلا يعظم بتقدمہ

للإمامۃ“ (۳)

علامہ ابراہیم حلبی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”لو قد مواء فاسقاً یا ثمون“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) سورۃ الانفال، آیت: ۲۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۲۳

(۳) مراقی الفلاح، ص: ۱۶۵

(۴) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۹

بے شرم و بے حیا شخص کی امامت کا حکم

مسئلہ از: عبداللطیف ہاشم، مولد ہدیری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

حاضر وقت میں اہل سنت و جماعت جامع مسجد مولد ہدیری کے امام و خطیب سے کچھ معاملات سے ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا درست ہوگا؟

امام صاحب کی اہلیہ انگلش میڈیم اسکول میں پڑھاتی ہیں۔ جہاں اساتذہ عورت اور مرد مخلوط ہیں۔ فرزند ”بی کام“ پڑھا ہوا ہے اور کام کر رہا ہے۔ ایک لڑکی بنگلور میں ہاسٹل میں رہ کر کالج جا رہی ہے۔ ڈاکٹری سیکھ رہی ہے۔ ایک لڑکی ”بی کام“ پڑھی ہے چھوٹی لڑکی انگلش میڈیم اسکول میں تعلیم حاصل کر رہی ہے اور اسکول کے پروگرام میں قوالی اور ٹانگ وغیرہ میں مرد کا بھیس ڈال کر پارٹ کرتی ہے۔ ان تمام باتوں سے امام صاحب آگاہ ہیں۔ اس فوٹو میں امام صاحب کی لڑکی کو قوالی اور دوسری فوٹو میں مرد کے بھیس میں ٹانگ میں کام کرتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ سرخ مارک والی لڑکی۔

حضور مفتی صاحب قبلہ کی بارگاہ میں عرض ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی روشنی میں یہ بات واضح کریں کہ ایسے امام کو سنی جامع مسجد کا امام و خطیب بنائے رکھنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ علمائے دین اس پر غور فرما کر ہمیں سیدھی راہ بتائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مردوں اور جوان لڑکوں کے ساتھ رہ کر اجنبی عورتوں کا پڑھنا پڑھانا حرام و گناہ ہے۔ یوں ہی رقص و سرود اور ٹانگ کرنا شدید بے حیائی اور سخت حرام ہے۔ اس لیے امام مذکور پر فرض ہے کہ اپنی عورت اور لڑکیوں کو محرمات و منکرات، اور فواحش کے ارتکاب سے روکے، اور حرام و گناہ میں ملوث رہنے سے باز رکھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾ (۱)

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اور ارشاد رسول کریم صلیہ اللہ علیہ وسلم ہے:

”کلکم راع و کلکم مسئول عن رعيه“ (۱)
 تم میں ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت کے متعلق سوال ہوگا۔
 امام مذکور اپنی بیوی، اور لڑکیوں کو ناجائز و حرام فعل سے نہ روکنے کے سبب بے حیا و بے فیرت اور مستحق عذاب، اور دیوث ہے۔ مجرم و گنہگار اور فاسق معلن ہے۔
 رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

”ثلاثة قد حرم الله عليهم الجنة مد من الخمر والعاق والديوث الذي يقر في اهله الخبث“ (۲) یعنی تین شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جنت حرام فرمادی ہے۔ شراب کا عادی، والدین کا نافرمان اور دیوث جو اپنے اہل و عیال میں خبث کو باقی رکھے۔
 ایسے شخص کو خطیب و امام بنانا ناجائز و گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ نتیجہ میں ہے ”لو قدموا فاسقاً یا ثمون بناءً علی ان کراهة تقديمه کراهة تحریم“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
 ۱۷ صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنے والے امام کی امامت

مسئلہ از: شیر محمد قادری، سنی جامع مسجد امام باڑھ داور، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر
 کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں۔
 زید اپنے آپ کو سنی عالم کہلاتا ہے اور ایک مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ زید نے دیوبندی کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ اب زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔
 ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:
 اگر زید نے دیوبندی امام کے کفری عقائد پر مطلع ہوتے ہوئے اسے مسلمان جان کر اس کے پیچھے نماز جنازہ

(۱) صحیح البخاری: ج: ۱، ص: ۱۷۱

(۲) مشکوٰۃ المصابیح ص: ۳۱۸

(۳) غنیۃ المستملی، فصل الامامة، ص: ۵۱۳

پڑھی تو اس پر توبہ تجدید ایمان اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح لازم ہے۔ اس کے بعد اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ بشرطے کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ اگر دیوبندی کو کافر سمجھتے ہوئے اس کے پیچھے نماز پڑھی تو بھی اس کے لیے توبہ واستغفار لازم و ضروری ہے۔ اگر ایسا وہ نہ کرے تو اس کی اقتدانہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳۰ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

ولد الزنا پیوی کے شوہر کا امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ اذ: ریاض الدین احمد، معلم ادارہ ہذا مقام پرسیاں بزرگ، پوسٹ پوکر بھنڈا، ضلع مہراج گنج، یوپی۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کہ زید عالم یا حافظ ہے۔ اس کی شادی زینب سے ہوئی اور زینب ولد الزنا ہے تو زید کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقّس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اگر لائق امامت ہے تو اس کے پیچھے بلاشبہ نماز درست ہوگی اور زینب کا بخت الزنا ہونا مانع امامت زید نہیں۔ کیوں کہ اگر خود کوئی ولد الزنا ہو، اور لائق امامت ہو، تو اس کی اقتدا کرنا صحیح ہے۔ چنانچہ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ”ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ ہے۔ جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت، و نماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اسے امام بنانا واجب ہوگا۔“ (۱)

اس لیے اگر اس کی بیوی بنت الزنا ہے تو اس کی وجہ سے زید لائق امامت نہ رہے ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی امامت درست ہوگی، بشرطے کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو۔ ”واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔“

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۲ ربیع الحجۃ ۱۴۲۱ھ

ولد الزنا کا امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد فکیل احمد، مقام پرسیاں بزرگ دپوسٹ پوکھر بھنڈا، ضلع مہراج سنج، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید ولد الزنا ہے۔ آیا اس کی
اقتدا میں نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کوئی شخص زید سے زیادہ طہارت و نماز کے مسائل کا علم رکھتا ہو تو اس کے ہوتے ہوئے زید کو امام بنانا مکروہ
تہذیبی یعنی خلاف ادنیٰ ہے اور اگر سب حاضرین سے زیادہ مسائل طہارت و نماز کا علم رکھنے والا زید ہی ہے تو اس کی
اقتدا میں نماز ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری وجہ مانع امامت مثلاً بد اعتقادی و فسق وغیرہ نہ ہو۔
علامہ حنفی علیہ الرحمہ والرضوان رقمطراز ہیں:

”یکرہ امامۃ عبدو اعرابی و ولد الزنا الی قوله الا ان یکون اعلم القوم“ (۱)

امام اہل سنت سرکار علیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”ولد الزنا کی امامت مکروہ تہذیبی یعنی خلاف ادنیٰ
ہے جب کہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت و نماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق
امامت ہے تو اسے امام بنانا واجب ہوگا۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

۱۵/ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

دیوبندی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والے کی امامت کا حکم

مسئلہ از: محمد سراج برکاتی، مقام پوکھر یاوارڈ نمبر ۵ بی سی بسنت روہٹ نیپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید کو گاؤں کے لوگوں نے امام مقرر کر رکھا ہے لیکن زید کی قرأت درست نہیں ہے یعنی وہ حروف صحیح سے
ادائیں کر پاتا ہے اور گاؤں ہی کا رہنے والا ہے جبکہ بکرجو اسی گاؤں میں ملازمت کرتا ہے (مدرسہ میں پڑھاتا ہے

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۲۹۸

(۲) العطايا النبوية لفي الفتاوى الرضوية، ج: ۳، ص: ۱۷۹

یعنی عالم ہے) اور باہر کارہنے والا ہے۔ زید سے اچھی قرأت کرتا ہے یعنی حروف کی ادائیگی ٹھیک ہے، نماز کے مسائل بھی زید کو اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ سجدہ کی حالت میں پاؤں کے انگلیوں کا صرف سراز میں پر رکھتا ہے جبکہ بکر کو اس سے زیادہ معلومات ہے۔ نیز زید دیوبندیوں کی نماز جنازہ میں وثاقو قفا شریک ہوتا رہتا ہے اور جب زید سے کہا جاتا ہے کہ توبہ کرو کہ دیوبندی کی نماز جنازہ میں جانا جائز نہیں ہے تو کہتا ہے ہم کیا غلط کئے ہیں کہ توبہ کریں، توبہ نہیں کریں گے۔

اب دریافت طلب امر ہے کہ (۱) زید کے پیچھے بکر کی نماز ہوگی یا نہیں؟ (۲) زید کی اقتداء سے بچنے کے لئے بکر جماعت ختم ہونے کے بعد مسجد میں جا کر اپنی نماز تنہا پڑھتا ہے تو بکر تارک جماعت کا مرتکب ہوگا یا نہیں؟ (۳) بکر کی موجودگی میں زید نماز پڑھائے گا تو خود زید کی اور دوسرے لوگوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ جو زید سے بھی کم پڑھے لکھے ہیں (۴) دیوبندیوں کی نماز جنازہ میں شریک ہونا کیسا ہے؟ اور جو شریک ہوا اس کے ہارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ میت جاہل ہو اور جنازہ پڑھانے والا حافظ یا عالم (۵) کسی سنی صحیح العقیدہ کو بوجہ مجبوری کسی بد مذہب جیسے دیوبندی، وہابی، اہل حدیث اور جماعت اسلامی وغیرہ کی نماز جنازہ میں شریک ہونا پڑے تو اس کے لئے کیا راستہ ہے؟ یوں ہی کسی کو فرض نماز میں اس کے پیچھے جماعت میں شریک ہونا پڑے تو کیا کرے؟

(۶) دیوبندی کے کافر و مرتد ہونے کا حکم کب دیا جائے گا یعنی کتنا علم رکھنے کے باوجود اسی عقیدہ کو ماننے کا تو اور آج کل جماعت میں گاؤں گاؤں گھومنے والے جو چار چار مہینے کا چلہ لگاتے ہیں اور بزرگوں اور رسول خدا کی شان میں برائی کرتے ہیں وہ کس حکم میں داخل ہیں نیز ان کے ذبیحہ کا حکم کیا ہے؟ مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر زید کے اندر واقعی وہ باتیں ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو وہ بلاشبہ فاسق و فاجر مستحق نار و لائق غضب جبار ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے اس کی اقتداء ناجائز ہے اور اس کی اقتداء میں پڑھی گئی نماز کا دہرانا واجب ہے۔ غنیۃ میں ہے ”لو قلدمو افساقہا لمون“ (۱) در مختار میں ہے:

”کل صلاة ادیت مع کراهة التحريم تجب اعادتها“ (۲)

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۲۷۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۳۰

ایسی صورت میں صرف بکر ہی نہیں کسی کی نماز پید کے پیچھے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
(۲) اگر کسی دوسری مطابق سنت جماعت میں شریک ہونے کی کوئی صورت نہیں تو اب وہ تارک جماعت نہیں ہوگا بلا عذر شرعی ترک جماعت کرنے والا تارک جماعت ہوتا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نظر از ہیں: ”تارک جماعت وہ کہ ہے کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصداً جماعت میں حاضر نہ ہو۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) اگر بکر کسی شرعی مجبوری کی بنا پر اس جماعت میں شریک ہو جاتا ہے تو دوبارہ الگ سے اس نماز کا اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
(۴) بکر کی موجودگی اور عدم موجودگی سے مسئلہ نہیں بدلے گا زید کے پیچھے سب کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں ”وہابیہ، دیوبندیہ قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔“ (۲)
اور کافر کی نماز جنازہ پڑھنا حرام اور سخت گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيكَ بِهِ بَأْسُهُمْ﴾ (۳)

اگر کوئی یہ جانتا ہو کہ دیوبندیوں نے اللہ و رسول کی شان میں گستاخی کی ہے پھر بھی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھے تو وہ بھی اسلام سے خارج ہوگا اب اس پر توبہ و تجدید ایمان اور نکاح لازم ہوگا اگر ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا بایکات کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) وہ مجبوری کیا ہے اس کی تفصیل لکھیں تو جواب لکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۷) اگر کوئی شخص اکابر دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی، غلیل احمد امیٹھوی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی وغیرہ کے عقائد کفریہ مندرجہ برائین قاطعہ، تحذیر الناس اور حفظ الایمان کو جانتا ہو اور ان مولویوں کے متعلق علمائے حرمین طہیین اور علمائے عرب و عجم کے فتاویٰ پر واقفیت کے باوجود ان مولویوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان مانتا ہو تو وہ بھی دیوبندی اور کافر و مرتد ہے۔ خواہ عالم کہلائے یا جاہل۔ اور تبلیغی جماعت میں جانے والے جو اللہ و رسول اور بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتے ہیں یا دیوبندی مولویوں کے کفری عقائد سے واقفیت کے باوجود انہیں مسلمان

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۳۲۶

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹۰

(۳) سورۃ التوبہ، آیت: ۸۴

مانتے ہیں وہ سب بھی دیوبندی اور اسلام سے خارج ہیں۔ قال تعالیٰ ﴿وَإِن كُنتُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ﴾ (۱)

اور جب ایسے لوگ مرتد ہیں تو ان کا ذبیحہ مردار ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”دیوبندی کا ذبیحہ مردار ہے۔“ (۲)

ہدایہ میں ہے:

”لَا تَوَكَّلْ ذَبِيحَةَ الْمَجُوسِ وَالْمُرْتَدِّ لَالَهُ لَا مِلَّةَ لَهُ فَإِنَّهُ لَا يَقْرَعُ عَلَى مَا انْتَقَلَ إِلَيْهِ“ (۳) واللہ

تعالیٰ اعلم۔

جس کی پیدائشی انگلیاں نہ ہوں اس کی امامت کا حکم

مصنفہ از: عطاء الرحمن، مقام چمرن، سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے ہاتھ اور پیر کی کچھ انگلیاں پیدائشی طور پر نہیں ہیں۔ زید حافظ قرآن ہے مسجد میں امامت بھی کرتا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ انگلیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے زید کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے پیچھے نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فقہائے کرام فرماتے ہیں جس کا ہاتھ فالج زدہ ہو یا ہاتھ ٹوٹا ہو اس کی اقتدا جائز ہے بشرطیکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو بلکہ موجود لوگوں میں اگر ایسے ہی حضرات سب سے زیادہ مسائل نماز کے جانکار ہیں تو وہی سب سے زیادہ امامت کے حقدار ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ و قطراز ہیں:

”اس (ہاتھ ٹوٹے) کے پیچھے جواز نماز میں کلام نہیں، ہاں غایت یہ ہے کہ اس کا غیر ادلی ہونا ہے وہ بھی اسی حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز و طہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی الحق و ادلی ہے۔ فی رد المحتار تحت قوله تکرہ خلف امر و سفید و مفلوج و ابرص الخ و کذا الک اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیره اولی تاثر خانیه و کذا اجذم بر جندی و محبوب و خافق و من له بدو احسن فتاوی الصوفیة عن العنفة و فی الدر یکره امامة الاعمی الا ان یكون اعلم القوم

(۱) سورۃ النساء، آیت: ۱۴

(۲) الفتاویٰ رضویہ، ج: ۸، ص: ۳۳۲

(۳) الہدایہ، ج: ۴، ص: ۴۱۸

(۱)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جب ٹوٹے ہوئے ہاتھ اور فالج زدہ کی امامت صحیح ہے تو جس کے ہاتھ پیر سلامت ہوں محض چند انگلیوں کے نہ رہنے سے اس کی امامت کیونکر ناجائز ہو جائے گی۔ اس لئے اگر زید نماز و طہارت کے مسائل جانتا ہے اور قرآن کریم کی صحیح قرأت کر سکتا ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے جبکہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۲/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

غلط افواہ پھیلانے والے کی امامت

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت کجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک گاؤں کی مسجد میں ایک موزن صاحب اور امام صاحب رہتے ہیں۔ موزن صاحب کی عمر ساٹھ سال کے قریب ہے۔ پندرہ سال سے مسجد میں اذان اور صاف صفائی کا کام کر رہے ہیں اور گاؤں کے بچے اور بچیوں کو مسجد کے صحن میں تعلیم دیتے ہیں۔ پانچ سال سے زیادہ عمر کے بچے پڑھنے نہیں آتے ہیں۔ امام صاحب موزن صاحب کے متعلق افواہ پھیلاتے ہیں محلہ کی عورتوں اور لڑکیوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ موزن صاحب کی گھڑی بند کر دیتے ہیں تاکہ ٹائم کے مطابق اذان نہ ہو اور وضو خانہ کاٹل کھول دیتے ہیں غرض کہ موزن صاحب کو مسجد سے نکلوانے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔ گاؤں اور محلہ کے لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود انصاف نہیں کرتے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کسی مسلمان کو بلا وجہ ایذا دینا ناجائز و حرام ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ۔“ (۲)

اگر واقعی امام مذکور موزن کے متعلق غلط افواہ پھیلاتا ہے تہمت لگاتا ہے وضو خانہ کاٹل کھول دیتا ہے جس سے بلا ضرورت پانی بہتا ہو تو وہ امام سخت مجرم و گنہگار مستحق نار لائق غضب جبار اور حق العہد میں گرفتار ہے۔ اس پر لازم ہے

(۱) الفعاوی الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۵

(۲) کنز العمال، ج: ۱۶، ص: ۱۰

کہ فوراً اپنی غلط حرکتوں سے توبہ کرے۔ موزن صاحب سے معافی مانگے اور آئندہ ایسی اوجھی اور ذلیل حرکت سے پرہیز کرے۔ اگر وہ ایسا کرنے لگے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اسے منصب امامت سے ہٹادیں۔ اگر قدرت و استطاعت کے باوجود اسے نہ ہٹائیں گے تو وہ بھی مجرم و گنہگار ہوں گے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ”من رای منکم منکر افعلیہ غیرہ ہیندہ فان لم یستطع فلبسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

اپنے بھائی کے قاتل کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک گاؤں میں تین سنی بھائیوں کے درمیان کسی بات پر لڑائی ہوئی تینوں ایک باپ کی اولاد تھے۔ لڑائی کے دوران چھوٹے بھائی کے ہاتھوں بڑے بھائی کا قتل ہو گیا۔ ماجمل بھائی جو حافظ قرآن ہے امامت بھی کرتے ہیں کچھ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان سے مصافحہ بھی نہیں کرتے جبکہ شریعت میں تین دن سے زیادہ دو مسلمان بھائیوں میں دعا و سلام بند رکھنا منع ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقّوس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کسی مسلمان کا قتل ناحق سخت ناجائز و حرام دوزخ انجام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَبُجُزَاءُ ۖ جَهَنَّمَ﴾ (۲)

جس نے بھائی کا قتل کیا وہ سخت مجرم و گنہگار لائق ناروغضب جبار اور حق العبد میں گرفتار ہے۔ اب اگر اس قتل میں وہ حافظ بھی کسی طرح ملوث ہے تو مسلمانوں کا اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور اس سے سلام و مصافحہ نہ کرنا بالکل درست اور حکم شرع پر عمل ہے ورنہ بلا وجہ کسی انام کے پیچھے نماز نہ پڑھنا اور اس سے سلام و مصافحہ بند کرنا منع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۵۱۱

(۲) سورة النساء، آیت: ۹۳

ناغہ کرنے والے تنخواہ دار امام کی اجرت کا حکم

مسئلہ از: ڈاکٹر ہارون علی خان، گرام و پوسٹ ہنومان منج، ضلع بہتھی، یوپی

گاہوں کے تمامی لوگ اور سبھی علمائے کرام مسجد کے سامنے بیٹھ کر پانچوں وقت کی نماز پڑھانے کے لئے مدرسے کے دو عالم کو مقرر کیا گیا تھا اور دونوں عالم نے امامت کی ذمہ داری قبول کی تھی اور دونوں عالم مل کر نماز پڑھائیں گے اپنے ہفتے میں ایک گھر جائے گا تو دوسرا امام نماز پڑھائے گا اور دوسرے ہفتے میں دوسرا عالم گھر جائے گا تو ہفتے والا عالم نماز پڑھائے گا جس سے مسجد امام سے خالی نہیں رہے گی اور امامت کا پیسہ آدھا، آدھالیں گے۔ کچھ دنوں کے بعد ایک عالم گھر چلے گئے اور جب دوسرے عالم آئے تو ان کو امامت کرنے کا موقع نہیں دیا جا رہا ہے اور اکیلے نماز پڑھاتے ہیں جس سے امامت میں بہت ناغہ کرتے ہیں اور خود بھی پانچ وقت نماز کی پابندی نہیں کرتے ہیں اور امامت کا پیسہ مسجد کے پیسے سے دیا جاتا ہے۔

(۱) ہر مہینے میں آٹھ دن، نو دن، دس دن کی چھٹی کرتے ہیں اور ایک دن کی بھی تنخواہ کم نہیں لیتے، مدرسے

میں رہنے پر بھی

(۲) اذان ہو رہی ہے امام صاحب سو رہے ہیں

(۳) اذان ہو رہی ہے امام صاحب بازار میں چائے پینے کے لئے جا رہے ہیں

(۴) اذان ہو رہی ہے امام صاحب شامیانہ لگوا رہے ہیں

ان وقتوں میں امامت کون کرے اللہ تعالیٰ ہی جانے کہ امام صاحب نماز کب پڑھتے ہیں۔

آپ سے گزارش ہے کہ یہ سب قرآن اور حدیث کی روشنی میں بتائیں کہ ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا

درست ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

تنخواہ دار امام جس وقت کی نماز نہ پڑھائے اس کی تنخواہ کا مستحق نہیں اور جبراً اس وقت یا دن کی تنخواہ لینا

ناجائز ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”جب وہ نماز پڑھانے کے لئے نوکر ہے تو جن وقتوں کی نماز نہ پڑھائے گا ان وقتوں کی تنخواہ کا مستحق نہ

ہوگا۔“ (۱)

نماز کو بلا عذر شرعی ترک کرنے والا فاسق معلن اور مجرم و گناہ گار ہے۔ البتہ اذان ہو رہی ہے اور امام صاحب سور ہے ہیں، چائے پی رہے ہیں، شامیانہ لگوا رہے ہیں، یہ باتیں ایسی نہیں ہیں کہ آدمی لائق امامت نہ رہے اذان کا جواب دینا مستحب ہے ہاں نماز ترک کرنا بلاشبہ جرم عظیم ہے لہذا اگر امام مذکور تارک صلوٰۃ ہیں اور بلا عذر شرعی نماز چھوڑتے ہیں تو ان کی اقتدانا جائز ہے ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ جانتے ہوئے ایسے کو امام بنانے والے اور ایسے کے پیچھے نماز پڑھنے والے سب گناہگار ہیں۔ غنیۃ المستغنی میں ہے: لو قدموا فاسقا یا ثمونا بناء علی ان کراہۃ تقدیمۃ کراہۃ تحریم۔“ (۱)

اور در مختار میں ہے ”کل صلوٰۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تحب اعادتها۔“ (۲) واللہ تعالیٰ

اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) غنیۃ المستغنی، ص: ۴۷۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے والے کی امامت

مسئلہ ۱: غلیل اطہر اشرفی، محلہ گنیر مردان خان رام پور
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید مسجد کا امام ہے جو مندرجہ
ذیل عادتوں کا حامل ہے:

(۱) داڑھی کٹنا کر حد شرعی سے کم رکھتا ہے۔

(۲) مسلم رہنماؤں کے ساتھ کینہ، حسد اور بغض کا شکار ہونے کے ساتھ ان پر مختلف الزام تراشیاں کرتا ہے۔

(۳) الیکشن کے مختلف موقعوں پر کبھی کانگریس کی، کبھی بی جے پی کی، کبھی بہو جن سماج پارٹی کی اور کبھی

ساجوادی پارٹی کی حمایت کر کے مسلمانوں سے اپنی حمایت کردہ پارٹی کو ووٹ دینے کی اپیل کرتا ہے۔ پھر اس پارٹی
کے برسر اقتدار آجانے کی صورت میں مختلف شکلوں میں اپنی حمایت کی قیمت وصول کرتا ہے۔

(۴) معذور لوگوں پر طنز کرتے ہوئے ان کے لئے بہرہ، لنگڑا اور اپانچ وغیرہ کے الفاظ استعمال کر کے انہیں

تکلیف پہنچاتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ از روئے شرع ایسے امام کی کیا حیثیت ہے۔ اسے امامت کا حق پہنچتا ہے یا

نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ جواب عنایت کر کے عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوال میں ذکر کردہ امور اگر واقعی کسی امام میں پائے جائیں تو وہ شرعاً فاسق و فاجر اور مجرم و گنہگار ہے اور اپنی

خبیث اور فبیح حرکتوں کی بنا پر وہ لائق امامت نہیں رہ گیا۔ اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء ہے۔ غنیۃ
المستملی میں ہے:

”لو قدموا فاسقا یا ثمنون بناء علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریم لعدم اعتناہ بامور

دینیة و تساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوة و فعل ما ینافیہا بل

هو الغالب بالنظر الی فسقه.“ (۱)

اور در مختار میں ہے ”کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۲)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۷۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

فاسق و فاجر شخص کی امامت کا حکم

مسئلہ ۱: حاجی مقبول حسن، اے/۴، مکمل انہر و نگر، رنگ روڈ خرم نگر، لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں اصول شرع کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، ہمیں شکر گزار بنائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

زید فقط حافظ وقاری ہے ایک عظیم مدرسہ کے درجہ حفظ کا مدرس ہے اور اسی مدرسہ کی مسجد کا امام ہے جو شرعی و عرفی عیوب سے آلودہ ہے۔ مسائل شرعیہ سے اس قدر نا بلد ہے کہ مشہور واجبات نماز سے بھی لاعلم ہے حتیٰ کہ بعض دفعہ سجدہ سہو واجب ہوا اور سجدہ نہیں کیا بعد میں مقتدیوں کے اعتراض کرنے پر نماز کا اعادہ کیا۔ نماز تراویح میں دوران قراءت بار بار تین تسبیح کی مقدار سے زیادہ سکوت کرتا ہے اور سجدہ سہو نہیں کرتا نیز تعدیل ارکان کی رعایت عام طور پر نہیں کرتا اس کی دروغ گوئی ادارہ کے اساتذہ کے نزدیک صاف عیاں ہے۔ مذکورہ امام اپنے گھر میں ٹی وی بھی رکھا ہے۔ واضح رہے کہ مسجد مذکورہ دارالعلوم کی کمیٹی کے زیر انتظام ہے۔ باوجود اس کے محض ذاتی منفعت کے لئے مصلوب بد عقیدوں سے علانیہ میل جول رکھتا ہے یہاں تک کہ ایک بار مسجد کے اندر ہونے والی عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے موقع پر محض بد عقیدوں کی دلجوئی کے لئے معمول کے مطابق صلوٰۃ و سلام نہیں پڑھوایا امام دارالعلوم کے مشہور بد عنوان خائن منیجر کا کھلا ہوا حامی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ایک عالم دین و منیجر کی موجودگی میں کمیٹی کی طرف سے منیجر کے بد عنوانی کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے اور منیجر کی حمایت کرتے ہوئے امام مذکور نے کہا کہ کس مدرسے کا ناظم نہیں کھاتا ہے؟ یعنی غبن نہیں کرتا ہے؟ اس نے کھالیا تو کیا ہوا؟ دارالعلوم کا مخصوص بجٹ ہے جس کے لئے منیجر، امام اور ایک دیگر مدرس کے نام کا مشترکہ اکاؤنٹ ہے جس میں دونوں کے دستخط سے روپے لگانے کی اجازت ہے۔ مطبخ کے اخراجات کے لئے امام خود اپنے اور دوسرے شریک مدرس کے دستخط سے چیک کے ذریعہ روپے نکالتا تھا اور اس کی اطلاع ناظم مطبخ کو دیا کرتا تھا (حساب کتاب کے لئے) مگر دوائیے مواقع کا علم انتظامیہ و اساتذہ کو بعد میں ہوا جس میں موصوف امام شریک کھاتہ دار مدرس کو نظر انداز کر کے بد عنوان منیجر کے دستخط سے روپے نکال کر منیجر کو اور ایک دوسرے منیجر کے حامی مدرس کو خفیہ طور پر تیس ہزار کا چیک دیا، بعد انکشاف گرفت کرنے پر قرض دینے کا حیلہ بنایا۔ اسی طرح منیجر کی اجازت سے مطبخ کے فنڈ سے بیس ہزار روپے ایک کلرک کو ایک مسجد میں لگانے کے لئے دیا جس کی تصدیق کلرک کے دستخط کی شکل میں موجود ہے۔ اس رقم کی اور سابقہ رقم کی واپسی کا ابھی تک کمیٹی کے کسی فرد کو کوئی علم نہیں ہے۔

یوں ہی مسجد کی آمدنی و حساب بھی کئی سالوں سے امام ہی کی تحویل میں ہے اور کمیٹی کی جانب سے بار بار

تقاضہ کے باوجود آج تک موصوف امام نے حساب نہیں دیا۔ نیز جمعہ کے روز آنے والی رقم کسی کے سامنے نہیں گنتا ہے گھر لے جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ منبر کی شہ پر اپنے رعب و دہذبہ سے امامت کرتا ہے ان ہی وجوہات کی بنا پر ادارہ کے بیشتر اساتذہ اس کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے جبکہ موصوف امام امامت کا اور اپنی اقتداء کرانے کا اتنا شوقین ہے کہ جینی شاہد کے مطابق ایک رکشہ والے کو اقتداء نہ کرنے پر طمانچہ تک رسید کیا ہے۔ اللہ رب العزت شاہد ہے کہ استفتاء میں مکمل صواب دید سے کام لیا گیا ہے۔ غلطی کی صورت میں مستفتی خود بروز قیامت جواب دہ ہوگا۔ لعنة الله على الكلابین۔ دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ زید موصوف امام کی امامت اور اس کی اقتداء درست ہے کہ نہیں۔ عوام خواص کو ایسے امام کی اقتداء کرنی چاہئے کہ نہیں؟ نیز موصوف امام اپنی ضد و ہمت دھڑی کی وجہ سے امامت نہیں چھوڑتا۔ ایسی صورت میں انتظامیہ کو کیا کرنا چاہئے؟ برائے کرم دلائل کی روشنی میں جلد جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوال میں جن امور کا ذکر ہے اگر واقعی امام مذکور میں وہ سب پائے جاتے ہیں تو وہ فاسق و فاجر ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ناجائز ہے اور اگر پڑھ لی تو اس نماز کا پھیرنا واجب ہے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ غنیۃ المستملیٰ میں ہے۔

”لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمہ کراهة تحریم۔“ (۱)

اور در مختار مع شامی میں ہے: ”کل صلاة ادیت مع کراهة التحریم تجب اعادتها۔“ (۲)
امام مذکور پر لازم ہے کہ اپنی قیج اور ناجائز و حرام حرکتوں سے توبہ و استغفار کرے اور آئندہ ایسے افعال سے باز رہے۔ بصورت دیگر وہ منصب امامت چھوڑ دے۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”ثلاثة لا یقبل الله منهم صلاة (الی قولہ) من تقدم قوما و هم له کارهون“ (۳)

اور اگر وہ از خود منصب امامت نہیں چھوڑتا تو انتظامیہ سبکی پر لازم ہے کہ اسے برطرف کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ نبی کریم علیہ التحیۃ و الثناء ارشاد فرماتے ہیں: ”من رای منکم منکر ا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فلیسانہ فان لم یستطع فلیقلبه و ذلک اضعف الایمان۔“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵/ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ

(۱) غنیۃ المستملیٰ، ص: ۴۷۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

(۳) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۸۸

(۴) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۴۳۶

نجدی امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت کجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

عرب شریف میں ملازمت کرنے والے مسلمان وہاں کے نجدی مرتد بے دین امام کے پیچھے جبراً و مصلحتاً نماز ادا کرتے ہیں تو ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ سنی مسلمان ان کے ساتھ دینی و دنیوی امور میں کیسا سلوک کریں؟ اور حج و عمرہ کو جانے والے اکثر لوگ انہیں کی اقتدا میں نمازیں ادا کرتے ہیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ان کی جانب سے قربانی جائز ہے یا نہیں اور ان کے جنازے کی نماز پڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کو خیال ہے کہ وہابی دیوبندی کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی جانب سے قربانی کی دعائے پڑھ کر صرف گوشت حلال کرنے کے لئے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دیا جائے کیا یہ درست ہے؟ جواب عطا فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نجدی وہابی اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں چنانچہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ

”محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں، اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔ (۱)

اور کسی ایک بھی مسلمان کو کافر سمجھنا خود کفر ہے تو جو شخص دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھے اس کا کیا حال ہوگا؟ لہذا وہابیوں پر حکم کفر ہے اور ان کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز باطل ہے۔ ان نمازوں کا لوٹانا فرض ہے۔ عرب شریف میں ملازمت کرنے والے اگر نجدی امام کی اقتدا میں جبراً و مصلحتاً نماز پڑھ لیتے ہوں تاکہ فتنہ و فساد سے بچے رہیں تو ان پر لازم ہے کہ ان نمازوں کو دہرائیں اور توبہ و استغفار کریں۔ اس حالت میں ان پر حکم کفر نہیں ہوگا لیکن اگر وہابیوں کو مسلمان سمجھ کر ان کی اقتدا کریں گے تو دائرۃ اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ وہی سلوک ہوگا جو کافروں کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہی حکم حج و عمرہ کرنے والوں کا ہے کہ اگر یہ جانتے ہوں کہ جس وہابی کے پیچھے میں نماز پڑھ رہے ہوں اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے پھر بھی اس کو مسلمان جان کر اس کی اقتدا میں نماز پڑھیں تو

وہ بھی دائرۃ اسلام سے باہر ہو جائیں گے اور جبراً و مصلیہ ختم و فساد سے بچنے کے لئے پڑھ لیتے ہوں تو ان نمازوں کا اعادہ اور ساتھ ہی توبہ و استغفار لازم ہے پھر جس صورت میں ان پر حکم کفر ہوگا ان کی طرف سے قربانی جائز نہیں ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

”الکافر لا یتحقق منه القرۃ فكانت نیتہ ملحقة بالعدم فكان یرید اللہم۔“ (۱)

اور نہ ہی ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ قال اللہ تعالیٰ

﴿وَلَا تَصِلْ عَلٰی أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ (۲)

اور اگر کوئی سنی ایسے لوگوں کی قربانی کو قربانی کی نیت سے نہیں بلکہ یونہی صرف تسمیہ پڑھ کر ذبح کر دے گا تو وہ جانور حلال ہو جائے گا۔ مگر اس سے بھی بچنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۴/ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۵، ص: ۳۰۴

(۲) سورۃ التوبہ، آیت ۱۴

باب الجماعة

جماعت کا بیان

عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ ۱: محمد قاسم، رضائیت ہاؤس، محلہ پھلیا ٹولہ، پرانی سبزی منڈی، فیض آباد، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: عورتوں کا رمضان کے مہینے میں
اکٹھا ہو کر باجماعت تراویح کی نماز پڑھنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز ہندہ حافظہ ہے۔ اس نے ماہ رمضان میں محلہ کی
عورتوں کو اکٹھا کر کے تراویح کی نماز باجماعت ادا کی۔ ہندہ کا محلہ کی عورتوں کو جمع کر کے ان کی امامت کرنا شرعاً
درست ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

عورتوں کا نماز تراویح یا کسی نماز کے لیے جماعت کرنا مکروہ تحریمی اور ناجائز و گناہ ہے۔
چنانچہ درمختار مع شامی میں ہے:

”یکرہ تحریمًا جماعة النساء ولو فی التراويح“ (۱)

اور علامہ کاسانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”جماعتہن مکروہۃ عندنا“ (۲)

اور چند سطر بعد فرماتے ہیں:

”لأن خروجهن الى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما أدى الى الحرام فهو حرام“ (۳)
ہندہ نے مکروہ تحریمی اور ناجائز و گناہ کام کیا ہے ”کما هو معلوم بالعبارات الفقهية والقوال الائمة

(۱) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۳۸۰

(۲) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۳۸۱

(۳) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۳۸۱

رحمہم اللہ تعالیٰ“ واللہ تعالیٰ اعلم۔
الجواب صحیح: محمد تقی القادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۷ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

عورت کا عورتوں کی امامت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد زماں رضوی، سمری خان کوٹ، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ عید و بقرہ عید کی نماز میں مسجد میں عورت کا عورتوں کی امامت کرنا کیسا ہے اور اس موقع پر عورتوں کو کیا کرنا چاہیے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

عورت کی امامت اور جماعت دونوں ناجائز ہیں۔ خواہ نماز پنجگانہ کی جماعت ہو یا جمعہ اور عیدین کی ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”ویکرہ امامۃ المرأة للنساء فی الصلوات کلھا من الفرائض، والنوافل“ (۱) تبیین الحقائق میں ہے: ”کرہ جماعة النساء وحدھن لقوله عليه السلام صلوة المرأة فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتها وصلاتھا فی منحدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا“ (۲) مراقی الفلاح میں ہے: ”ولا يحضرن الجماعات لما فیہ من الفتنة“ (۳) درمختار میں ہے: ”یکرہ حضورھن الجماعة لو لجمعة وعید مطلقاً ولو عجوز الیلا علی المذهب المفتی بہ لفساد الزمان“ (۴)

اسی میں ہے: ”ویکرہ تحریماً جماعة النساء“ (۵)

لہذا عید و بقرہ عید کی نماز کے لیے عورتوں کا مسجد میں جا کر عورت کی اقتدا میں پڑھنا ناجائز ہے۔ انہیں

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۵۸

(۲) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۸۴۳

(۳) مراقی الفلاح، ص: ۱۸۲

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۸۰

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۸۰

چاہیے کہ عید کے دن اپنے گھروں میں فردا نماز نفل پڑھیں، اور تسبیح و تہلیل کریں کہ یہ باعث ثواب و برکت اور سبب از دیانت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

عورتوں پر مردوں کی جماعت کا انتظار لازم نہیں

مسئلہ از: شاہ عالم عطاری، غوثیہ مسجد، فتح نگر اور، ضلع جلاؤں، ایم پی
عرض خدمت ہے کہ میرا استفتا کہ عورتیں کن کن وقتوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں؟ کے تحت آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ عورتوں کو مردوں کی جماعت کا انتظار لازم نہیں ہے مگر ”سنی بہشتی زیور“ میں ”در مختار“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ”عورتوں کے لیے فجر کی نماز اول وقت میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

میرے فتویٰ میں ”لازم نہیں ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ مردوں کی جماعت ہو جانے کا انتظار کرنا عورتوں پر واجب نہیں ہے اور آپ کی محولہ کتاب میں مستحب و بہتر کا لفظ ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اگر عورتیں مردوں کی جماعت کا انتظار کر لیں تو اچھا ہے، اور اگر نہ کریں تو کوئی حرج و گناہ نہیں ہے۔

لہذا دونوں باتوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ انتظار کرنا بہتر ہے۔ واجب و لازم نہیں ہے۔ اس لیے دونوں کلام میں کوئی تعارض و تناقض نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۹ ربیٰ القعدہ ۱۴۲۲ھ

محراب مسجد میں امام کہاں کھڑا ہو؟

مسئلہ از: محمد شبیر احمد نظامی، تنویر الاسلام امرڈوبھا، کبیر نگر، یو پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اہل سنت مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ محراب مسجد جو خاص امام کے لیے ہے اس کے اندرونی حصے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھاتا ہے تو کیا قباحہ ہے یا نہیں۔ نیز حدود و محراب کی توضیح

فرمائیں، نوازش ہوگی۔ بیٹو وتوجروا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

امام کا بے ضرورت محراب کے اندر اس طرح کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہو مکروہ ہے۔ ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں۔

علامہ ”علاء الدین“ حاکمی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

”کرہ قیام الإمام فی المحراب لا سجودہ فیہ وقد ماہ خارجه لان العبرة للقدم (۱) اور محراب در حقیقت مسجد میں وہ مقام ہے جو وسط مسجد میں ہوتا ہے۔ یہ محراب صوری اس کی علامت ہے، اور اس محراب صوری یعنی طاق کا پورا حصہ درمیانی خلا اور دیوار میں جہاں سے طاق کی بناوٹ کا آغاز ہے، اس کے مقابل نیچے فرش کا حصہ سب حد محراب ہے۔ مگر یہ اسی صورت میں ہے جب کہ محراب بصورت طاق ہو ورنہ وہی وسط مسجد محراب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔“

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

حرمین طیبین میں نجدی امام کے پیچھے ہرگز، ہرگز، نماز نہ پڑھیں

مسئلہ از: الحاج محمد سمیع اللہ رضوی، محلہ بھرپروا، گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں؟

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دونوں جگہ بیچ گانہ جماعت ہوتی ہے جس میں لاکھوں آدمی شریک ہوتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ سب کو معلوم ہے کہ کعبہ شریف میں ایک نیکی کرنے کا ثواب ایک لاکھ مرحمت ہوتا ہے اور مدینہ منورہ میں ایک نیکی کرنے کا ثواب پچاس ہزار ہوتا ہے۔ (موجودہ زمانے میں) مسجد نبوی میں اور کعبہ شریف کا امام نجدی ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں نماز اکیلے پڑھیں یا جماعت سے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۴۷۷

آج کل مسلمانوں کی بد قسمتی سے حجاز مقدس پر نجدیوں کی حکومت ہے۔ نجدی عقائد کے اعتبار سے گمراہ، بد دین ہیں بلکہ جمہور فقہاء کے طور پر کافر، ان کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں صرف یہی مسلمان ہیں۔ ان کے علاوہ دنیا کے سارے مسلمان کافر و مشرک ہیں۔ جیسا کہ دیوبند کے سابق شیخ الحدیث مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب میں لکھا ہے اور یہ متفق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو تو بڑی بات ہے، کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے۔ جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں اس پر شاہد ہیں اور نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس لیے مسلمانوں کو نجدی امام کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہیں پڑھنی چاہیے۔“ (۱)

البتہ اگر کسی سنی صحیح العقیدہ لائق امامت کی اقتداء میسر ہو جائے تو اس کی جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ تنہا پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری۔ مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ رزی قعدہ ۱۳۳۰ھ

گھر میں اپنے لڑکوں کے ساتھ جماعت کرنے کا حکم

مسئلہ: از محمد ابو قتادہ رضوی امجدی محلہ بدھیا نی ظیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ

اگر کوئی شخص اپنے لڑکوں کے ساتھ اپنے گھر میں ہی نماز باجماعت پڑھے تو وہ جماعت کا ثواب پائے گا یا نہیں؟ اور وہ تارک جماعت ہو گا یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر امام مسجد سنن و مستحبات کے ساتھ مکمل طور پر نماز ادا نہیں کرتا ہے تو گھر پر لڑکوں کے ساتھ جماعت کر لینا افضل ہے اور اگر امام سنن و مستحبات کی تکمیل کرتا ہے تو افضل یہ ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھے پھر بھی ایسی صورت میں اگر گھر پر اپنے لڑکوں کے ساتھ مل کر جماعت کر لیتا ہے تو جماعت کی فضیلت اور ثواب پائے گا اور تارک جماعت نہ ہو گا غرض عیون البصائر میں ہے۔

”قولہ من جمع: باہلہ لا ینال ثواب الجماعة“ یعنی التي تكون في المسجد لزيادة

فضیلة و تکثیر جماعۃ و اظہار شعائر الاسلام، و اما اصل الفضیلة و ہی المضاعفۃ بسبع و
 عشرين درجۃ ، فحاصلۃ بصلاۃ جماعۃ فی بیتہ علی ہیئۃ الجماعۃ الکائنة فی المسجد .
 فالحاصل ان کل ما شرع فیہ الجماعۃ، فالمسجد فیہ افضل لما اشتمل علیہ من
 شرف المكان، و اظہار الشعائر ، و تکثیر سواد المسلمین و التلاف قلوبہم و ینبغی ان یقید
 هذا بما اذا تساوت الجماعتان فی استکمال السنن و الآداب .
 و اما ان کانت الجماعۃ فی البیت اکمل ، کما اذا کان امام المسجد یخل ببعض
 الواجبات کما فی کثیر من ائمة الزمان، واللہ المستعان فالجماعۃ فی البیت افضل کذا فی
 "شرح البرہان الحلبي" علی "منیۃ المصلی" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب .

کتبہ محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ جمہد، شانی، بہسئی

باب ما یفسد الصلاۃ

مفسدات نماز کا بیان

لاؤڈ اسپیکر پر نماز فاسد ہے

مسئلہ از: سید محمد ندیم قادری، مسجد و گیان نگر، کوئٹہ راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے جمعہ و عیدین و تراویح کی نماز لاؤڈ اسپیکر پر ہوتی ہے۔ یہاں کے امام صاحب حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند کے مرید و خلیفہ ہیں۔ وہ وعظ و خطبہ تو پڑھ دیتے ہیں۔ لیکن نماز دوسرے (نائب) امام پڑھاتے ہیں اور یہ پہلی صف میں شامل ہو کر نماز جمعہ ادا کرتے ہیں امام صاحب کا کہنا ہے کہ حضور مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ کو تاجدار اہل سنت کہتے ہیں۔ پھر حضرت کے لاؤڈ اسپیکر سے متعلق عدم جواز کے فتویٰ پر علمائے کرام کی جانب سے عمل کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند و علمائے سابقہ کے فتوؤں کے خلاف عمل نہیں کر پاؤں گا۔

لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا وعظ، خطبہ، و سلام، و دعا بذریعہ مائیک کرنا اور نماز دوسرے سے پڑھا کر خود پہلی صف میں شامل ہو کر نماز جمعہ ادا کرنا کیسا ہے؟ نیز حجۃ الوداع کے موقع پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں مکہ مکرمین کا انتظام ہوا یا نہیں؟ اگر ہوا تو اسے سنت نبوی کہیں گے یا سنت صدیق اکبر؟ برائے کرام قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جمہور علمائے اہل سنت اور اکابرین امت کا فتویٰ یہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر وعظ و تقریر، خطبہ جمعہ و عیدین اور سلام و دعا کرنا جائز ہے مگر نماز میں اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔ جو لوگ اس کی آواز پر رکوع و سجود کریں گے ان کی نمازیں فاسد ہو جائیں گی۔ امام صاحب مذکور اگر کسی عذر یا مصلحت کی بنا پر ایسا کرتے ہیں تو حرج نہیں۔ اور فقیر کی نظر سے یہ نہیں گزرا کہ ”حجۃ الوداع“ کے موقع پر مکہ مکرمین کا انتظام ہوا تھا کہ نہیں۔

البتہ مکہ مکرمین کا بلند آواز سے تکبیرات و انقالات کہنے کا جواز فقہائے کرام نے اس حدیث پاک سے ثابت کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ کرام تک آپ کی تکبیر حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچا رہے تھے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”قال الاعمش فی قولہا والناس یصلون بصلوۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ یعنی: الہ کان

يسمع الناس تكبيره صلى الله تعالى عليه وسلم وفي الدراية وبه يعرف جواز رفع المؤذنين اصواتهم في الجمعة والعيدين وغيرهما“ (۱) اور در مختار میں ہے:

”لانه صلى الله تعالى عليه وسلم صلى آخر صلاته قاعداً، وهم قيام واهو بكر يبلغهم تكبيره وبه علم جواز رفع المؤذنين اصواتهم في الجمعة وغيرها..... الخ“ (۲)

اس اعتبار سے مکرمین کے تکبیرات انتقال کہنے کو سنت نبوی اور سنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دونوں کہا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ

مانک پر نماز جائز نہیں

مسئلہ از: ضیاء الدین احمد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکرمین کے انتظام ہونے کی صورت میں مانک پر جمعہ کی نماز پڑھانا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقديس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہندوستان کے جمہور علمائے اہل سنت کثر ہم اللہ تعالیٰ وشکر مساعیہم الجمیلہ کا موقف یہ ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا ناجائز ہے اور جو لوگ صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدار کریں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔ تفصیل کے لیے کتب علمائے اہل سنت بالخصوص فتاویٰ فیض الرسول اول کا مطالعہ کریں۔ لہذا مکرمین کے انتظام کے باوجود مانک پر نماز پڑھانا ناجائز ہی رہے گا۔ البتہ اگر فتنہ و فساد اور مار پیٹ کا ڈر ہو تو اصل مسئلہ بتا دیا جائے اور پھر دل میں برا جانتے ہوئے مانک پر نماز پڑھادی جائے تو امید ہے کہ مواخذہ آخرت سے بچا رہے گا ”قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (۳) ”وقال اللہ تعالیٰ ﴿لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۴) هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربی وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۹۶

(۱) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۳۸۰

(۳) سورة البقرة، آیت: ۲۸۶

(۴) سورة البقرة، آیت: ۲۹۱۔

لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مدنی خاں، ضلع بھلو اڑہ، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ پانچ وقت کی فرض نماز، اور جمعہ کی نماز مانگ یعنی لائوڈ اسپیکر سے پڑھانا کیسا ہے اور جو امام لائوڈ اسپیکر کے مسائل جاننے کے باوجود بھی لائوڈ اسپیکر سے نماز پڑھائے تو اس امام کے لیے کیا حکم ہے اور جو حضرات ایسے امام کے پیچھے لائوڈ اسپیکر سے نماز پڑھتے ہیں ان کی نماز ہوگی یا نہیں۔ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہندوستان کے جمہور علمائے اہل سنت کثر ہم اللہ تعالیٰ وشکر مساعیہم الجمیلہ کا موقف یہ ہے کہ نماز جمعہ ہو خواہ دیگر نمازیں ہوں لائوڈ اسپیکر پر ان کا پڑھانا جائز نہیں ہے اور جو لوگ صرف لائوڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کریں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔

تفصیل کے لیے علمائے اہل سنت کی کتابیں ان کے فتاویٰ خصوصاً ”فتاویٰ فیض الرسول“ اول کا مطالعہ کریں۔ جو امام بلا کسی جبر و اکراہ اور فتنہ و فساد کے خوف کے بغیر لائوڈ اسپیکر پر نماز پڑھے وہ شرعاً مجرم ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی بجائے بغیر لائوڈ اسپیکر سے پڑھی جانے والی نماز میں شامل ہوں جب کہ وہ جماعت شرعاً معتبر ہو۔
ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

شہر دلیل شرعی نہیں

مسئلہ از: محمد یوسف، گرام چکدہ ٹولہ، پوسٹ کمریا بازار، ضلع مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ لائوڈ اسپیکر کا استعمال نماز میں کرنے سے نماز ہوگی یا نہیں؟ مسئلہ مذکورہ کے متعلق ہمارے یہاں بین الناس بہت چہ میگوئیاں اور بحث ومباحثہ جاری ہے۔ اس کے متعلق میں نے حضرت مفتی جلال الدین صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی کتاب فتاویٰ فیض الرسول کا فتویٰ دکھایا مگر لوگ مہینے بھینڈی وغیرہ شہروں کی روش دیکھ کر مطمئن نہیں۔

لہذا حضور والا سے مؤدبانہ عریضہ ہے کہ اپنا قول نیز علمائے زمانہ کے اقوال و خیالات تحریر فرما کر عنایت فرمائیں تاکہ اس کی روشنی میں فیصلہ کیا جائے۔ آمین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

لاؤڈ اسپیکر پر نماز ناجائز ہے۔ جمہور علمائے اہل سنت کا یہی فتویٰ ہے۔ ماضی قریب کے جلیل القدر فقیہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی ”شریف الحق“ امجدی علیہ الرحمہ اور فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے مکمل تحقیق فرمادی ہے۔ علمائے بریلی شریف اور مبارک پور کا یہی فتویٰ ہے۔ جواز کے متعلق مفتی ”محمد نظام الدین“ مصباحی صاحب نے اپنی تحقیق پیش کی مگر جمہور علمائے اہل سنت نے اسے قبول نہیں کیا۔

لہذا سلامتی کی راہ یہی ہے کہ جمہور علمائے اہل سنت کے فیصلے کو تسلیم کیا جائے۔ رہی بات ممبئی بھیوٹڈی کی تو معلوم ہونا چاہیے کہ شریعت میں دلیل کتاب و سنت اور اجماع و قیاس ہے۔ کوئی شہر دلیل شرعی نہیں ہے جسے بطور دلیل پیش کیا جائے۔ عرب شریف میں بہت سے مقامات پر معاذ اللہ رب العالمین شراب و خنزیر استعمال ہو رہی ہے اور سعودیہ کے عیاش حکمران اپنی نگرانی میں کرارہے ہیں تو کیا یہ سب جائز ہو جائے گا؟ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ دینی معاملات میں کٹ جھٹی اور ہٹ دھرمی کے بجائے شرعی حکم اور اسلامی اصول کی پیروی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۲۱ رزی قعدہ ۱۴۲۳ھ

مسلمان طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کریں

مسئلہ لز: ناظم درگاہ خواجہ صاحب اجیر شریف

اندرون درگاہ شریف ۳ مساجد واقع ہیں۔ جہاں نمازیوں کی کثیر تعداد موجود ہوتی ہے۔ کثیر تعداد کی وجہ سے قرأت امام تمام مقتدیوں تک نہیں پہنچ پاتی۔ بکسیر مؤذن بھی پوری طرح نہیں سنائی دیتی۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایسی حالت میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جانا مناسب ہے یا نہیں؟ یہ تحریر کر دینا ضروری ہے کہ کافی برسوں قبل سے نماز جمعہ و عیدین مانگ پر ہوتی ہے اور ایام عرس میں بھی مانگ پر نماز ہوتی آئی ہے۔ برائے کرم شرعی طور پر جواب سے مطلع فرمائیں تو مشکور ہوں گا۔

جواب کے لیے مبلغ پانچ روپے کا ڈاک ٹکٹ ارسال خدمت ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جمہور علمائے اہل سنت کے نزدیک نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ناجائز اور مفسد صلاۃ ہے۔ اس لیے نماز میں اس کا استعمال ہرگز نہ کریں۔ ہندوستان کے جتنے ذمہ دار دارالافتاء ہیں، فقیر کی معلومات کے مطابق آج تک ہر جگہ سے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اقل قلیل وہ علمائے کرام ہیں جنہوں نے جواز کا فتویٰ دیا مگر اکابر علمائے اہل سنت نے اسے

رد کر دیا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہم اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۲۰ رذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

سورہ فاتحہ کے بعد تین چھوٹی چھوٹی آیتیں ملانا واجب ہے

مسئلہ از: حافظ سید خالد اشرف مجھو امیر، ہستی، یوپی

عرض خدمت یہ ہے کہ میں پہلی رکعت میں ”لَاذْکُرُونِی“ سے ”اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ“ تک آیت پوری کر کے رکوع کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ حنیف کا کہنا ہے کہ نماز کسی کی نہیں ہوئی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سورت ملانا یعنی ایک چھوٹی سورت، یا تین چھوٹی آیتیں، یا ایک یا دو آیتیں تین چھوٹی آیت کے برابر پڑھنا نماز فرض کی پہلی دو رکعتوں میں واجب ہے اور تین چھوٹی آیت جیسے ﴿لَئِنْ لَمْ نَنْظُرْ لَکُمْ غَسَّ وَبَسْرُکُمْ اَذْبَرْ وَاسْتَکْبَرْ﴾ ہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔

اس سے واضح ہے کہ آیت کریمہ ﴿لَاذْکُرُونِی﴾ سے ﴿اِنَّ اللہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ تک تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہی نہیں بلکہ زیادہ ہے۔ اس لیے نماز بلا کراہت جائز و صحیح ہے۔ حنیف جاہل اور جری و بے باک ہے اسے بے علم فتویٰ دینے سے توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہم اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع سجدہ کرنے والے کی نماز نہیں ہوگی

مسئلہ از: محمد پرویز، ناگپور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔

لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز میں اقتدا کرنا جمہور محققین علمائے اہل سنت و مفتیان ملت کے نزدیک درست ہے یا

نہیں؟ اگر کسی نے لاءؤڈ اسپیکر کی آواز پر اقتدا کی تو کیا اس کی نماز فاسد ہوگی؟ جواب باصواب عنایت فرمائیں۔ کچھ لوگ اس سلسلے میں نماز میں مانگ لگانے پر زور دیتے ہیں اور مسجد وغیرہ مساجد کا حوالہ ہیں۔ تو کیا جمہور علمائے اہل سنت کے

خلاف ان کو اجازت دی جائے گی۔ اس سلسلے میں حضور مفتی اعظم ہند اور محدث اعظم ہند کا کیا فتویٰ ہے؟ بیان فرمائیں۔
 ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فقہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ ارقام فرماتے ہیں ”جو لوگ صرف لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع سجدہ کریں گے ان کی نماز نہ ہوگی۔ یہی فتویٰ حضور مفتی اعظم ہند قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ اور بہت سے اکابر اہل سنت کا ہے۔ اور بعض لوگوں کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جائے گی لیکن چوں کہ معاملہ نماز جیسی اہم عبادت کے جائز اور ناجائز ہونے کا ہے اس لیے تاوقتیکہ محقق فن یہ ثابت نہ کر دیں کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہے۔ احتیاطاً نماز کے ناجائز ہونے کا ہی حکم کیا جائے۔“ (۱) لہذا جو لوگ نماز میں مانگ لگانے پر زور دیتے ہیں ان کا یہ فعل اکابر اہل سنت کے فتویٰ کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی
 کتبہ: محمد اختر حسین قادری

قراءت میں معنی کے فاسد ہونے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

زید نے نماز میں ”لَاذْکُرُونِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاَشْکُرُوْنِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ“ کو ”لَاذْکُرُونِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاَشْکُرُوْنِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ“ اور دوسری جگہ ”فَعَالٌ لِّمَا یُرِیدُ“ کو ”فَعَالٌ لِّمَا یُرِیدُ“ بلا تشدید پڑھا۔ کیا زید کی نماز ہوگئی؟ ازراہ کرم جواب سے نوازیں۔
 ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں زید کی نماز ہوگئی کہ قرأت میں وہ غلطی مفید نماز ہے جس سے معنی فاسد ہو جائے اور مذکورہ صورت میں فساد معنی لازم نہیں آیا اس لیے نماز درست ہے۔

فی الدر المختار: ”ومنها ای من المفسدات القرآنة بالالحن ان غیر المعنی“ (۲)
 امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”خطائی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا فتویٰ تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔ اگرچہ علمائے متقدمین و خود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم در صورت فساد معنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی لن حیث الدلیل اقویٰ اور اسی پر عمل احوط۔“ (۳)
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۲۰/۲/۲۹ھ

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۳۵۸ (۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۹۲ (۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۹۲، ۹۳

باب ما یکرہ فی الصلوۃ

نماز کے مکروہات کا بیان

آستین وغیرہ موڑ کر نماز مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: محمد مبشر، رضا پور نوری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ پینٹ، پائیجامہ، یا کرتے کی آستین موڑ کر نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اس سے کیا خرابی لازم آتی ہے۔ کمر کے پاس پینٹ، یا پائیجامہ کو موڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ پینٹ، یا پائیجامہ کو ٹخنے کے نیچے پہن کر نماز ہوگی یا نہیں؟ اس کے نیچے پہننا کیسا ہے؟ اس دور میں ٹخنہ کے نیچے نہ پہننے سے برا تاثر لیتے ہیں۔ اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

پینٹ یا پائیجامہ نیچے یا اوپر سے موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے۔ اس طرح سے پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”یکرہ للمصلی ان یکف ثوبہ“ (۱)
درمختار میں ہے: ”کرہ کفہ ای رفعہ“ (۲)

اور شامی ہے: ”حرر الخیر الرملی ما یفید ان الکراہۃ فیہ تحریمیۃ“ (۳)

اور اگر بغیر موڑے پڑھتا ہے تو اس کی دو صورت ہے یا تو براہ تکبر ایڑی تک پہنتا ہے تو حرام ہے اور نماز مکروہ تحریمی ہے اور اگر تکبر سے نہیں تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔
”ازار کا گھٹنوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو تو حرام ہے۔ اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ تنزیہی ہے۔“ (۴) اور کرتے کی آستین موڑنا بھی مکروہ اور کف ثوب میں داخل ہے۔

آپ کا یہ لکھنا کہ اگر پائیجامہ ٹخنے سے نیچے نہ پہنا جائے تو لوگ برامانتے ہیں تو بہت سے دینی کاموں کو لوگ

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۳۰

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۳۴۸

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۰۵

(۳) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۲۳۰

برامانتے ہیں۔ مثلاً: داڑھی رکھنے کو بھی بہت لوگ برامانتے ہیں۔ عالم دین بننے اور امامت کرنے کو بھی برامانتے ہیں۔
وعلیٰ ہذا القیاس تو کیا لوگوں کے برامانتے سے شریعت پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے گا؟ (معاذ اللہ) اسلام کے احکام پر عمل
اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی رضا کے لیے ہوتا ہے نہ کہ لوگوں کی خوشی کے لیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

چین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ہشتر، رضا پور نوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ چین والی گھڑی پہن کر نماز کیوں نہیں جائز
ہے جب کہ لوہے والے ہٹن کرتے میں لگا کر نماز پڑھتے ہیں تو نماز ہو جاتی ہے۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہٹن تالغ اور غیر مقصود ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کو لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے اور چین تالغ نہیں بلکہ خود ان سے
مقصود تین و تکی ہے اور یہ خود متبوع ہوتے ہیں۔ لہذا ناجائز ٹھہرے۔ درمختار میں ہے ”وفی شرح الوہابیۃ عن
المنتقی لا بأس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع وفی التاتار خانیۃ عن السیر الکبیر لا بأس
بازرار الدبیاج والذهب“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

جماعت میں قطع صف مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: محمد علیم اللہ، سدھارتھ نگر یو پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید امام ہے اور وہ صف سے ایک قدم
آگے ہو کر نماز پڑھتا ہے اور پیچھے والی صف میں جو امام کے پیچھے ہیں جگہ خالی رہتی ہے۔ اس صورت میں قطع صف

ہورہی ہے یا نہیں؟ اس کی وضاحت فرمائیں، اور ایسا نماز جمعہ، اور عیدین کی فجر میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں نماز جمعہ کا اعادہ ضروری ہے، یا نہیں؟ اور امام و مقتدی کے لیے کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں بلاشبہ قطع صف ہے اور قطع صف حرام ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

”الیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسددوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا

تذروا فرجات للشیطان ومن وصل صفاً وصلہ اللہ ومن قطعہ قطعہ اللہ“ (۱)

یعنی: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: صفوں کو سیدھی رکھو اور کندھے سے کندھا ملاؤ، اور اپنے بھائیوں کے ساتھ آرام سے کھڑے رہو، اور درمیانی جگہوں کو پر کر و صف میں شیطان کے لیے فراخی نہ چھوڑ، اور جس نے صف ملایا اس کو اللہ ملائے گا اور جس نے صف کو قطع کیا اس کو اللہ تعالیٰ (اپنی رحمت سے) علیحدہ کر دے گا۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ حنفی قادری قدس سرہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”صورت مستفسرہ میں بے شک کراہت تحریری ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم و گنہگار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا سنت دائمہ ہے۔ جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی، اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے، اور ترک واجب مکروہ تحریری اور مکروہ تحریری کا ارتکاب گناہ ہے۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

”ترک التقدیم لإمام الرجال معزوم، وكذا صرح الشارح، وسماء فی الكافی مكروها،

وهو الحق ای کراہۃ تحریم، لان مقتضى المواظبة على التقدم منه عليه الصلوة والسلام بلا

ترك الوجوب فلعدمه كراهية التحريم“ (۲)

اور جب قطع صف کی بنا پر کراہت تحریری پائی گئی تو ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔

در مختار مع رد المحتار میں ہے:

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۹۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۳۱۵

”کل صلوٰۃ اذیت مع کراہۃ المحرمیم یجب اعادتها“ (۱)

امام مقتدی جو لوگ بھی اس طرح نماز ادا کرتے ہیں۔ سب مجرم و گنہگار ہیں۔ ان پر توبہ ضروری اور اس طرح نماز پڑھنے سے رکنا لازم ہے۔ البتہ اگر جگہ کی تنگی یا اور کسی مجبوری سے ایسا کرتے ہیں تو امام کے پیچھے کھڑے ہونے والے مل کر کھڑے ہوں اور سجدہ کرتے وقت تھوڑا ترجمہ ہو کر سجدہ کریں اس طرح کراہت سے بچ جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ ربیٰ ثانی ۱۴۲۷ھ

کف ثوب کا حکم

مسئلہ از: سید عبدالباسط مبدرواڑی، سرگید روڈ، مقام وپوسٹ و ضلع بلاری، کرناٹک
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
(۱) وتر میں دعاے قنوت سے پہلے ہاتھ کہاں تک چھوڑیں؟

(۲) زید کہتا ہے کہ تہبند الٹا موڑ کر نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی اور بکر کہتا ہے کہ نماز نہیں ہوگی۔ نیز اگر کپڑا بڑا ہو تو نیچے سے موڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی تفصیل تحریر فرمائیں اور کپڑا موڑ کر نماز پڑھے اور پڑھانے والے کا کیا حکم ہے؟

شریعت کی روشنی میں مع حوالہ جواب عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) قرأت سے فارغ ہونے کے بعد ہاتھ کھول کر کانوں تک لے جائے اور انگیر کہے پھر ہاتھ باندھ لے، ہاتھ نیچے لٹکانے کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”إذا فرغ من القرات فی الركعة الثالثة کبر ورفع یدیه حذاء اذنیہ و یقنت“ (۲)

اسی طرح بہار شریعت میں بھی ہے:

اور فتاویٰ امجدیہ میں ہے ”ہاتھ لٹکانا ثابت نہیں بلکہ ہاتھ کھول کر کانوں تک لے جائیں۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) تہبند و پانچامہ وغیرہ موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری

(۱) الدر المختار مع رد المختار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۱۱

(۳) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۱۰۵

مع البراز یہ، میں ہے:

”یکره للمصلی ان یکف ثوبه“ (۱)

اور در مختار مع الشامی میں ہے ”کرہ کفہ ای رفعہ“ (۲)

اس کے تحت علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”حسب الخیر الرملی ان الکراهة فيه تعزیمية“

اور در مختار میں ہے:

”کل صلوة ادیت مع کراهة التحريم تجب اعادتها“ (۳) جو لوگ پانچواں وغیرہ موڑ کر نماز

پڑھتے پڑھاتے ہیں وہ مجرم و گنہگار ہیں۔ جتنی نمازیں اس طرح انہوں نے پڑھی ہیں ان کا لوٹانا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۳۰ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

موڑ کر پہنے جانے والے کپڑے میں کف ثوب نہیں ہے

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبراپوسٹ، چچو کھری بازار، ضلع سیت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مہنگی سویٹر (لوزر) عام طوڑ سے لوگ نیچے والا حصہ اندر کی طرف موڑ لیتے ہیں کہ نہ موڑنے پر برا لگتا ہے اور اسی حالت میں نماز ادا کرتے ہیں تو کیا اس طرح سے سویٹر کو اندر موڑ لینے سے کف ثوب پایا جائے گا؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر اس کی وضع یوں ہی ہے کہ نیچے موڑ کر پہنا جائے جس طرح تہبند باندھنے کا طریقہ ہے تو کف ثوب نہیں ہے۔ کیوں کہ اصطلاح فقہ میں کف ثوب کا معنی یہ ہے کہ عادت کے خلاف کپڑا موڑ کر پہنا جائے جب کہ یہاں موڑ کر پہننا خلاف عادت نہیں بلکہ موافق عادت ہے۔ لہذا اسے کف ثوب نہیں کہا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۰۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۴۰۶

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۳۷

چھین دار گھڑی پہننا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا، پوسٹ بچہ کھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چھین دار گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟
اور برابر چھین دار گھڑی پہننا اور نماز کے وقت گھڑی اتار کر پڑھنا کیسا ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

چھین دار گھڑی جس طرح نماز میں ناجائز ہے یوں ہی خارج نماز بھی ناجائز ہے۔ یہی موقف عامہ علماء اہل سنت کا ہے۔ معارف شارح بخاری میں ہے۔
”سیدی حضور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کا فتویٰ یہ ہے کہ چھین کے ساتھ پہننا ناجائز ہے اور تقریباً یہی موقف عامہ اہل سنت کا بھی ہے۔“ (۱)
اور جب چھین دار گھڑی کو پہن کر نماز پڑھنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہو تو اس میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

پینٹ، پاشجامہ کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: احقر عبدالرشید قادری نوری، بھوپال
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نیچے سے پینٹ یا پاشجامہ موڑ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

پینٹ یا پاشجامہ کو موڑ کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ایسی نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ: ”امرونا ان لا نکف شعرا ولا ثوبا“ (۲)
اور فتاویٰ عالمگیری مع خانیہ میں ہے: ”یکروہ للمصلی ان یکف ثوبہ“ (۳)
اور شامی میں ہے:

(۱) معارف شارح بخاری، ص: ۸۳۴ (۲) صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۱۱۲ (۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۰۵

”حرر الخیر الزملی ما یفید ان الکراہۃ فیہ تحریمیۃ“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قدس اللہ رضوی

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

سناڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد فرید احمد، ساکن نگر مٹی، ضلع پٹا، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل کے بارے میں:

(۱) اگر کسی شخص نے حالت نماز میں پانچواں کوپچے کی طرف سے اندر کی جانب یا باہر کی جانب موڑ لیا یا اوپر

کی طرف سے اندر کی جانب یا باہر کی جانب موڑ لیا تو اس کی نماز مکروہ تحریمی ہوگی یا مکروہ تنزیہی؟ اگر کسی شخص کا پانچواں اتنا لمبا ہے کہ ٹخنہ چھپ جاتا ہے تو وہ نماز کی حالت میں کیا کرے؟

(۲) پچھن والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) چار آنہ سے زیادہ چاندی کی انگوٹھی پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور چار آنہ سے زائد نماز کے

علاوہ بھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ ولقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مسئلہ میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی کہ یہ سب ”کف ثوب“ ہے جس پر حدیث میں ممانعت وارد

ہے۔ ہدایہ میں ہے: ”ولا یکف ثوبہ لالہ نوع تجبر“ (۲) اور اپنا کپڑا نہ موڑے کہ یہ ایک طرح کا تکبر ہے۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

”ادار کا گھٹنوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ

تنزیہی اور نماز میں بھی اس کی غایت خلاف اولیٰ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

عرض کیا یا رسول اللہ! میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اس کا خاص لحاظ نہ رکھوں۔ فرمایا: ”انت ہست ممن

یصلعہ خیلاء“ تم ان میں سے نہیں ہو جو براہ تکبر ایسا کریں۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے ”انساب الرجل ازادہ

اسفل من الکعبین ان لم یکن یکن للخیلاء فلیہ کراہۃ تنزیہیۃ کذا فی العرالب“ (۱) اگر کسی

(۱) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۰۶

(۲) الہدایۃ، ج: ۱، ص: ۱۴

کا پانچواں حصہ سے نیچے تک ہے تو اسے چاہیے کہ بغیر موڑے اوپر کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) چین کی گھڑی کا پہننا ناجائز ہے۔ امام الی سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ”گھڑی کی زنجیر سونے چاندی کی مرد کو حرام اور دعا توں کی ممنوع ہے اور جو چیزیں ممنوع کی گئی ہیں ان کو پہن کر نماز و امامت مکروہ تحریمی ہیں۔“ (۲)

لہذا چین کی گھڑی پہن کر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء ہے۔ هكذا قال العلماء لاهل السنة. واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں ”مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے۔ صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو۔“ (۳)

فتاویٰ رضویہ میں فتاویٰ ہندیہ سے ہے ”ینسفی ان تسکون لکضة الخاتم المثقال ولا یزاد علیہ وقیل لا یبلغ بہ المثقال وبہ ورد الاثر“ انگوٹھی کی چاندی کا وزن ایک مثقال ہونا چاہیے نہ کہ اس سے زیادہ اور کہا گیا ہے کہ ایک مثقال سے بھی کم ہو اور اس پر حدیث وارد ہے۔“ (۴)

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ مردوں کو صرف چاندی کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی جائز ہے اور چوں کہ چار آنہ ساڑھے چار ماشہ سے کم ہوتا ہے اس لیے چار آنہ سے اتنی زائد مقدار کہ ساڑھے چار ماشہ سے کم رہے۔ پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس سے زائد کی پہن کر نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء ہے۔ اس سے زائد کی نماز کے باہر بھی پہننا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۴۱۹ھ شعبان المعظم

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۳۸

(۲) احکام شریعت، ج: ۲، ص: ۱۷۰

(۳) بہار شریعت، ج: ۱۶، ص: ۶۲

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴

باب احکام المسجد

احکام مسجد کا بیان

متبرک مقامات کے نقشے والے مصلوں کا حکم

مسئلہ اذ: اصغر علی، مقام فلہاں، پوسٹ سلور بازار، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) زید نے دیکھا کہ مسجد میں امام صاحب کے لیے اوپر تلے دو مصلے بچھے ہوئے ہیں۔ زید نے کہا کہ اس طرح نہیں بچھا سکتے کیوں کہ ہر مصلے پر گنبدے خضرئی، یا خانہ کعبہ، یا بیت المقدس کا نقشہ بنا ہوتا ہے۔

(۲) ہماری گاؤں کی مسجد میں مصلے زیادہ ہیں۔ مقتدیوں کے لیے ان مصلوں کو بچھا سکتے ہیں یا نہیں۔ اگر بچھائے گئے تو اگلی صف میں جانے والے مصلیٰ یا نمازی دوسری صف میں بچھے ہوئے مصلوں کو چھلانگتے ہوئے جائیں گے۔ اس سے مصلوں پر بنے ہوئے نقشوں کی بے حرمتی ہوگی۔

(۳) اگر دو یا ایک مصلیٰ کسی اور مسجد میں دے دیئے جائیں تو کیا ہے؟

(۴) مسجد میں ہینڈ پائپ لگانے کے لیے خریدا گیا لیکن اتفاق سے مسجد میں پانی نہیں ملا۔ جس سے پائپ وغیرہ استعمال نہیں ہوئے۔ ان کا بیچنا یا کسی دوسرے مسجد میں یا مدرسہ میں دے دینا جائز ہے یا نہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس مصلیٰ پر کعبہ مقدسہ، یا کسی تبرک مقام کا نقشہ ایسا صاف اور صحیح بنا ہو کہ اسے دیکھتے ہی فوراً ذہن اصل کی طرف جاپہنچے تو اس کا اعزاز و اکرام اصل کی طرح ہی ہوگا۔

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”علمائے دین نے نقشہ کا اعزاز و اعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔“ (۱)

لہذا وہ مصلیٰ جو امام صاحب کے لیے بچھا ہوا ہے اس پر نماز پڑھتے وقت پھرتے پڑتا ہو تو اس کا بچھانا اور نماز

پڑھنا جائز ہے ورنہ اس کا بچانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر نقشوں کا احترام برقرار رکھ سکیں تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جب مصلیٰ ایک مسجد میں دے دیا گیا تو ملک مسجد ہو گیا، دوسری مسجد میں اس کا دینا جائز ہے۔ فتاویٰ

رضویہ میں ہے ”جب دریاں سپرد مسجد کر دیں ملک مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا ہے نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) اگر وہ ہینڈ پائپ مسجد کے مال سے خریدا گیا اور اس مسجد میں استعمال کے قابل نہ رہ گیا تو متولی مسجد

اسے بیچ کر حاصل شدہ رقم صرف مسجد میں خرچ کر دے البحر الرائق میں ہے ”وفی الفتاویٰ الظہیریۃ سنل

الحلوانی عن اوقاف المسجد اذا تعطلت وتعدر استغلالها هل للمتولی ان یبیعها ویشتري

بشمئھا اخری قال نعم۔“ (۲) اور اگر کسی نے اسے مسجد میں دیا تھا تو اسے بیچنا یا کسی دوسری مسجد میں یا مدرسہ میں

دے دینا جائز ہے۔ ایسا ہی بہار شریعت، میں ہے (۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۶ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

مسجد کے مانک سے اعلان کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد انظار عالم قادری، بمقام سالکی، پوسٹ گاچھپارہ تھانہ، ضلع کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) گاؤں کی جامع مسجد کی مانک سے گاؤں کی کسی میت کے جنازہ میں شریک ہونے کے لیے اعلان کرنا اور

چاند کے بارے میں اعلان کرنا، یا گاؤں کی کمیٹی کی جانب سے وقتاً فوقتاً کوئی بھی اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) مسجد میں نعت و منقبت و تقریر کی کیسٹ بجانا کیسا ہے؟ جیسے: رمضان المبارک میں سحری کے وقت

لوگوں کو جگانے کے لیے بجاتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر وہ مانک چندہ سے خریدا گیا ہے اور چندہ دینے والے جانتے تھے کہ لاؤڈ اسپیکر ضروریات مسجد میں

استعمال ہونے کے ساتھ ساتھ اس سے موت کا اعلان بھی ہوگا اور بھی دیگر اعلان، مثل اعلان جلسہ و میلاد ہوں گے یا

کسی ایک شخص نے وہ مانک دیا ہے کہ اس سے اذان اور اقامت کے علاوہ دوسرے دینی امور کا اعلان بھی کر سکتے ہیں

(۱) الفتاویٰ رضویہ، ج: ۳، ص: ۶۱۰ (۲) البحر الرائق، ج: ۵، ص: ۲۵۲ (۳) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۱۸

تو مسجد کے ایسے مانک سے نماز جنازہ وغیرہ کا اعلان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) اگر اشعار میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو یوں ہی تقریر میں کوئی شرعی حرج نہ ہو اور عوام کو اس سے کوئی تکلیف نہ ہو تو کیسٹ کو مسجد میں لگایا جاسکتا ہے مگر نہ لگانا بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

مسجد میں دینی ضرورت کے لئے چندہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مشتاق احمد قادری، بلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ امام مصلیٰ امامت پر کھڑے ہو کر دامن پھیلا کر مسجد ہی کے لیے چندہ مانگنا اور لوگوں کا صفیں پھلانگ، پھلانگ کے امام کے دامن میں چندے کی رقم ڈالنا قباحت، یا کوئی اور قسم کی خرابی تو نہیں؟ کیا مصلیان مسجد میں کسی اور کا تھیلا، یا رومال لے کر وصول صف بصف جا کر کر لینا بہتر نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد میں کسی دینی ضرورت کے لیے چندہ مانگنا درست ہے مگر لوگوں کا ایک دوسرے کی گردن پھلانگ کر چندہ دینا درست نہیں ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
”کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا جس سے نہ شور و غل ہو نہ گردن پھلانگنا، نہ کسی کی نماز میں خلل یہ بلاشبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔“ (۱) لہذا صف بصف چل کر وصول لینا ہی درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

بڑی مسجد کسے کہیں گے؟

مسئلہ از: سید غلام سرور، ایم سنی حسینی مسجد، پونہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت دربارہ مسئلہ ذیل میں کہ ”بہار شریعت“ میں بڑی مسجد میں نمازی کے آگے سے گزرنا جب کہ نگاہ کے آگے سے نہ گزرے جائز بتایا گیا تو کتنی لمبی چوڑی مسجد ہو تو بڑی مسجد مانی جائے گی؟

(۱) المعطایا النبویة فی الفتاویٰ الرحمیة، ج: ۹، ص: ۲۵۲

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد کبیر کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ چالیس ”ذراع“ ہو تو کبیر ہے اور اس سے کم ہو تو صغیر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جامع خوارزم کبیر اور اس سے چھوٹی مسجدیں سب صغیر ہیں۔ یہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا مختار ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے۔ یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی۔ یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے۔ باقی عام مساجد جس طرح عام بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول عرض میں سو گز ہوں۔“ (۱)

حاصل یہ کہ بڑی مسجد سے مراد بہت بڑی مسجد مثل مسجد جامع قدس اور جامع مسجد خوارزم، اور آج عموماً اس طرح کی مسجد نہیں پائی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

مسجد میں اگر بتی جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد سراج الدین محمود پور، سورا اللہ نگر، بلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام کہ مسجد میں خوشبو کے لیے اگر بتی جلانا کیسا ہے؟ جب کہ ہماری اس آبادی میں زید و بکر کا اختلاف ہے۔ زید کہتا ہے کہ جائز ہے کیوں کہ اکثر مساجد میں جلایا جاتا ہے اور بکر کہتا ہے کہ ناجائز ہے۔ اس لیے کہ غیر نجس چیز سے تیار کی جاتی ہے۔ لہذا حضور والا سے عرض ہے کہ احکام شرع سے مطلع فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

اللہم ہدایۃ الحق والصواب، الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر یہ یقین سے معلوم ہو کہ جو اگر بتی مسجد میں جلائی جا رہی ہے وہ نجس چیز سے بنی ہوئی ہے تو مسجد میں اس کا جلانا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے:

”یکرہ الوطی فوقہ والبول والتغوط وادخال نجاسة فیہ فلا یجوز الاستصباح بدهن

نجس فیہ“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کیم ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

مسجد میں کسی دینی پروگرام کرنے والوں سے چندہ لینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبداللہ قادری، گوئدہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ مسجد میں کسی بھی شرعی پروگرام کو اگر کوئی سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی تنظیم کرنا چاہے، یا اپنے سنی مرحومین کی قرآن خوانی و نکاح خوانی کریں تو مسجد کے ٹرسٹیان و ذمہ داران کو بجلی و پنکھا کے اخراجات کے لیے ان لوگوں سے ہدیہ مانگنے کا حق ہے یا نہیں؟ اور ان تمام پروگرام، و قرآن خوانی اور نکاح خوانی کے لیے مسجد کے ٹرسٹیان، و ذمہ داران سے اجازت لینا ضروری ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مجلس وعظ، محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح دیگر دینی پروگرام اگرچہ طاعت و ثواب کے کام ہیں۔ یوں ہی قرآن خوانی اور ممنوعات سے پاک نکاح خوانی گو کہ امور مستحسنہ سے ہیں مگر روشنی اور پنکھا چلانے کے لیے جو اخراجات مسجد کے ذمہ آئیں گے ذمہ داران مسجد ان تقریبات کا انعقاد کرنے والوں سے ان کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ بحر العلوم (۲) میں ہے اور مسجد میں ان تقریبات کے انعقاد کے لیے مسجد کے نظم و ضبط اور انتظام و انصرام کے پیش نظر اگر ذمہ داران مسجد نے اجازت لینے کی شرط لگا رکھی ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ رزی الحجہ ۱۴۳۰ھ

(۱) الدر المختار، ج ۱، ص: ۹۳

(۲) فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۵، ص: ۶۳

مسجد میں گیس سلنڈر جلانا

مسئلہ از: محمد شمشیر عالم نظامی، مہر اجکوی، دارالعلوم علمیہ جمہ اشاہی، ہستی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ گیس سلنڈر مسجد میں جلا کر اس کی
روشنی میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ حالاں کہ اس کے جلانے سے بدبو کا احساس ہوتا ہے۔ گزارش ہے کہ جلد از جلد
تسلیم بخش جواب دے کر تاجیز کو شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہر وہ چیز جس میں ایسی بو ہو کہ سلیم الطبع لوگوں کے لیے ناگوار ہو اسے مسجد میں لے جانا یا کھا کر جانا ناجائز ہے۔
حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”من اکل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فان الملائكة تتأذى مما يتأذى

منه الانس“ (۱)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ مذکور حدیث نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں:

”یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہو“۔ (۲)

اور اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جب کہ اس کی بدبو بالکل دور کر دی جائے۔“ (۳)

گیس سلنڈر میں جلانے کے وقت چوں کہ بدبو ہوتی ہے اس لیے مسجد میں اس کا جلانا جائز نہیں ہے۔ ہاں
اگر کسی پاک چیز سے اس کی ”بدبو“ زائل کر دی جائے تو جائز ہے۔ یا باہر جلا کر پھر اندر رکھیں تو بھی درست ہے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰/ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۸

(۲) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۴۸

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۵۹۸

سفید داغ والا جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں اس کا مسجد میں آنا منع ہے

مسئلہ از: عبدالرحمن ساکن بسڈیلہ، پوسٹ کھجنی بازار، ضلع گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: ولی محمد جس نے جوانی کی زندگی میں انگریزی باجے اور ناچ وغیرہ کی اتھلیٹی کی۔ جسم پر برص کا داغ بکثرت موجود ہیں، جس سے لوگ گھن کرتے ہیں مگر وہ مسجد و مدرسہ کا سکریٹری بننا چاہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنا اور مسجد و مدرسہ کا سکریٹری بننا جائز ہے؟ جواب سے جلد نوازیں تاکہ اختلاف بین المسلمین ختم ہو۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ولی محمد نے ناچ باجے کی اتھلیٹی سے توبہ کر لی ہے تو اسے مسجد و مدرسہ میں آنے دیا جائے۔ یوں ہی اسے مدرسہ کا سکریٹری بننا بھی جائز ہے مگر جب لوگ برص کی بنا پر نفرت کرتے ہیں تو مسجد و مدرسہ میں آنا یا مدرسہ کا سکریٹری بننا منع ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے سوال کے جواب میں ہے ”ہاں جب کہ اس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوباً اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام و احتمال تقلیل جماعت ہو تو استحباباً۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۲۱ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

مسجد کے ارد گرد گندگی پھیلانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ محلہ کے لوگ مسجد کے ارد گرد گندہ اور کوڑا کرکٹ وغیرہ پھینکتے ہیں مسجد کے موزن صاحب جب ان لوگوں کو سمجھاتے ہیں کہ بھائی مسجد کا احترام کرو یہاں گندگی مت پھیلاؤ تو محلہ کے لوگ موزن صاحب کو پریشان کرتے ہیں اور مسجد سے نکلوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو لوگ ایسی حرکت کریں ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجدیں اسلامی شعار اور مذہبی شناخت و پہچان ہیں اور اسلامی شعار کی تعظیم و احترام شرع مظہر کو مطلوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ (۱) اور ظاہر بات ہے کہ مسجدوں کے ارد گرد کوڑا کرکٹ پھینکنا یا نہی گندہ پانی پھینکنا یہ سب تعظیم و توقیر کے خلاف ہے۔ علاوہ ازیں کوڑا کرکٹ کی بدبو اگر مسجدوں میں پہنچے تو مصلیوں اور فرشتگان الہیہ کی اذیت و تکلیف کا باعث بنے گا۔ اس لئے مسجد کے ارد گرد گندہ پانی پھینکنا اور کوڑا کرکٹ ڈالنا ناجائز ہے اور موذن صاحب کا لوگوں کو روکنا بھی بجا ہے روکنے پر جو لوگ موذن صاحب کو پریشان کریں وہ مجرم و گنہگار اور ایذائے مسلم کے جرم قبیح میں گرفتار ہیں ان پر لازم ہے کہ مسجد کی نظافت و پاکیزگی کا خیال کریں اور موذن صاحب کی ایذا رسانی سے باز آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

باب النوافل والتراویح

نفل و تراویح کا بیان

تہجد کی نماز کے لئے سونا شرط ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں۔ نماز تہجد کے لیے سونا شرط ہے، جو لوگ رات بھر شب بیداری کرتے ہیں وہ تہجد کس طرح ادا کریں۔ کئی بزرگوں کے واقعات ملتے ہیں کہ وہ رات بھر یاد ادا لپی کرتے تھے وہ کس طرح نماز تہجد ادا کرتے تھے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ نماز عشا کے بعد سو جائیں پھر اٹھ کر تہجد پڑھیں اب جو بھی نفل پڑھیں تہجد ہوگی اور جن بزرگوں کے متعلق شب بیداری کرنے کے ساتھ ساتھ تہجد پڑھنے کے واقعات ملتے ہیں۔ ان حضرات کا یہی حال تھا کہ نماز عشا کے بعد تھوڑی ہی دیر سہی سو رہتے تھے پھر اٹھ کر نوافل ادا کرتے تھے۔ یہ اور بات ہے کہ ان کا سونا ایسی حالت پر ہوتا کہ جس میں وضو ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

معذور شخص کا تراویح چھوڑنا گناہ نہیں

مسئلہ از: محمد آصف برکاتی، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: زید پنج وقتہ نماز تو ادا کرتا ہے مگر پھر پیر میں اس قدر درددل ہوتا ہے کہ تراویح کی نماز بیٹھ کر بھی ادا نہیں کر سکتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں نماز تراویح اس پر معاف ہے یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نماز تراویح مرد و عورت سب کے لیے سنت مؤکدہ ہے۔

در مختار میں ہے:

”التراویح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين للرجال والنساء اجماعاً“ (۱)

اور سنت مؤکدہ کا حکم بیان کرتے ہوئے حضور صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی“ عظمیٰ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”بلا عذر

ایک بار بھی ترک کرے تو مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق، مردود و الشہادۃ، مستحق نار ہے۔“ (۲)

اس عبارت سے معلوم ہوا سنت مؤکدہ عذر کی بنا پر ترک کی جاسکتی ہے اور پیر میں ایسا درد کہ بیٹھ کر بھی تراویح

نہ پڑھ سکے ایک معقول عذر ہے۔

لہذا صورت مسئلہ میں ترک تراویح جرم نہیں اور تارک گنہگار نہ ہوگا۔

فقیر انفس امام اجل علامہ قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں: ”امام سائر السنن اذا ترکھا بعذر فھو

معدور وان ترکھا بغیر عذر استخفافاً وتھاونا یكون مسیاً“ (۳) وهو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۴ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

تراویح میں قرآن شریف کس تاریخ میں ختم کیا جائے؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری، پبلی ہیٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) یہ امر تو اپنی جگہ مسلم ہے کہ پورے رمضان المبارک میں نماز تراویح کے اندر ایک قرآن کا ختم کرنا سنت

مؤکدہ ہے لیکن قرآن کب اور رمضان کی کس تاریخ میں ختم کیا جائے؟ اور روزانہ نماز تراویح میں کتنا قرآن عظیم پڑھا

جائے؟ اس کی کوئی معین مقدار سنت سے، یا افعال صحابہ و تابعین و تبع تابعین، یا اقوال ائمہ بہترین سے ثابت ہے یا

نہیں؟ اگر نہیں تو امام کو اس بات پر مجبور کرنا کہ سات یا گیارہ رمضان کو قرآن ختم کرنا ہوگا ورنہ آپ اس مسجد میں قرآن

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۴۷۲

(۲) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۱

(۳) النخایہ مع الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۳۶

سنانے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ شرعاً کیسا ہے؟ بالخصوص ایسی صورت میں کہ امام کی صحت اتنی جلد قرآن ختم کرنے کی متحمل نہ ہو۔

(۲) متولی مسجد یا مصلیان مسجد کا امام پر یہ قید لگانا کہ آپ کو اتنے دن نماز تراویح میں اتنا اور اتنے دن روزانہ اتنا قرآن پڑھنا ہے اور امام ویسا ہی کرے جیسا کہ متولی یا مصلیان مسجد نے کہا تو کیا شرعاً یہ درست ہوگی؟ فقہ حنفی کی بہت سے کتابوں میں آیا ہے کہ کسی آنے والے کی خاطر نماز کو طول دینا مکروہ تحریمی ہے۔ اور پھر نماز کے داخلی امور میں امام متبع غیر اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم ہونا کراہت نماز کا باعث ہوگا یا نہیں؟ آیا متولی اور مصلیان مسجد کا امام پر اس طرح کی قید لگانا کیا حکم رکھتا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

رمضان المبارک میں نماز تراویح کے اندر قرآن پاک کا ایک ختم سنت موكده ہے۔ مگر فقیر کی نظر سے ابھی یہ تفصیل نہ گزری کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام کب قرآن ختم فرماتے تھے۔ البتہ فقہائے کرام کے اقوال و ارشادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ختم قرآن کریم کم از کم تین دن میں ہونا چاہیے۔ اگرچہ اس سے کم مدت میں بھی کوئی ممانعت نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قادری بریلوی۔ قدس سرہ۔ فرماتے ہیں:

”علمائے فہم منع کسل و ملال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت و نشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں۔“ (۱)

اور اگر ایک ختم قرآن پوری تراویح میں کرنا ہو تو ستائیسویں تارخ یعنی شب قدر میں ختم کرنا چاہیے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اذا اراد الختم ان یختم فی لیلة السابع والعشرين کذا فی المحيط۔“ (۲)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ۔ تحریر فرماتے ہیں۔ اگر ایک ختم قرآن کرنا ہو تو بہتر یہ ہے کہ ستائیسویں شب میں ختم ہو۔ (۳)

یونہی اگر ایک ختم قرآن کرنا ہو تو ہر شب میں نماز تراویح کے اندر ہر رکعت میں دس آیات پڑھی جائے اس

(۱) المطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج: ۳، ص: ۷۹۔

(۲) الفتاوی العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۱۸۔

(۳) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۳۳۔

حساب سے ہر شعب کی نماز تراویح میں دو سو آیات پڑھنا مسنون ہے فتاویٰ خانہ میں ہے "عن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ یقرأ فی کل رکعة عشر آیات وهو الصحيح لان فیہ تخفیفاً علی الناس وبہ تحصل السنة وھنی الختم مرة واحدة۔" (۱)

اور اگر تین ختم کرنا ہو تو دسویں تاریخ میں ختم ہو اس طرح ہر ایک عشرہ میں ایک ختم ہوگا۔ حبیب الفتاویٰ میں ہے: پورے رمضان کے مہینے میں تراویح کے اندر تین ختم پورے قرآن کریم کا افضل ہے۔ یہ روزانہ تین پاروں کے پڑھنے سے ہی ہوگا۔

حاصل کلام یہ کہ ختم قرآن کے لیے شرعاً کوئی ایک تاریخ معین نہیں ہے۔ لہذا انتظامیہ کمیٹی یا متولی اگر مصلیوں کے حالات یا کسی اور جائز مصلحت و حکمت یا سہولت کے پیش نظر سوال میں مذکور تاریخ پر ختم کرنے کو کہتا ہے تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔ ساتھ ہی امام کی حالت کا لحاظ بھی رکھنا چاہیے۔ ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وهو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی "امجد علی" عظمیٰ۔ قدس سرہ۔ رقمطراز ہیں کہ:

"رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب کوئی اوروں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کہ ان میں بیمار، اور کمزور، اور بوڑھا ہوتا ہے اور جب اپنی پڑھے تو جس قدر چاہے طول دے۔" (۲)

اسی میں بخاری شریف کے حوالہ سے ہے کہ حضور فرماتے ہیں: "میں نماز میں داخل ہوتا ہوں اور طول کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کہ بچہ کے رونے کی آواز سنتا ہوں لہذا نماز میں اختصار کرتا ہوں کہ مجھے معلوم ہے اس کے رونے سے اس کی ماں کو غم لاحق ہوگا۔" (۳)

اور حبیب الفتاویٰ میں حدیث شریف نقل ہے کہ: "سیدنا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز عشا کافی دیر کر کے پڑھانے آتے اور طویل قرأت کیا کرتے تھے، تو بعض مقتدیوں کی شکایت پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تم نمازیوں کو جماعت سے نفرت دلانے کا کام کرتے ہو۔ ایسا نہ کرو بلکہ نماز مختصر پڑھاؤ۔" (۴)

اسی میں ہے اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ: امام پر مقتدی کا لحاظ ضروری ہے۔

(۱) الفتاویٰ الخانیۃ مع العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۰۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۰۹

(۴) حبیب الفتاویٰ، ج: ۱، ص: ۲۲۰

ان ارشادات مبارکہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر امام مقتدی کی حالت یا اس کی کسی بات کا لحاظ کرے اور اس کا کہنا تسلیم کر لے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ نہ ہی باعث کراہت اور جہاں کہیں پر آیا ہے کہ امام کا مقتدی کے خاطر نماز کو طول دینا مکروہ ہے۔ وہاں عین حالت نماز میں کسی پہچانے ہوئے شخص کی خاطر طول دینا مکروہ مراد ہے۔

چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قادری بزیلی قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ”ایک مقتدی کو جو ممبر مسجد ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں؟“

آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

”ہے مگر نہ ایسی کہ اس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی کی رعایت جائز نہیں۔ مثلاً: امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اس کے لیے رکوع میں تسبیحیں زائد کر سکتا ہے۔ جس میں وہ شامل ہو جائے۔“ (۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر متولی یا مصلیان مسجد نے پہلے سے کسی متعین مقدار میں پڑھنے کے لیے کہا اور امام نے اسی کے مطابق پڑھا تو یہ باعث کراہت و حرج نہیں ہے۔ البتہ متولی یا مصلیان مسجد امام کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے گزارش کریں نہ کہ ڈکٹیٹریت اور تحکم کا انداز اور طریقہ اختیار کریں اگر وہ ایسا کریں تو امام خود مجبور نہ ہوا اگر چاہے تو وہاں سے الگ ہو جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

وہابی کو تراویح میں سماعت قرآن کے لئے مقرر کرنا کیسا؟

مسئلہ از: کلیم چشتی مردانہ، اندھیری ویسٹ، ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ کے متعلق کہ ایک ٹرسٹ ہے جس کے ماتحت دو مسجد ہے۔ ایک مسجد ”غوث الوری“، دوسری مسجد ”اعلیٰ حضرت“۔ اتفاق سے دونوں مسجد کے موزن گے بھائی ہیں۔ یہ دونوں بھائی محلے کے وہابی، دیوبندی سب کو نہلاتے اور سب کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ یہ دونوں بھائی موزن دو سال سے مسجد ”غوث الوری“ میں تراویح کی سماعت کے لیے اپنے باپ کو بلاتے ہیں جو کٹر وہابی ہے۔ اس کے وہابی ہونے کی پہلی علامت یہ ہے کہ کوئی سنی خوش عقیدہ مسلمان پہلی ہی نظر میں دیکھ کر کہہ اٹھے گا کہ یہ وہابی ہے کیوں کہ اس کے چہرے مہرے، لباس پوشاک سے وہابیت جھلکتی ہے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ ہم لوگ فجر سے مغرب تک مسجد ”اعلیٰ حضرت“ میں اور عشا و تراویح، مسجد ”غوث

الوریٰ میں پڑھتے رہے کبھی ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف سن کر انگوٹھا چومتے نہیں پایا اور نہ کبھی صلاۃ و سلام پڑھتے دیکھا۔ تیسری علامت یہ ہے کہ جب ان کے گاؤں کے نمائندہ دیوبندی لوگوں سے پوچھا گیا کہ حافظ صاحب ”ممبئی“ تراویح سماعت کے لیے جاتے ہیں۔ کیا حافظ صاحب اپنا دیوبندی عقیدہ بدل کر سنی ہو گئے ہیں؟ تو گاؤں والوں کا جواب تھا، نہیں ایسا نہیں ہے بلکہ ممبئی میں ان کے صاحب زادے سنی مسجد کے موذن ہیں۔ وہ کبھی کی رائے سے بلا تے ہیں۔ نذرانہ اچھا ملتا ہے تو چلے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دیوبندی مسلک پر قائم ہیں۔ اور جب گاؤں کے سنی حضرات سے پوچھا گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ حافظ صاحب کے بدعقیدہ ہونے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

چوتھی اور سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ دیوبندی مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اس لیے اکابر علمائے دیوبند جن کو عرب و عجم کے مفتیان کرام نے کافر کہا ہے یہ ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ اب اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ وہابی، دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے اور پڑھنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ دوسری چیز یہ ہے کہ فرشتیان کو دھوکہ دے کر مصلیان مسجد کو دھوکہ دے کر اپنے وہابی باپ کو تراویح کی سماعت کے لیے سنی مسجد میں مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور ایسا کرنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ اور تیسری چیز یہ کہ اکابر دیوبند کو رحمۃ اللہ علیہ کہنے والے کے لیے کیا حکم شرع ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابی، دیوبندی اپنے کفری عقائد کی بنا پر کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہیں اور کافر و مرتد کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ بلکہ بعض وقت کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَا تَابَ أَبَدًا﴾ (۱)

لہذا جو لوگ دیوبندیوں کے عقائد کفریہ جانتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں وہ اسلام سے نکل گئے۔ ان پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ اور جو لوگ لاعلمی کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے حرام سمجھتے ہوئے ان کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوتے ہیں، تو وہ توبہ و استغفار کریں۔ دھوکہ دینا، فریب کرنا ناجائز و حرام ہے۔ لہذا جو شخص اہل سنت و جماعت کو دھوکہ دے کر ان کی سنی مسجد میں اپنے وہابی باپ کو تراویح کی سماعت کے لیے مقرر کیا وہ سخت مجرم و گنہگار، بددیانت و خیانت کار اور مستحق غضب جبار ہے۔ اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اسے موذن کے منصب سے برطرف کر دیا جائے۔ اکابر دیوبند کو اگر مسلمان سمجھ کر ”رحمۃ اللہ علیہ“ لکھے تو خود لکھنے والا کافر ہے۔ ورنہ حرام کار اور مجرم و گنہگار ہے۔ ہکذا قال العلماء الکرام لاهل السنة

والجماعة كثرتهم الله تعالى وشكر مساعيهم الجميلة وهو تعالى اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۷/۲ ذی القعدہ ۱۴۳۰ھ

کیا سنت فجر کے علاوہ دیگر سنن و نوافل بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے؟ تہجد کی نماز نفل ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ جس طرح نماز نفل بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں کیا اسی طرح سنت بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) تہجد کی نماز نفل ہے یا سنت ہے۔ نیت نفل کی کرے، یا سنت کی کرے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) سنت فجر کے علاوہ دیگر سنن و نوافل بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ اگرچہ نفل کھڑے ہو کر پڑھنا ہے۔ الفقہ علی

المذاهب الاربعہ میں ہے:

”اما صلاة السنن والمندوبات ونحوها فان القيام لا يفترض فيها بل تصح من قعود الا ان الحنفية قالوا كما يفترض القيام في الصلوات الخمس كذلك في صلاة ركعتي الفجر على المصحح“ (۱)

(۲) تہجد کی نماز نفل ہے اس میں نفل کی نیت کرے۔ اگرچہ سنت کی نیت سے بھی ادا ہو جائے گی۔ رد المحتار

میں ہے: ”ان التہجد لا يحصل إلا بالتطوع“ (۲)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”نماز تہجد وہ نفل کہ بعد فرض عشا قدرے سو کر طلوع فجر سے پہلے پڑھی جائیں، علیہ

میں قاضی حسین سے ہے: ”انه في الاصطلاح صلاة التطوع في الليل بعد النوم.“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۶/۲ ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

(۱) الفقہ علی المذاهب الاربعہ، ج: ۱، ص: ۲۲۷

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۶۷

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۳، ص: ۴۵۶

تراویح میں حافظ کے نذرانہ کی صورتیں

مسئلہ از: محمد امتیاز، معلم دارالعلوم علیہ، ہمدان شاہی، ہستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرح متین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان المبارک میں جو حافظ کرام تراویح پڑھاتے ہیں اور ختم تراویح پڑھانے کی کڑ اور نذرانہ وغیرہ عطا کیا جاتا ہے تو یہ نذرانہ حافظ کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ جواز یا عدم جواز کی صورت ہاں تفصیل قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”آج کل اکثر رواج ہو گیا ہے کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھواتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں۔ اجرت صرف یہی نہیں کہ بیشتر مقرر کر لیں کہ یہ لیں گے، یہ دیں گے بلکہ اگر یہ معلوم کہ یہاں کچھ ملتا ہے۔ اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو یہ بھی ناجائز ہے کہ ”المعروف کا مشروط“ ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا، یا نہیں لوں گا پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کرے تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح يفوق الدلالة“ (۱)

جواز کی مذکورہ صورت کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ رمضان المبارک میں نماز پنجگانہ کا امام بہ تعین تنخواہ اسی حافظ کو بنادیا جائے جس سے تراویح پڑھوانا ہے۔ اس طور پر بھی حکم جواز کا ہو گا یا صرف نماز عشا کی امامت کے لئے مقرر کر لیا جائے اور پھر وہ تراویح بھی پڑھائے اب وہ رقم تراویح کی اجرت نہیں بلکہ نماز عشا کی امامت کی اجرت ہوگی اور بھی جواز کی بعض صورتیں ہیں جن کو اپنا کر ناجائز کام سے بچا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

باب قضاء الفوائت

قضا نماز کا بیان

نماز عصر کے بعد کیا قضا نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:
نماز عصر کے بعد کیا قضا نمازیں ادا کی جاسکتی ہیں؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ادا کی جاسکتی ہیں۔ نماز قضا صرف تین وقتوں میں منع ہے۔ بقیہ جس وقت چاہے پڑھیں۔ وہ اوقات ممنوعہ طلوع شمس، وقت زوال اور غروب شمس کا وقت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ثم ليس للقضاء وقت معين بل بجميع اوقات العصر وقت له الا ثلثة وقت طلوع الشمس ووقت الزوال ووقت الغروب فانه لا تجوز الصلوة في هذه الاوقات كذا في البحر الرائق“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

باب سجود السہو

سجدہ سہو کا بیان

سری نماز میں سورہ فاتحہ جہر سے پڑھی تو

مسئلہ از: محمد تنویر رضوی، بدھستانی، خلیل آباد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز ظہر میں پوری سورہ فاتحہ جہر سے پڑھی اس کے لیے کیا حکم ہے۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کسی نے سری نماز میں ایک کلمہ جہر سے پڑھا تو معاف ہے اور ایک آیت کی مقدار پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہے درمختار میں ہے۔

والجہر فیما ینخافت فیہ للامام وعکسہ بقدر ماتجوز بہ الصلاة فی الفصلین
وقیل یجب السہو بہما مطلقاً وهو ظاہر الروایۃ (۱)
بہار شریعت میں ہے:

”امام نے جہری نماز میں بقدر جواز نماز یعنی ایک آیت آہستہ آہستہ پڑھی یا سری میں جہر سے پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہے اور ایک کلمہ آہستہ یا جہر سے پڑھا تو معاف ہے“ (۲)
اس سے معلوم ہوا کہ زید نے جب پوری سورہ فاتحہ نماز ظہر میں جہر سے پڑھی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ مجدد اشاہی بستی

کیا کثیر جماعت ہو تو سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے؟

مسئلہ از: محمد سہیل کسور ہازار، بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اگر جماعت کثیر ہو تو کیا سجدہ سہو ساقط ہو سکتا ہے؟

(۱) الدر المختار مع رد المحتار باب سجود السہو ج: ۲، ص: ۴۷۷

(۲) بہار شریعت ج: ۴، ص: ۵۴

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فقہائے اسلام تصریح فرماتے ہیں کہ جمعہ وعیدین کی نماز میں اگر سجدہ سہو واجب ہو تو امام کا سجدہ سہو نہ کرنا
لوٹی ہے تاکہ لوگ مفسد میں نہ پڑ جائیں مجمع الانہر میں ہے۔

”لا یسجد للسهو فی العیدین والجمعة لئلا یقع الناس فی فتنۃ“ (۱)

درمختار میں ہے۔

”والسهو فی صلاة العید و الجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرین
علمہ فی الاولین لدفع الفتنۃ کما فی جمعة البحر اقرہ المصنف وبہ جزم فی الدر“ (۲)

رد المحتار میں ہے۔

”الظاهر ان الجمع الكثير فیما سواهما كذلك كما بحثه بعضهم ط و کذابوہ
الرحمۃ وقال خصوصاً فی زماننا وفي جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیۃ انه لیس المراد
عدم جوازہ بل الاولیٰ ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ ا“ (۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جب کہ سجدہ سہو کے باعث مقتدیوں کے خطبہ واقفتان کا اندیشہ
ہو اس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اسی کو اولیٰ قرار دیا“ (۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر جماعت کثیر ہو تو خواہ جمعہ وعیدین کی نماز ہو یا کوئی اور ہو سجدہ سہو نہ کرنا بہتر
ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جہد اشاہی، بستی

نماز میں ترتیب کے الٹنے سے سجدہ سہو نہیں

مسئلہ از: محمد حدیث قادری،

مدرسہ اہلسنت مظہر اسلام جہلوا، پوسٹ دولت آباد، اترولہ، بلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر ج: ۱، ص: ۱۲۷

(۲) الدر المختار مع رد المحتار باب سجود السهو ج: ۲، ص: ۲۸۹

(۳) حوالہ سابق

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ ج: ۳، ص: ۲۸۹

عید الاضحیٰ کی نماز میں امام نے پہلی رکعت میں بارہواں پارہ سورہ یوسف کی ابتدائی آیتیں تلاوت کی اور رکعت ثانیہ میں سورہ بقرہ شریف کی آیت ”وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ“ غیر اختیاری طور پر زبان سے جاری ہوتے ہی امام کو فوراً ترتیب کا خیال آیا۔ الفاظ مذکور بالا پر ہی ٹھہر گیا اور بعد توقف سورہ جمعہ کی چند آیتیں تلاوت کی۔ اور نماز پوری کی۔ صورت مسئلہ میں وقوع ترتیب خلاف یا فساد معنی ہوا یا نہیں، نیز نماز ہوگی یا نہیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اول یہ معلوم ہونا چاہیے کہ قرآن مجید کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت سے ہے۔ رد المحتار میں ہے: ”لان ترتیب السور فی القراءة من واجبات التلاوة.“ (۱) واجبات نماز سے نہیں ہے۔ اس لیے اگر کسی نے قصد ترتیب الٹ کر تلاوت کی تو گنہ گار ہوا تو بہ کرے مگر نماز ہو گئی۔ مکروہ تحریمی نہیں ہوئی اور نہ بھول کر پڑھنے سے سجدہ سہو واجب ہوا۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: ”يجب الترتيب في سور القرآن فلو قرأ منكوا سا اثم لكن لا يلزمه سجود السهو“ (۲) یعنی قرآن شریف کی سورتوں میں ترتیب واجب ہے۔ اگر کسی نے الٹی قرأت کی تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔ ہاں گنہ گار ہوا۔

اگر امام نے ترتیب کا خیال کر کے بعد توقف سورہ جمعہ کی آیتیں تلاوت کی تو اگر ایک رکن نماز کی مقدار ساکت رہا پھر آیت تلاوت کی تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔ ورنہ نماز ہو گئی۔ کسی طرح کا کوئی فساد نہ ہوا۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ سہو لازم ہے“ (۳) اور ایک جگہ فرماتے ہیں ”امام نے سورتیں بے ترتیبی سے سہو پڑھیں تو کچھ حرج نہیں۔ قصد پڑھیں تو گنہ گار ہوا نماز میں کچھ خلل نہیں“۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

۳ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

(۲) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۳۰۷

(۱) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۳۸

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۸۸

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۱۲۵

جماعت کی قضا نماز جماعت کے ساتھ افضل ہے

مسئلہ از: سید محمد ضیاء الدین عارف حامد حسینی قادری، سجادہ نشین درگاہ حضرت سید محمد قاسم ہمدردی، حسینی، قادری رحمۃ اللہ علیہ، ٹی بی پی منیر آباد، ڈی ایم، ضلع و تعلقہ کھل، کرناٹک، انڈیا۔
کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں جو درج ذیل ہے:

(۱) اگر زید نے مغرب کی نماز میں پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے سورہ رحمن کی آیتیں ”خلق الإنسان، مَا كَذَّبْنَا“ تک پڑھی، کچھ گلے میں خراش کی وجہ سے یا تکلیف کی وجہ سے شاید زید کو بھول واقع ہوئی تو آگے کی آیات ”رب المشرقین ورب المغربین“ کے بجائے واپس ”خلق“ پڑھ لے، جیسے ہی لفظ ”خلق“ کا کہنا تھا زید کو یاد آیا کہ میں نے یہ آیت پڑھی ہے۔ (یہ زید کا کہنا ہے) اگر زید نے ”رب المشرقین“ سے شروع کر دیا ”خلق“ اللہ نے پیدا کیا ”رب المشرقین ورب المغربین“ دو مشرقین کا رب دو مغربین کا رب۔

حضرت قبلہ اس ترجمہ سے یہ اس طرح پڑھنے سے جس طرح کہ اوپر لکھا گیا ہے (خلق رب المشرقین ورب المغربین پوری آیتیں تلاوت کی) سجدہ سہو واجب ہے کہ نہیں؟ کیا نماز میں فساد ہوا یا نہیں؟ اس سے نماز کو لوٹانا پڑے گا یا سجدہ سہو سے نماز ہو جائے گی؟ دونوں میں سے ایک چیز بھی واقع نہیں ہوئی۔ زید نے نہ تو سجدہ سہو کیا اور نہ ہی نماز لوٹائی تو اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے۔

(۲) ایک سے دو مرتبہ پڑھنا تکرار ہے، یا ایک کو تین سے زائد پڑھنا تکرار ہے؟ ضم سورت میں ایک بڑی آیت، یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا واجب ہے، یا فرض؟ اس میں ایک مرتبہ پڑھنے کے بعد (صرف دو چھوٹی آیتیں) دوبارہ پڑھا تو کیا یہ واجب کی تکرار نہیں ہوئی؟ اور ایسا کرنے سے چاہے وہ بھول سے ہو، یا انک سے سجدہ سہو واجب ہوا کہ نہیں؟

(۳) اگر نماز میں فساد ہوا یا سجدہ سہو واجب ہوا اور زید نے ان دونوں میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں کیا، نہ نماز لوٹائی، نہ سجدہ سہو کیا معلوم ہونے کے باوجود۔ تو زید کو اب کیا کرنا چاہیے؟ جب زید سے غلطی ہو گئی اس وقت جماعت کے لوگ جو تھے اس میں سے چند ہوں گے چند نہیں اور کچھ لوگ نئے ہوں گے ایسی صورت میں نماز کو کیسے لوٹائیں؟

(۴) نماز دین کا ستون ہے۔ کیا یہ حدیث ہے؟ کیا ایسی بھی کوئی حدیث ہے کہ نماز دین کا دوسرا ستون ہے۔ اگر ہے تو پہلا ستون والی بھی حدیث ہے یا نہیں؟ بہر حال ستون اور بنیاد میں کیا فرق ہے؟ کیا دونوں ایک ہی بات ہے؟ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ کیا یہاں بنیاد سے مراد ستون ہے؟ اور نماز دین کا ستون ہے یا ستون سے مراد بنیاد

ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ کیا دونوں کا ایک ہی معنی ہوا۔ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔
 ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) قرأت میں ایسی غلطی نہیں ہوئی جس سے معنی فاسد ہو جائے، اس لیے نماز صحیح ہوگئی، نہ سجدہ سہو ضروری نہ اعادہ ضروری ہے۔ البتہ جس وقت بھولا تھا اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار چپ کھڑا سوچتا رہا تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے۔ کما فی عامة الكتب الفقهیہ۔ البتہ آپ نے جو ترجمہ لکھا ہے اگر زید نے وہی مراد لے کر پڑھا تو بہر حال نماز قساہ ہوگئی کہ معنی فاسد ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) لفظ تکرار عربی زبان میں باب تفعلیل کا مصدر ہے۔ جس کا ترجمہ کسی شئی کو یکے بعد دیگرے لوٹانا ہوتا ہے۔

چنانچہ لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں ہے:

”کرر الشئی أعاده مرة بعد أخرى الكر الرجوع علی الشئی ومنه التکرار“ (۱)
 اور انجم الوسیط میں ہے:

”کرر الشئی تکراراً، أعاده مرة بعد أخرى“ (۲)

اور مصباح اللغات میں ہے:

”کرر الشئی تکراراً“ بار بار کرنا (۳)

فارسی لغت کی مشہور کتاب ”غیاث اللغات“ میں ہے:

”تکرار بالفتح بار بار گردایدن و بار بار باز آمدنی چیزے“ (۴) اور فیروز اللغات میں ہے۔

”تکرار۔ و ہرانا وغیرہ“ (۵) ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ کسی کام کو ایک سے زیادہ مرتبہ کرنے کا نام تکرار ہے۔

خواہ دو مرتبہ ہو یا دو سے زائد۔ اس لیے کسی آیت کو دو مرتبہ پڑھنا بھی تکرار ہے اور دو سے زائد بار پڑھنا بھی تکرار ہے۔ پوری سورہ فاتحہ اور اس کے بعد متصل تین آیتیں چھوٹی چھوٹی، یا ایک آیت تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے۔ مکذا فی الجزء الثالث من الفتاوی الرضویة (۶) و کتب الفقہ الاخری۔

(۱) لسان العرب، ج: ۵، ص: ۱۳۵

(۲) المعجم الوسیط، ص: ۷۸۳

(۳) مصباح اللغات، ص: ۳۷

(۴) غیاث اللغات، ص: ۷۷

(۵) فیروز اللغات، ص: ۲۹۵

(۶) الفتاوی الرضویة، ج: ۳، ص: ۱۳۳

فرائض میں ایک ہی رکعت میں ایک سورت کی تکرار مناسب نہیں ہے۔ مگر ایسا کرنے سے سجدہ سہو بھی لازم نہیں ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ ایک سوال کے جواب میں رقمطراز ہیں:

”تکرار یک سورت در یک رکعت اولیٰ نابالغی باشد“ یعنی ایک رکعت میں ایک سورت کی تکرار بدرجہ اولیٰ مناسب نہیں ہے۔ (۱)

البتہ سورہ فاتحہ کی تکرار سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”آیت کی تکرار سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا، البتہ سورہ فاتحہ کی تکرار سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ (۲)

(۳) زید نے مسئلہ جاننے کے باوجود نماز نہ دہرائی، اس پر وہ مجرم و گنہگار ہوا اور جب وہ نماز جماعت بھر کی قضا ہوگئی تو افضل و مسنون یہ ہے کہ جماعت سے ہی اس کی قضا پڑھیں اور اگر جہری نماز ہو تو امام پر جہر بھی واجب ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قادری حنفی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہوگئی تو جماعت سے پڑھیں، یہی افضل و مسنون ہے۔ اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے، اگرچہ قضا ہو“ (۳)

اور درمختار میں ہے ”يجهر الإمام وجوباً في الفجر واولی العشاءین اداء وقضاء“ (۴) اور جو لوگ شریک جماعت اولیٰ تھے ان میں جو مل سکیں ان کو مسئلہ بتا کر شریک جماعت کر لیا جائے اور جو بعد میں ملیں ان کو بھی مسئلہ سے آگاہ کر دیا جائے کہ تم پر نماز کا اعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) نماز دین کا دوسرا ستون ہے۔ ایسی کوئی حدیث فقیر کی نظر سے نہیں گزری، ہاں جس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس میں دوسرے نمبر پر نماز کا ذکر ہے۔ حدیث شریف ہے: ”بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ واقام الصلوۃ..... الخ“ (۵)

اور بنا اور بنیاد اردو زبان میں ہم معنی ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۹۹

(۲) الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۸۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۶۲۳

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۷۲

ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ جیسا کہ شارحین حدیث علیہم الرحمہ والرضوان نے فرمایا ہے۔

چنانچہ نائب مفتی اعظم ہند شارح بخاری مفتی "شریف الحق" امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "بنی الاسلام علی خمس" کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے۔ (۱) اور ملا "علی قاری" علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں: "بنی الاسلام علی خمس ای خمس دعائم کما فی روایۃ" (۲)

اور سب کا حاصل مثال دینا ہے۔ گویا: فرمان نبوی یہ ہے کہ جس طرح کسی مکان کے چند ستون ہوں اور وہ ان ستونوں پر قائم ہو اور اگر ان میں سے کوئی ستون گر جائے تو مکان اگر چہ رہے گا مگر اس میں نقص آجائے گا۔ یوں ہی اگر کوئی مسلمان ان پانچ چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو ترک کر دے تو وہ بعض حالات میں مومن اور بعض حالات میں کامل مومن نہیں رہ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

(۱) نزہۃ القاری، ج: ۱، ص: ۲۳۸

(۲) المرقات، ج: ۱، ص: ۵۹

باب صلوٰۃ المسافر

مسافر کی نماز کا بیان

کیا سفر میں جمع بین الصلوٰتین اور مثل اول میں نماز عصر کی اجازت ہے؟

مسئلہ: از آفتاب احمد رضوی اہلہ، کیرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

سفر میں دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنے کی اجازت مذہب حنفی میں ہے یا نہیں؟ کیا دیگر مسالک بالخصوص شافعی مسلک میں ایسا مسئلہ ہے اور اس پر عمل کرنے کی اجازت ہے؟ اور اس کے لیے کیا شرط ہے؟ کیا حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول پر سفر میں مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے سے ادا ہو جائے گی ان سوالوں کے جوابات دے کر شکر یہ کا موقع دیں۔ بینوا توجروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اللہ جل مجدہ نے قرآن پاک میں نماز کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔

﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا﴾ (۱)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

”یعنی مکتوبہ موقتہ فی اوقات محدودة فلا يجوز اخراجها عن اوقاتها علی ای حال کان

من خوف او امن“ (۲)

اور علامہ بغوی رقطراز ہیں۔

”وقال مجاهد ای فرضاً موقتاً وقتہ اللہ تعالیٰ علیہم وقد جاء بیان اوقات الصلوٰۃ فی

الحديث“ (۳)

(۱) سورة النساء، آیت: ۱۰۳

(۲) تفسیر الخازن، ج: ۱، ص: ۵۹۲

(۳) تفسیر البغوی علی هامش الخازن ج: ۱، ص: ۵۹۲

علامہ ابوالبرکات نسلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”مکتوباً محدوداً باوقات معلومة.“ (۱)

آیت کریمہ اور مذکورہ بالا تفاسیر سے توقیت نماز کا مسئلہ مثل غم و شغل واضح ہے اور یہ حقیقت مکمل طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت طاہرہ نے نماز کی ادائیگی کے لیے باقاعدہ اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اوقات کی تفصیل حدیث کی متعدد کتب میں موجود ہے اور پھر یہی نہیں کہ صرف اوقات نماز کی تعیین ہو گئی بلکہ اوقات کی محافظت کی ترغیب اور اس کے ترک پر شدید ترین وعید و ترہیب بھی سنائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد رسالت ہے۔

”عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال سئلت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قول

اللہ تعالیٰ: الذین ہم عن صلواتهم ساهون، قال هم الذین یؤخرون الصلوة عن وقتها“ (۲)

”وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال ما رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی

صلوة لغير ميقاتها الا صلوتين جمع بين المغرب والعشاء وصلى الفجر قبل ميقاتها“ (۳)

”عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی

الصلوة لوقتها الا یجمع فی مزدلفة وعرفات.“ (۴)

”قال محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلغنا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه

کتب فی الرقاق ینہا ہم ان یجمعوا بین الصلوتين ویخبرهم ان الجمع بین الصلوتين فی وقت

واحد کبیرة من الکبائر.“ (۵)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نمازوں کا وقت مقرر ہے۔ چند نمازوں کو عرفات و مزدلفہ کے سوا جمع

کر کے بیک وقت پڑھنا گناہ کبیرہ ہے ہاں بعض احادیث طیبہ کے ظاہر سے یہ استفاد ہوتا ہے کہ بعض صورتوں میں ان

دونوں مقام کے علاوہ بھی جمع بین الصلوتین جائز ہے۔ یہی سبب ہے کہ ائمہ مجتہدین کے اس مسئلہ میں مختلف اقوال

ہیں۔ ہم ذیل میں ان کے ارشادات نقل کر کے اصل مسئلہ واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۱) تفسیر النسلی، ج: ۱، ص: ۲۳۸

(۲) شرح السنة للہی، ج: ۱، ص: ۲۳۶

(۳) صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۲۲۸

(۴) السنن للنسائی، ج: ۱، ص: ۴۴

(۵) الموطا للامام محمد، ص: ۱۳۲

فقہ حنفی اور جمع بین الصلوٰتین

ائمہ حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ کسی بھی صورت میں جمع حقیقی جائز نہیں ہے جملہ متون و شروح اور فتاویٰ اس حکم سے مملو اور یہ ہیں شمس العلماء علامہ سرخسی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”ولا یجمع بین صلوٰتین فی وقت احدہما فی حضر ولا فی سفر ما خلا عرفۃ و مزدلفہ فان الحاج یمجمع بین الظهر والعصر بعرفات فیودیهما فی وقت الظهر و بین المغرب والعشاء بمزدلفہ فیودیهما فی وقت العشاء علیہ اتفاق رواۃ نسک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ فعلہ ففیما سوی ہذین الموضعین لا یمجمع بینہما وقتا عندنا“ (۱)

ملک العلماء علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”قال اصحابنا انہ لا یجوز الجمع بین فرضین فی وقت احدہما الا لعرفۃ و مزدلفۃ (الی قولہ) ان تاخیر الصلوۃ عن وقتہا من الکبائر فلا یباح بعذر السفر والمطر کسائر الکبائر“ (۲)

اب آخر میں سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا یہ چشم کشایان بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں کہ

”قلت ارأیت هل یمجمع بین الصلاتین الا فی عرفۃ و جمع قال لا یمجمع بین الصلوٰتین فی وقت واحد فی حضر ولا فی سفر ما خلا عرفۃ و مزدلفہ“ (۳)

ان تمام ارشادات و عبارات سے واضح ہوا کہ احتاف کے نزدیک سفر وغیرہ کسی قسم کے عذر کی بنا پر جمع حقیقی علاوہ عرفات و مزدلفہ کے ہرگز جائز نہیں ہے۔

فقہ مالکی اور جمع بین الصلوٰتین

سفر میں جمع بین الصلوٰتین کے متعلق سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد علامہ عبدالرحمن جزیری نے یہ نقل کیا ہے۔

”المالکیہ قالوا اسباب الجمع ہی السفر (الی ان قال) السفر سواء کان مسافۃ قصرا ولا ویشترط ان یکون غیر محرم لا مکروہ فیجوز لمن یسافر سفرا مباحا ان یمجمع بین الظهر والعصر جمع تقدم بشرطین احدہما ان تزول علیہ الشمس حال نزولہ

(۱) المبسوط للسرخسی، ج: ۱، ص: ۱۴۹

(۲) بدائع الصنائع، ج: ۱، ص: ۵۲

(۳) المبسوط للامام بن حسن الشیبانی، ج: ۱، ص: ۴۷

بالمكان الذى ينزل فيه المسافر للاستراحة لانيهما ان ينوى الارتحال قبل دخول وقت العصر والنزول للاستراحة مرة اخرى بعد غروب الشمس“ (۱)
اور علامہ ابن قدامہ حنبلی رقمطراز ہیں۔

”وقال مالك والشافعي في احد قوله يجوز في السفر القصير لان اهل مكة بجمعون بعرفة ومزدلفة وهو سفر قصير.“ (۲)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی سفر میں جمع حقیقی جائز ہے البتہ اس کے کچھ شرائط ہیں جو کتب مالکیہ میں مصرح ہیں۔

فقہ شافعی اور جمع بین الصلوٰتین

فقہ شافعی کے عظیم محقق و فقیہ علامہ زکریا نووی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”قال الشافعي والا كثرون يجوز الجمع بين الظهر والعصر في وقت ايتهما شاء وبين المغرب والعشاء في وقت ايتهما شاء في السفر الطويل وفي جوازه في السفر القصير قولان للشافعي اصحهما لايجوز فيه القصير (الى قوله) ويشترط للجمع في وقت الاولى ان يقدمها وينوى الجمع قبل فراغه من الاولى وان لا يفرق بينهما وان اراد الجمع في وقت الثانية وجب ان ينوى في وقت الاولى ويكون قبل ضيق وقتها بحيث يبقى من الوقت ما يسع تلك الصلوة فاكثر فان اخرها بلانية عصي وصارت قضاء واذا اخرها بالنية استجب ان يصلى الاولى اولا وان ينوى الجمع وان لا يفرق بينهما لا يجب شئ من ذلك.“ (۳)
ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

”يجوز الجمع بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء تقديمًا في وقت الاولى أو تأخيرًا في وقت الثانية في السفر الطويل، ولا يجوز في القصير على الاظهر والا فضل للسائر في وقت الاولى أن يؤخرها الى الثانية وللنازل في وقتها. تقديم الثانية. ولا يجوز الجمع في

(۱) الفقه على المذاهب الاربعة، ج: ۱، ص: ۴۸۳

(۲) المغنی لابن قدامہ الحنبلی، ج: ۲، ص: ۱۱۶

(۳) شرح الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۳۵

سفر المعصیة فی وقت الظهر ولا جمع الصبح الی غیرها. ولا العصر الی المغرب“ (۱)
اور علامہ جزیری فرماتے ہیں:

”الشافعية قالوا يجوز الجمع بين الصلوتين المذکورتين جمع تقديم او تاخیر للمسافر مسافة القصر المتقدمة بشروط السفر“ (۲)

ان تمام تفصیلات کے پیش نظر جمع بین الصلواتین کے متعلق حضرت امام شافعی قدس سرہ کا یہ مذہب واضح ہوا کہ مسافر کے لیے جمع بین الصلواتین جائز ہے خواہ وہ جمع تقدیم کرے یا جمع تاخیر البتہ اس کے کچھ شرائط ہیں۔

(۱) یہ کہ سفر طویل ہو جس کی مقدار ۳۸ ہاشمی میل ہے ہاں ایک قول غیر صحیح کے مطابق سفر قصیر میں بھی جائز ہے لیکن پھر بھی مستحب ہے کہ امام اعظم کے قول پر عمل کرے اور تین دن کی مسافت کی صورت میں جمع کرے۔

(۲) جمع تقدیم کی صورت میں واجب ہے کہ پہلی نماز کو مقدم کرے اور اس سے فارغ ہونے سے پہلے ہی جمع کی نیت کرے اور دونوں نمازوں کو پے درپے بلا توقف پڑھے۔

(۳) جمع تاخیر کی صورت میں واجب ہے کہ پہلی نماز کے وقت میں اتنا وقت باقی رہتے ہوئے جمع کی نیت کرے جتنے میں نماز پڑھ سکے اور اگر بغیر نیت کے موخر کر دی تو گنہگار ہوا اور پہلی نماز قضا ہو جائے گی۔

فقہ حنبلی اور جمع بین الصلواتین

فقہ حنبلی کے مابینہ تاز فقیہ علامہ امام ابن احمد حرقی رقمطراز ہیں۔

”واذا دخل وقت الظهر علی مسافر وهو یزید ان یرتحل صلاھا وارتحل فاذا دخل وقت العصر صلاھا وكذلك المغرب والعشاء الآخرة وان كان سائرا فاحب ان يؤخر الا ولی الی وقت الثانیہ فجائز.“ (۳)

علامہ ابن قدامہ حنبلی قدس سرہ اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”ولا يجوز الجمع الا فی سفر یبیح القصر“ (۴)

علامہ جزیری فقہ حنبلی کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

(۱) روضة الطالبین، ج: ۱، ص: ۳۹۶

(۲) الفقه علی المذاهب الاربعہ، ج: ۱، ص: ۳۸۵

(۳) مختصر احمد حرقی مع المغنی، ج: ۱، ص: ۱۱۲

(۴) المغنی لابن قدامہ الحنبلی، ج: ۱، ص: ۱۱۶

”الجمع المذكور بين الظهر والعصر او المغرب والعشاء تقديماً او تأخيراً مباح وتركه الفضل ويشترط في اباحة الجمع ان يكون المصلي مسافراً سفر التقصر فيه الصلوة“ (۱)
اور شرائط جمع کی تفصیل شرح کبیر میں یوں مرقوم ہے:

”وللجمع في وقت الاولى ثلاثة شروط نية الجمع عند احرامها ويحتمل ان تجزئته النية قبل سلامها وان لا يفرق بينهما الا بقدر الإقامة والوضوء فان صلى السنة بينهما بطل الجمع في احدي الروايتين وان يكون لا عصر موجب لفتح الصلوات وسلام الاولى“ (۲)
پھر ایک مقام پر ہے

”وان جمع في وقت الثانية كفاه نية الجمع في وقت الاولى ما لم يصف عن فعلها واستمرار العذر الى دخول وقت الثانية منهما ولا يشترط غير ذلك متى جمع في وقت الثانية.“ (۳)

ان عبارات سے پتہ چلا کہ فقہ حنبلی میں بھی مسافر کو جمع حقیقی کی اجازت ہے اور حنابلہ کے نزدیک شرائط جمع بھی تقریباً وہی ہیں جو ائمہ شوافع نے تحریر فرمائی ہیں۔
اتنی تفصیلات سے سفر میں جمع بین الصلواتین کے متعلق ائمہ اربعہ کے اقوال و ارشادات واضح ہو کر سامنے آ گئے اور یہ بات بھی کھل کر ثابت ہو گئی کہ ائمہ حنفیہ کے علاوہ بقیہ تین ائمہ سفر میں جمع حقیقی کے قائل ہیں۔

جمع بین الصلواتین کے تعلق سے فقہ شافعی پر عمل و اجازت کا بیان

خادمان فقہ پر یہ عیاں ہے کہ اسباب ستہ کی بنا پر بلاشبہ قول امام میں تبدیلی ہو جاتی ہے اور جس مسلک پر عمل میں سہولت ہو فقہائے کرام اس پر عمل کی اجازت دیتے ہیں۔
مگر فقیر اپنی فہم ناقص کے اعتبار سے جہاں تک غور و فکر کر سکا اس کے مطابق عرض کرتا ہے کہ سفر کی مشقتوں کے باوجود نماز کی ادا نیکی کے معاملہ میں یہاں کوئی ایسا دینی ضرر نہیں پایا جاتا جس کی وجہ سے مذہب شافعی پر فتویٰ دیا جائے کیونکہ جہاز خواہ چھ گھنٹہ پرواز میں رہے یا چوبیس گھنٹہ، علمائے اہل سنت کے نزدیک فضا میں اڑتے جہاز پر نماز پڑھنا جائز و درست ہے چنانچہ علامہ شیخ عبدالرحمن جزیری فرماتے ہیں۔

(۱) الفقه على المذاهب الاربعه، ج: ۱، ص: ۲۸۷

(۲) الشرح الكبير مع المصنف، ج: ۱، ص: ۱۱۶

(۳) حوالہ سابق، ص: ۱۲۴

”و مثل السفينة القطر البخارية البرية والطائرات الجوية ونحوها“ (۱)

شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

”ہوائی جہاز اگر اڑے پر کھڑا ہے تو ہوائی جہاز میں نماز صحیح ہے اور اگر فضا میں پرواز کر رہا ہے تو بھی اس میں نماز درست ہے۔ اس لیے کہ اگر ہوائی جہاز سے باہر آئے گا تو زمین میں نہیں ہوا میں آئے گا جہاں نماز پڑھنی ممکن نہیں۔ جیسے کشتی اور پانی کے جہاز کا حکم ہے کہ اگر بیچ دریا میں ہو تو اگر چہ چل رہا ہے اس میں نماز درست ہے۔ اس لیے اگر کشتی اور بحری جہاز سے باہر آئے گا تو زمین میں نہیں ملے گی بلکہ پانی ملے گا جس پر نماز پڑھنی ممکن نہیں ویسے ہی ہوائی جہاز ہے۔“ (۲)

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”(ہم نے) ”مغرب کی نماز ہوائی جہاز میں ہی پڑھی۔ ہوائی جہاز کے عملہ نے اعلان کیا کہ مغرب کا وقت ہو گیا ہے حجاج نماز پڑھ لیں۔ تمام حجاج نے سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے نماز ادا کی مگر میں نے اور حسنین میاں صاحب نے کھڑے ہو کر پورے رکوع و سجدے کے ساتھ نماز مغرب پڑھی چلتے ہوئے ہوائی جہاز میں بھی کھڑے ہونے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔“ (۳)

اس سے ثابت ہوا کہ اڑتے ہوئے ہوائی جہاز میں بھی نماز جائز و درست ہے تو مذہب حنفی سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہے، رہی بات ٹرین کی تو چلتی ہوئی حالت میں اس پر نماز پڑھنا اگرچہ علماء اہل سنت کے نزدیک ناجائز ہے مگر عموماً فرینس کہیں نہ کہیں ایسے وقت میں ٹھہرتی ہیں جس میں دو رکعت کی ادائیگی ہو سکتی ہے جس کا تجربہ و مشاہدہ سب کو ہے سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

”مجھے بڑے بڑے سفر کرنے پڑے اور بفضلہ تعالیٰ بیچ وقتہ جماعت سے نماز پڑھی ہے قیام اور رکوع تو ریل میں بھی ہو سکتا ہے ہاں بعض وقت سجدے میں دقت ہوتی ہے جب کہ قبلہ بیچ کی طرف ہو وہ یوں ہو سکتا ہے کہ سر کو خم کر کے بیچ کے نیچے کرے صرف تھوڑا سا تکلف کرنا ہوگا مگر اس قدر خم نہ کرے کہ ۴۵ درجے کی جانب مائل ہو جائے ۴۵ درجے کے قریب تک اجازت۔“ (۴)

اس لیے مذہب سے عدول کی اجازت نہیں ہوگی نہ جمع تقدیم کی، نہ جمع تاخیر کی۔

(۱) الفقه علی المذاهب الاربعہ، ج: ۱، ص: ۲۰۶

(۲) نزہۃ القاری شرح البخاری، ج: ۱، ص: ۳۷۵

(۳) نزہۃ القاری شرح البخاری، ج: ۲، ص: ۶۰

(۴) الملفوظ، ج: ۱، ص: ۲۳

اور اگر کہیں واقعتاً ایسی مجبوری درپیش ہو جائے کہ مذہب شافعی یا دیگر ائمہ کے مسلک پر عمل کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہو تو اس کی گنجائش ہے خواہ جمع تقدیم کرے یا تاخیر مگر ایسی صورت میں ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھنا لازم ہوگا جو ان کے مذہب میں جمع بین الصلوٰتین کے لیے ضروری ہیں۔ چنانچہ علامہ طحاوی مصری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”وجوزہ الامام الشافعی رضی اللہ عنہ تقدیماً و تاخیراً والافضل الاول للنازل والثانی للساائر بشرط ان يقدم الاولى وينوي الجمع قبل الفراغ منها وعدم الفصل بينهما بما يعد فاصلاً عرفاً هذا في جمع التقديم ولم يشترط في جمع التأخير سوى نية الجمع قبل خروج الاولى وكثيراً ما ينشئ المسافر بمثله لاسيما الحاج فلاهانس بالتقليد كما في البحر والنهر لكن بشرط ان يلتزم جميع ما يوجبه ذلك الامام لان الحكم الملقق باطل بالاجماع كما في ديباجة الدر“ (۱)

اور زین الملتہ والدین علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”وقد شاهدت كثيراً من الناس في الاسفار خصوصاً في سفر الحج ماشين على هذا تقليداً للامام الشافعي في ذلك الا انهم يخلون بما ذكرت الشافعية في كتبهم من الشروط له فاحببت ايرادها ابانة لفعله على وجه لمريده“ (۲)

اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ کے اس ارشاد سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے آپ لکھتے ہیں۔

”سفر مدینہ طیبہ میں بعض مرتبہ قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث مجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے۔ اس کے لیے لازم ہے کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کر لے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا اور فرض ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں اسی طرح مغرب کے بعد عشاء بھی انہیں شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہو کہ عصر کے وقت ظہر یا عشاء کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر و مغرب کے وقت میں وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کر لے کہ ان کو عصر و عشاء کے ساتھ پڑھوں گا“ (۳)

ہاں مدت سفر کے متعلق چونکہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسافر کو جمع بین الصلوٰتین کی صورت میں مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق عمل کرنا مستحب ہے جیسا کہ ماسبق میں گزر چکا ہے اس لیے اگر خاص مدت سفر کے مسئلہ میں حنفی مذہب پر عمل کرے تو فقیر کے نزدیک تلافیق کی صورت نہیں ہوگی۔

(۱) حاشیۃ الطحاوی، ص: ۹۴

(۲) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۵۴

مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے کا بیان

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

”جس میں اختلاف فتویٰ ہے اس کا یہ بھی حکم ہے کہ جس قول پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا اور چونکہ اس (مثل ثانی میں نماز عصر پڑھنے نہ پڑھنے) میں علماء دونوں قولوں پر فتویٰ ہے لہذا جس پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا مگر جو معتقد ترجیح قول امام ہے اسے احتراز چاہئے۔“ (۱)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد مبارک سے معلوم ہوا کہ اگر کہیں بوقت ضرورت مثل ثانی میں پڑھنے کی نوبت آجائے تو مصلیٰ کو قول صاحبین پر عمل کی اجازت ہے۔ اتنی تفصیل کے بعد اب ہر ایک کا مختصر جواب حاضر ہے۔

(۱) حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دیگر ائمہ کے مذہب پر فتویٰ و عمل کی اجازت نہیں ہے
(۲) اگر کسی مجبوری کے تحت کہیں مذہب شافعی وغیرہ پر عمل کی اجازت ہو تو ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوگا جو جمع بین الصلوٰتین کے لیے ان کے مذہب میں مذکور ہیں ہاں مدت سفر کے متعلق مذہب حنفی کا اعتبار بھی کیا جاسکتا ہے۔

(۳) قول صاحبین کے مطابق ایسی صورت میں مثل ثانی میں نماز عصر ادا کرنے کی گنجائش ہے۔

هذا ما ظهر لي الان والعلم بالحق عند الله الرحمن.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم درس و افتاء دارالعلوم علمیہ جہاد شاعی، بستی

سمندری جہاز کا عملہ مسافر ہے یا مقیم؟

مسئلہ: از شیخ محمد انصار رضوی مقام اہلہ کا سرکود کیرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ سمندر میں جہاز بسا اوقات ایک ایک مہینہ ایک ہی جگہ ٹھہرا رہتا ہے، اور جہاز کے عملہ کو یہ معلوم بھی رہتا ہے کہ انہیں اتنی مدت تک یہاں ٹھہرنا ہے ایسی صورت میں جہاز کا عملہ مقیم ہوگا یا مسافر؟ ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

نیت اقامت صحیح ہونے کے لیے متعدد شرطیں ہیں ان میں ایک شرط یہ ہے کہ جس جگہ مسافر اقامت کی نیت کر رہا ہے وہ جگہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو اور سمندر ایسی جگہ نہیں ہے جس میں اقامت کی صلاحیت ہو چنانچہ قادیانی عالمگیری میں ہے۔

”و نية الإقامة انما تلزم بنحو خمس شرائط ترك السير حتى لو نوى الإقامة وهو يسير لم

(۱) المملووظ، ج: ۱، ص: ۳۱

یصح و صلاحیۃ الموضع حتی لو نوى الإقامة فی ہوا و بحرا و جزیرۃ لم یصح۔ (۱) نیت اقامت پانچ شرطوں سے موثر ہوگی چلنا ترک کرے حتی کہ اگر چلنے کی حالت میں نیت اقامت کی تو صحیح نہیں، وہ جبکہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو لہذا اگر جنگل یا دریا یا غیر آباد ٹاپو میں اقامت کی نیت کی تو مقیم نہ ہوا۔

اور بہار شریعت میں ہے۔

”وہ جبکہ اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو جنگل یا دریا یا غیر آباد ٹاپو میں اقامت کی نیت کی مقیم نہ ہوا“ (۲) لہذا جو لوگ سمندری جہاز میں کام کرتے ہیں وہ اگر چہ ایک ہی جگہ پر جہاز میں مہینہ بھر ٹھہرے رہیں اور وہاں نیت اقامت کر لیں پھر بھی وہ مقیم نہیں بلکہ مسافر رہیں گے اور نماز میں قصر کریں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی، بستی، یوپی

کیا مسافر جمعہ کی امامت کر سکتا ہے؟

مسئلہ از: موصی الدین موضع کمہر یا، ہمیر پور

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں ہے تو اگر وہ نماز جمعہ کی امامت کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں ہے لیکن اگر وہ نماز جمعہ ادا کر لے تو اس کا جمعہ صحیح ہے اور نماز ظہر اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

”من لا جمعة علیہ ان اداها جاز عن فرض الوقت کذا فی الكنز“ (۳)

اور جب اس کی نماز جمعہ صحیح ہے تو اگر وہ لائق امامت ہے اور دیگر شرائط جمعہ پائے جائیں تو اس کا نماز جمعہ کی امامت کرنا بھی صحیح ہے اور وہ نماز جمعہ بھی صحیح ہے رد المحتار میں ہے۔

”ان المسافر لما التزم الجمعة صارت واجبة علیہ ولذا صحت امامتہ“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی، بستی

باب الجمعة

جمعہ کا بیان

جب خطیب حجرے سے نکل پڑے یا منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے اس وقت نماز پڑھنا یا اس کی اجازت دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: سید غلام سرور، سنی حسینی مسجد، پونہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت دربارہ مسائل ذیل میں:

(۱) بروز جمعہ خطبہ کی اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جیسا کہ عام مسلمانوں میں رائج ہے۔ شرعاً کیسا ہے؟

(۲) خطیب کا منبر پر بیٹھ کر ۴ رکعت سنتیں پڑھنے کی اجازت دینا جائز ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اذان جمعہ خواہ اول، یا ثانی، یا اذان پنجگانہ سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ہے، مگر درود شریف پڑھنے کے بعد قدرے ٹھہر جائے پھر اذان کہے تاکہ دونوں کے مابین فصل ہو جائے، یا یوں کرے کہ درود شریف میں آواز کو پست رکھے تاکہ امتیاز رہے، بلکہ علمائے کرام نے اذان و اقامت، اور دیگر بہت سے مواقع پر درود شریف پڑھنے کو مستحب قرار دیا ہے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ”ابن عابدین“ شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”نص العلماء علی استحبابها فی مواضع یوم الجمعة وليلتها، وزيد يوم السبت،

والاحد، والخميس، كما ورد فی كل من الثلاثة، وعند الصباح، والمساء، وعند دخول

المسجد، والخروج منه، وعند زیارة قبره الشریف، وعند الصفا والمروة، وفي خطبة الجمعة،

وغیرها، وعقب اجابة المؤذن، وعند الإقامة واول الدعاء، واوسطه، واخره، وعقب دعاء

القنوت، وعند الفراغ من التلبية، وعند الاجتماع والافتراق، وعند الوضوء، وعند طين

الاذان، وعند نسيان الشئ عند الوعظ ونشر العلوم“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۱) رد المحتار، ج ۱، ص ۳۳۸

(۲) خطیب جب خطبہ کے لیے حجرے سے نکل پڑے، یا منبر پر چڑھنے کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس وقت سے لے کر ختم نماز تک نماز و اذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے۔ البتہ صاحب ترتیب اپنی قضا پڑھ لے۔ اسی طرح جو شخص سنت و نفل پڑھ رہا ہو تو جلد از جلد پوری کر لے۔

در مختار و رد المحتار میں ہے: ”اذا خرج الإمام من الحجرۃ ان كان، وإلا لقيامه للصعود شرح المجمع فلا صلوة ولا كلام إلى تمامها، خلا قضاء فائتة لم يسقط الترتيب بينها وبين الوقتية، فانها لا تكره، سراج وغيره، لضرورة صحة الجمعة، وإلا لا ولو خرج وهو في السنة او بعد قيامه لثلاثة النفل يتم في الاصح ويخفف القراءة“ (۱)

امام زبیلی قدس سرہ نے ”نصب الراية لتخریج احادیث الهدایہ“ میں حدیث پاک نقل فرمائی کہ: ”اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام“ (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قادری فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”رہیں روایات قطع و ترک و تحریم نماز و خروج الامام للخطبة“ ان کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی نماز سوائے فائتہ واجب الترتیب کے شروع نہ کرے۔“ (۳)

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوا کہ خطیب کا خطبہ کے لیے نکل پڑنے سے لے کر ختم نماز تک تمام دینی و دنیوی کلام اور درود و وظائف سنن و نوافل سب ممنوع ہو جاتے ہیں اور ممنوع کی اجازت دینا خود ممنوع ہے۔ لہذا اگر خطیب خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ گیا پھر لوگوں کو سنت شروع کرنے کی اجازت دی تو یہ جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۵۰

(۲) نصب الراية لتخریج احادیث الهدایہ، ج: ۲، ص: ۲۰۱

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۲۲

کسی کو یا جوج ما جوج کہنا دیہات میں

نماز جمعہ پڑھنا، حاکضہ کا قرآن شریف پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شفیق الرحمن سبحانی مقام مہواں گلہریا ضلع کبیر نگر

حضور سیدی وسندی آقائی ومولائی حضور مفتی صاحب قبلہ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) خدمت عالیہ میں عرض ہے کہ ایک مومن مسلمان کو یا جوج ما جوج کہنا کسا ہے؟

(۲) بہت سے لوگ "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے ترجمہ میں "ہے" کا لفظ لاتے ہیں یہ لانا صحیح ہے کہ نہیں؟

(۳) دیہات میں جمعہ فرض نہیں اگر دیہات میں جمعہ پڑھ رہا ہے تو کیا ظہر کی نماز بھی جماعت سے پڑھنا

ضروری ہے یا الگ؟ اگر شہر میں پڑھ رہا ہے تو جمعہ کی دو رکعت فرض کے بعد جمعہ کی چار رکعت سنت کی نیت کی جائے گی یا ظہر کی؟

(۴) کسی نے کہا کہ حضرت امام حسن اور حسین، امام جعفر صادق، امام باقر، زین العابدین (رضی اللہ عنہم)

وغیرہ یہ سب سید نہیں؟

(۵) حیض کی حالت میں عورت کلمہ یا زبانی قرآن شریف پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا کھانا کھاتے وقت بسم

اللہ پڑھ سکتی ہے جب کہ حیض ونفاس کی حالت میں ہو؟

(۶) بہت سے لوگ موبائل میں قرآن شریف، کنز الایمان، بہار شریعت اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ رکھے رہتے

ہیں، کیا اس موبائل کو لے کر استنجاء خانہ میں جاسکتا ہے یا نہیں؟

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) یا جوج ما جوج ایک قوم ہے جو قرب قیامت ظاہر ہوگی دنیا میں فتنہ وفساد اور تباہی و بربادی پھیلانے کی

بہار شریعت میں ہے: "یا جوج و ما جوج ظاہر ہوں گے یہ اس قدر کثیر ہوں گے کہ ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ پر

گزرے گی اس کا پانی پی کر اس طرح سکھا دے گی کہ دوسری جماعت بعد والی جب آئے گی تو کہے گی کہ یہاں بھی پانی

نہیں تھا پھر دنیا میں فساد و فتنہ و غارت سے جب فرصت پائیں گے تو کہیں گے "الح" (۱)

مگر محاورہ میں یا جوج و ما جوج ان لوگوں کو کہہ دیا جاتا ہے۔ جو جھگڑا و فساد کریں اور فتنہ پھیلائیں تو آج کسی

مسلمان کو یا جوج ما جوج کہنے کا مطلب اسے فساد، جھگڑا اور فتنہ کہنا ہے اور بلا وجہ کسی مسلمان کو تکلیف کے الفاظ کہنا

نا جائز و گناہ ہے ارشاد حدیث ہے:

(۱) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۱۲۵، ۱۲۶

”من اذى مسلما فقد اذانى ومن اذانى فقد اذى الله“ (۱)

لہذا بلاوجہ کسی مسلمان کو مارجح مارجح کہنا درست نہیں ہے بلکہ گناہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) جماعت ال سنت کے بعض مصنفین و مترجمین نے تسمیہ کے ترجمہ میں ”ہے“ کا استعمال کیا ہے لہذا

اسے مطلقاً غیر صحیح نہیں کہا جاسکتا ہے البتہ نا کرنا بہتر ہے امام ال سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے لفظ ”ہے“ کے ساتھ ترجمہ نہیں کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) فقہ حنفی میں دیہات والوں پر اور دونوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز فرض ہے اور باجماعت

پڑھنے کا حکم ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”من لا تجب علیہم الجمعة من اهل القرى والبادی لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم

الجمعة باذان واقامة“ (۲)

اور رد المحتار میں ہے: ”لو صلوا فی القرى لزهم اداء الظهر“ (۳)

بہار شریعت میں ہے: ”گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں“ (۴)

البتہ اگر عوام نماز جمعہ پڑھتے ہوں تو ان کو بآسانی مسئلہ بتایا جائے اگر فتنہ و فساد نہ ہو اور لوگ مسئلہ بتانے پر

سمجھ لیں گے اور اس پر عمل پیرا ہو جائیں گے تو صرف نماز ظہر باجماعت پڑھے ورنہ ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کہ عوام جس طرح بھی اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیں غنیمت ہے، اور جب نماز جمعہ شہر میں پڑھ رہا

ہے تو سنت جمعہ کی نیت کرے۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴) یہ حضرات بے شک سید ہیں جو ان کے سید ہونے کا منکر ہے وہ محروم القسمت اور بے نصیب ہے۔

(۵) حالت حیض میں تلاوت قرآن حکیم زبانی یاد کیج کر پڑھنا حرام ہے اور کلمہ طیبہ یا بسم اللہ شریف پڑھنے

میں کوئی حرج نہیں ہے، رد المحتار میں ہے:

”يمنع قراءة قرآن ان تقصده فلو قرأت الفاتحة علی وجه الدعاء او شيئاً من الايات التي فيها معنى

الدعاء ولم ترد القراءة لا بأس به كما قد مناه عن العيون لاہی لیث“ (۵) واللہ اعلم بالصواب

(۶) ایسے موبائل کو قرآن شریف، کنز الایمان اور کتب شریعیہ کے حکم میں نہیں رکھا جائے گا لہذا اسے لے کر

استنجانہ میں جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ ربی تعدہ، ۱۴۳۵ھ

(۲) الفعاری العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۴۵

(۱) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۱۰

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۷۷۴

(۳) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۳۸

(۵) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۴۲۳

عصا لے کر جمعہ کا خطبہ پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مشتاق احمد قادری، ہلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ خطبہ جمعہ میں خطیب کا عصا لے کر خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔ بعض سنت کہتے ہیں بعض مکروہ؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بعض علمائے سنت فرمایا اور بعض نے مکروہ تو بصورت اختلاف پنجابی بہتر ہے اور کرنے والے پر تشدد اور طعن و تشنیع درست نہیں۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ: ۶۸۴/۳ پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

کسی مسجد میں جمعہ کے لئے دو جماعت کا قیام

مسئلہ از: جمال احمد رضوی، خطیب و امام سنی عثمانیہ تکیہ مسجد، پرل، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کسی مسجد میں جمعہ کے لیے دو جماعت کا قیام صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو اس کے شرائط و دلائل بالتفصیل بیان فرمائیں۔ اگر نہیں ہے تو جماعت قائم کرنے والے اور ان کے حامیوں کیلئے عندالشرع کیا حکم ہے۔ برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نماز جمعہ و عیدین دیگر نمازوں کی طرح نہیں ہے کہ جو چاہے پڑھا دے، جہاں چاہے قائم کر دے بلکہ اس کی شرائط محبت میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سلطان اسلام یا اس کا مازون اقامت جمعہ کرے اور جہاں یہ صورت نہ ہو جیسے عموماً ہندوستان کے شہر تو بیچہ ضرورت عامہ مسلمین جسے امام مقرر کر لیں وہ اقامت جمعہ کرے گا یا وہ کہ امام جمعہ جسے اجازت دے۔

تو پرالابصار دور مختار میں ہے:

”یشعراط لصحتها السلطان (الی قوله) ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من

ذكر اما مع عدمه فيجوز للضرورة“ (۱)

امام اجل فقیہ انفس علامہ قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں ”وان لم یکن لم قاض ولا حلیفہ

المسلمین فاجتمع العامة علی تقدیم رجل جاز لمكان الضرورة“ (۲)

اور مسجد واحد میں وقت واحد میں ایک امام مقرر کرنے سے ضرورت پوری ہو جا رہی ہے تو دوسرے امام کا

مقرر کرنا جائز نہیں کہ جو امر ضرورہ جائز رکھا گیا ہو وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کرتا ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ما ابيح للضرورة يقتدر بقدرها“ (۳)

لہذا ایک مسجد جمعہ کے لیے دو جماعت کا قیام ناجائز ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قدس سرہ فرماتے ہیں: ”ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں“ (۴)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار

امامت جمعہ ہو کہ جیسے دو ویسی ہی سو یہ بلاشبہ ابتداء فی الدین ہے۔“ (۵)

اور جب نماز جمعہ بشرائط صحت ادا کر لی گئی تو دوسری جماعت ناجائز اور اس کے حامی امر ناجائز کے حامی ہو کر

شرعاً مجرم و گنہگار ٹھہرے۔ ان پر ناجائز امر کے ارتکاب و حمایت سے باز آ کر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب والیہ المرجع والمآب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

گھر میں جمعہ کی نماز کا پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال

دیگر احوال یہ ہیں کہ مندرجہ ذیل مسئلہ میں رہبری فرمائیں۔ شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۱) بھوپال کے اندر ہر مسجد، اور عید گاہ کے اندر تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی کے امام نماز پڑھاتے ہیں۔

(۲) فتاویٰ قاضی خان برہامش ہند، ج: ۱، ص: ۱۷۴

(۱) تنویر الابصار والدر المختار، ج: ۱، ص: ۵۳۹، ۵۴۰

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۰۸

(۴) الاشیاء والنظائر، ص: ۸۶

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۹۲

بھوپال میں صرف دو مسجد ایسی ہیں جہاں پر اہل سنت والجماعت کے امام نماز پڑھاتے ہیں۔ یہ مسجد پرانی مسجد سے کافی دور ہے۔ بھوپال کے اندر اہل سنت والجماعت کے چار مدارس ہیں۔ حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے بحالت مجبوری مدرسہ اور گھر کے اندر نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھی تو کیا مدرسہ اور گھر کے اندر نماز جمعہ اور نماز عیدین ہو گئی یا نہیں؟

(۲) ایک اہل سنت کے امام ہیں ان کے پیچھے ایک اہل سنت والجماعت کے فرد کو کراہت ہے، جس مرد کو کسی بات پر کراہیت ہے اس کا دل ان اہل سنت و جماعت کے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو نہیں چاہتا ہے اگر وہ فرد ان امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھے تو کیا نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر گھر یا مدرسہ میں مسلمانوں کو آنے کی عام اجازت تھی اور دیگر شرائط جمعہ و عیدین پائے جا رہے تھے تو نماز جمعہ و عیدین گھر اور مدرسہ میں بلاشبہ ہو گئی۔
فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”السلطان اذا اراد ان يجمع بحشمه في داره فان فتح باب الدار واذن اذنا عاما جازت صلوته“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اگر امام جامع شرائط امامت ہے اور اس میں کوئی مانع امامت شئی نہیں پائی جا رہی ہے، پھر بھی کوئی اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کراہت محسوس کرے تو یہ درست نہیں ہے اور اگر اس کراہت کے باوجود اس امام کی اقتدا کرے گا تو نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

جمعہ کے قیام کی چھ شرطیں ہیں

مسئلہ از: محمد حنیف خاں نعیمی، بہادر ڈیہہ، جھڑی تلیا، کوڈرما، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جمعہ کی نماز خانقاہ میں قائم کرنا کیسا ہے؟ خیال رہے کہ خانقاہ ایسی جگہ ہے جہاں پر اہل و عیال رہتے ہیں اور سارے لوگ ہیں بایں وجہ کہ میں نے امام کو باشرع

نہیں پایا۔ لہذا جواب سے نواز کر شکر یہ کا موقع عنایت کریں کہ نماز خانقاہ میں قائم کرنا کیسا ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جمعہ کی نماز قائم کرنے کے لیے چھ اہم شرطیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو جمعہ ہو گا ہی نہیں۔
اس کی پہلی شرط مصر یا فنائے مصر ہے۔
چنانچہ ہدایہ میں ہے:

”لا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلی المصر ولا تجوز في القرى لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا في مصر جامع“ (۱)
اب اگر خانقاہ مصر یا فنائے مصر میں واقع ہے تو دوسری شرط یہ دیکھی جائے کہ وہاں اذن عام ہے یا نہیں۔
یعنی کیا ہر مسلمان کو بلا روک ٹوک نماز کے لئے آنے کی اجازت ہے؟ پھر یہ کہ جمعہ قائم کرنے والا سلطان اسلام ہے؟ یا اس کا نائب ہو جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا ہو۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے ”ولا يجوز اقامتها الا لسلطان او لمن امره السلطان“ (۲)
چوں کہ یہاں ہندوستان میں سلطان اسلام نہیں اس لیے شہر کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ فقیہ و عالم سلطان اسلام کے قائم مقام ہے۔

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں دیکھا جائے اگر خانقاہ مذکور مصر یا فنائے مصر میں ہے اور وہاں اذن عام بھی ہے تو وہاں کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم جمعہ قائم کر سکتا ہے اور وہاں جمعہ قائم کرنا جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

اجماع کا منکر کیا ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری، پہلی بھتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے جمعہ کی اذان خطبہ کے متعلق ایک رسالہ لکھا جس میں اس اذان کا مسجد کے اندر سب سے اگلی صف میں

(۱) الہدایہ، ج: ۱، ص: ۱۳۸

(۲) الہدایہ، ج: ۱، ص: ۱۶۱

ہونا سنت قرار دیا اور اس پر امت کا اجماع بتایا اور اس اذان کو خارج مسجد منبر کے سامنے جیسا کہ علمائے اہل سنت کا فتویٰ ہے اسے خلاف سنت قرار دیا اور اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندوں نیز اس اذان کو خارج مسجد کہلانے والوں کے متعلق لکھا ”چوں کہ یہ حضرات (سنی رضوی) فاضل بریلوی سے اندھی عقیدت رکھتے ہیں اس لیے غلو عقیدت میں اجماع امت اور سواد اعظم سے منکر ہو بیٹھے ہیں۔“

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کی مندرجہ بالا عبارت درست ہے؟ اذان ثانی خارج مسجد منبر کے سامنے کہلانے والے یا اس کے حامی کیا شرعاً اجماع امت کے منکر ہوئے؟ اس بنیاد پر کیا کسی مسلمان کو اجماع امت کا منکر بتانا درست ہے؟ اگر نہیں، تو زید مذکور پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟ آیا زید لائق امامت رہا یا نہیں؟ بیہوا تو جو روا۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اجماع امت کا منکر کا فر ہے۔ نور الانوار میں ہے ”الاجماع فی الامور الشرعیۃ فی الاصل یفید البقین والقطعیۃ فیکفر جاحده“ (۱)

اور کشف الاسرار شرح المنار، میں ہے ”یکفر جاحده کما ثبت بالکتاب او المتواتر“ (۲)
اسی طرح سواد اعظم یعنی مذہب اہل سنت و جماعت کا انکار بد مذہبی اور گمراہی ہے اور منکر جہنمی ہے۔ حدیث پاک ہے ”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شد شد فی النار“ (۳)
اور اذان ثانی خارج مسجد منبر کے سامنے کہلانے والے سنی حضرات ہی حق پر ہیں۔ وہ مسئلہ اذان ثانی میں نہ کسی اندھی تقلید میں مبتلا ہیں، نہ ہی اجماع امت اور سواد اعظم کے منکر ہیں۔ تفصیل کے لیے تصانیف علمائے اہل سنت خصوصاً ”ثمانی العنبر ادب النداء امام المنبر“ اور ”اذان خطبہ کہاں ہو“ کا مطالعہ کریں۔

زید بے قید سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام ”احمد رضا“ قادری بریلوی قدس سرہ سے بغض و عداوت میں مبتلا معلوم ہوتا ہے اور علمائے اہل سنت کثر ہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: امام ”احمد رضا“ کی محبت سنیت کی علامت، اور ان سے بغض و عداوت بد مذہبی کی علامت ہے۔ چنانچہ علامہ سید ”علوی مالکی“ علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ”نحن نعرفہ بتصنیفاتہ وتالیفاتہ حبہ علامۃ السنۃ وبغضہ علامۃ البدعۃ“ (۴)

(۱) نور الانوار، ص: ۲۵۵

(۲) کشف الاسرار شرح المنار، ج: ۲، ص: ۱۱۱

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ج: ۱، ص: ۳

(۴) امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، ص: ۱۳۸

غالباً اسی بغض و عداوت اور حسد و تعصب نے زید کے ایمان کو خطرہ میں ڈال دیا کیوں کہ اس نے بیک جنبش زبان کڑوروں مسلمانوں کو منکر اجماع و سواد اعظم کہہ کر خود اپنے اوپر کفر کو لوٹا لیا۔ سچ ہے
 الف رے ظالم یہ بڑھا جوش تعصب آخر
 بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا
 حدیث پاک میں ہے: ”ومن دعا رجلاً بالكفر او قال عدو الله وليس كذا لك الا حار علیہ“ (۱)

امام اجل علامہ ”قاضی میاض“ مالکی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: ”كذا لك قطع بكفر كل قل قال
 قولاً يتوصل به الى تضليل الامة وتكفير جميع الصحابة“ (۲)
 شارح بخاری نائب مفتی اعظم ہند مفتی ”محمد شریف الحق“ امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
 ”یہ متعلق علیہ ہے کہ جو ساری دنیا کو بہت بڑی بات ہے۔ کسی ایک مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔
 جیسا کہ متعدد احادیث اور فقہ کی کثیر عبارتیں شاہد ہیں۔“ (۳)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہے کہ زید کروڑوں مسلمانوں پر منکر اجماع اور منکر سواد اعظم کا غلط الزام دے کر
 خود اپنے اوپر منکر اجماع اور منکر سواد اعظم کا الزام لگا کر کفر کیا۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے۔ تجدید ایمان و تجدید
 نکاح کرے اور علانیہ معافی مانگے اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ہے۔ ورنہ اس سے مکمل اجتناب کریں اور اس کی اقتدا ہرگز
 ہرگز نہ کریں کہ جب تک وہ توبہ نہ کرے لائق امامت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
 مکتبہ: محمد اختر حسین قادری
 یکم جنوری ۱۴۳۲ھ

خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونی چاہئے

مسئلہ از: اقبال احمد قادری سیتا پوری، معلم دارالعلوم ہذا، حمد اشاہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کہتا ہے کہ جمعہ میں خطبہ کی اذان مسجد
 کے اندر ممبر کے پاس ہونی چاہیے اور بکر کہتا ہے کہ جمعہ میں خطبہ کی اذان ممبر کے سامنے خارج مسجد ہونا چاہیے۔ اب

(۱) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۲) الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، ج: ۲، ص: ۲۴۷

(۳) نزہۃ القاری، ج: ۳، ص: ۲۵۷

ان دونوں میں کون حق پر ہے؟ قرآن و حدیث، اور ائمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں ان کی وضاحت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بے شک خطبہ کی اذان خارج مسجد ہونی چاہیے یہی سنت ہے اور داخل مسجد کہنا خلاف سنت اور بدعت سیدہ ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں اسی طرح خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کے زمانہ مبارک میں یہ اذان مسجد کے باہر ہی ہوا کرتی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”عن السائب بن یزید قال: کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر“ (۱) یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور اسی طرح حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی رائج تھا۔

اور حضرت علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ آیت کریمہ ﴿اِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ (۲) کے تحت فرماتے ہیں: ”اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد“ (۳) یعنی جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر تشریف رکھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی تھی۔ اور البحر الرائق میں ہے:

”لا یؤذن فی المسجد“ (۴) یعنی مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے۔

اور طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے ”یکرہ ان یؤذن فی المسجد“ (۵) یعنی مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے۔

اور فتح القدیر میں ہے: ”قالوا لا یؤذن فی المسجد“ (۶) فقہائے کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے۔

(۱) السنن لابن داؤد، ج: ۱، ص: ۱۶۲

(۲) سورة الجمعة، آیت: ۹

(۳) تفسیر الجمل، ج: ۳، ص: ۳۳۳

(۴) البحر الرائق، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۵) الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص: ۲۱۷

(۶) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۲۱۵

ان تمام اقوال و ارشادات سے مثل آفتاب روشن ہو جاتا ہے کہ مسجد کے اندر اذان دینا ممنوع، خلاف سنت، اور بدعت سیئہ ہے۔ لہذا زید کا قول غلط اور خلاف شریعت ہے اور بکر صحیح اور حق پر ہے۔ خداے تعالیٰ تمام مسلمانوں کو غلط روایات چھوڑ کر شریعت پر عمل کی توفیق بخشنے اور ہٹ دھرمی سے بچانے۔ آمین۔ و ہو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

ذی قعدہ ۱۴۲۱ھ

جمعہ کی نماز سے پہلے نعت و تقریر کرنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد شاداب رضا، مقام جعفر آباد، پوسٹ بدھرا بھٹورا، ضلع بلراپور، یوپی
کوئی شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز سے پہلے نعت شریف یا کوئی نظم وغیرہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

جمعہ کو اذان خطبہ سے پہلے اگر کوئی وعظ و نصیحت کرتا ہے یا نعت شریف اور اچھے اشعار پر مشتمل کوئی نظم پڑھتا ہے تو یہ جائز و درست ہے۔ حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:
”اذان خطبہ سے پہلے منبر سے نیچے یا منبر پر اردو وغیرہ میں تقریر کرنا بلاشبہ جائز ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں۔“ (۱)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ ربی الحجہ ۱۴۲۱ھ

چودہ رکعتیں صرف جمعہ کی ہیں

مسئلہ از: عبدالرزاق قادری، پراسامیر، مہراج گنج، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔ کیا جمعہ شریف کی ۱۴ رکعتیں پنج وقتہ نمازوں کی رکعتوں ہی کی طرح ہیں یا جمعہ میں ظہر کی رکعتوں کی شمولیت ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہ رکعتیں مستقلاً صرف جمعہ کی ہیں۔ ظہر کی شمولیت اس میں نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے ”کان

النہی صلی اللہ علیہ وسلم یرکع قبل الجمعة اربعاً لا یفصل فی شئی منہن“ (۱)

ایک حدیث میں ہے: ”من کان منکم مصلیاً بعد الجمعة فلیفصل اربعاً“ (۲)

بہار شریعت میں ہے: سنت مؤکدہ یہ ہیں۔ دو رکعت نماز فجر سے پہلے، چار ظہر کے پہلے، دو مغرب کے بعد، دو عشا کے بعد اور چار جمعہ سے پہلے اور چار بعد میں یعنی جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

دیہات میں جمعہ جائز نہیں جمعہ کے ساتھ فرض ظہر پڑھی جائے

مسئلہ از: سید امتیاز حسین شاہ، پوسٹ درہال ملکان، تحصیل راجوری، ضلع تھسدری اسٹیٹ، جموں و کشمیر
عرض اس کہ ایک ایسا گاؤں ہے جہاں ضرورت کی کوئی چیز دستیاب نہیں ہے اور نہ ہی وہاں بازار، گلی، کوہے اور نہ ہی اسٹیشن و پرگنہ ہے۔ مگر ایسی جگہ تقریباً چار پانچ برس سے نماز جمعہ و عیدین پڑھی جا رہی ہے۔ کیا ایسی جگہ میں نماز جمعہ و عیدین پڑھنا درست ہے کہ نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو صحت جمعہ و عیدین کے کیا شرائط ہیں۔ نیز اس سے روشناس فرمائیں کہ قائم کیے ہوئے جمعہ کو ختم کرنا چاہیے یا نہیں اور اگر ختم نہیں کرنا چاہیے تو وہاں صرف جمعہ پڑھی جائے گی یا احتیاطی ظہر بھی پڑھنا ضروری ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

اللہم ہدایۃ الحق والصواب، الجواب بعون الملک الوہاب:

مذہب حنفی کے مطابق دیہات میں جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی تمام معتبر و مستند کتابوں میں بصراحت مذکور ہے۔ چنانچہ ہدایۃ اولین میں ہے:

”لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع، او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقولہ

علیہ السلام لا جمعة ولا تشریق ولا لطر ولا اضحی الا فی مصر جامع“ (۴)

(۱) السنن لابن ماجہ، ص: ۸۰، باب ماجاء فی الصلوۃ قبل الجمعة

(۲) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۶۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۱

(۴) الہدایۃ ج: ۱، ص: ۱۶۸

اور سوال میں مذکور آبادی کی کیفیت سے واضح ہے کہ وہ دیہات ہے شہر نہیں ہے کہ شہر اس آبادی کو کہتے ہیں جس میں دوامی بازار ہوں، متعدد دکانیں کوپے ہوں، وہ ضلع یا پرگنہ ہو۔ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی ایسا حاکم ہو جو محال سے ظلم کا بدلہ لے سکے۔ مکتدا قال الامام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ فی الجزء الثالث من الفتاوی الرضویة ناقلاً عن المعانی والدور المختار و غیرها من الكتب الفقهية الحنفية.

لہذا مذکورہ گاؤں میں جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں ہے۔ البتہ جہاں جمعہ قائم ہو اس کو ختم نہیں کیا جائے گا اور عوام کو مسئلہ شرعیہ سے ضرور آگاہ کیا جائے گا کہ دیہات میں جمعہ ادا نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ظہر پڑھنا ضروری ہے۔ بنا بریں اس گاؤں میں اگر عوام جمعہ پڑھتے ہو تو انہیں روکا نہ جائے بلکہ نرمی سے بتایا جائے کہ آپ پر ظہر ہی فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے۔ یہ مجلس شرعی کے فیصل بورڈ کا فیصلہ ہے۔ (۱)

اور جمعہ وعیدین کی صحت کے لیے فقہائے کرام نے چھ شرطیں بیان کی ہیں۔ ان میں پہلی شرط مصریافتائے مصر مذکور ہے جس کی کچھ وضاحت اوپر ہو چکی ہے۔ تفصیل بہار شریعت، جلد ۲، صفحہ ۸۴ پر ہے۔ ”ہذہ کلہا لذلك ما قال الشيخ الامام احمد رضا قدس سرہ وصدر الشريعة المفتی ”امجد علی“ رحمۃ اللہ علیہ وفقیہ الملة المفتی ”جلال الدین احمد“ الامجدی و غیرہم من العلماء الکرام زادہم اللہ شرفاً وفضلاً“ واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی فرض نماز ساقط نہیں ہوتی

مسئلہ از: مولانا ابراہیم آسی، ایم اے بی ایڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) خالد جو عالم دین ہیں جن کا مکان دیہات میں ہے وہ اپنے گاؤں میں جمعہ کے بعد سب مقتدیوں کے ساتھ ظہر کی نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ خالد کا کہنا ہے کہ جمعہ کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے، باجماعت ادا کرنے کی چند فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ دیہات میں عموماً جماعت کی پابندی نہیں ہوتی اس طرح سے ایک بڑی جماعت کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ: لوگ عموماً جمعہ کے بعد ظہر کی نماز الگ سے نہیں پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے جو بی وقتہ نمازی ہیں جمعہ کے دن ان کی بھی ظہر کی نماز قضا ہو جاتی ہے۔ تیسرا یہ ہے

(۱) دیہات میں جمعہ کے ساتھ ظہر کے متعلق فیصل بورڈ کا فیصلہ، ص: ۲

کہ: جو بیچ وقت نمازی نہیں صرف جمعہ کے لیے آتے ہیں تو جمعہ کے دن ان کی بھی ظہر کی نماز باجماعت ادا ہو جاتی ہے۔
لہذا خالد کا کہنا درست ہے یا نہیں؟

- (۲) کیا دیہات میں جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ادا ہو جاتی ہے؟
 - (۳) کیا دیہات میں جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے؟
 - (۴) کیا دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر کی نماز نہ ادا کرنے والا گنہگار ہے؟
 - (۵) کیا دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنے سے ظہر کی نماز قضا ہو جائے گی؟
 - (۶) اگر دیہات میں جمعہ کے بعد سبھی نمازی ظہر باجماعت ادا کریں تو کیسا ہے؟
- قرآن وحدیث کی روشنی میں مکمل ومفصل جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
- ”باسمہ تعالیٰ وتقّدر“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوالات کے جوابات سے قبل چند امور کی تفصیل ضروری ہے جس سے اصل مسئلہ کا حکم خوب واضح ہو جائے گا۔ فاقول وبالله التوفیق:

فقہ حنفی کے مطابق دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ فرضیت وجواز جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر کا ہونا شرط ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی تمام مستند ومعتمد متون وشروح اور حواشی وفتاویٰ میں یہ شرط بصراحت مذکور ومسطور ہے۔ ”ہدایہ“ میں ہے: ”لا تجوز فی القری لقوله عليه السلام لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع“ (۱)

اور ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے ”ولا دائها شرائط منها المصر هكدا فی الكاھی“ (۲)

اور ”بحر الرائق“ میں ہے ”شرط صحتها ان تلدى فی مصر حتى لا تصح فی قرية ولا فی مفازة“ (۳)

اور ”در مختار“ میں ہے ”وبیشترط لصحتها المصر او فناءه“ (۴)

اور محقق اعظم اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قدس سرہ رقم طراز ہیں ”مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ وصحت جمعہ

وجواز جمعہ سب کے لیے مصر شرط ہے۔ دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اس کی ادائیگی جائز، نہ صحیح“ (۵)

ان تمام عبارات واقوال سے مثل آفتاب روشن کہ مذہب حنفی میں دیہات میں جمعہ ناجائز ہے۔ البتہ دیہات

میں جہاں لوگ جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں انہیں اس سے منع نہیں کیا جائے گا کہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۴۴

(۱) الھدایہ، ج: ۱، ص: ۱۴۸

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۳۶

(۳) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۳۶۱

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۱۰۰

فہمیت ہے۔ ایسا ہی اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ علیہ الرحمہ والرضوان اور دیگر علمائے کرام نے تحریر فرمایا ہے۔

اور جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو ایسی جگہ جمعہ پڑھنے سے ظہر کی نماز ذمہ سے ساقط نہ ہوگی بلکہ دوسرے دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔ چنانچہ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے ”ومن لا تجب علیہم الجمعة من اهل القرى والوادى لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان والامة“ (۱)

اور بہار شریعت میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ”گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز اذان و اقامت کے ساتھ پڑھیں۔“ (۲)

اسی طرح حضور فقیہ ملت مفتی ”جلال الدین احمد“ امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”جس طرح اور دنوں میں ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے ایسے ہی دیہاتوں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا ضروری ہے۔“ (۳)

اور مجلس شرعی مبارکپور کے فیصل بورڈ کا فیصلہ یہ ہے کہ

”جو آبادی عبارت نمبر ۴ (یعنی ظاہر الروایہ اور نادر الروایہ دونوں میں سے کسی اعتبار سے شہر نہ ہو بلکہ ہر دو اعتبار سے دیہات ہو) کے تحت آتی ہے۔ وہاں جمعہ وعیدین کی اقامت وادائیگی مذہب حنفی کی رو سے جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہوں تو روکا نہ جائے اور انہیں بہ نرمی تلقین کی جائے کہ آپ پر ظہر ہی فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے۔“ (۴)

ان تمام تفصیلات کی روشنی میں نمبر وار ہر ایک سوال کا جواب ملاحظہ کریں۔

(۱) خالد کا کہنا درست ہے البتہ خالد کو چاہیے کہ دیہات میں جمعہ کے متعلق مکمل تفصیل ذکر کر دے۔

(۲) نہیں جیسا کہ تفصیل اوپر مذکور ہے۔

(۳) ہاں ضروری ہے۔

(۴) ہاں کیوں کہ وہ تارک نماز ظہر ہوگا۔

(۵) اگر ظہر کے وقت میں ادا کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ جمعہ کے بعد ظہر نہ ادا کرنے سے ضرور قضا

ہو جائے گی۔

(۶) جائز و درست بلکہ لازم و ضروری ہے۔

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۴۴

(۲) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۰۲

(۳) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۴۲۲

(۴) مشمولہ فتاویٰ مرکز تربیت الفتاء، او جہا گنج، بستی، ج: ۶، ص: ۱۰۰

والدلائل کلہا مبسوطة ومبينة لہما اعلاہ فلا حاجة إلى احادتها. واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمہ اتم واحکم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

فقہ حنفی میں صحت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے

مسئلہ از: کمیٹی مسجد غوثیہ گاندھی نگر، ضلع نظام آباد، آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: ڈچپلی ایک تحصیل ہے جس میں ریلوے اسٹیشن، بس اسٹاف، سرکاری اسپتال، پولس اسٹیشن، منڈل آفس وغیرہ ہے۔ ڈچپلی میں مختلف محلے ہیں جس کا ایک محلہ گاندھی نگر کالونی ہے۔ اس محلے کی مسجد میں یکم رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ بروز جمعہ سے جمعہ کی نماز محلے کے امام صاحب نے قائم کیا۔ اب تک جمعہ کی نماز ادا کی جا رہی ہے۔ گاندھی نگر کالونی سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مسجد ہے جس میں جمعہ کی نماز پہلے سے ادا کی جا رہی ہے اس مسجد کے امام صاحب نے فرمایا کہ گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز نہیں ہوگی۔ لہذا آپ لوگ ہمارے محلے کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز آکر ادا کریں۔ گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز بند کر دیں۔

(۱) کیا گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز بند کر دیں یا قائم رکھیں؟

(۲) جامع مسجد کے امام صاحب جو یہ فرماتے ہیں کہ یہاں آکر جمعہ کی نماز ادا کریں۔ ان کے بارے میں

کیا حکم شرعی ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقّوس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) فقہ حنفی کے مطابق صحت جمعہ کے لیے شہر شرط ہے اور شہر کی تعریف میں صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی“ عظمیٰ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”مصرودہ جگہ ہے جس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں اور وہاں کوئی حاکم ہو کہ اپنے دہبہ وسلطوت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔“ (۱)
شہر کی یہ تعریف ڈچپلی پر صادق آتی ہے کہ وہ تحصیل ہے اور تحصیل شرعاً شہر ہے۔ لہذا اس کے محلہ گاندھی نگر کالونی کی مسجد میں جمعہ کی نماز ہے۔ اب اس کو بند کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۲) ایک شہر میں متعدد جمعہ ہو سکتا ہے۔ ”فتاویٰ امجدیہ“ میں ہے کہ ”تعدد نماز جمعہ میں قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر فتویٰ ہے کہ ایک شہر میں متعدد جمعہ قائم کر سکتے ہیں۔“ (۱) لہذا جامع مسجد کے امام صاحب کا قول صحیح نہیں ہے۔ انہیں چاہیے کہ غلط مسئلہ بتانے کی وجہ سے توبہ کریں اور آئندہ غلط مسئلہ بتانے سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲/ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ

دیہات میں نہ جمعہ ہے نہ عیدین

مسئلہ از: مصلیان دھوم ڈانگی، ہیو ماپور، اتر دیناج پور، بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں:

سوال نمبر-۱: زید ایک عالم دین ہے جو ایک مفتی صاحب کا حامی ہے ان کے فتویٰ کے مطابق دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ اس پر عمل کرتے ہوئے جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ فتویٰ درج ذیل ہے:

فتویٰ میں دیہات میں جمعہ کی نماز کے بعد فوراً باجماعت چار رکعت ظہر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ نہیں پڑھنے والا فاسق و فاجر، اور گناہ کبیرہ مرتکب، اور مستحق عذاب نار ہے۔ علاقے میں جا بجا عمل بھی کروایا ہے۔ عوام اس بات کو چھیڑ چھاڑ کرتے ہوئے پیر طریقت علامہ سید شاہ ”اظہار اشرف“ صاحب قبلہ سے اس صورت حال کو بیان کیے تو حضرت پیر طریقت مذکور موصوف نے ارشاد فرمایا کہ: جمعہ یا ظہر پڑھو ایک ہی وقت میں دو فرض کیسے پڑھو گے؟ حضرت موصوف کے بیان پر عوام بعد نماز جمعہ باجماعت ظہر پڑھنا بند کر دیے لیکن علاقہ (دارجلنگ میں مدرسہ قمر العلوم گوجاڑی بدھان نگر) اس مسئلہ پر فتنہ و فساد ہو کر ایک عام مصلیٰ کی موت ہو گئی۔ اور مقدمہ کی نوبت آگئی اور امام مدرسہ مذکور اپنا مال و اسباب چھوڑ کر اپنی جان بچا کر فرار ہو گئے۔

سوال نمبر-۲: ایک نمبر سوال کا زید عالم دین دیہات میں جمعہ کو ناجائز سمجھ کر ادا نہیں کرتا لیکن عیدین کی نماز کا امام بنتا ہے تو زید عالم دین از روئے شرع عیدین کا امام بن سکتا ہے یا نہیں۔ مدلل و مفصل جواب مرحمت فرمائیں۔

بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیہات میں جمعہ کی نماز کا ناجائز ہونا یہ کسی ایک مفتی صاحب کے فتویٰ کی بنا پر نہیں ہے بلکہ علمائے احناف کے نزدیک حدیث صحیح کی بنا پر دیہات میں نماز جمعہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کی بھی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح سے اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت ہے۔ (۱) اگر عیدین کی نماز میں امامت نہ کرنے سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو زید وہاں سے کسی شہر چلا جائے اور اگر بغیر امامت چارہ نہ ہو تو بہ نیت نفل امامت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

روایت نادرہ پر دیہات میں جمعہ جائز ہے

مسئلہ از: مظہر علی علمی، دارالعلوم اشرفیہ، عزیز العلوم تالیمی، پوسٹ سرائ، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ: دیہات میں نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں عوام الناس یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھنا بے کار ہے۔ کیوں کہ جب ہماری نماز نہیں ہوگی تو ہم پڑھ کر کیا کریں گے۔ جب ثواب کچھ ملنا ہی نہیں ہے تو کیا ایسی صورت میں امام ابو یوسف کے قول نادرہ پر عمل کرتے ہوئے جمعہ کی نماز پڑھی جائے اور اس دن کی ظہر کی نماز ساقط ہوگی یا نہیں۔ اگر اس مسئلہ پر ادارہ شرعیہ الجامعہ الاشرفیہ مبارکپور میں بحث ہوئی ہو تو مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذہب حنفی کے مطابق دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر عوام پڑھتے ہوں تو منع نہ کریں کہ وہ جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ہکذا قال الامام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ البتہ بلطف و نرمی اصل مسئلہ سے ضرور آگاہ کیا جائے کہ تم لوگوں پر جمعہ کے بجائے ظہر باجماعت واجب ہے اور اگر فتنہ و فساد کا خوف ہو تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے ﴿لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۲) ہاں اگر وہ دیہات ایسا ہے جو روایت نادرہ یعنی ایسی آبادی کہ جس میں اتنے مسلمان مرد عاقل، بالغ، تندرست جن پر جمعہ فرض ہے آباد ہوں کہ اگر وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سائیکس حتیٰ کہ انہیں جمعہ کے لیے مسجد بنانی پڑے کے مطابق شہر ہو رہا ہے تو موجودہ دور کے علمائے اہل سنت نے ایسی جگہ جواز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور کی مجلس شرعی میں یہ معرکہ الآراء مسئلہ زیر بحث آچکا ہے۔ مگر شدید اختلاف کی بنا پر

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۱۹

(۲) سورة البقرة، آیت: ۲۸۶

فیصل بورڈ کے حوالہ کر دیا گیا تھا جس کے ارکان تاج الشریعہ علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ فقیہ ملت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ اور محدث کبیر ممتاز القہار علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی تھے۔ ان ذوات قدسیہ نے بحث و تحقیق کے بعد یہ حکم دیا کہ

(۳) جو آبادی عبارت نمبر ۳ اور روایت نادرہ کے تحت آتی ہے اور وہاں جمعہ ہوتا ہے تو وہاں منع نہ کیا جائے۔

خصوصاً جب کہ عوام و خواص جمعہ میں شریک ہوتے ہیں اور کوئی ترک کرے تو مفسدہ اور فتنہ کا دروازہ کھلے۔

(۴) جو آبادی عبارت نمبر ۴ کے تحت آتی ہے وہاں جمعہ وعیدین کی ادائیگی مذہب حنفی کی رو سے جائز نہیں مگر

عوام پڑھتے ہوں تو روکا نہ جائے اور انہیں نرمی سے اس کی تلقین کی جائے کہ آپ پر ظہر ہی فرض ہے اور اس کی جماعت واجب ہے۔“ (۱)

اور پھر توضیح مجمل میں لکھا گیا کہ ۳-۴ کا حکم یکساں ہے اور دونوں جگہ بنام جمعہ دور رکعت پڑھ لینے کے بعد

چار رکعت فرض ظہر باجماعت لازم ہے۔“ (۲)

حاصل کلام یہ کہ اصل مذہب اور ظاہر الرویۃ کے مطابق جو شہر ہیں جمعہ وہاں درست ہے اور جو آبادی اس

کے مطابق شہر نہیں اگر عوام جمعہ پڑھتے ہوں تو منع نہ کیا جائے اور ممکن ہو تو انہیں اصل مسئلہ سے آگاہ کر کے اس پر عمل کرنے کی تلقین کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

بعد جمعہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے سے انکار کرنے والے کا حکم شرعی

مسئلہ از: اساتذہ دارالعلوم انوار الاسلام، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں حضرات مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) موضع سہاول پور اٹھیا بازار، ضلع سدھارتھ نگر کی مسجد میں ایک عالم نے جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز

باجماعت پڑھنے کا حکم دیا جب کہ اس سے پہلے ظہر کی نماز لوگ فرداً فرداً پڑھتے تھے۔ اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا

کہ جمعہ کے بعد ظہر کی نماز باجماعت سے پڑھنے پر ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ جب کہ عالم دین نے قانون شریعت اور انوار

الحدیث کا حوالہ پیش کیا تو انہوں نے کہا کہ ہم اسے نہیں مانتے ہیں۔ صرف اعلیٰ حضرت کی کتابوں سے حوالہ چاہتے ہیں

(۱) فکس فیصلہ دربارہ دیہات میں جمعہ، ص: ۲

(۲) فکس فیصلہ دربارہ دیہات میں جمعہ، ص: ۳

تو برائے کرام اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی کتاب سے حوالہ پیش فرمائیں۔

(۲) بعد جمعہ ظہر کی نماز باجماعت پڑھنے سے انکار کرنے والے پر حکم شرعی کیا ہے؟

(۳) جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد اگر ظہر کی نماز اکیلے پڑھا جائے تو کوئی گناہ ہے یا نہیں۔ بیٹو! وتوجروا۔

”باسمہ تعالیٰ ونقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مذہب حنفی میں دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں کے لوگوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی ظہر ہی

فرض ہے اور جماعت سے پڑھنا لازم ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”من لا تجب علیہم الجمعة من اهل القرى والبوادی لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم

الجمعة باذان واقامة“ (۱) یعنی دیہات اور صحرا کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں تو ان لوگوں کے لیے حکم ہے کہ جمعہ کے دن بھی اذان واقامت کر کے جماعت سے نماز ظہر پڑھیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام ”احمد رضا“ قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

”دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگر پڑھیں گے۔ گناہگار ہوں گے اور ظہر فرضہ سے ساقط نہ ہوگا۔“ فی الدر المختار وفي القنية. صلاة العيد في القرى تكره تحريماً اي لانه اشتغال بما لا يصح لان المصر شرط الصحة انتهى القول فالجمعة اولی لان فیها مع ذلك اما ترك الظهر وهو فرض اوترک جماعته وهي واجبة ثم الصلوة فرادی مع الاجتماع وعدم المانع شیعة اخرى غیر ترک الجماعة“ (۲)

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”جمعہ کے دن بھی گاؤں میں ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔“ (۳)

اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”دیہات میں جمعہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں

اور منع کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ فتنہ برپا کریں گے تو ان کو یہ کہنا ہوگا کہ بھائیو! ظہر کی بھی چار رکعت پڑھو کہ تم پر ظہر ہی فرض ہے۔ جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمے سے ظہر ساقط نہ ہوئی وہ فرض بھی جماعت سے پڑھنے کو کہا جائے

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۶۷۱

(۳) بہار شریعت، ج: ۲، ص: ۱۰۲

گا۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ایسا شخص شریعت کے مسائل سے جاہل اور مجرم و خطا کار ہے وہ توبہ کرے اور آئندہ حکم شرعی کے خلاف قدم نہ اٹھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) بلا عذر شرعی ترک جماعت کا وبال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶ جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ

دیہات میں جمعہ کے بعد ظہر کی جماعت قائم کرنے والے کو فتنہ کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد عبداللہ تالدار پور، بلد سپور، چھتیس گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ان دیہات میں جہاں جمعہ کی نماز واجب نہیں وہاں عرصہ دراز سے جمعہ قائم مگر ظہر کی جماعت نہیں ہوتی وہاں پر بعد جمعہ ظہر کی جماعت قائم کرنا یا کرنا کیا ہے؟

(۲) بعد جمعہ مولوی زید نے ظہر کی جماعت کی اہمیت، اور ترک فرض کی وعیدیں بتا کر جماعت ظہر قائم کی اور سب نے ظہر مع جماعت بعد نماز جمعہ زید کی اقتدا میں ادا کی اس کے بعد آئندہ جمعہ خبر کے مطابق نماز ظہر ادا نہیں کرائی۔

(۳) ۷ جنوری ۲۰۱۱ء مطابق ۲ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ بروز جمعہ آئے ہوئے کوئی مہمان خصوصی سے مذکورہ نمبر ۲ کا تذکرہ ہوا تو مہمان خصوصی نے زید کو بلا کر عوام کے سامنے ذلت آمیز انداز میں کہا کہ یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ دس سال سے کیا کر رہا تھا اور جماعت ظہر قائم نہیں ہونے دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ زید کا فعل صحیح ہے؟ یا مہمان خصوصی کا قول و فعل؟ زید کا فعل صحیح ہونے کی صورت میں مہمان خصوصی اور امام پر حکم شرع کیا ہوگا؟

(۴) مذکورہ بعد جمعہ ظہر کی نماز قائم کرنا فتنہ ہے، یا ترک نماز ظہر اور ظہر کے ترک کا وبال کس پر ہوگا؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مذہب حنفی میں دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔ یہی مذہب سیدنا امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ”لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او مدینة

عظیمہ“ (۱)

ہدایہ میں ہے: ”لا تجوز فی القرى“ (۲)

البتہ جہاں جمعہ قائم ہو اور عوام پڑھتے ہوں تو انہیں منع نہ کیا جائے کہ وہ جس طرح بھی اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۳) میں ہے لیکن جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں کے لوگ اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز ظہر باجماعت ادا کریں۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے:

”من لا تحب علیہم الجمعة من اهل القرى والبادی لهم ان يصلوا الظہر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة“ (۴)

اور صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی“ عظمیٰ قدس سرہ رقمطراز ہیں۔ جمعہ کے دن بھی گاؤں میں ظہر کی نماز اذان واقامت کے ساتھ باجماعت پڑھیں۔“ (۵)

سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔ دیہات میں جمعہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں مگر عوام پڑھتے ہیں اور منع کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ قنہ پر پا کریں گے تو ان کو اتنا کہنا ہوگا کہ بھائیو! ظہر کی فرض بھی چار رکعت نماز پڑھو کہ تم پر ظہر کی نماز فرض ہے جمعہ پڑھنے سے تمہارے ذمہ سے ظہر ساقط نہ ہوئی وہ فرض بھی جماعت سے پڑھنے کو کہا جائے گا۔ (۶) ان تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی جماعت دیہات میں قائم کرنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

۲، ۳، ۴: جواب سے معلوم ہو گیا کہ زید کا فعل صحیح اور فقہائے اسلام کے ارشادات کے مطابق ہے اور مہمان خصوصی کا فعل غلط ہے ان پر لازم ہے کہ مسئلہ شرعیہ پر عمل کرانے کو قنہ کہنے اور زید کی تحقیر اور ایذا رسانی پر توبہ واستغفار کریں اور زید سے معافی مانگیں ورنہ سزائے الہی کا انتظار کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ﴾ (۷) اور مہمان خصوصی کے کہنے پر جن لوگوں نے ترک ظہر کیا وہ بھی گنہگار ہوئے۔ ساتھ ہی اس ترک کا وہاں روکنے والوں پر بھی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمن عفی عنہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

(۲) الہدایۃ، ج: ۱، ص: ۱۶۸

(۱) سنن البیہقی، ج: ۳، ص: ۲۵۴

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۴۵

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۴۲

(۶) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۲۳۱

(۵) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۰۲

(۷) سورۃ البروج، آیت: ۱۰

دیہات میں جمعہ قائم کرنا یا بند کرنا

مسئلہ از: محیب الرحمن جامعہ مدینۃ العلوم پتھوکھری بازار، ضلع سنت کبیر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

ہمارے گاؤں میں تقریباً ۳۷ سال قبل دو مسجد میں جمعہ ہو رہا تھا زید نے آکر ایک مسجد سے جمعہ ختم کر کے ایک ہی مسجد میں جمعہ باقی رکھا اب ۳۷ سال بعد کیا زید کو شرعی حق حاصل ہے کہ جمعہ جامع مسجد میں برقرار رکھتے ہوئے پھر اس مسجد میں بھی جمعہ قائم کرے جس میں ۳۷ سال پہلے جمعہ ختم کیا تھا جبکہ جامع مسجد سب کے لئے کافی دانی ہے۔ اب اگر زید نے جمعہ جاری کر دیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

جزاک اللہ خیراً۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذہب حنفی میں صحت جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔ دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ یہی مذہب سیدنا امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے آپ فرماتے ہیں:

”لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدينة عظيمة“ (۱)

ہدایہ میں ہے ”لا تجوز فی القری“ (۲)

البحر الرائق میں ہے ”لا تصح فی قرية“ (۳)

ان عبارات سے واضح ہے کہ گاؤں میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے۔ مگر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ اس دین بیزار ماحول اور مسلمانوں کی مذہبی حالت کے پیش نظر اللہ و رسول کا نام لینے سے عوام کو روکنا نہیں چاہئے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہ دیہات میں جمعہ کے متعلق ایک مقام پر فرماتے ہیں

”دیہات میں جمعہ و عیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اسے بند کرنا جاہل کا کام ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَرَأَيْتَ الْإِنْسَانَ إِذَا صَلَّى﴾ (۴)

(۱) سنن البیہقی، ج: ۳، ص: ۲۵۴

(۲) الہدایہ، ج: ۱، ص: ۱۶۸

(۳) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۵۲

اور فرماتے ہیں

”مذہب خلی میں وہاں جمعہ و عیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اسے اکھڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب۔“ (۱)

ایک مقام پر لکھتے ہیں ”جمعہ و عیدین دیہات میں ناجائز ہے ان کا پڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت“ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ جس مسجد میں جمعہ و عید پڑھا کرنا زیادہ کو اسے بند کرنے کی ضرورت نہ تھی اور جب بند کر دیا تھا تو پھر اس دیہات کی مسجد میں جمعہ قائم نہیں کرنا تھا سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے۔“ (۳)

زید نے اس جگہ جمعہ قائم کر کے خلاف شرع کام کیا ہے اس سے توبہ کرے اور جو جمعہ قائم کر دیا اب اسے بھی بند کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/ جمادی الاخرہ ۱۴۳۳ھ

گاؤں میں جمعہ و ظہر کا مسئلہ

مسئلہ از: محمد ادریس قادری رضوی، برگدوالپوسٹ رہبر بازار، ضلع بلرام پور یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں

(۱) کیا گاؤں میں نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

(۲) بعض گاؤں میں دو رکعت نماز جمعہ پڑھتے ہیں تو گاؤں والے نیت کیسے کریں؟ کیا نماز جمعہ فرض، سنت

یا نفل کی؟

(۳) بعض گاؤں میں پہلے طریقہ کی طرح دو رکعت نماز جمعہ ہوتی ہے اور فوراً ہی چار رکعت نماز ظہر

باجماعت پڑھتے ہیں کیا ان کا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور نماز ظہر جو جماعت سے پڑھتے ہیں اس کے لئے تکبیر بھی پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ ان سوالات کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں تحریر کریں۔ عین نوازش ہوگی۔ عربی حوالہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۴۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۱۹

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۴۲

کے ترجمہ کے ساتھ عطا فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) فقہ حنفی کی جملہ متون و شروح اور حواشی و فتاویٰ میں بصراحت مرقوم ہے کہ مذہب حنفی میں فرضیت و صحت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے۔ چنانچہ ملک العلماء علامہ سعود کاسانی قدس سرہ الربانی تحریر فرماتے ہیں:

”اما المصر الجامع لشرط وجوب الجمعة و شرط صحة ادائها عند اصحابنا حتى لا تجب الجمعة الاعلى اهل المصر و من كان ساكنافى توابعه.“ (۱)

یعنی رہا مصر جامع تو ہمارے اصحاب کے نزدیک وجوب جمعہ اور اس کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے حتیٰ کہ جمعہ صرف شہر اور فنائے شہر میں رہنے والوں پر لازم ہے۔

اور قدوری شریف میں ہے ”لاتصح الجمعة الا فى مصر جامع اوفى مصلى المصر ولا تجوز فى القرى.“ (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”ولا دائها شرائط المصر هكذا فى الكافى“ (۳)

ہدایہ میں ہے ”لاتجوز فى القرى“ (۴)

البحر الرائق میں ہے ”لاتصح فى قرية.“ (۵)

تبیین الحقائق میں ہے ”شرط جواز اداء الجمعة المصر حتى لا يجوز اداؤها فى المفازة ولا فى القرى لقول على رضى الله عنه لا الجمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا فى مصر جامع.“ (۶)

فتاویٰ تاتاریہ خانیہ میں ہے ”شرائط ادائها المصر وهذا مذهبننا.“ (۷)

(۱) بدائع الصنائع فى ترتيب السرائع، ج: ۱، ص: ۵۸۳

(۲) القدروى، ص: ۳۶

(۳) الفتاوى العالمگیری، ج: ۱، ص: ۱۲۵

(۴) الهدایہ، ج: ۱، ص: ۱۶۸

(۵) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۲۰

(۶) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۵۲۳

(۷) الفتاوى التاتاریہ خالیہ، ج: ۱، ص: ۵۳۱

النہر الفائق میں ہے ”شرط اداؤها البصر فلا تصح فی قریة ولا مغارة.“ (۱)

در مختار و رد المحتار میں ہے ”ویشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصر.“ (۲)

ان تمام عبارات کا مطلب یہ ہے کہ فرضیت جمعہ کے لئے شہر یا قرائے شہر شرط ہے۔ دیہات میں فرض نہیں۔ اگر کوئی مدعی حقیقت گاؤں اور دیہات میں فرضیت جمعہ کے لئے حکم دیتا ہے تو وہ مذہب خفی سے جا ملے یا ہوائے نفس کا شکار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر وہ آبادی ایسا گاؤں اور دیہات ہے کہ نہ ظاہر الروایۃ کے مطابق شہر نہ تادرا الروایت پر تو وہاں ائمہ حنفیہ میں سے کسی کے اعتبار سے جمعہ صحیح نہیں۔ اصل حکم تو یہی ہے کہ وہاں صرف نماز ظہر پڑھی جائے۔ جمعہ پڑھنا درست نہیں لیکن اگر لوگ جمعہ پڑھتے ہوں تو خواہ فرض کی نیت کریں یا نفل و سنت کی یا صرف نماز جمعہ پڑھنے کی بہر حال وہ نماز نفل ہوگی۔ فقیر کی رائے یہ ہے کہ نہ فرض و نفل کی نیت کریں نہ سنت و واجب کی مطلق نماز جمعہ کی نیت ہو اور بقیہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جب دیہات میں نماز جمعہ فرض نہیں تو وہاں کے لوگوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز ظہر یا جماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”من لا تجب علیہم الجمعة من اهل القرى والبادی لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة.“ (۳)

اور رد المحتار میں ہے ”لو صلوا فی القرى لزهم اداء الظهر.“ (۴)

ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ فرضیت جمعہ کے لئے شہر یا قرائے شہر شرط ہے دیہات میں جمعہ فرضی نہیں ہے، اگر کوئی مدعی حقیقت گاؤں اور دیہات میں فرضیت جمعہ کا حکم دیتا ہے تو وہ مذہب خفی سے جا ملے یا ہوائے نفس کا شکار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر وہ آبادی ایسا گاؤں اور دیہات ہے کہ نہ ظاہر الروایت کے مطابق شہر نہ تادرا الروایت پر تو وہاں ائمہ حنفیہ میں سے کسی کے اعتبار سے جمعہ صحیح نہیں اصل حکم تو یہی ہے کہ وہاں صرف ظہر پڑھی جائے جمعہ پڑھنا درست نہیں لیکن اگر لوگ جمعہ پڑھتے ہوں تو خواہ فرض کی نیت کریں یا سنت و نفل کی یا صرف نماز جمعہ کی بہر حال وہ نماز نفل ہوگی۔ فقیر کی رائے یہ ہے کہ نہ فرض و واجب کی نیت کریں نہ سنت و نفل کی بلکہ مطلق نماز جمعہ کی نیت ہو اور بقیہ معاملہ

(۱) النہر الفائق، ج: ۱، ص: ۳۵۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۶

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۵۴

(۴) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۸

اللہ جل مجدہ کے سپرد ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جب دیہات میں نماز جمعہ فرض نہیں تو وہاں کے لوگوں پر اور دنوں کی طرح جمعہ کے دن بھی نماز ظہر با جماعت ادا کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”من لا تجب علیہم الجمعة من اهل القرى والوادى لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم الجمعة باذان واقامة.“ (۱)

اور رد المحتار میں ہے: ”لو صلوا فی القرى لزهم اداء الظهر“ (۲)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ جب دیہات اور جنگل و صحرا میں رہنے والوں پر جمعہ واجب نہیں تو دیگر ایام کی طرح اس دن بھی نماز ظہر با جماعت ان پر لازم ہے اور اگر انہوں نے جمعہ پڑھ لی تو اب بھی ظہر کی ادائیگی ان پر ضروری ہے۔ یہ تو ہوا اصل حکم شرع مگر آج مسلمانوں کی دینی حالت ناگفتہ بہ ہے عام طور سے لوگ بیچ وقتی نماز نہیں پڑھتے لیکن جمعہ کا اہتمام ضرور کرتے ہیں اور آٹھ دن میں بنام جمعہ مسجد میں آکر اللہ تعالیٰ کی بندگی بجالاتے ہیں، اور کچھ دیر پید و موعظت اور ذکر الہی میں اپنا وقت لگا دیتے ہیں۔ اب اگر ان کو جمعہ سے روک دیا جائے اور جن دیہاتوں میں نماز جمعہ ہوتی ہے اسے بند کر دیا جائے تو جو لوگ آٹھ دن پر ایک مرتبہ مسجد میں آکر اللہ و رسول کا نام لیتے ہیں وہ بھی بند کر دیں گے۔ علاوہ ازیں شور و غل اور فتنہ و فساد بھی برپا کریں گے۔ ان حالات کے پیش نظر علمائے حق اور بالغ نظر فقہائے کرام اور سچے مفتیان عظام نے فرمایا کہ عوام اگر جمعہ پڑھیں تو انہیں نرمی سے سمجھایا جائے کہ دیہات میں جمعہ صحیح نہیں۔ دیگر ایام کی طرح اس دن بھی آپ پر ظہر فرض ہے۔ اگر بے فتنہ و فساد بے تکلیف حاضرین لوگ یہ حکم بہ سرو چشم قبول کر لیں تو اسی پر عمل ہو ورنہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔

پھر وہ اگر جمعہ کی نماز پڑھیں تو چونکہ اس نماز سے ظہر کی نماز ساقط نہیں ہوگی اس لئے گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر کی نماز فرض اور جماعت سے پڑھنا واجب ہے اس کے لئے تکبیر بھی کہی جائے اور فتاویٰ عالمگیری اور رد المحتار کی عبارت گزری کہ اگر دیہات کے لوگ جمعہ پڑھ لیں تب بھی ان پر ظہر کی ادائیگی لازم ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جن دیہاتوں میں نماز جمعہ پڑھنے کے بعد چار رکعت نماز ظہر با جماعت پڑھتے ہیں وہ درست ہے کہ یہی حکم شرع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۷/ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۵۴

(۲) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۸

شہر ساگر کرناٹک میں قیام جمعہ کا مسئلہ

مسئلہ از: محمد یوسف رضوی دارالکین کمیٹی نورانی مسجد، ایس این مگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ شہر ساگر میں محلہ ایس این مگر جو کہ متوسط آبادی کا علاقہ ہے جس میں غالباً سنی مسلمانوں کا ۵۰۰ کنبہ آباد ہے مگر اس علاقہ میں کوئی اہل سنت والجماعت کی مسجد نہیں ہے ہاں ایک جس کو مسجد کی حیثیت دے کر حکومت کی جگہ میں غالباً بیس سال سے بیچ وقتہ نماز اور ضرورت کے مطابق عیدین کی نماز بھی پڑھی جا رہی ہے۔ حکومت کی جانب سے ابھی تک کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور اہل محلہ مسجد کے تمام اخراجات اٹھانے کو تیار ہیں اور رجسٹریشن کرانے کی تیاری چل رہی ہے اور میونسپل کارپوریشن بھی رجسٹریشن کرنے کو تیار ہے اور حکومت کو مسجد کے نام پر ٹیکس بھی ادا کئے جا رہے ہیں لہذا مسجد میں نماز جمعہ قائم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ دور دراز علاقے میں جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کی نماز جمعہ ضائع ہو جاتی ہے لہذا ایسی جگہ نماز جمعہ قائم کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینواتو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ساگر شہر ہے یعنی وہاں حکومت کی جانب سے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے حاکم مقرر ہے بلفظ دیگر ضلع یا تحصیل کا درجہ حاصل ہے تو مسجد مذکور میں قاضی شریعت اور وہ نہ ہو تو وہاں کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین فقیہ معتمد کے حکم سے جمعہ قائم کر سکتے ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

”اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتمد اہل بلد ہو تو وہ حسب مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

دیہات میں جمعہ و ظہر کا مسئلہ

مسئلہ از: سیف الدین نظامی، قاضی پور، حضرت پور، وزیر تنج، ضلع گوٹا (یوپی)

- (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں جمعہ کی دو رکعت پڑھنے کے بعد ظہر کی چار رکعت پڑھنا فرض ہے یا نہیں۔ نیز جماعت سے پڑھی جائے یا تنہا؟
- (۲) اس وقت مسجد میں دو جماعتیں ہو رہی ہیں انتشار ہے لوگوں میں مگر اکثر سنی حضرات جماعت سے پڑھ رہے ہیں تو کیا کچھ لوگوں کے کہنے پر جماعت چھوڑ دی جائے؟
- (۳) جمعہ کی دو رکعت کے بعد اس مصلیٰ پر فوراً چار رکعت امامت کی حالت میں ظہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۴) جو لوگ دیوبندیوں سے راضی ہیں شرعاً ان کا کیا حکم ہے؟ ان لوگوں کو حوالہ دیا گیا مگر نہیں مانے لہذا شرعی احکام سے مطلع فرمائیں۔

سوال نمبر ۲: اگر ان تمام باتوں کے اختلاف پر خاموشی اختیار کی جائے تو مسجد کے امام پر کوئی گناہ تو نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

- (۱) مذہب حنفی میں جمعہ جائز ہونے کے لئے شہر شرط ہے دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے۔ یہی مذہب امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ”لا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة۔“ (۱)

ہدایہ میں ہے ”لا تجوز فی القری“ (۲)

البحر الرائق میں ہے ”لا تصح فی قرية۔“ (۳)

اور جب دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو وہاں اور دنوں کی طرح اس دن بھی ظہر کی نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”من لا تجب علیہم الجمعة من اهل القرى والبادی لهم ان يصلوا الظهر بجماعة يوم

الجمعة باذان واقامة۔“ (۴)

(۱) سنن البیہقی، ج: ۳، ص: ۲۵۳

(۲) الہدایۃ، ج: ۱، ص: ۱۶۸

(۳) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۴) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۴۵

اور رد المحتار میں ہے ”لو صلوا فی القریٰ لزمهم اداء الظهر“ (۱)

ایسا ہی مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ ۳/۷۰۴ پر اور صدر الشریعہ علامہ الشافعی امجد علی قادری علیہ الرحمہ نے بہار شریعت ۴/۱۰۲ پر تحریر فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) کچھ لوگوں کے کہنے سے حکم شریعت چھوڑا نہیں جائے گا اس لئے لوگوں کو نرمی سے مسئلہ بتایا جائے اور اعتراض کرنے والوں کی غلطی واضح کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) جو لوگ دیوبندیوں کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کو مسلمان جانتے ہیں وہ خود انہیں میں سے ہیں اور اگر دیوبندیوں کے عقائد کفریہ کو جان کر انہیں کافر و بے دین جانتے ہیں مگر پھر بھی ان سے میل ملاپ کھانا پینا شادی نکاح قائم کرتے ہیں تو وہ سخت مجرم و گنہگار مستحق غضب جبار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) اگر حالت ایسی ہے کہ مسائل شرعیہ بتانے پر لوگ تذلیل و تحقیر پر اتر آئیں گے فتنہ و فساد برپا کریں گے ایذا و تکلیف دیں گے تو خاموشی اختیار کر کے دل سے برا جانتا رہے۔ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ گناہ نہ ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

(۱) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۳۸

(۲) سورة البقرہ، آیت: ۱

باب العیدین

عمیدین کا بیان

عید الاضحیٰ کی نماز پڑھا لینے کے بعد اس کی دوبارہ اقتدا کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ ۱۵: عجیب اللہ رضوی، مقام دیواریا، پوسٹ رام پور، ضلع بہت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے عید الاضحیٰ کی نماز امام کی اقتدا میں ادا کر لی، پھر ایک جماعت پچیس یا تیس کی آگئی اور ان میں کوئی پڑھا نہیں ہے۔ زید نے امامت کر کے ان لوگوں کو عید الاضحیٰ کی نماز پڑھائی، آیا نماز ہوئی یا نہیں۔ واضح طور پر تشریح فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے عید الاضحیٰ کی نماز صحیح طریقے سے ادا کر لی تھی تو اس کو امامت ہرگز جائز نہیں تھی۔ جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی۔ درمختار میں ہے: ”لا یصح اقتداء مفترض بمتنفل ولا نافر بمتنفل لان التلزم واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف“ (۱)

سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ”زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی۔ ان میں جو واقف نہ تھے ان کی نماز جانے کا وبال بھی زید کے سر رہا۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ محمد اختر حسین قادری

۱۹ ربی الحجہ ۱۴۲۰ھ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۱، ص: ۳۹۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۸۰۷

قبرستان کے سامنے نماز عید پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد سعید اختر برکاتی، مدرسہ انوار العلوم، پشمن پور، ہستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اس مسئلہ میں کہ ایسی عید گاہ جس کے سامنے قبرستان ہے اور قبرستان پہلے سے ہے اس میں نماز عیدین جائز ہے یا نہیں؟ بینو توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر بیچ میں کوئی حائل ہے تو بلا کراہت جائز ہے، ورنہ مکروہ کما فی الفتاویٰ الرضویہ (۱) وغیرہا من اسفار الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۱ جمادی الآخر ۱۴۲۶ھ

چاند کی شہادت شرعی گزر جانے کے بعد اس پر عمل لازم ہے

مسئلہ از: محمد فرید، خطیب مسجد جماعت الہی سنت، رنگریز محلہ، امان گنج، ضلع پنا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ذی القعدہ کی ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھا گیا لیکن چاند نہ دیکھنے کی وجہ سے ۳۰ تاریخ کے حساب سے ۷ مارچ بروز بدھ کو بقرعید کی نماز کا اعلان کر دیا لیکن بعد میں ۲۹ تاریخ کو چاند کی شہادت مل جانے پر ۶ مارچ بروز منگل (۲۰) کو بقرعید کا اعلان کر دیا گیا لیکن اس جگہ دو مسجدیں ہیں تو کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ جہاں پر مطلع صاف ہو وہاں چاند کی شہادت کی کوئی ضرورت نہیں اور مطلع صاف ہو وہاں کے لیے دو تین لوگوں کی شہادت معتبر ہیں۔ اس لیے ہم اس شہادت کو تسلیم نہیں کرتے، حالاں کہ شہادت لانے والے ایسے لوگ ہیں جن میں ایک تو امام جو سند یافتہ عالم بھی ہے اور دوسرے وہ جسے انہوں نے اس لائق سمجھا۔

مختصر یہ کہ دو لوگوں کی شہادت پر نماز کی اجازت دینا درست ہے یا نہیں؟ اور دو لوگوں کی شہادت پر پڑھی جانے والی نماز ادا ہوئی کہ نہیں؟ اور جن لوگوں نے شہادت کا انکار کر کے دوسرے دن نماز ادا کی ان کی نماز ہوئی کہ

نہیں؟ اور لائق شہادت کی شہادت کا انکار کر کے دوسرے دن نماز ادا کرنے اور کرانے والے پر شریعت مطہرہ و منورہ کا حکم پاک کیا ہے؟ قرآن اور حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر دونوں گواہ شرعاً شہادت کے اہل یعنی: عادل اور پابند شرع غیر محدود فی القذف تھے تو بلاشبہ ان کی شہادت معتبر ہے۔ اس پر عمل لازم اور ضروری ہے اور اس کا خلاف کرنا ناجائز ہے۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ کی بارگاہ میں استفتا ہوا۔

شاہ جہاں پور کے رہنے والے دو شخص ثقہ عادل ممبئی سے آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خود ۲۹ ذی القعدہ کو ممبئی میں چاند دیکھا تو ممبئی کے آئے ہوئے لوگوں کی شہادت شاہ جہاں پور میں عید الاضحیٰ ۲۹ کے حساب سے ہوگی یا نہیں؟

اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے یہ دیا کہ:

”ان لوگوں کی شہادت عادلہ مستحبہ شرائط شرعیہ واجب الاعتبار ہے۔ اور اس کا خلاف ناجائز اور شاہ جہاں پور میں اس کی بنا پر ضرور ماہ ذوالقعدہ ۲۹ کا ثابت ہو کر اس کے حساب سے چہار شنبہ کو عید الاضحیٰ کرنی لازم ہوئی اور اسی حساب سے جو بارہویں تھی روزہ جمعہ اسی تک میعاد قربانی رہی جس نے اس کے بعد شنبہ کو قربانی کی، نہ ہوئی کہ مذہب حنفی میں اختلاف مطالع کا اصلاً اعتبار نہیں۔ یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر فتاویٰ ہے۔“ (۱)

اور آگے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

”جب وہ شہادت شرعیہ عادلہ ہو تو ضرور معتبر ہوگی، اگرچہ ہلال عید الاضحیٰ ہوا اگرچہ ان میں مسافت ایک ماہ سے زیادہ ہو۔ یہی ہمارے ائمہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اس سے عدول باطل اور ناروا“ (۲)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ جب شرعی شہادت سے رویت ہلال کا ثبوت ہو جائے تو اس پر عمل لازم ہے۔ اس لیے جن دو لوگوں کی شہادت پر عید الاضحیٰ کی نماز ۶ مارچ بروز منگل ادا کی گئی اگر وہ دونوں شہادت کے اہل تھے تو بے شک وہ نماز صحیح اور درست ہوئی اور اس حساب سے قربانی کا آخری دن جمعرات ہوا اب اس کے بعد کوئی جمعہ کو قربانی کیا تو وہ قربانی نہیں ہوئی اور جن لوگوں نے ۶ مارچ کے بجائے ۷ مارچ کو نماز پڑھی ان کی نماز ہوگئی کہ عید الاضحیٰ کی نماز ۱۲ ذی الحجہ تک جائز ہے۔ چنانچہ علامہ کبیر علی فرماتے ہیں:

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۴۳

(۲) ایضاً

”وصلوة عيد الاضحى تجوز في اليوم الثاني والثالث سواء اخرت بعدل او بدونه“ (۱)
 اور ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے ”واذا حدث عذر يمنع من الصلوة في يوم الاضحى صلاحها من
 الغدو بعد الغد ولا يصليها بعد ذلك كذا في الجوهرۃ النيرة“ (۲)
 اور جب شہادت شریعہ پائی گئی ہو تو اس پر عمل لازم ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ماسبق میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے
 جن لوگوں نے اس کا انکار کر کے دوسرے دن نماز پڑھی انہوں نے ناجائز و غلط کیا ان پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ
 اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
 ۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

(۱) غنیۃ المستعملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۵۲۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۷۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الجنائز

جنازہ کا بیان

نماز جنازہ میں امام و مقتدی کے درمیان کتنا فاصلہ ہو؟

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ قادری خطیب و امام نورانی مسجد و اگرہ، ضلع بھروچ، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

نماز جنازہ پڑھانے کے لیے امام کو مقتدی سے کتنے فاصلے پر کھڑا ہونا چاہیے؟ نیز مقتدیوں کو پہلی صف سے

دوسری صف کے درمیان کتنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہونا چاہیے؟

نوٹ: ہمارے یہاں گجرات میں اکثر و بیشتر جگہ امام و مقتدی باہم مل کر نماز جنازہ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ کیا

یہ درست ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور مشکور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس طرح تمام نمازوں میں امام آگے اور مقتدی اس کے پیچھے اتنے فاصلے پر کھڑے ہوتے ہیں کہ سجدہ کی جگہ باقی

رہتی ہے یوں ہی نماز جنازہ میں بھی امام و مقتدی کی صف لگانے کا یہ طریقہ ہے کہ امام آگے اور مقتدی اس کے پیچھے اتنے

فاصلے پر ہوں کہ بیچ میں سجدہ کرنے کی مقدار جگہ باقی رہے۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

”یتقدم الإمام ویصف الناس خلفه كما فی سائر الصلوات“ (۱) یعنی امام آگے ہوگا اور لوگ اس کے

پیچھے اسی طرح صف لگائیں گے جس طرح تمام نمازوں میں لگاتے ہیں۔ اور بلا عذر باہم مل کر کھڑا ہونا نہیں چاہئے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

(۱) الفتاویٰ العالیہ، ج: ۲، ص: ۱۵۴

دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے

مسئلہ از: محمد سیح انصاری رضوی، محلہ بھرپورہ، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کسی وہابی دیوبندی غیر مقلد کی نماز جنازہ اس کے عقائد جانتے ہوئے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں۔ حتیٰ کہ علمائے حرمین طہیین نے ان کے متعلق فرمایا کہ ”من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر“ اور کافر کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ بلکہ کفر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ (۱) اور حدیث شریف ہے ”ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معہم“ (۲) لہذا وہابیوں کے عقائد کو جانتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھ کر ان کی نماز جنازہ پڑھنا کفر ہے اور پڑھنے والے پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اور محض تملق و چاپلوسی اور کسی اور غرض کے تحت پڑھنا حرام ہے۔ پڑھنے والے پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

نماز جنازہ کی امامت میں اگر ولی میت امام محلہ پر

فضیلت رکھتا ہو تو زیادہ بہتر ولی میت ہے

مسئلہ از: انصار احمد گوجی درہ بھدرک، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: یہاں کی جامع مسجد میں ایسی جگہ جو سب لوگوں کے چندہ سے بنائی گئی ہے۔ خاص کر نماز جنازہ کے لیے نہ کہ مسجد کے اندر میں ایک مدت سے امام صاحب اور غیر امام عالم و حافظ سنی صحیح العقیدہ بھی نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔ ایسا بھی نہیں کہ کوئی بد مذہب آکر پڑھاتا تھا اور یہ خدشہ آئندہ بھی نہیں ہے لیکن سکرٹری مسجد نے اعلان کیا کہ صرف ہمارے امام صاحب ہی آئندہ نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں۔ دوسرا کوئی نہیں پڑھا سکتا، چاہے وہ کتنا بڑا عالم ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد ایک عالم دین نے امام صاحب کو مسئلہ فتاویٰ رضویہ میں دکھلایا کہ اگر ولی میت عالم دین سنی صحیح العقیدہ امام سے افضل ہو تو وہ بھی نماز جنازہ پڑھا سکتا ہے اور سکرٹری کا یہ اعلان غلط ہے اس کو ختم کیا جائے۔ اس مسئلہ کو دیکھنے کے بعد امام صاحب نے کہا۔ سکرٹری جاہل ہے۔ اس کے بعد بھی مسجد کمیٹی نے اپنے اس قانون

میں کسی قسم کی ابھی تک تبدیلی بھی نہیں کی۔ فی الحال زید کا انتقال ہوا۔ ولی میت عالم دین سنی صحیح العقیدہ امام سے افضل نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ اب اس پر مسجد کی کمیٹی کے لوگ اعتراض کر رہے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ولی میت عالم دین سنی صحیح العقیدہ امام سے افضل کا نماز جنازہ پڑھانا کیا صحیح ہے؟ اور کمیٹی والوں کا اس قانون مذکور پر اڑے رہنا اور کسی قسم کی تبدیلی بھی نہ لانا اور اپنے قانون کو صد فی صد درست جاننا شرعاً کیا ہے؟ بیٹو! توجروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

نماز جنازہ کی امامت کے لئے اگر ولی میت امام محلہ پر فضیلت رکھتا ہو تو زیادہ بہتر ولی میت ہے۔ غنیۃ المستملیٰ میں ہے ”وامام الحی فتقدمہ مستحب“ (۱)

درمختار میں ہے ”وتقدم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولیٰ کما فی المجتبیٰ وشرح المجمع“ (۲)

بہار شریعت میں ہے:

”نماز جنازہ میں امامت کا حق بادشاہ اسلام کو ہے، پھر قاضی پھر امام جمعہ پھر امام محلہ پھر ولی کو امام محلہ کا ولی پر تقدم بطور استحباب ہے اور یہ بھی اس وقت کہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی میت بہتر ہے۔“

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ولی میت جو امام محلہ سے افضل ہے اس کا نماز جنازہ پڑھنا بے شک درست ہے اور جاننے کے باوجود کمیٹی والوں کا اپنے غلط موقف پر قائم رہنا شرعاً ہرگز درست نہیں ہے۔ انہیں چاہیے کہ شریعت پر عمل کریں اور طبیعت کو شریعت پر ترجیح دے کر عاقبت نہ برباد کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

وہابی اپنے علاوہ سب کو کافر سمجھتے ہیں اور جو صرف ایک مسلمان کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہے

مسئلہ از: حافظ محمد ادریس، امام ٹنڈیل مسجد نیا محلہ، چھتر پور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) غنیۃ المستملیٰ شرح منیۃ المصلیٰ، ص: ۲۳۷

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۴۹

کیا جو سنی حاجی حضرات حج کرنے کے لیے جاتے ہیں اور مکہ شریف اور مدینہ شریف کے اماموں کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں ان کی نمازیں نہیں ہوتی؟ کیا وہاں کے امام پر کفر کا فتویٰ ہے؟ یا اور کوئی وجہ ہے؟ نیز دنیا سے جو مسلمان حج کے لیے جاتے ہیں تقریباً سبھی ان کے پیچھے شاید نماز پڑھتے ہیں۔ کیا ان کے نزدیک ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ دیگر مسلم ممالک کے علما کا اس پر کیا فتویٰ ہے؟ برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں دلیل و تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ مہربانی ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسلمانوں کی کم نصیبی ہے کہ حرمین طہیین پر نجدی، وہابی کی حکومت ہے اور وہابی عقیدہ کا امام مسجد حرام اور مسجد نبوی میں امامت کرتا ہے، جب کہ وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے علاوہ پوری دنیا کے مسلمان کافر و مشرک ہیں۔ چنانچہ دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر المدرسین مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے لکھا ہے:

”محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں۔“ (۱)

اور کتب حدیث و فقہ میں تصریح ہے کہ جو کوئی سارے مسلمان تو بہت بڑی بات ہے صرف ایک مسلمان کو کافر سمجھے وہ خود کافر ہے۔ لہذا وہابیوں پر خود حکم کفر ہے اور نماز صحیح ہونے کے لیے ایمان شرط ہے تو جب نجدی گمراہ بد مذہب اور بد دین ٹھہرے تو ان کی اقتدا میں نماز ہرگز درست نہیں ہو سکتی ہے اور شریعت کا حکم کسی ایک ملک کے مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے ہے اور ہر ایک ملک کے سنی صحیح العقیدہ علمائے کرام کا وہی فتویٰ ہے جو شریعت بتاتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی عمل کرتا ہے اور کوئی بوجہ جہالت اور عدم علم اس کے خلاف کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

مسلم اعلیٰ حضرت زندہ باد کہتے انتقال کرنا خاتمہ بالخیر کی علامت ہے

مسئلہ از: خواجہ شریف خدا نمائی چشتی، مقام و پوسٹ مردور تعلقہ وائی ضلع ستارہ، مہاراشٹر
محمد عبدالرحیم خاں قادری جہادوی بستوی، مدرسہ برکات غریب نواز ہوٹل راحل پلازہ، منج گی تعلقہ
بہار لیشور، ضلع ستارہ، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آخری سانس مسلک اعلیٰ حضرت

زندہ باد کا ورد کرتے ہوئے ٹوٹی اور انتقال کر گیا۔ اس کا خاتمہ بالآخر ہوا یا نہیں؟ جب کہ حضور نبی کریم کی متفق علیہ حدیث ہے ”لَقِنُوا مَوَاتِكُمْ بِكَلِمَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ تاکہ وہ حالت ایمان پر مرے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقديس“

الجواب بعون الملک الوہاب

لفظ ”مسک اعلیٰ حضرت“ آج کے دور میں برصغیر کے عرف واصطلاح میں مذہب اہل سنت وجماعت کے ہم معنی اور مترادف اور نام نہاد اہل سنت یعنی: وہابی، دیوبندی، تبلیغی جماعت، مودودی جماعت، اور صلیح کلی فرقوں سے ممتاز کرنے کے لیے بولا جاتا ہے۔ ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور جولائی ۲۰۰۳ء، صفحہ: ۸ پر ایک سوال کے جواب میں ہے ”الحاصل مسک اعلیٰ حضرت کا لفظ سنیت کی شناخت ہے، پہچان ہے۔ عرف عام میں اہل سنت کا مترادف ہے۔“

اس لیے مسک اعلیٰ حضرت کا معنی ہے مسک اہل سنت تو مسک اعلیٰ زندہ باد کا مطلب ہو اندہ بے حق اور مذہب اسلام زندہ باد۔ اب غور کریں کہ یہ جملہ کیا کفر ہے؟ کہ جس پر یہ سوال ہو کہ جس کی آخری سانس مسک اعلیٰ حضرت زندہ باد پر ٹوٹی اس کا خاتمہ بالآخر ہوا یا نہیں؟

فرض کیجیے ایک مسلمان نے مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کے بجائے مسک اہل سنت زندہ باد یا مسک حنفی یا مسک شافعی یا مسک صحابہ زندہ باد کہا اور یہی اس کا آخری جملہ تھا تو کیا کوئی یہ کہنے کی جرأت کرے گا کہ اس کا خاتمہ بالآخر نہیں ہوا؟ اور اگر کوئی اس طرح کی بات کرے تو اسے شرفساد اور کم فہمی کے سوا کیا نام دیا جائے گا؟

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کسی نے بالفرض سوال میں مذکور جملہ کہا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے مرتے وقت بھی حقانیت کے ہمیشہ قائم رہنے کا اعلان کیا اور اس کے بقا کی تمنا کی تو یہ خاتمہ بالآخر ہونے کی واضح علامت ہے نہ کہ کفر یا سوء خاتمہ کی۔ (العیاذ باللہ) ”اللہم ارزقنا حسن الخاتمة و احشرونا فی زمرة الصالحین“

اب وہی حدیث پاک جسے سائل نے سوال میں ذکر کیا اور سوال ہی میں آگے یہ بھی لکھا کہ ”تاکہ وہ حالت ایمان پر مرے“ اس سے واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ سائل کے نزدیک جو کلمہ طیبہ اپنی آخری سانس میں نہ پڑھا وہ ایمان پر نہ مرا کہ سائل نے کلمہ طیبہ کی تلقین کا مقصود اور اس کی علت ایمان پر مرنے کا بتایا جب کہ حالت نزاع میں بالفرض کوئی اگر کلمہ طیبہ کے بجائے معاذ اللہ کلمہ کفر زبان سے کہہ دے تو بھی اس پر حکم کفر نہ دیں گے۔ چنانچہ صدر الشریعہ مفتی ”امجد علی“ عظمیٰ رضوی علیہ الرحمہ در مختار کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ:

”مرتے وقت معاذ اللہ اس کی زبان سے کلمہ کفر نکلا تو کفر کا حکم نہ دیں گے کہ ممکن ہے موت کی سختی سے عقل جاتی رہی ہو اور بے ہوشی میں یہ کلمہ نکل گیا۔“ (۱)

حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ مرنے والے کے پاس جو لوگ موجود ہوں وہ کلمہ کی تلقین کریں یعنی اس کے پاس بلند آواز سے خود کلمہ طیبہ پڑھیں مگر اسے اس کے کہنے کا حکم نہ کریں اور اس تلقین کا مقصد تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قادری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”فتح القدیر“ میں ہے:

”المقصود منه التذكير في وقت تعرض الشيطان“ (۱)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ مقصود تلقین ایمان کا یاد دلانا ہے اور جو مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کہہ رہا ہے گویا وہ مذہب حق اہل سنت و جماعت کو یاد کر رہا ہے تو اس کے قول میں کسی بھی طرح کفر یا شائبہ کفر نہیں ہے اور وہ دنیا سے کفر کے ساتھ نہیں بلکہ حسن خاتمہ کے ساتھ گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

کس قسم کے وہابی کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے

مسئلہ از: محمد فخر الدین حسینی، رضا نگر مہاڈاکا لونی، ندی ناکہ بمیونڈی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں۔ دور حاضر میں علمائے اہل سنت وہابی دیوبندی کی دو قسمیں بتاتے ہیں

(۱) وہ جو کٹر وہابی ہے یعنی علمائے دیوبند کے کفری عقائد سے واقف ہے۔ اس کے باوجود ان کو اپنا

پیشوا مانتا ہے۔

(۲) وہ جو وہابی کی باتوں میں آکر وہابی بنایا پہلے سے وہابی تھا مگر علمائے دیوبند کے عقائد سے ناواقف ہے۔

ایسے کو گستاخ رسول اور کافر نہیں کہا جاسکتا۔ یہ مسئلہ میں نے علمائے اہل سنت خصوصاً مفتی مطیع الرحمن صاحب ودیگر علمائے کرام کو بیان کرتے سنا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو دوسری قسم ہے کیا ان سے رشتہ وغیرہ کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھانا یا نکاح پڑھانا یہ سب درست ہے؟

نیز اگر رشتہ کرنا ہو یا نکاح پڑھانا ہو تو اس صورت میں آدمی ان کے عقیدے کی معلومات کرے مگر مثال کے طور پر محلہ میں کسی وہابی کا انتقال ہوا اس کا جنازہ سنی مسجد کے سامنے لا کر رکھ دے اور امام صاحب کو جنازہ پڑھانے کو کہا۔ اب اس صورت میں ہنگامہ اور فساد ہونے کا خطرہ ہے اور ایسا بمیونڈی میں ہو چکا ہے۔ اب امام کیا کرے۔ اس کے لیے جو بہتر راستہ ہو قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو شخص دیوبندی مولویوں کی کفری عبارات پر یقینی اطلاع نہیں رکھتا ہے۔ اور نہ ہی اہل سنت و جماعت کو کافر و مشرک سمجھتا ہے۔ اور نہ تو ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے۔ البتہ وہابیوں دیوبندیوں کے طور و طریقے پر چلتا ہے اور خود کو وہابی کہتا ہے تو ایسا شخص کافر نہ سہی مگر گمراہ و بد مذہب و بد عقیدہ ضرور ہے اور بد مذہبوں کے متعلق رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ وہ جہنمیوں کے کتے ہیں۔

چنانچہ حدیث پاک ہے:

”اہل البدع کلاب اہل النار“ (۱)

دوسری حدیث ہے:

”اہل البدع شر الخلق والخلیفۃ“ (۲) یعنی بد مذہب تمام لوگوں اور تمام جانوروں سے بدتر ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی عیادت اور نماز جنازہ کے متعلق ارشاد ہے:

”لکل امة مجوس و مجوس امتی الذین یقولون لا قدران مرضوا فلا تعودوہم وان ماتوا فلا تشہدوہم“ (۳) یعنی ہر امت میں کچھ مجوسی ہوتے ہیں اور میری امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو تقدیر کے منکر ہیں۔ اگر یہ لوگ بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جاؤ اور اگر مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ۔

ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ بد مذہب جہنمیوں کے کتے اور تمام مخلوق سے بدتر ہیں پھر کتوں سے بدتر لوگوں سے رشتہ قائم کرنا، ان سے نکاح کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا کسی ایمان والے کا کام نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا وہابی خواہ مرد ہو یا گمراہ و بد مذہب کسی سے رشتہ کرنا اور نماز جنازہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

”اگر صرف تفضیلیہ ہے تو اس کے جنازے کی نماز بھی نہیں پڑھنی چاہیے کہ متعدد حدیثوں میں بد مذہبوں کی نسبت ارشاد ہوا ”ان ماتوا فلا تشہدوہم“ وہ مرے تو ان کے جنازہ پر نہ جائیں۔ ”ولا تصلوا علیہم“ ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو۔ نماز پڑھنے والوں کو توبہ واستغفار کرنی چاہیے۔“ (۴)

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے:

(۱) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۲۳

(۲) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۲۳

(۳) المسند لابن حنبل، ج: ۲، ص: ۶۸

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۳۵

”اگر ان کفری عبارتوں پر اسے اطلاع نہیں اور اس کا طریقہ مرتد وہابیوں جیسا ہے تو زید گمراہ ہے اور دونوں صورتوں میں اس سے رشتہ کرنا جائز نہیں ہے۔“ (۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہابی دیوبندی کہلانے والے کسی شخص سے رشتہ کرنا، ان کا نکاح پڑھنا، مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ ان کی نماز جنازہ نہ پڑھنے پر فساد کا خطرہ ہے تو پڑھنے میں ایمان کے برباد ہونے اور سنیت کے چلے جانے کا خطرہ ہے جو جھگڑا سے بڑھ کر خطرناک ہے۔ اس لیے کسی وہابی کی نماز جنازہ ہرگز ہرگز نہ پڑھی جائے اور اہل سنت و جماعت کے لوگوں کو مسئلہ سمجھا دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶ صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

کافر و مرتد کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شاداب رضا، مقام جعفر آباد، پوسٹ بڈھرا، بھٹورا، ضلع بلراپور، یوپی
اگر کوئی شخص مذہب سنی پر عقیدہ رکھتا ہو لیکن آگے چل کر وہ کافر ہو گیا تو اس کو قبرستان میں رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کوئی مسلمان معاذ اللہ رب العالمین کافر و مرتد ہو جائے تو اسے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اسے مردار کی طرح کسی گڈھے میں دبا دیا جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ میں درمختار سے ہے ”اما المرتد فیلقی فی حفرة كالکلب“ (۲)

ایک مقام پر سرکار اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اور مرتد وہ کہ معاذ اللہ بعد اسلام کافر ہو یا باوصف دعویٰ اسلام عقائد کفر رکھے جیسے آج کل نیچری مردے کے لیے تو اصلانہ غسل، نہ کفن، نہ دفن، نہ مسلمان کے ہاتھ سے کسی کافر کو دیا جائے اگرچہ وہ اسی مذہب کا ہو اگرچہ اس کا باپ، یا بیٹا ہو بلکہ اس کا علاج وہی مردار رکتنے کی طرح دبا دینا ہے۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ ربی الحجہ ۱۴۳۱ھ

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۱۴

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۶۱۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۷، ص: ۱۱۳

مرد کے لیے سنت کفن کتنے کپڑے ہیں؟

مسئلہ از: محمد مقیم معلم دارالعلوم علیہ جہد اشاہی، ہستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں:

ایک علاقہ میں زمانہ دراز سے مرد میت کو چار کپڑوں میں کفن دینے کا رواج ہے اور اب حال یہ ہے کہ لوگ تین کپڑا دینے کو ناجائز سمجھ رہے ہیں اور علاقہ کے علماء نے بھی اس بات کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ ابھی چند دنوں قبل زید کے والد کا انتقال ہوا اور زید چونکہ پڑھا لکھا سنی صحیح العقیدہ ہے اس لیے اس نے اپنی معلومات کے مطابق اپنے والد کی تکفین تین کپڑوں میں کی۔ عادت کے مطابق چار کپڑے نہ دینے کی وجہ سے لوگ زید پر اس قدر ناراض ہوئے کہ بعض نے اس کو دیوبندی تک کہہ دیا۔ زید نے انہیں بہار شریعت وغیرہ کا حوالہ دیا تو بعض خاموش ہو گئے لیکن بعض شرارتی لوگ ابھی بھی اپنی بات پر اڑے ہوئے ہیں اور زید کو بایکاٹ کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اب جواب طلب امور یہ ہیں:

(۱) کیا مرد میت کو چار کپڑے کفن میں دینا ضروری ہے؟

(۲) زید نے جو کیا درست ہے یا نہیں؟

(۳) زید کے اس عمل پر ناراض ہو کر اس کو دیوبندی وغیرہ کہنا کیسا ہے؟ اور کہنے والے پر کیا حکم ہے؟

حالانکہ زید سنی صحیح العقیدہ اور مرکزی درس گاہ کا طالب علم ہے۔

(۴) سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی اس معاملہ میں علماء کا خاموش رہنا اور حق بات کو ظاہر نہ کرنا از روئے

شرع کیسا ہے؟ برائے کرم شریعت مظہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مرد کے لیے سنت کفن تین کپڑا ہے۔ ازار، قمیص اور لفافہ، چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ”عَنْ

عبد اللہ بن عمرو بن عاص قال قال النبی یقمص ویوز ویلف فی الثالث فان لم یکن الاثوب واحد لف فیہ“ (۱)

یعنی حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میت کو قمیص اور چادر پہنائی جائے اور

تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے اور اگر تین کپڑے میسر نہ ہوں تو ایک کپڑے میں لپیٹ دیا جائے۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”کفن الرجل سنة ازار و قميص و لفافة و كفاية ازار و لفافة و ضرورة ما وجد هكذا في الكنز“ (۱)

اور در مختار میں ہے: ”ويسن في الكفن له ازار و قميص و لفافة“ (۲)

ہدایع صنائع میں ہے: ”اکثر ما یکن فیہ الرجل ثلاثة الثوب ازار و رداء و قميص و هذا عندنا“ (۳)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مرد کو کفن میں تین کپڑا دینا سنت ہے اور کم سے کم اتنا کپڑا کہ جس سے بدن ڈھک جائے ضروری ہے، چار کپڑا مرد کے کفن میں ضروری بتانا جہالت اور شریعت پر جرأت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بلاشبہ زید کا عمل شریعت کے مطابق اور درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم.

(۳) اگر دیوبندی اعتقاد کر کے زید سنی صحیح العقیدہ کو دیوبندی کہا تو کہنے والا خود اسی گروہ میں جا چکا، حدیث پاک ہے: ”ایما امری قال لا خیه کافر فقد باء بها احدهما“ (۴)

ایسی صورت میں کہنے والا تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے اور زید سے معافی مانگے اور اگر زید کو دیوبندی اعتقاد نہ کیا بلکہ طعن و تشنیع کے طور پر کہا تو اب توبہ و استغفار کرے اور زید سے معافی مانگے کہ اس نے بلا وجہ شرعی ایک مسلمان کو ایذا پہنچائی جو کہ حرام و گناہ ہے، ارشاد حدیث ہے: ”من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ“ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم.

(۴) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذالک اضعف الایمان“ (۶)

یعنی جو شخص کوئی غلط کام دیکھے تو اگر استطاعت ہو تو ہاتھ سے روک دے ورنہ زبان سے اس کی برائی بیان

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۱، ص: ۱۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۳، ص: ۵۹

(۳) ہدایع الصنائع ج: ۲، ص: ۳۶

(۴) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۵۷

(۵) کنز العمال ج: ۱۶، ص: ۱۰

(۶) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۵۱

کرے اور اگر زبان سے بھی نہ کہہ سکے تو دل میں برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجے کا ایمان ہے، لہذا جن علماء نے استطاعت کے باوجود صحیح مسئلہ بتانے سے گریز کیا اور حق بات کو ظاہر نہ کیا وہ شرعاً قابل مواخذہ ہیں ان پر لازم ہے کہ لوگوں کو صحیح بات سے آگاہ کریں۔ ورنہ مجرم گردانے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتادہ درس دارالعلوم علمیہ، محمد اشافی، ہستی

۱۰ رذی قعدہ، ۱۴۳۶ھ

کیا صدیوں قدیم مزارات کو منہدم کرنا درست ہے؟

مسئلہ از: محبت علی نعیمی صدر تنظیم عوام اہل سنت، مراد آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے ملک ہند میں شہروں، قصبوں، اور دیہاتوں میں صدیوں پرانے مزارات کثرت سے ہیں سنی مسلمان بالاتفاق ان کے عرس بھی کرتے ہیں فیض حاصل کرنے کے لیے حاضری بھی دیتے ہیں اور ان کے فیوض کا ذکر بھی کرتے ہیں اور اگر ان سے سوال کیا جائے کہ یہ کس بزرگ کا مزار ہے تو کہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہمارے باپ دادا پر دادا نے ایسے ہی دیکھا ہے۔ زید کا کہنا یہ ہے کہ جن صاحب مزار کی تاریخ وصال، وفات، حسب و نسب، کردار و عمل، تعلیم و تربیت معلوم نہ ہو یعنی ثبوت شرعی نہ ہو تو سب فرضی ہیں قبر بلا مقبور کے حکم میں ہیں، کیا زید کا قول درست ہے؟ کیا ایسے سارے مزارات فرضی قرار دیئے جائیں گے؟ اور شرعاً ایسے مزارات کو منہدم کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ قرآن و حدیث اور اقوال علماء کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت مطہرہ کے نزدیک جب تک خلاف ظاہر پر کوئی شرعی ثبوت نہ ہو ظاہر کے مطابق حکم و عمل لازم ہے، سیر کبیر میں ہے: ”البناء علی الظاہر واجب مالم یتبین خلافہ“ (۱) اسی میں ہے: ”البناء علی الظاہر لیما یتعذر الوقوف علی حقیقتہ جائز“ (۲)

(۱) السیر الکبیر، ج: ۱، ص: ۱۹۴

(۲) السیر الکبیر، ج: ۱، ص: ۱۹۴

اور بلا وجہ شرعی مسلمانوں پر بدگمانی حرام ہے ارشاد ربّاری تعالیٰ ہے: ﴿وَاجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ (۱)

یوں ہی بلا وجہ شرعی مسلمانوں میں اختلاف و فتنہ پھیلانا بھی ناجائز و حرام ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”مسلمانوں میں بلا وجہ شرعی اختلاف و فتنہ پیدا کرنا ناپاکیاں شیطانیہ“ حدیث میں ہے: ”الفتنة لائمة لعن الله من ابتطلها“ (۲)

ان ارشادات کی روشنی میں واضح ہے کہ جن مزارات کو مسلمان صدیوں سے مانتے چلے آئے ہیں محض اصحاب مزارات کی تاریخائے ولادت و وصال وغیرہ نامعلوم ہونے کی بنا پر ان کو بلا ثبوت شرعی فرضی قرار دینا اور ان کو منہدم کرنے کا حکم دیدینا ناجائز و گناہ اور شریعت مطہرہ پر سخت جرأت ہے کیوں کہ ایسا کرنے میں بلا ثبوت شرعی ظاہر کے خلاف پر عمل کرنا ہے، نیز صدیوں پہلے گزرے ہوئے مسلمانوں پر بلا وجہ شرعی بدگمانی کرنا ہے کہ انہوں نے فرضی مزارات بنائے ساتھ ہی مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد پیدا کرنا اور بعض صورتوں میں ان کے عقائد کی بربادی کا سبب ایجاد کرنا ہے، لہذا زید کا قول محض بے اعتبار، ناقابل قبول، شریعت کے خلاف اور فتنہ و فساد برپا کرنے والا ہے۔ ایسی بات سے رجوع لازم اور آئندہ خلاف شرع و مصلحت بات کہنے سے پرہیز واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دارالعلوم علیہ، جمہد اشاہی، بستی

۱۸ جمادی الاولیٰ، ۱۴۳۶ھ

(۱) سورة الحجرات آیت: ۱۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۲۱، ص: ۲۰۳

ملک کی لڑائی میں مارے جانے والے شرعاً شہید نہیں ہیں

مسئلہ از: توحید احمد نظامی، جمد اشاہی، ہستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید انڈین آرمی میں بحیثیت کرنل مقرر ہے۔ نیز اس کے دستے میں موجود سبھی فوجی خوش عقیدہ مسلمان ہیں۔ اگر وہ پاکستان سے جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں تو ان پر شہید کا حکم نافذ ہوگا یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ مذکور کو واضح فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت مطہرہ کے نزدیک شہید وہ ہے جس نے اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی کے لیے جنگ کی اور اس راہ میں مار ڈالا گیا۔ چنانچہ علامہ قاضی ”ناصر الدین“ بیضاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”الشهداء الذین ادرء بهم الحصرص علی الطاعة والحد فی اظهار الحق حتی بذلوا مہجہم فی اعلاء کلمۃ اللہ“ (۱) اور علامہ ”شیخ زادہ“ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”الشہید من قام بشہادة الحق والعمل بہ الی ان قتل فی سبیل اللہ“ (۲)

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ جو مسلمان پاکستان وغیرہ ممالک سے جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں وہ شرعاً شہید نہیں ہیں کہ وہ لوگ اسلام کی سربلندی کے لیے نہیں لڑتے ہیں۔ ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

اجزا کے منتشر ہونے کے بعد نماز جنازہ نہیں ”تفسخ“ کا معنی

مسئلہ از: حافظ محمد نصیر الدین نقشبندی، مہرقہ منڈی، ضلع راجوری، جموں و کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے بارے میں کہ (۱) تفسخ کے کہتے ہیں (۲) تفسخ قبل دفن مانع نماز جنازہ ہونے میں معتبر ہوگا یا نہیں؟ واضح جزئیات نقل فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

(۱) تفسیر البیضاوی مع شیخ زادہ، ج: ۲، ص: ۱۳۸

(۲) تفسیر البیضاوی مع شیخ زادہ، ج: ۲، ص: ۱۳۹

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

لفظ ”تفسخ“ باب تفعل کا مصدر جس کا مادہ ”فسخ“ ہے۔ ”فسخ“ کا معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے ہونا، الگ، الگ ہونا۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے ”تفسخ الشعر عن الجلد، واللحم، عن العظم زال وتطایر خاص المیت ای لا یقال الا لشعر المیتة وجلدها وتفسخت الفارة فی الماء تقطعت الفسخ ای الحکم وتفسخ الحقد عن وھن او ذو صلول“ (۱)

المعجم الاوسط میں ہے:

”تفسخ الله انفسخ المادة العضوية انخلف بتأثير الجراثيم واشعر عن الجلد وتطایر ويقال تفسخ اللحم عن العظم والفارة فی الماء تقطعت هذه الاربعة خاصه بالمیت“ (۲)

اور منجد میں ہے:

”تفسخ وتقطع والشعر عن الجلد زال“ (۳)

مصباح اللغات میں ہے ”تفسخ ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔ الشعر عن الجلد بال کا کھال سے جھڑنا“ (۴)

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ ”تفسخ“ کا معنی الگ، الگ ہو جانا، ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا اور کتب فقہ کے باب الجنائز میں بھی تفسخ کا معنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا ہی ہے۔ چنانچہ ”فتح القدیر“ میں ہے:

”لو كان فی راثهم انه تفرقت اجزائه قبل الثلث لا یصلون إلى الثلاث“ (۵)

اور عتلیہ میں ہے:

”ان كان فی اكبر راثهم ان اجزاء المیت تفرقت قبل ثلاثة ايام لا یصلون علیه إلى ثلاثة ايام“ (۶)

تبيين الحقائق میں ہے:

”مالم يتفسخ لان بعد التفسخ يشق البدن ويتفرق والصلوة مشروعة على البدن“ (۷)

(۱) تاج العروس، ج: ۷، ص: ۳۲۰

(۲) المعجم الاوسط، ص: ۸۸

(۳) المنجد، ص: ۵۸۱

(۴) مصباح اللغات، ص: ۶۳۳

(۵) فتح القدیر، ج: ۲، ص: ۱۲۵

(۶) العناية مع فتح القدیر، ج: ۲، ص: ۱۲۵

(۷) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۱۶۵

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”یصلیٰ علیہ ما لم یعلم انه قد تمزق کذا فی السراجیۃ“ (۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ لغت اور فقہ دونوں اعتبار سے تفسیح کا معنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا اور الگ الگ ہونا۔ اجزاء کا متفرق و منتشر ہونا ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) نماز جنازہ کے لیے جنازہ کا وہاں موجود ہونا یعنی کل یا اکثر یا نصف مع سر کے موجود ہونا شرط ہے۔ در

مختار میں ہے:

”و شرطها ایضا حضوره و وضعه و کونه هو او اکثره“ (۲)

بہار شریعت میں ہے:

جنازہ کا وہاں موجود یعنی کل، یا اکثر، یا نصف مع سر کے موجود ہونا۔ (۳)

فتح القدیر میں ہے:

”الصلوة لم تعرف شرعاً الا علی تمام الجنة إلا انه الحق الا کثر بالکل فیبقى فی غیره

علی الاصل“ (۴)

اور جواب نمبر ایک میں تفصیل گزر چکی ہے کہ ”تفحیح“ میں بدن کے اجزاء متفرق و منتشر ہو جائیں گے تو اگر دفن سے پہلے ہی جسم کے اعضا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر منتشر ہو گئے تو نماز جنازہ کی شرط یعنی کل اجزاء یا اکثر یا نصف مع سر کے موجود ہونا نہ پائی گئی تو اب اس کی نماز جنازہ بھی نہ ہوگی کہ ”اذا فات الشرط فات المشروط“ مشہور ہے اور تبیین الحقائق اور فتح القدیر کی مذکورہ بالا عبارتیں اس پر دال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دارالعلوم علیہ جمد اشاہی، بستی

صلح کلیت کفر و نفاق ہے

مسئلہ ۱۵: مولانا محمد بشیر احمد صاحب قادری، استاذ دارالعلوم اہل سنت ثارالعلوم، دھنسا، بلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۲) الدر المنثور مع الشامی، ج: ۱، ص: ۵۸۲

(۳) بہار شریعت، ج: ۲، ص: ۲۸

(۴) فتح القدیر، ج: ۲، ص: ۱۲۳

سوال-۱: دیہات میں جمعہ کی نماز جائز نہیں ہے مگر عوام اگر پڑھتے ہیں تو انہیں منع نہ کیا جائے کیوں کہ جس طرح اللہ کا نام لیں غنیمت ہے۔ عرض یہ ہے کہ اس طرح جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے کس طرح نیت کی جائے۔

سوال-۲: ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھائی جائے یا نہ پڑھائی جائے۔ آیا ایک ہی مصلیٰ پر دو جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں؟

سوال-۳: زید کی نہ شیعیت واضح ہے اور نہ سنییت واضح ہے۔ اس کے گھر میں اس کی اولاد میں دو سنی صحیح العقیدہ ہیں اور دو شیعہ اور زید کی بیوی بھی شیعہ زید نے اپنے سنی لڑکوں کی شادی سنی کے یہاں کی اور شیعہ لڑکوں کی شادی شیعہ سے کی اور زید کا انتقال ہو گیا اور اس کی سنی اولادیں کہتی ہیں کہ زید سنی ہے اور اس کی بیوی بھی سنی کہتی ہے۔ اب زید کا انتقال ہو گیا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے۔

سوال-۴: زید سنی صحیح العقیدہ ہے اس کی شادی وہابی کے یہاں ہوئی۔ اب وہ لڑکی کو اپنے گھر لا کر اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور سنی بنانا چاہتا ہے۔ ایسے شخص کا نکاح پڑھا جائے یا نہ پڑھا جائے اور اسے سنی بنانے کے بعد کتنے دنوں تک اسے دیکھنے کا حکم ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جواب-۱: دیہات میں جمعہ کی نماز کے متعلق فقہ حنفی کی رو سے عدم جواز کا حکم ہے اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام ”احمد رضا“ نے عوام کے لیے فرمایا ”ایک روایت پر ان کے لیے صحت بس ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ جمعہ کی نیت سے پڑھیں گے تو پڑھانے والا بھی جمعہ کی ہی نیت کرے گا۔ اس کے لیے کوئی الگ طریقہ نہیں اپنائے گا۔“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب-۲: یہ مسئلہ مجلس شرعی مبارکپور میں زیر بحث ہے، طے ہونے پر ہی کوئی واضح جواب دیا جائے گا۔ فی الحال جو طریقہ رائج ہے اسی پر عمل کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب-۳: مذکورہ صورت سے پتہ چلتا ہے کہ زید صلح کلی تھا اور صلح کلیت بھی کفر و نفاق ہے ”قال اللہ تعالیٰ: ﴿مَنْ بَدَّلْ بَيْنَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ (۱)

اس لیے ایسے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی۔ حدیث پاک میں ”بدلہ ہوں کی نماز جنازہ کے متعلق ارشاد ہے ”ولا تصلوا علیہم“ یعنی بدلہ ہوں کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب-۴: لڑکی اگر دیوبندی، وہابی عقیدے کی ہے کہ اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی وغیرہ کے کفریات کو

جاننے کے باوجود ان کو اپنا پیشوا ماننے سے تو سرے سے اس سے نکاح ہی نہیں ہو سکتا تو نکاح پڑھا کر سنی بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے، ہاں اگر وہ پہلے وہابیت سے توبہ کرے اور سنیہ اپنالے تو دیکھا جائے جب اس پر کامل اطمینان ہو جائے کہ وہ وہابیت سے ہزار ہو چکی ہے اور مسلک الہ سنہ پر اس کا عقیدہ مستحکم ہو گیا ہے تو اس کا نکاح کسی بھی سنی سے ہو سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہرگز ہرگز اس کا نکاح نہ پڑھایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۷ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے

مسئلہ از: ماسٹر اسرار احمد، خلیل آباد، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام اور جنازہ اور بیشتر مقتدی مسجد سے باہر ہوں اور کچھ نماز جنازہ پڑھنے والے مسجد میں ہوں تو اس صورت میں مسجد میں پڑھنے والوں نے صحیح کیا یا غلط اور اگر کوئی صحیح بتائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث اور اقوال فقہائے کرام کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقديس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد میں نماز جنازہ پڑھنی مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے۔ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض بہر صوت ممانعت ہے۔ جیسا کہ شیخ الاسلام امام مرغینانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”لا یصلی علی میت فی مسجد جماعة لقوله عليه السلام من صلی علی جنازة فی المسجد فلا اجر له“ (۱) یعنی: جماعت کی مسجد میں نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کے لیے کوئی ثواب نہیں۔ اور ”زین النلة والدین علامہ“ ابن نجیم ”مصری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”ولا فی مسجد لحديث ابی داؤد مرفوعاً من صلی علی میت فی المسجد فلا اجر له ولی رواية فلا شئ له“ (۲)

فتاویٰ مالگیری میں ہے:

”وصلاة السجدة فی المسجد الذی تقام فیہ الجماعة مکروہة سواء کان المیت

(۱) الهدایة، ج: ۱، ص: ۱۶۱

(۲) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۱۸۶

والقوم فی المسجد او ان الميت خارج المسجد والقوم فی المسجد او كان الإمام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد والمیت فی المسجد والإمام والقوم خارج المسجد هو المختار كذا فی الخلاصہ“ (۱) ان تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے خواہ میت باہر ہو یا مسجد کے اندر ہو۔

اور صدر الشریعہ علامہ احمد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔“ خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض“ (۲) اسی طرح فتاویٰ شامی، فتاویٰ قاضی خاں، فتاویٰ بزازیہ، فتح القدیر، شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ، مراقی الفلاح، اور طحاوی علی المراقی وغیرہ تمام کتب معتبرہ میں تصریح ہے کہ مسجد میں نماز جنازہ مکروہ و ممنوع ہے۔ اور کراہت سے کراہت تحریمی مراد ہے جو مثل حرام ہے۔

لہذا جس نے یہ کہا کہ اگر جنازہ اور امام باہر ہوں اور کچھ مقتدی مسجد کے اندر ہوں تو مسجد میں نماز جنازہ صحیح ہے۔ وہ مسئلہ شرعیہ سے جا مل اور بے علم ہے اور بے علم کا فتویٰ دینا حرام ہے۔ اس پر لازم ہے کہ غلط مسئلہ بتانے سے توبہ کرے اور آئندہ بے علم مسئلہ بتانے سے پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری
۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مسلم و کافر سے پیدا ہونے والے بچہ کو

مسلمان مانا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

مسئلہ از: محمد مبین علمی، خادم سنی جامع مسجد، ہکاراوسگاؤں، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ ایسے مرد و عورت (جن میں سے عورت مسلمان اور مرد عیسائی) کے جو بچے ہیں ان بچوں کو مسلم مانا جائے یا عیسائی اور اگر ان کا انتقال ہو تو نماز جنازہ پڑھی جائے یا نہیں جب کہ بچوں کی نسبت باپ کی طرف ہوتی ہے۔ جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

”بسم اللہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایمان و کفر کے متعلق نا سمجھ بچے اپنے والدین میں سے اس کے تابع ہوتے ہیں جو بہترین دین پر ہو۔ علامہ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۲) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۵۸

اجل امام مرفیانی قدس سرہ فرماتے ہیں ”او مسلم احمد ابوہ فالہ یبعیم خیر الایہین دینا فکف من لیس
لہ إلا الام فان ولد الزنا لا اب لہ“ (۱)

چوں کہ عورت مسلمان ہے اس لیے بچے بھی مسلمان مانے جائیں گے اور ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔
صدر الشریعہ مفتی ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

چھوٹے بچے کے مان باپ دونوں مسلمان ہوں یا ایک تو وہ مسلمان ہے۔ اس کی نماز پڑھی جائے۔
(۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷/ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مسلمان ہجڑہ کی نماز جنازہ فرض ہے

مسئلہ از: محمد رحمت اللہ توری، خادم مدرسہ عربیہ نور العلوم، موضع ہر سیو کپور، ۲، احاطہ ٹولہ، پوسٹ جنگلی،
بھمبی پور، ضلع گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو ہجڑہ مسلمان ہو گیا تو کیا اس کو اپنے
قبرستان میں دفن کر سکتے ہیں یا نہیں اور ان کے یہاں قرآن خوانی یا میلاد شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ
فرماتے ہیں:

”ہجڑہ اگر مسلمان ہے تو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے“۔ (۳)

اور جب نماز جنازہ فرض ہے تو بلاشبہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز و درست ہے اور اگر ہجڑہ
تابع ہو کر اپنی پیشہ ورانہ حرکتیں چھوڑ دی ہوں تو اس کے یہاں میلاد و قرآن خوانی کرنا درست ہے، ورنہ منع ہے۔
ہکذا قال العلماء الکرام لاهل السنة والجماعة کثرهم اللہ تعالیٰ. واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تقیر قادری قیامی

۱۷/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

(۱) الہدایۃ، ج: ۱، ص: ۱۶۱

(۲) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۴۶

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۸۸

ملکحات مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد عقیل، ۳۵ غفور خاں کی بزرگ، اندور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک پرانی مسجد ہے اس کا وضو خانہ غسل خانہ اور استنجہ خانہ ارکان مسجد نے توڑ کر مسجد کے گن سے ملا دیا ہے اور یہ نیت کی کہ یہ زمین خارج مسجد رہے گی اور یہاں پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ساتھ ہی جمعہ و عیدین میں بھی استعمال ہوگی۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ زمین جو گن مسجد کے برابر ہے اور اس سے ملی ہوئی ہے اس پر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ اس جگہ نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور بکر کہتا ہے کہ جائز ہے۔ بر تقدیر ثانی اگر اس جگہ نماز جنازہ ہو سکتی ہے تو جس زید کی حیثیت ایک ذمہ دار عالم کی ہے اور اس کے اس طرح کہنے پر فتنے کا قوی اندیشہ بھی ہے تو اب ایسی صورت میں زید کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ بیٹو! تو جو روا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذکورہ زمین پر نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے کہ وہ نہ حقیقتاً مسجد ہے نہ حکماً تو منع کی کوئی وجہ نہیں۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”گن مسجد کا اطلاق کبھی مسجد کے اس حصہ پر ہوتا ہے جو مقف نہیں جس کو عرف فقہاء میں مسجد صغی کہتے ہیں۔ اور کبھی اس جگہ پر ہوتا ہے جو ملحق مسجد ضروریات و مصالح مسجد کے لیے ہے۔ اول میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ دوسری میں نہیں۔“ (۱) لہذا بکر کا قول درست اور زید کا قول غلط ہے۔ بغیر علم فتویٰ دینا ناجائز و گناہ ہے۔ زید پر توبہ و استغفار لازم اور غلط مسئلہ بتانے سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

جنازہ دفن کرنے سے قبل جنازہ رکھ کر تقریر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا تاج الدین علمی نظامی، مقام ٹھوکا پوسٹ بھوجپنی کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں: میت کو نہلا کر کفن پہنا کر قبرستان میں نماز پڑھنے کی جگہ پر رکھ دیتے ہیں۔ اس کے بعد امام صاحب سے کہتے ہیں کہ آپ تقریر کیجیے پھر امام

صاحب میت کے سامنے کھڑے ہو کر عوام سے مخاطب ہو کر خطاب فرماتے ہیں۔ اس کے بعد نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ کیا شرع کے اعتبار سے میت کو سامنے رکھ کر تقریر کرنا درست ہے جب کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ میت کی جلد از جلد تجھیز و تدفین کی جائے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذکورہ طریقہ شرعاً ممنوع ہے کہ اس میں بلا ضرورت دفن میں تاخیر کرنا ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”اسرعوا بالجناسۃ فان تک صالحۃ لخبیر تقدمونها الیہ وان تک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم ذلک“ (۱) یعنی جنازہ کے لے جانے میں جلدی کرو کہ اگر نیک آدمی کا جنازہ ہے تو اسے خیر کی طرف جلد پہنچانا چاہیے اور اگر بدکار ہے تو برے کو اپنی گردنوں سے جلد اتار دو“

فقہائے کرام نے تو نماز جنازہ سے پہلے یا بعد میں (یعنی قبل دفن) میت کے لیے لمبی دعا کرنے سے بھی منع فرمایا ہے کہ اس میں بے ضرورت شرمیہ تاخیر ہوگی سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا ”یہ بھی لحاظ لازم کہ صرف اس دعا کی غرض سے جنازہ اٹھانے کو تعویق و درنگ میں نہ ڈالیں کہ یہاں شرعاً تعیل مامور ہے۔“ (۲) لہذا سوال میں مذکور طریقہ سے اجتناب کریں۔ ہاں اگر جنازہ تیار ہے مگر قبر ابھی تیار نہیں ہے یا کوئی اور ضرورت ہے تو تقریر کرنے اور قوم کو وعظ و نصیحت کرنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ

عیسائی سے نکاح کرنے والی مسلمان عورت کی نماز جنازہ

مسئلہ از: محمد بنین علمی، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: ایسی عورت (جس نے ایک عیسائی سے نکاح کر لیا ہو) کا اگر انتقال ہو تو اس کا جنازہ پڑھا جائے یا نہیں۔ جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۴۴

(۲) الفتاویٰ الرحمیۃ، ج: ۴، ص: ۲۱

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر وہ مسلمان تھی تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کہ نماز جنازہ کے لیے میت کا مسلمان ہونا شرط ہے۔
خواہ وہ متقی و پرہیزگار ہو یا فاسق و فاجر ہو۔ حدیث شریف ہے:

”الصلوة واجبة علیکم علی کل مسلم مات برأ کان او فاجر وان کان علی الکبائر“ (۱)
بہار شریعت میں ہے: ”ہر مسلمان کی نماز پڑھی جائے اگرچہ وہ کیسا ہی گنہگار و مرتکب گناہ ہو۔“
(۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

دیوبندیوں، وہابیوں کو مسلمان سمجھ کر

ان کی نماز جنازہ پڑھنے والا اسلام سے خارج ہے

مسئلہ از: رضا کمیٹی، جیکوڈیا، ضلع بستی

مندرجہ ذیل سوال کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ فرقہ باطلہ مثلاً دیوبندی وہابی کی
نماز جنازہ پڑھنا ان کی مٹی دینا، ان کے یہاں شادی کرنا، ان کا نکاح پڑھنا بحکم شرع کیسا ہے؟
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابی دیوبندی کفری عقائد رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے پیشوا مولوی ”اشرف علی“ تھانوی نے اپنی کتاب حفظ
الایمان میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کل علم غیب کا انکار کرتے ہوئے بعض علم غیب کو ثابت کیا۔
پھر بعض علم غیب کے بارے میں یوں لکھا کہ ”اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر مہمی
و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“ (۳)

اور مولوی ”قاسم نانوتوی“ نے اپنی کتاب تحذیر الناس میں لکھا کہ

(۱) جامع الاحادیث، ج: ۲، ص: ۲۷

(۲) بہار شریعت ج: ۳، ص: ۱۳۶

(۳) حفظ الایمان، ص: ۸

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔“ (۱)
 اور ”مولوی غلیل احمد“ انہ پھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں لکھا کہ
 ”شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے۔ مگر عالم کی وسعت علم کون سی نص قطعی ہے جس سے
 تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔“ (۲) (استغفر اللہ)
 مذکورہ بالا عقیدوں کے علاوہ اس گروہ کے اور بھی کفری عقائد ہیں۔ اسی لیے دیئے اسلام کے سیکڑوں
 علمائے کرام و مفتیان عظام نے ان لوگوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ تفصیل کے لیے ”حسام الحرمین“ اور
 ”الصورم البندیہ“ کا مطالعہ کریں۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ وہابی دیوبندی اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں اور کافر و مرتد کی نماز جنازہ
 حرام و سخت گناہ بلکہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ (۳) یعنی کبھی نماز جنازہ نہ پڑھان کے کسی مردے پر اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہو۔

یوں ہی ان کے یہاں شادی کرنا، ان کا نکاح پڑھنا سب حرام، حرام، اشد حرام ہے۔ جو لوگ یہ جانتے ہیں کہ
 وہابیوں دیوبندیوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر بھی انہیں مسلمان جان کر ان کی نماز جنازہ پڑھتے ہیں
 ان کے یہاں شادی کرتے ہیں ان کا نکاح پڑھاتے ہیں۔ وہ سب اسلام سے نکل گئے۔ ان پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار
 کریں۔ تجدید ایمان و نکاح و بیعت کریں۔ اگر وہ ایسا کر لیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان کا مکمل بایکات کر دیں۔ قال اللہ
 تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۴)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

اگر جنازہ کی نماز میں دیوبندی، وہابی شامل ہو جائیں تو کیا کرے

مسئلہ از: محمد غیاث الدین، ابرکاتی، نصیب گنج، بازار، لکھنؤ، پوسٹ مرزا پور، ضلع بلرا پور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمان کی نماز جنازہ
 میں اگر کچھ دیوبندی، وہابی اور غیر مقلد شامل ہو جائیں تو کیا کیا جائے۔ اگر نکالے سے بھی نہ نکلیں بلکہ کثرت تعداد کی

(۱) تحلیہ الناس، ص: ۲۸

(۲) البراہین القاطعہ، ص: ۵۱

(۳) سورۃ التوبہ آیت: ۸۴

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

وجہ سے طاقت کے بل پر زبردستی پڑھیں یا ولی میت ان کو نہ نکالے تو ایسے نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے کے متعلق حکم شرع دلیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۱) یعنی اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا ہے۔ اور ایک مقام پر فرماتا ہے ﴿الْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ﴾ (۲) یعنی فتنہ قتل سے بھی سخت ہے۔ لہذا اگر نماز جنازہ میں وہابی دیوبندی شریک ہو جائیں اور کسی وجہ سے ان کو صاف سے نہ نکال سکیں۔ مثلاً نکالنے کی طاقت نہیں یا نکالنے میں فتنہ و فساد ہے تو سنی معذور ہیں وہ اگر نماز جنازہ پڑھیں گے تو ان پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

چاپلوسی میں دیوبندیوں کی نماز جنازہ پڑھنے والے حرام کے مرتکب ہیں

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی، بلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ دیوبندی وہابی اور غیر مقلد کی نماز جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے سنی مسلمان کے متعلق کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ان کو مسلمان سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی یا پڑھائی تو کفر ہے۔ پڑھنے اور پڑھانے والوں پر تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے اور اگر یوں ہی تعلق و چاپلوسی اور کسی دنیوی غرض کے لیے پڑھا اور دل سے برا جائتا رہا تو یہ حرام۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ (۳) حدیث پاک ہے ”وَلَا تَصَلُّوا عَلَيْهِمْ وَلَا تَصَلُّوا مَعَهُمْ“ (۴) ایسی صورت میں ان پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

(۲) سورة البقرة، آیت: ۱۹۱

(۱) سورة البقرة، آیت: ۲۸۵

(۳) انوار الحديث، ص: ۱۰۳

(۴) سورة التوبة، آیت: ۸۴

”اہل حدیث فرقہ“ کے جنازہ میں مختلف صورتوں

سے شریک ہونے والے لوگوں کا مختلف حکم

مسئلہ از: مسلمانان محلہ، احمد نگر، بیھوڑی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے محلے میں ایک ہندو ہب کی موت ہو گئی جو اہل حدیث فرقے سے تعلق رکھتا تھا مگر اس کے مرنے کے بعد بہت سے سنی مندرجہ ذیل طریقے سے شامل ہوئے۔ لہذا ان پر کیا شرعی حکم ہوگا؟ جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) میں صرف ٹوپی لگا کر کھڑا تھا جنازہ میں شامل نہیں ہوا۔

(۲) میں صرف میت کا بورڈ لکھا۔

(۳) میں صرف میت کے کام کاج میں لگا تھا۔

(۴) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر ساتھ ساتھ تھا۔

(۵) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر کا ندھا دیا۔

(۶) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر مٹی دیا۔

(۷) میں نے نماز جنازہ نہیں پڑھی مگر قبرستان گیا۔

(۸) میں دوسرے دن قرآن خوانی میں تھا مگر دعا نہیں کی۔

(۹) میں نے قرآن خوانی کی۔

(۱۰) میں نے نماز جنازہ پڑھی۔

(۱۱) میں نے دعا کے لیے صرف ہاتھ اٹھایا قرآن خوانی میں۔

(۱۲) میں نے فاتحہ اور دعا کی مگر معلوم نہیں تھا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہندو ہب کی نماز جنازہ اور دفن، وکفن کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَ﴾

أَبْدَأُ وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۱﴾ یعنی اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ بیشک وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔

اس آیت کریمہ کے تحت صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ فرماتے ہیں:
اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافر کے جنازہ کی نماز کسی حال میں جائز نہیں، اور کافر کی قبر پر دفن و زیارت کے لیے کھڑے ہونا بھی ممنوع ہے۔ (۲)

اور حدیث پاک میں ہے ”لا تصلوا علیہم ولا تصلوا معہم“ (۳)
ان ارشادات سے بد مذہبوں کی نماز جنازہ میں شرکت اور ان کے کفن و دفن اور قرآن خوانی میں جانے کا حکم واضح ہو گیا۔ صورت مسئلہ میں نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۱ تک کے لوگ صدق دل سے توبہ و استغفار کریں اور آئندہ کسی بھی بد مذہب کی میت کے کسی کام میں شریک نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۲ میں مذکور شخص بھی توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
سوال نمبر ۹، ۱۰ میں مذکور افراد نے اگر واقعتاً بد مذہب کی قرآن خوانی کی یا نماز جنازہ پڑھی تو وہ اشد گنہگار اور حرام کام کے مرتکب ہوئے۔ وہ سب توبہ و استغفار کریں اور ایسی حرکت سے پرہیز کرنے کا عزم کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
سوال نمبر ۱۲ میں مذکور افراد نے اگر واقعتاً عدم علم کی بنیاد پر فاتحہ خوانی کی تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر بہتر ہے کہ وہ بھی توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
یکم جمادی الآخرہ ۱۴۳۲ھ

بد مذہب شخص کے لئے دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ ۱: ثار احمد، مقام کلویہ پوسٹ بیارہ قاضی، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں: کہ زید جو ایک سنی عالم ہے اور مدرسہ، مسجد کا خطیب و امام ہے۔ زید عالم نے اجتماع جمعہ میں ایک سیاسی آدمی کی مغفرت کی دعا کی جب کہ سیاسی آدمی سنی دیوبندی غیر مسلم وغیرہ کی تقریب میں شرکت کرتا تھا اور اس کے گھر والے بد مذہب ہی ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں سنی تھا، کچھ لوگ کہتے ہیں دیوبندی تھا جب کہ سیاسی آدمی کی نماز جنازہ غیر مقلد ہی نے پڑھائی ہے۔ ایسے

(۱) سورة العنکبوت، آیت: ۸۴

(۲) عزالان العرفان، حاشیہ بر آیت مذکورہ

(۳) الوار الحلیث، ص: ۱۰۳

میں سنی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا، سلام و کلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سنی عالم زید کو کیا کیا جائے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر وہ سیاسی آدمی مولوی ”قاسم“، نالوتوی ”رشید احمد“، گنگوہی ”خلیل احمد“، ایڈھوی اور ”اشرف علی“ تھانوی وغیرہ علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ جان کر ان کو مسلمان اور اپنا پیشوا مانتا تھا تو اس کے لیے دعائے مغفرت اشد حرام بلکہ کفر ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”فی الحلیۃ نقلًا عن القرافي و اقر الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب الله تعالى فيما اخبر به“ (۱)

اور اگر اس کے عقائد کا علم نہ بھی ہوتا، ہم سوال سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ایک آزاد خیال صلح کلی شخص تھا بہر حال جس سنی عالم نے جان بوجھ کر اس کے لیے دعائے مغفرت کی اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کا بایکاث کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۵ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ

علانیہ گناہ کی پوشیدہ توبہ کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم

مسئلہ از: محمد صاحب حسین بھدک اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی ہے مگر اس کا باپ بکر زندگی بھر وہابیوں کے معبد میں اٹھک بیٹھک کرتا رہا جب بکر کی موت ہوئی تو زید نے اپنے باپ کی نماز جنازہ سنی امام سے پڑھائی۔ عبد اللہ کو جب معلوم ہوا تو زید کو بلا کر کہا کہ آپ کا باپ تو وہابی تھا اور زندگی بھر وہابیوں کے معبد میں اٹھک بیٹھک کرتا رہا۔ اس کی نماز جنازہ آپ نے سنی امام سے کیوں پڑھائی تو اس نے جواب دیا کہ مرنے سے کچھ دن قبل میں نے توبہ کرادی تھی۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ توبہ کیسے کرائی تو اس

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ: ج ۴، ص ۵۳

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

نے جوابا کہا کہ جب میرے باپ چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان اب وہابیوں کے یہاں مت جاؤ اور توبہ کر لو پھر اس کے بعد کلمہ پڑھا دیا یعنی اس کے باپ نے کفر سے توبہ کرنے سے پہلے کلمہ پڑھا اور زید محض کلمہ پڑھنے کو توبہ کرنے سے تعبیر کیا۔ اس پر عبد اللہ نے کہا تمہاری توبہ عند الشرع معتبر نہیں ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے ”توبة السر بالسر والعلانية بالعلانية“ پوشیدہ گناہ کی توبہ پوشیدہ اور اعلانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ ہوتی ہے۔ تم نے علی الاعلان توبہ کیوں نہیں کرائی؟ دوسری بات یہ ہے کہ وہابیوں کا کلمہ پڑھنا اس وقت تک معتبر نہیں جب تک عقائد کفریہ سے توبہ نہ کریں جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے:

”ان انبي بكلمة الشهادة على وجه العادة لم ينفعه ما لم يرجع عما قاله لانه بالاتيان بكلمة الشهادة لا يرتفع الكفر“ اب عبد اللہ کا کہنا ہے کہ جن لوگوں نے نماز جنارہ پڑھی ہے سب کے سب توبہ کریں۔ ایسی صورت میں عبد اللہ کا قول درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملك الوهاب:

جانتے ہوئے برضا و رغبت دیوبندیوں کے پیچھے نماز پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھتا تھا اور دیوبندی کے عقائد کفریہ جانتے ہوئے ان کو مسلمان ماننا کفر ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

”جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے۔ اسی لیے علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر و مرتد لکھا ہے۔ (۱)

اور مفتی حبیب اللہ اشرفی بھاگلپوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: جو امام وہابیوں کو اچھا جانتا ہو اور برضا و رغبت ان کے پیچھے نماز بھی پڑھ لیتا ہو وہ بھی وہابی دیوبندی ہی ہے۔ (۲)

ان ارشادات سے واضح ہوا کہ ”زید“ کا باپ ”بکر“ از روے شرع دیوبندی تھا کہ زندگی بھر دیوبندی امام کی اقتدار تارباب جب تک کہ بکر وہابیہ بالخصوص طواغیت اربعہ کو علی الاعلان کافر نہ کہے اس کی توبہ صحیح نہیں ہوگی۔

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۷۷

(۲) حبیب الفتاویٰ، ج: ۱، ص: ۲۵۱

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

ایسا شخص جب تک وہابیہ خصوصاً ان دیوبندیوں کو جنہیں علمائے حرمین شریفین نے کافر لکھا نام بنام بالا اعلان کافر نہ کہے۔ اس کی توبہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ (۱)

لہذا بکرنے جب دیوبندیت سے توبہ نہ کی صرف کلمہ پڑھ لیا تو اس کی توبہ عند الشرع غیر معتبر ہے اور اس کے مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھنا ناجائز۔ جن مسلمانوں نے بکر کے متعلق جانتے ہوئے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی ان پر توبہ واستغفار لازم ہے اور عبد اللہ کا قول حق و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیمہ اتم و احکمہ۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد درس دارالعلوم علیہ جہد اشانی بستی

بغیر کسی عذر کے جان بوجھ کر بد مذہب کی نماز جنازہ پڑھنا

مسئلہ از: سید افتخار الحسن برکاتی، محلہ قاضی گڑھی موراؤں، ضلع اٹالہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید عالم دین و مفتی بھی ہے۔ انہوں نے ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھی جس کی وہابیت مشہور ہے۔ قصبہ کے کچھ ذمہ داروں نے ان سے یہ کہا کہ آپ خود مفتی ہیں۔ آج تک اپنی تقریر میں یہی بیان فرمایا۔ نہ وہابیوں کی نماز جنازہ پڑھو، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو پھر آپ نے ایسے شخص جس کی وہابیت مشہور ہے اس کی نماز جنازہ کیسے پڑھ لی تو اس کے جواب میں کہا کہ میں بغیر نیت کیے ہوئے ایسے کھڑا ہو گیا تھا۔ واضح رہے کہ نہ کسی کا اصرار تھا نہ ہی کسی کا زور و دباؤ۔ مزید برآں کہ نماز جنازہ پڑھانے والا امام خود وہابی تھا۔ اس واقعہ کو تھوڑا عرصہ گزرا تھا پھر ایک ایسے شخص کا انتقال ہوا جو نماز و حج گناہ اور نماز جمعہ جماعت اسلامی کی مسجد میں انہیں کے امام کی اقتدا میں تاحیات ادا کرتا رہا۔ ایسے شخص کے انتقال کے بعد اس کا جنازہ سنیوں کی جامع مسجد میں لایا گیا ایسے شخص کی نماز جنازہ مذکورہ عالم دین و مفتی صاحب کے علاوہ دوسرے ذمہ داروں نے ادا کی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے متعلق حکم شرع کیا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح فرما کر ممنون کرم فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابیت ارتداد ہے اور وہابی کافر و مرتد اور بد دین ہے اور کافر کی نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيهِ وَلَا تُقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ

﴿لَيْسَ قَوْلُكَ﴾ (۱) لہذا زید پر لازم ہے کہ علامیہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کرے اور زید کا یہ کہنا کہ میں یوں ہی کھڑا ہو گیا تھا جب کہ نہ کسی کا خوف نہ ڈر تو اس کا یہ کہنا ہرگز قابل قبول نہیں۔ ورنہ یہ فساد عظیم کا سبب اور مسلمان کے ایمان و عقیدے کی بربادی کا ذریعہ ہو جائے گا۔

توجہ ہے کہ زید عالم و مفتی ہو کر ایسی حرکت کرتا ہے اور لوگوں کے اعتراض کرنے پر ایک جاہلانہ جواب دیتا ہے ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم“ زید جب تک توبہ واستغفار نہ کرے اس سے قطع تعلق کر لیا جائے ﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَإِنَّمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) اسی طرح جو زندگی بھر جماعت اسلامی اور مودودی جماعت کے امام کی اقتدا کرتا رہا۔ اس کی نماز جنازہ پڑھنے پڑھانے والوں پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے کہ مودودیت بھی وہابیت کی ہی ایک شاخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

نماز جنازہ کے لیے جگہ کا پاک ہونا شرط ہے

مسئلہ از: قاری احمد کلیل نورانی خلیل آبادی، بھیڑی منڈی، بھیرت گنج، بکھنؤ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام ذیل کے مسئلہ کے بارے میں؟

ہمارے محلہ میں بھیڑی منڈی ہے جس میں بھیڑ، بکری وغیرہ فروخت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے گندگی بھی بہت رہتی ہے۔ ہارٹ کے موسم میں بکریوں کی منگی اور پیشاب سے پورا کچھڑ رہتا ہے اور گرمی کے موسم میں کچھڑ تو نہیں رہتا ہے لیکن جگہ جگہ منگی اور پیشاب اور ان کی بد بو رہتی ہے اور وہاں پر نماز جنازہ پہلے سے ہوتی آرہی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی جگہ پر نماز جنازہ پڑھنا پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ صحیح جواب تحریر فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس طرح ہر نماز کے لیے جگہ کا پاک ہونا ضروری ہے یوں ہی نماز جنازہ کے لیے بھی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وکل ما یعتبر شرطاً لصحة سائر الصلوات من الطهارة الحقیقة والحکمیة“ (الی

(۱) سورۃ التوبہ، آیت: ۸۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

قوله) يعتبر شرطاً لصحة الجنائز هكذا في البدائع“ (۱)

اور حضور صدر الشریعہ مفتی ”امجد علی“ قدس سرہ فرماتے ہیں:

نماز جنازہ میں دو طرح کی شرطیں ہیں۔ ایک مصلیٰ کے متعلق دوسری میت کے متعلق۔ مصلیٰ کے لحاظ سے تو وہی شرطیں ہیں جو مطلق نماز کی ہیں۔ یعنی مصلیٰ کا نجاست حکمیہ و حقیقیہ سے پاک ہونا نیز اس کے پکڑے اور جگہ کا پاک ہونا۔ (۲)

اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قدس سرہ اسی قسم کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

اگر وہ جگہ پیشاب وغیرہ سے ناپاک تھی یا جن کے جوتوں کے تلے ناپاک تھے اور اسی حالت میں جوتہ پہنے ہوئے نماز پڑھی۔ ان کی نماز نہ ہوئی۔ (۳)

اور حدیث شریف ہے:

”نہی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی فی سبعة مواطن فی المزیلة..... الخ“ (۴) ان تمام اقوال و عبارات سے واضح ہوا کہ نماز جنازہ کے لیے جگہ کا پاک و صاف ہونا ضروری ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں ایسی جگہ پر نماز جنازہ پڑھنا پڑھنا درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

گناہوں سے توبہ کرنے والی میت کے متعلق احکام

مسئلہ از: خورشیدہ بیگم، فوجدار پارہ، رائے گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

میری والدہ حمیدہ بیگم ایک غیر مسلم کے ساتھ کئی برسوں تک میاں بیوی کی حیثیت سے رہی۔ آج سے تقریباً دس سال پہلے انہوں نے اعلانیہ توبہ کیا اور کلمہ بھی پڑھا اور اس غیر مسلم سے علیحدہ ہو گئی۔ میں حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ اس کے بعد میری والدہ حمیدہ بیگم نے کوئی غیر شرعی کام نہیں کیا۔ بلکہ گھر میں قرآن پاک کی تلاوت کرتی، رمضان اور محرم کے

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۸۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۴۶

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۸۸

(۴) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۷۱

روزے رکھتی تھی، نماز بھی پڑھتی تھی، بظہرہ ذکوۃ بھی برابر ادا کرتی تھی۔ کچھ روز قبل ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ غور طلب سوالات مندرجہ ذیل ہیں۔ برائے کرام قرآن و حدیث اور شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

- (۱) میری والدہ حمیدہ بیگم مسلمان مری یا مرتد ہو کر مری؟
- (۲) ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟
- (۳) ان کو مسلمان کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا یا نہیں؟
- (۴) ان کا تیجہ چہلم برسی وغیرہ ہوگا یا نہیں؟
- (۵) اگر ہوگا تو جو مسلمان ان کی نماز جنازہ، اور تیجہ، چہلم وغیرہ پر اعتراض کرے تو شریعت مطہرہ میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حدیث شریف ہے:

”عن عائشة قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللہ علیہ“ (۱) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

”یا ابن آدم لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی غفرت لک“ (۲) یعنی پروردگار کا فرمان ہے کہ اے انسان اگر تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے معافی مانگے اور بخشش چاہے تو میں تجھے بخش دوں گا۔

اسی طرح ایک اور حدیث پاک ہے:

”عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ“ (۳) یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: گناہ سے توبہ کرنے والا شخص ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کوئی گناہ ہی

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۰۳

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۰۴

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۰۶

نہیں کیا۔

ان تمام حدیثوں سے مثل آفتاب یہ بات واضح ہوگئی کہ بندہ جب صدق دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ رحیم و کریم اپنی رحمت و عنایت سے اس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔

لہذا جب آپ کی والدہ حمیدہ بیگم نے اپنے گناہوں سے علانیہ توبہ و استغفار کر لیا اور احکام شرعیہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنی زندگی کو بسر کیا تو بلاشبہ انہیں مسلمان ہی کہا جائے گا اور ان پر احکام اسلام ہی جاری ہوں گے۔ ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور ان کی روح کو ایصال ثواب کے لیے تیجہ اور چہلم اور برسی وغیرہ کرنا بھی درست ہوگا۔ جو لوگ ان کی نماز جنازہ پر بلاوجہ شرعی اعتراض کرتے ہیں وہ غلط کار و گنہ گار ہیں۔ ان کو اعتراض کرنے سے باز آنا چاہیے کہ جب پروردگار عالم صدق دل سے توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ تو پھر بندے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس پر اعتراض کرے۔ لہذا ایسے لوگ توبہ و استغفار کریں اور احکام شرعیہ میں دخل اندازی سے باز رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

مزارات کو اکھاڑنا و ہابیوں کا طریقہ ہے

مسئلہ از: عبدالرحیم خان، سکریٹری مدرسہ انوار العلوم، مریا خاص، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں:

محلے میں دو مزارات ہیں جن کے متعلق زید اپنے ملنے جلنے والوں سے کہتا ہے کہ اگر گاؤں والے کہہ دیں تو

میں ان قبروں کو اکھاڑ کر پھینک دوں۔ ایسی صورت میں زید پر کیا حکم شریعت نافذ ہوتا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

قبروں اور مزاروں کو اکھاڑ پھینکنے کی مذموم و قبیح حرکت فرقہ و ہابیہ خبیثہ کا طریقہ ہے۔ اگر زید اپنے وہابیت زدہ عقیدے کی بنا پر ایسا کہتا ہے تو وہ گمراہ و بددین، دشمن اسلام و مسلمین اور اولیائے کرام کا گستاخ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنے عقائد باطلہ و خیالات فاسدہ سے علانیہ توبہ و استغفار کرے اور اس طرح کے گستاخانہ کلمات بکنے سے باز آئے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ ارشاد خداوندی ہے ﴿فَلَا تَقْعُدُوا عَنْهُ﴾

الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١﴾ واللّٰهُ تَعَالٰی اعْلَمُ بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

ایک ساتھ چند جنازوں کی نماز جائز ہے

مسئلہ از: شیر محمد قادری، سنی جامع مسجد امام ہاڑہ راکو پر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) مرد و عورت ایک ساتھ انتقال کر گئے۔ دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھنے سے نماز جنازہ ہو جائے

کی یا نہیں۔ مفصل بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نماز جنازہ ہو جائے گی۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لو اجتمعت الجنائز بخیر الإمام ان شاء صلی علی کل واحد علی حدة وان شاء علی

الکل دفعة بالنية علی الجميع کذا فی معراج الدراية“ (۲) یعنی اگر چند جنازے ہوں تو امام کو اختیار ہے

چاہے تو سب کی الگ الگ اور چاہے تو ایک مرتبہ میں سب کی نیت کر کے پڑھ دے ایسا ہی معراج الدارایہ میں ہے۔

اور آگے تحریر ہے ”یصف الرجال الی جهة الإمام ثم الصبيان ثم الخنثائي ثم النساء“ (۳) یعنی جب

چند جنازہ مختلف نوع کے اکٹھا ہوں تو ان میں امام کے آگے پہلے مردوں کو، پھر بچوں کو، پھر خنثی کو، پھر عورتوں کو رکھا

جائے گا۔

اس سے واضح ہوا کہ اگر مرد و عورت دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھی جائے تو ہو جائے گی۔ ہاں الگ

الگ پڑھنا اولیٰ ہے۔ درمختار میں ہے: ”لو اجتمعت الجنائز فافراد الصلاة علی کل واحدة اولیٰ من

الجمع وان جمع جازاھ۔“ (۴) واللّٰهُ تَعَالٰی اعْلَم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰ ر شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ مع قاضی خان ج: ۱، ص: ۱۶۵

(۳) حوالہ سابق

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۱۸

نسبندی کرانے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

مسئلہ ۱۵: غلام محی الدین قادری، مقام آغا پورہ، پوسٹ دھانے پور، ضلع گوڈا، یوپی کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ نے اپنی نسبندی نہ جاننے کی بنیاد پر کرائی تھی لیکن اب وہ اس امر پر نادم ہے تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہ پڑھی جائے گی اور اگر نہیں پڑھی جائے گی تو اگر کسی نے پڑھا دیا تو اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مدلل و مفصل بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہندہ اگر سنیہ صحیحہ العقیدہ ہے تو بے شک اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ نسبندی کرانا ناجائز و حرام ہے مگر کفر نہیں ہے۔ تو جس طرح نماز ترک کرنا حرام، واڑھی منڈانا حرام، شراب پینا حرام ہے مگر ایسے لوگوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اسی طرح نسبندی کرانے والے کی بھی نماز جنازہ کا حکم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”الصلوة واجبة علی کل مسلم یموت ہرأ کان او فاجراً وان عمل الکبائر“ (۱) یعنی تم پر ہر مسلمان کی نماز جنازہ پڑھنا فرض ہے۔ نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں۔ درمختار و رد المحتار میں ہے:

”هی فرض علی کل مسلم مات خلا الاربعة بغاة وقطاع الطريق فلا یصلوا ولا یصلی علیہم اذا قتلوا فی الحرب وکذا اهل عصابة و مکابر فی مصر لیلاً بسلاح و خناق خنق غیر مرة فحکمهم کالبغاة ولا یصلی علی قاتل احد ابویه اهانة له الحقہ فی النہر بالبغاة“ (۲) سرکار اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قدس سرہ فرماتے ہیں: ”بعد موت ہر سنی صحیح العقیدہ کو غسل و کفن دینا، اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا الا ما استثنیٰ و لیس ہنا منهم فرض قطعی علی الکفایۃ ہے۔ اگر سب چھوڑ دیں جن جن کو اطلاع تھی سب گنہگار و تارک فرض و مستحق عذاب ہوں گے۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۴۲۳/۴/۲۱ھ

(۱) السنن لابی داؤد، ج: ۲، ص: ۳۴۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۱۰

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۸۶

نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرے

مسئلہ از: محمد وارث خان، تھاوے ٹولہ، بھانٹ پار، ضلع دیوڑیا، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں کہ ”نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا چاہیے یا باندھ کر، مسئلہ شریعہ سے آگاہ کریں۔“

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کچھ پڑھے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کھول کر سلام پھیرنا چاہیے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے“ (۱)

اسی طرح حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ نے (۲) تحریر فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۸ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

زندہ پیدا ہونے والے بچے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی

مسئلہ از: اختر علی نظامی، مقام وپوسٹ چوکوا، سنہا، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے دولڑکے پیدا ہوئے۔ پہلے لڑکی پیدا ہوئی۔ پیدا ہونے کے بعد زندہ رہی پھر فوراً انتقال کر گئی۔ اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا اور لڑکا تقریباً پندرہ منٹ تک زندہ رہا پھر وہ بھی انتقال کر گیا۔ لیکن ان میں سے کسی نے چیخ نہ لگائی۔ ایسی حالت میں ان دونوں کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس مسلمان مرد یا عورت کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر نکلنے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کو غسل

(۱) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۱۵۴

(۲) فتاویٰ لبض الرسول، ج: ۱، ص: ۴۳۹

وکن دیں گے اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ زندہ پیدا ہونے کے لیے جو غنا ضروری نہیں ہے، بلکہ بچہ کی ماں یا جنائی کی شہادت ہی کافی ہے۔ ملک العلماء امام کا سانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

”کل مسلم مات بعد الولادة یصلی علیہ صغیراً کان او کبیراً ذکر اکان او النبی.“ (۱)
اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”ویصلی علی کل مسلم مات بعد الولادة صغیراً کان او کبیراً“ (۲)
لہذا ہندو کے دونوں بچوں کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ اگر کسی نے بھی نہیں پڑھی تو سب گنہگار ہوں گے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

مزارات کا طواف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جماعت اسلامیہ، قصبہ لکھنؤ، ضلع پٹنہ، ایم پی
کیا فرماتے ہیں وارثین انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اولیاء کرام کے مزارات مقدسہ کا طلب شفا کی نیت سے طواف (چکر لگانا) کرنا درست ہے یا نہیں حالاں کہ طواف کرنے والوں کو آرام ملتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:
”بعض ملانے اجازت دی ہے مجمع البرکات میں ہے ”ویمکنہ یطوف حولہ ثلاث مرات فعل ذالک“ مگر راجح قول یہ ہے کہ ممنوع ہے۔ مولانا علی قاری منک متوسط میں تحریر فرماتے ہیں ”الطواف من مختصات الکعبۃ فیحرم حول قبور الاولیاء والاولیاء“ (۳)
اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ مزارات مقدسہ کا بطور تبرک طواف کرنا بھی ممنوع ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

(۱) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۴۷

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۶۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۸۱

کیا قبر پر اذان دینا جائز ہے؟

مسئلہ اذ: زبیر احمد، گرام دیورا، پوسٹ دسپا پراسا، ضلع بہتھی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:-

قبر پر اذان دینا جائز ہے یا نہیں۔ اسی طرح وہاں فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان
فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مردہ کو قبر میں رکھنے کے بعد اذان دینا جائز و مستحسن ہے اس کا ثبوت بہت سی معتبر اور مستند کتب سے ہے۔
چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ”لَقِنُوا امواتکم لا اِلهَ اِلاَ اللّٰہُ“ (۱) یعنی اپنے مردوں کو کلمہ طیبہ سکھاؤ۔
اس سکھانے سے بعد دفن سکھانا مراد ہے۔ جیسا کہ ”علامہ ابن عابد بن“ ثامی قدس سرہ فرماتے ہیں ”امّا
عند اہل السنۃ فالحدیث ای لَقِنُوا امواتکم معقول علی حقیقۃ و قد روی عنہ علیہ السلام انہ امر
بالتلقین بعد الدفن“ (۲) یعنی اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے مروی ہے آپ نے دفن کرنے کے بعد تلقین کا حکم دیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد مردے کی قبر پر ”لا اِلهَ
اِلاَ اللّٰہ“ پڑھنا سنت رسول اکرم علیہ السلام ہے اور اذان میں اس کلمہ کا ہونا سب کو معلوم ہے۔ لہذا اذان کہنا گویا
ارشاد نبوی پر عمل کرنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

”اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطٰنُ لَہُ ضَرَاطُ حَتّٰی لَا یَسْمَعُ التَّادِیْنَ“ (۳) یعنی ”جب نماز کی
اذان ہوتی ہے تو شیطان ”گوز“ لگاتا ہوا بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔

اور جب مردہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو شیطان وہاں پہنچ کر مردے کو بہکاتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے
کہتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے۔ چنانچہ نوادر الاصول میں امام محمد بن علی ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اِذَا سَمِعَ الْمِیّتَ مِنْ رِبْکَ یُرٰی لَہُ الشَّیْطٰنُ فِیْ صَوْرَتِ فِیْشِیْرِ اِلٰی نَفْسِہِ اِنِّیْ اَنَا وَبِکَ
فَلْہٰذَا وَرَدَ سَوَالُ التَّثْبِیْتِ لَہُ حِیْنَ یَسْئَلُ“ (۴) یعنی میت سے جب سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۴۰

(۲) بدائع المحار، ج: ۱، ص: ۵۷۱

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۳

(۴) نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول، ص: ۳۲۳

شیطان اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ تیرا رب میں ہوں۔ اسی لیے وارد ہے کہ حضور علیہ السلام نے میت کے سوالات کے وقت اس کے لیے ثابت قدم رہنے کی دعا فرمائی۔

لہذا جب قبر پر اذان دی جائے گی تو شیطان اذان کی برکت سے بھاگے گا اور میت کو اس سے امن حاصل ہوگا علاوہ انہیں یہ بھی ثابت ہے کہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کے بعد قبروں پر تکبیر کہی ہے۔ اس سے بھی قبر پر اذان دینا ثابت ہوتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے رسالہ مبارکہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" کا مطالعہ کریں۔

اور قبر پر فاتحہ پڑھنا بلاشبہ جائز و مستحب ہے کہ فاتحہ نام ہے ایصالِ ثواب کا اور مردے کے نام ایصالِ ثواب کرنے سے متعلق متعدد احادیث وارد ہیں یونہی قبرستان میں جانا اور زیارت قبور کرنا بھی سنت ہے اور وہاں جا کر قرآن مجید پڑھنا رحمت الہی کے نزول کا سبب ہے۔ اس لیے قبروں پر جا کر فاتحہ پڑھنا ہرگز ناجائز نہیں ہے بلکہ کارِ ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

ہندو کی مرنی کا کھانا کھانا کہ اس کو ثواب پہنچے کفر ہے

مسئلہ از: اکرام برکاتی، کلشبرہ، بازار گھور کپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین: زید ایک حافظ و قاری ہے اور ایک دارالعلوم کا صدر مدرس بھی اور زید کے تابع تمام طلبہ و مدرسین رہتے ہیں اور گاؤں میں زید کی مقبولیت بھی ہے اور اس گاؤں میں ہندو مسلم دونوں آباد ہیں۔ اتفاق سے ایک ہندو بیٹے کا انتقال ہو گیا اور اس ہندو بیٹے کے لڑکے نے اپنے باپ کی مرنی کا کھانا کیا اور گاؤں کے مسلم لوگوں کو بھی دعوت دی اور دارالعلوم کے بھی مدرسین اور طلبہ کی بھی دعوت دی تو گاؤں کے مسلم لوگوں نے اس غیر مسلم کے مرنی کا کھانا کھایا اور دارالعلوم کے مدرسین و طلبہ نے اس غیر مسلم کے مرنی کا کھانا کھایا اور زید جو دارالعلوم کا پرنسپل ہے اس نے طلبہ کو اس مرنی کے کھانے پر مجبور کر کے طلبہ کو کھانا کھلوا دیا اور زید جو دارالعلوم کا صدر مدرس ہے وہ گاؤں کی جامع مسجد کا امام بھی ہے۔

اب زید جو دارالعلوم کا پرنسپل ہے اس پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ شریعت کی رو سے اس پر کیا کیا چیزیں لازم آتی ہیں اور گاؤں والوں نے جو اس غیر مسلم کے مرنی کا کھانا کھایا ہے تو گاؤں والوں پر کیا شریعت کا حکم نافذ ہوتا ہے؟ عند اللہ اس کو بیان فرمائیں، عین کرم ہوگا۔ بہنو اتوجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ہندوہ کے مرنے کے کھانے میں جانے والوں کی یہ نیت تھی کہ اس کھانے کا ثواب اسے پہنچے تو یہ کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں۔ قبر کافر کی زیارت حرام اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر۔“ (۱)

ایسی صورت میں جتنے مسلمان کھانا کھانے گئے اور نیت ایصال ثواب کی کی ان سب پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اور اگر بہ قصد ایصال ثواب نہیں بس کسی دنیوی مقصد کے تحت چلے گئے تو توبہ و استغفار لازم اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

پختہ قبر بنانے کے لیے نعش کو منتقل کرنا جائز نہیں

مسئلہ از: ڈاکٹر محمد فیروز، شہر بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید کا انتقال ہوا۔ انتقال سے پہلے اس نے یہ وصیت کی کہ مجھے فلاں جگہ دفن کیا جائے۔ چنانچہ اس کے ورثہ نے اس زمین کے مالک کو معاوضہ دے کر زید کو وہاں دفن کر دیا۔ کچھ دنوں کے بعد زید کے ورثہ نے قبر کو پختہ بنانے کی تیاری کی جس پر آبادی کے لوگوں نے سخت مخالفت کی اور کہا کہ یہاں پر زید کا مزار ہرگز بننے نہیں دیا جائے گا۔ اگر پختہ مزار بنانا ہے تو اپنی جگہ میں لے جاؤ۔ زید کے ورثہ نے دفن کے سولہویں دن میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کر دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کے ورثہ نے ایک قبر سے دوسری جگہ جو منتقل کیا ان کے اس عمل پر شرعاً کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

محض پختہ قبر بنانے کے لیے نعش کو منتقل کرنا جائز ہے۔ درمختار میں ہے ”ولا یخرج منه بعد اہالہ

الغراب إلا لحق آدمی“ (۲)

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۲۰۸

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۱، ص: ۶۰۲

سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"صورت مذکورہ میں عیش حرام، نخت حرام اور میت کی اشد توہین و تہک و استہزاء و رب العالمین ہے جو بیٹا باپ کے ساتھ ایسا چاہے عاق و ناخلف ہے۔" (۱) لہذا زید کے ورثہ پر ہار گاہ رب العزت میں صدق دل سے توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

نتیجہ، چالیسواں وغیرہ کے کھانے کا کیا حکم ہے

مسئلہ از: محمد سراج الدین، مدرسہ غوث العلوم محمود پور، سعد اللہ نگر، بلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نتیجہ دسواں وغیرہ کا کھانا نہیں کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس کھانے سے بچتا ہوں کیوں کہ بچنا بہتر ہے اور عمر جو کہ ایک عالم ہے اس کا کہنا ہے کہ اس کھانے سے بچنا نہ ہی شریعت سے ہے نہ ہی تقویٰ ہے اور عمر نتیجہ دسواں کے کھانے کی وضاحت اس طرح کرتا ہے کہ اصل کھانے پر فاتحہ ہوتی ہے اور فاتحہ میں اس کھانے کا ثواب تمام بزرگوں کی روجوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ تو اب یہ کھانا عام مردوں کا کھانا نہ رہا۔ بلکہ بزرگوں کا حرم ہو گیا۔ لہذا اس کھانے کو کھانے میں کوئی قباحت نہیں اور عمر زید پر اپنے اس قول کی بنا پر دباؤ ڈالتا ہے کہ وہ بھی ضرور نتیجہ دسواں، بیسواں، ششماہی برسی وغیرہ کے کھانے کو کھائے اور احترام نہ کرے۔

(الف) عمر کا یہ کہنا کہ اس کھانے سے احترام کرنا شریعت سے نہ ہی تقویٰ ہے؟

(ب) عمر کا نتیجہ وغیرہ کے تعلق سے یہ تاویل پیش کرنا کہاں تک صحیح ہے؟

(ج) عمر کا زید پر دباؤ ڈالنا کہ وہ بھی اس کھانے کو ضرور کھائے۔ از روئے شرع مندرجہ بالا سوالات کا

جوابات مفصل بیان فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

نتیجہ وغیرہ عام مسلمین کے نام پر کی گئی فاتحہ کے کھانے اگرچہ صدقات نافلہ ہیں جن کا کھانا غریب و مساکین کے علاوہ اغنیاء کو بھی جائز و درست ہے۔ مگر اصلاً وہ غریب و فقرا کا حق ہے تو ان کو کھلانے میں زیادہ ثواب ہے اور اغنیاء کو کھلانے میں کم ثواب ہے۔ چنانچہ زین الملت والدین علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ ذخیرہ کے حوالہ سے رقمطراز

ہیں ”فی الصدق علی الغنی نوع قرۃ دون قرۃ الفقیر“ (۱) یعنی غنی پر صدقہ بھی ایک قسم کا ثواب ہے مگر فقیر پر صدقہ سے قربت و ثواب میں کم ہے۔“

اسی لیے سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام ”احمد رضا“ قادری بریاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جا بجا فرمایا ہے کہ تیجہ چالیسواں کا کھانا اغنیا کو مناسب و بہتر نہیں ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ”فقیر لے کے خود کھائے اور غنی لے ہی نہیں اور لے لیے ہوں تو مسلمان فقیر کو دے دے۔ یہ حکم عام فاتحہ کا ہے۔“ (۲)

اور فرماتے ہیں: ”عوام مسلمین کی فاتحہ چہلم برسی ششماہی کا کھانا بھی اغنیا کو مناسب نہیں“ (۳) اور فرماتے ہیں:

”وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصالِ ثواب کے لیے بہ نیت تصدق دیا جاتا ہے۔ فقرا اس کے لیے احق ہیں۔ اغنیا کو نہ چاہیے۔“ (۴)

ان تمام ارشادات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ زید اپنے قول میں حق بجانب ہے اور عمر کا یہ کہنا کہ طعام میت سے احتراز نہ شریعت نہ تقویٰ اس کا یہ قول غیر معتبر اور تصریحات فقہائے کرام خصوصاً سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قد سرہ کے ارشادات کے خلاف اور لغو ہے۔ یوں ہی اس کی تاویل مذکور بھی غیر معتبر ہے۔ کیوں کہ ان کھانوں کا مقصود اصلی مردوں کو ثواب پہنچانا ہے تو وہ طعام میت ہی کہا جائے گا اور اس پر وہی حکم نافذ ہوگا۔

حدیث پاک ہے ”إنما الاشیاء بالنیات“ (۵) اور عمر کا زید پر دباؤ ڈالنا اور طعام میت کو کھانے پر مجبور کرنا غلط اور نادرست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

تیجہ چالیسواں، برسی وغیرہ میں اعز و اقربا کی دعوت نا جائز ہے

مسئلہ از: محمد اجمل، جماعت سابعہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

(۱) البحر الرائق، ج: ۵، ص: ۱۸۷

(۲) الفعای الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۲۵

(۳) الفعای الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۲۵

(۴) الفعای الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۱۳

(۵) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۱

زید نے اپنے والد کا چالیسواں کیا جس میں اس نے فرہا و مساکین کو مدعو کیا نیز اپنے عزیز واقارب کو مدعو کیا۔
 زید اپنے والدین کے چالیسواں میں اپنے عزیز واقارب کو کھلا سکتا ہے یا نہیں؟ اور آج جو لوگ اپنے والدین کے
 چالیسواں میں اپنے عزیز واقارب کو کھلاتے ہیں ان کا وہ کھانا کھانا کیسا ہے؟ نیز اگر زید اس دن اپنے عزیز واقارب کو
 کھانا کھانا چاہے تو کیا کرے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں، عین نواز ہوگی۔
 ”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

چالیسواں کا کھانا غرباء و مساکین اور اعزاد اقربا سب کے لیے جائز ہے کہ یہ صدقہ نفلہ ہے۔ صدقہ
 واجبہ نہیں ہے۔ البتہ اس کھانے کی دعوت کرنا اور شادی بیاہ کی طرح عزیز واقارب اور احباب کو مدعو کرنا ناجائز اور
 بدعت قبیحہ ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”یسکرہ اتخاذ الضیافۃ من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لا فی الشرور
 وہی بدعة مستقبحة“ (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لایباح اتخاذ الضیافۃ عند ثلاثة ايام کذا فی التاتار خانیۃ“ (۲)
 اور حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”میت کے گھر کھانے والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز اور بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی
 کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت۔“ (۳)

حاصل یہ کہ طعام میت کے لیے دعوت ناجائز ہے۔ میت کے نام پر بنا ہوا کھانا ناجائز نہیں۔ لہذا زید اگر
 اپنے احباب واقارب کو کھانا کھانا چاہے تو بلا دعوت وقت پر بلا کر کھلا دے یا ان کے گھر بھیجوا دے جس طرح سے عام
 طور پر لوگ محرم کے مہینے میں کچھڑا پکا کر بلا دعوت سب کو کھلاتے ہیں۔ البتہ زید کو چاہیے کہ اس طرح کا کھانا غربا
 و مساکین کو کھلائے اور اغنیاء بھی ایسے کھانوں سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ جمادی الآخرہ ۱۴۲۸ھ

(۱) بد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۰۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۱۶۷

(۳) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۱۶۹

اذان قبر کا ثبوت معتبر و مستند کتابوں سے

مسئلہ اذ: عہد الکرمیم النظامی، ساکن پنکھوہاری، ہنگلی بازار، بہشتی، یوپی کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: اذان قبر کا ثبوت کہاں سے ہے؟ نیز قبر پر اذان دینا کیسا ہے؟ اور اذان کیوں دی جاتی ہے؟ جب کہ زید کا کہنا ہے کہ حضور کے زمانے میں اذان قبر نہیں ہوتی تھی اور اس زمانے میں ہو رہی ہے جب کہ حضور کی حدیث ہے ”کل بدعة ضلالة“ لہذا اس کے تحت اذان قبر بھی بدعت و گمراہی ہے۔ کیا زید کا کہنا صحیح ہے۔ نیز زید پر شرعی حکم کیا ہوگا؟ جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مردہ کو قبر میں دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینے کا ثبوت بہت سی معتبر و مستند کتب سے ہے۔ حدیث شریف ہے: ”لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ۔“ (۱) یعنی اپنے مردوں کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرو۔ اور یہاں تلقین بعد دفن مراد ہے جیسا کہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اما عند اهل السنة فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ محمول علی حقیقة وقد روی عنه علیہ الصلوٰۃ والسلام انه امر بالتلقین بعد الدفن“ (۲) یعنی: ال سنت کے نزدیک حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: آپ نے دفن کرنے کے بعد لا الہ الا اللہ کی تلقین کا حکم دیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد مردے کی قبر پر لا الہ الا اللہ پڑھنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اذان میں اس کلمہ کا ہونا سب کو معلوم ہے۔ لہذا اذان کہنا گویا ارشاد نبوی پر عمل کرنا ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے: ”اذا لودی للصلوٰۃ ادبر الشیطان لہ ضراط حتی لا یسمع التاذین۔“ (۳) یعنی جب نماز کی اذان ہوتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ اذان نہیں سنتا۔ اور جب

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۱۴۰

(۲) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۵۷۱

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۳

مردہ قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو شیطان وہاں بھی پہنچ کر مردے کو بہکاتا ہے۔ اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ تو مجھے خدا کہہ دے لہذا جب قبر پر اذان دی جائے گی تو شیطان اذان سن کر بھاگے گا اور میت کو اس سے امن حاصل ہوگا۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ قبر پر اذان دینا حکم حدیث پر عمل کرنا ہے۔ اس سے مردے کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے اور یہ سب کام بلاشبہ جائز و درست ہے۔ مزید تفصیل کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ مہار کہ "ایذان الاجر" کا مطالعہ کریں۔ زید اگر وہابیت کی بنا پر ایسا کہتا ہے تو وہ گمراہ و بے دین ہے۔ اس پر توبہ و استغفار لازم و ضروری ہے اور اگر اپنی جہالت میں کہتا ہے تو اسے بے علم فتویٰ دینا حرام ہے۔ بہر حال اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اور عقائد اہل سنت پر کاربند رہنا فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ

مسئلہ: از محفوظ عالم رضوی ثیا برج کلکتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟ بیہوا تو جہروا
"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب

سنن دارقطنی میں ہے "عن ابن عباس قال صلی جبریل علیہ السلام علی آدم علیہ السلام

کبر علیہ ازبعا صلی جبریل بالملئکۃ یومئذ و دفن فی مسجد الخیف (۱)

یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کی چار تکبیر کہہ کر نماز جنازہ پڑھی اس دن حضرت جبریل نے فرشتوں کو نماز پڑھائی اور حضرت آدم مسجد خیف میں مدفون ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نماز جنازہ حضرت جبریل علیہ السلام نے پڑھائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد ورس دارالعلوم علیہ جمد اشاعی، یوپی

۱۸ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

وہابی کی عیادت اور نماز جنازہ میں شرکت

مسئلہ از: مولانا کمال احمد قادری، مقام پردہ پوسٹ مین جوت گور اچوکی، ضلع کوئٹہ یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید اپنے کو کسی کہتا ہے اور خود دیوبندی اور وہابی کی عیادت کرتا ہے اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرتا ہے اور ان کے خاندان میں رشتہ کرتا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ایمان سلامت رہا یا نہیں؟ اور جو ایسے شخص کے ساتھ کھانے پینے اور ساتھ میں اٹھے، بیٹھے ان لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بد مذہبوں کی عیادت کرنا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا، ان سے رشتہ کرنا سب ناجائز ہے۔ حدیث پاک میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں

”ان الله اختارنى واصحابا واصهارا و مسیاتی قوم یسبونیهم و ینقصونیهم

فلانجالسوہم ولا تشاربوہم ولا تواکلہم ولا تناکحوہم ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معہم۔“ (۱)

جب بد مذہب کا یہ حکم ہے تو جو کافر و مرتد ہو اس کا حکم کتنا سخت ہوگا۔ صورت مسئلہ میں اگر زید وہابی دیوبندی کے عقائد کفریہ کو جان کر ان کو مسلمان مانتا ہے اور ان کی عیادت کرتا ہے، ان کی نماز جنازہ پڑھتا ہے اور ان سے رشتہ کرتا ہے تو وہ سنی نہیں ہے۔ قال تعالیٰ: ﴿إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ﴾ (۲)

اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا کھانا پینا اور دیگر اسلامی معاملات رکھنا منع ہے جو رکھے اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۹/ جمادی الاخرہ ۱۴۳۴ھ

(۱) المستدرک للحاکم، ج: ۳، ص: ۶۳۲

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۱۳۰

وہابی باپ کی موت پر اس کے گھر جانا کیسا؟

مسئلہ از: حافظ محمد بہال الدین، مقام ہڑہا بولی، ضلع ہانہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید پکاسنی اور عاشق اعلیٰ حضرت ہے اور زید کا سر جس کا نام بکر ہے پہلے اس کا عقیدہ ظاہری طور پر درست تھا لیکن بعد میں اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی کہ وہ وہابی تھے اور زید نے اس کی حقیقت معلوم ہونے پر آنا جانا بند کر دیا لیکن کبھی کبھی زید اپنی بیوی کو بکر یعنی اس کے باپ کے پاس بیماری یعنی مصیبت اور پریشانی کے وقت اور کبھی خوشی کے موقع پر بھی بھیج دیا کرتا تھا آخر کار زید نے اپنی بیوی ہندہ کو اس کے باپ کے مرنے پر میت میں بھیج دیا اور اس کی بیوی ایک دن رک کر واپس ہو گئی۔ زید اور ہندہ کے لئے کیا حکم ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوہاب

کسی وہابی دیوبندی وغیرہ بد مذہب کی شادی بیاہ میں شرکت اور عیادت و تعزیت کے لئے جانا جائز نہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”لاتواکلوہم و لاتشاربوہم و لاتناکحوہم و اذا مرضوا فلا تہودوہم و اذا ماتوا فلا تشہدوہم و لاتصلو علیہم و لاتصلوا معہم۔“ (۱)

لہذا زید و ہندہ وہابی کی تعزیت کرنے اور کرانے کی بنا پر توبہ و استغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲/ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

بغیر اجازت کسی کی زمین میں دفن کرنا؟

مسئلہ از: عبداللہ، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین قرآن و حدیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں (۱) کسی کی ملکیت والی زمین میں (مالک کی اجازت کے بغیر وقف نہ ہوتے ہوئے) میت کو دفنایا جانا کیسا فعل ہے؟ کیا اس زمین کو قبرستان کا نام دیا جاسکتا ہے؟

(۲) کسی کی ملکیت والی قبرستان کو یعنی کسی کی ملکیت والی قبرستان کے ایک حصہ کو مسجد تعمیر کرنے کے لئے

وقف کرنا کیسا فعل ہے؟

(۳) مقامی لوگوں کی مخالفت کے باوجود قبرستان کے ایک حصہ کو مسمار کر کے مسجد تعمیر کرنا کیسا فعل ہے؟ مسجد مکمل تعمیر ہونے کے بعد اس میں نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا کیسا فعل ہے؟

(۴) قبرستان کے ایک حصہ کو مسمار کر کے اس میں تعمیر کرنا یا دکان وغیرہ بنا کر آمدنی کا ذریعہ بنانا کیسا فعل ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) کسی کی مملوک زمین میں بغیر اجازت مالک مردہ دفن کرنا ناجائز ہے اور اگر بے اجازت مردہ دفن کر دیا گیا تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ وہ اپنی زمین سے مردہ نکلوادے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا ینبغی اخراج المیت من القبر بعد ما دفن الا اذا كانت الارض مغصوبة او اخذت

بشفعة.“ (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں

”کسی کی مملوک زمین میں بغیر اس کی اجازت کے مردہ دفن کر دیا ہو اور اس نے اسے جائز نہ رکھا تو اسے اس کے نکلوادینے اور اپنی زمین خالی کر لینے اور کھیتی و عمارت ہر شئی کا اختیار ہے۔“ (۲)

اور جب مالک زمین کی اجازت کے بغیر دفن کرنا جائز نہیں تو اس جگہ کو قبرستان کا نام دینا بھی درست نہیں

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر کسی نے اپنی مملوک زمین میں مردہ دفن کرنے کی اجازت دی اور پھر اس کی اجازت سے اس جگہ

مردہ دفن کئے گئے اور وہ جگہ قبرستان قرار دے دی گئی تو اگر مالک نے اسے بنام قبرستان وقف کر دیا تو اب اس کے کسی بھی حصہ کو مسجد کی تعمیر میں نہیں لگا سکتے ہیں کہ وقف کی تبدیل کرنا جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

”لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئته۔“ (۳)

فتح القدیر میں ہے ”الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ۔“ (۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”مقبرہ وقف میں اپنا مکان سکونت بنانا یا خلاف

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۶۷

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۰۸

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۳۵۳

(۴) فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۴۴۰

وقف اپنے کسی تصرف میں لینا حرام ہے۔ ”فان الوقف لا یملک ولا یخالف الخ“ (۱)
 اور اگر مالک زمین نے اسے امام قبرستان وقف نہ کیا تو جس جگہ پر قبریں نہ ہوں اسے تعمیر مسجد میں مالک کی
 اجازت سے شامل کر سکتے ہیں کہ مالک کو اپنی ملکیت میں تصرف کا حق ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے
 ”مالک کو اپنی زمین مملوک میں قبروں سے جدا مکان بنانا اور انسان المملک مطلق لہ والمالک
 لا یحجر اور قبور پر کہ اس کی اجازت سے بنی ہوں ناروا المسالیہ من استھانہ بالمسلمین الخ“۔ (۲) واللہ
 تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) اگر وہ قبرستان دلی ہے یا کسی کی ذاتی ملکیت ہے اور اس نے اجازت نہ دی تو اس قبرستان کے کسی بھی
 حصہ کو مسجد میں شامل کرنا ناجائز و گناہ ہے اور اس میں نماز بھی ناجائز ہے کہ ارض مغصوبہ میں نماز جائز نہیں۔ درمختار
 میں ہے: ”وکذا نکرہ فی اماکن (الی قولہ) وارض مغصوبہ۔“ (۳)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”ان غصب دارا فجعلها مسجد الا یسع لاحد ان یصلی فیہ۔“ (۴)
 بہار شریعت میں ہے ”زمین مغصوب میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۵)
 (۴) وقفی قبرستان میں گھر تعمیر کرنا دوکان بنانا سب ناجائز و حرام ہے اور اگر وقفی قبرستان نہ ہو بلکہ کسی کی ذاتی
 ملکیت ہو تو جس جگہ قبریں نہ بنی ہوں وہاں مکان و دوکان تعمیر کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اس تعمیر سے قبروں کی بے حرمتی نہ
 ہو۔ ورنہ مفہمی الی الحرام کی بنا پر یہ تعمیر درست نہیں ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسینی۔ سری

۷/ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ

غیر مسلموں کے گھر تعزیت کے لئے جانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: شرافت علی سگا، ضلع بلوچہ، بازار چھتیس گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) ہندوؤں کے مرنے پر تعزیت کے لئے ان کے گھر دوکان جانا یا اسی نیت سے راستہ وغیرہ میں ملنا

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۱۰۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۸

(۳) الدر المختار مع الرد المحتار ج: ۲، ص: ۲۴

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۵، ص: ۳۲۰

(۵) بہار شریعت، ج: ۳، ص: ۶۳۰

اور ملاقات کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کی کیا صورت ہے اور اگر جائز نہیں ہے تو جانے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) مسجد، مدرسہ، قبرستان، عید گاہ، مزار شریف کا فنڈ مشترک ہے کیا فنڈ کی اشتراکیت اور آمد و خرچ کی شمولیت درست ہے؟ حکم شرع کیا ہے واضح فرمائیں

(۳) کیا اسی مشترک فنڈ سے بوقت ضرورت کسی بھی کی بیشی کو پورا کرنا جائز ہے؟

(۴) ہندوؤں کے تیوہاروں کے موقع پر دیا جانا یا کسی بھی طریقے سے شرکت کرنا یا مندروں کے پاس گزرتے وقت سر جھکانا یا ہاتھ جوڑنا کیسا ہے؟

اوپر ذکر کئے گئے سوالات کے جوابات جو کچھ بھی علمائے حقہ عنایت فرمائیں ان پر عمل کرنے کرانے کے لئے مسلم جماعت کا کیا فرض بنتا ہے؟ عمل نہ کرنا یا نہ کرانے میں مسلم جماعت اور کمیٹی کے لئے حکم شرع کیا ہے؟ مفتی صاحب قبلہ سے عرض ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں موثر انداز میں حق واضح فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فقاہت فی الدین کی اعلیٰ منزل عطا فرمائے۔ آمین

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) تعزیت کا مطلب میت کے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کرنا ہے اور اسلام نے مشرکین سے شدت اور سختی سے پیش آنے اور ان کی طرف سے دل میں عداوت و نفرت رکھنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْلَظْ عَلَيْهِمْ﴾ (۱)

اور فرماتا ہے: ﴿وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً﴾ (۲)

لہذا ان کے مرنے پر تعزیت کے لئے ان کے پسماندگان کے پاس جانا اور تعزیت کرنا جائز نہیں ہے جو لوگ جائیں وہ توبہ و استغفار کریں البتہ اگر کسی حکمت و مصلحت اور غرض صحیح کی بنا پر صرف ظاہر اچند کلمات ہمدردی کہیں تو اجازت ہوگی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”موالات صوریہ“ (ظاہری محبت و ہمدردی) کو بھی شرع مطہرہ نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَهُمْ مِنَ الْحَقِّ يَهْتَمُّونَ بِالْمَوَدَّةِ بَيْنَ أَلِيِّهِمْ وَبَيْنَ أَعْدَائِهِمْ﴾ (۱)

(۱) سورة التوبة: آیت ۷۳

(۲) سورة التوبة، آیت: ۱۲۳

رضی اللہ عنہ وغنم ہے کما فی الصحیح البخاری و مسلم تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے فیہ زجر شدید للمؤمنین عن اظهار صورة الموالاة لهم وان لم تکن موالاة فی الحقیقة مگر صوریہ ضروریہ خصوصاً باکراہ قال تعالیٰ اَلَا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقْتَلُ۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مسجد، مدرسہ، قبرستان، عید گاہ اور مزار شریف کی آمدنی اگر وقف کی ہے یعنی کوئی جائیداد مسجد و مدرسہ اور عید گاہ پر وقف ہے اور اس کی آمدنی ہے تو اگر ہر ایک کا وقف الگ الگ ہے تو ایسی صورت میں ہر وقف کی آمدنی کو الگ الگ رکھنا واجب ہے اور اگر مذکورہ مقامات کے نام پر مشترکہ طور پر چندہ کر کے رقم جمع کی جاتی ہے اور چندہ دہندگان کو معلوم ہے کہ تمام رقوم اکٹھا رکھی جاتی ہیں اور سب کو جہاں پر ضرورت پڑتی ہے خرچ کیا جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اگر وقف کی آمدنی ہے تو ایک وقف کی آمدنی کو دوسرے وقف پر خرچ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ درمختار میں ہے: ”وان اختلف احدهما بان بنی رجلان مسجدین اور جل مسجدان و مدرسة و وقف علیہما اوقافا لایجوز لہ ذلک۔“ (۲)

اور بہار شریعت میں ہے ”اگر واقف دونوں وقفوں کے دو ہیں مثلاً دو شخصوں نے ایک مسجد پر وقف کیا یا واقف ایک ہی ہو مگر جہت وقف مختلف ہو مثلاً ایک ہی شخص نے مسجد و مدرسہ بنایا اور دونوں پر الگ الگ وقف کیا تو ایک کی آمدنی دوسرے پر صرف نہیں کر سکتے۔“ (۳)

یونہی اگر مسجد کے نام پر چندہ ہوا تو مدرسہ وغیرہ پر خرچ کرنا ناجائز ہے۔ البتہ اگر مسجد و مدرسہ وغیرہ کے لئے مجموعی طور پر چندہ ہوا اور چندہ دینے والوں کو اس کا علم ہو کہ سب رقم اکٹھا رہتی ہے اور تمام ضرورتوں میں خرچ ہوتی ہے تو جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) ہندوؤں کے تہواروں میں شرکت کرنا ان موقعوں پر دیا جانا سخت حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے مجمع الانہر شرح ملتقى الابرار میں ہے: ”یکفر بخروجه الی لیروز المجوس والموافقة معهم فیما یفعلون فی ذالک الیوم۔“ (۴)

اور مندروں کے پاس سر جھکانا اور ہاتھ جوڑنا اشد و انجس کفر ہے کہ مندروں کے سامنے سر جھکانا یا ہاتھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱، ص: ۴۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۲

(۳) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۷۲

(۴) مجمع الانہر شرح ملتقى الابرار، ج: ۱، ص: ۶۹۸

جوڑنا مشرکین کی عبادت معبودان باطلہ کا طریقہ ہے۔ اگر کسی مسلمان نے ایسا کیا تو فوراً اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہو گیا۔ الاشباہ والنظائر میں ہے: ”عبادة الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبه۔“ (۱)

جو لوگ ہندوؤں کے تہواروں میں شرکت کریں وہ تجدید اسلام و نکاح کریں اور جو مندروں کے سامنے سر جھکائیں یا ہاتھ جوڑیں وہ ایسے کافر ہو گئے کہ ان کی بیویاں نکاح سے باہر ہو گئیں پھر اگر وہ اسلام قبول کر لیں جب بھی عورتوں کو اختیار ہوگا کہ بعد مدت جس سے چاہیں نکاح کریں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”جو مرتکب کفر فقہی ہے جیسے دسہرے کی شرکت اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے اور جو قطعاً کافر ہو گیا جسے معبودان کفار پر پھول چڑھانے والا کافر و مرتد ہو گیا۔ اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ اگر تائب ہوا اور اسلام لائے جب بھی عورت کو اختیار ہے بعد مدت جس سے چاہے نکاح کر لے اور بے توبہ مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل و کفن و جنازہ سب حرام۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”من رای منکم منکر افعلیہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبه وذلک اضعف الایمان۔“ (۳)

یعنی تم میں سے جو کوئی برا کام دیکھے تو اپنے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی بیان کر دے اور اگر اس کی قوت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجہ کا ایمان ہے۔

بہار شریعت میں ہے ”اگر غالب گمان یہ ہے کہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بری بات سے باز آجائیں گے تو امر بالمعروف واجب ہے۔ اس کو باز رہنا جائز نہیں۔ اور اگر گمان غالب یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کر سکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ و فساد پیدا ہوگا آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے اور نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل ہے کہ امر کرے۔“ (۴)

اسی میں ہے:

”قوم کے چودھری اور زمیندار وغیرہ بہت سے عوام ایسی حیثیت رکھتے ہیں کہ ہاتھ سے روک سکتے ہیں ان

(۱) الاشباہ والنظائر، ج: ۱، ص: ۲۹۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۴۹

(۳) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۱

(۴) بہار شریعت، ج: ۱۶، ص: ۲۲۲

پر لازم ہے کہ روکیں ایسوں کے لئے فقط دل سے برا جانا کافی نہیں۔“ (۱)

اس تفصیل سے مسلم جماعت کا اپنے عوام سے مسائل شرعیہ پر عمل کرانے نہ کرانے کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بعض حالات میں مسلم جماعت پر واجب ہوگا کہ لوگوں کو احکام شرع پر عمل کرائے اور بعض حالات میں ترک کرنا اور بعض حالات میں کرنا افضل اور بعض حالات میں اختیار ہے۔ مسائل مسلم جماعت کے حال کو دیکھ کر جان سکتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۴/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

وہابی کو ایصال ثواب کرنا کیسا؟

مسئلہ از: اسماعیل امجدی، بھروچ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک مشہور وہابی کے مرنے پر ہور ہی قرآن خوانی میں حاضری دی اور تلاوت کے بعد دعا بھی کر دی۔ مرنے والا کٹر وہابی دیوبندی تھا۔ یہ اس کو بھی اقرار ہے پوچھنے پر اس نے کہا کہ میں نے اس کو نہ بخشا ہے نہ فاتحہ میں اس کا نام لے کر دعا کی ہے نہ اس کو مغفرت کی دعا کی نیت کی ہے مگر وہ محفل خاص اس وہابی کے ایصال ثواب کے لئے تھی اب سوال یہ ہے کہ:

(۱) خاص وہابی دیوبندی کے لئے دعائے مغفرت کی محفل میں جانا کیسا ہے؟

(۲) وہاں جا کر قرآن پڑھنا پھر فاتحہ پڑھ کر بظاہر دعا کرنا اور کروانا کیسا ہے؟

(۳) پھر یہ کہنا کہ میں نے اس کے لئے دعا نہ کی یہ بہانہ کرنا کیسا ہے؟

(۴) زید مولوی ہے اور اس نے خود وہاں فاتحہ کر کے دعا کی اور کروائی تو عوام میں یہی مشہور ہوگا اور ہوا کہ

وہابی کا فاتحہ پڑھنا اور دعا کرنا جائز ہے تو اس عمل سے عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہوا کہ نہیں؟

(۵) اب زید علانیہ توبہ کرنے کو تیار نہیں تو اس کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟

برائے کرم خلاصہ وار جواب عنایت فرمائیں ورنہ عوام میں صلح کلیت اور پھیلے گی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق ”فتاویٰ حسام الحرمین“ کافر و مرتد ہیں۔ امام اہلسنت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”وہابیہ، نیچریہ، قادیانیہ، غیر مقلدین اور دیوبندیہ چکڑالویہ یہ قطعاً یقیناً کفار و مرتدین ہیں۔“ (۱)

اور کافر کے لئے دعائے مغفرت حرام ہے۔ درمختار میں ہے: ”والحق حرمة الدعاء بالمغفرة

للكافر۔“ (۲)

بلکہ بعض فقہائے کرام نے کفر فرمایا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”فی الحلیہ نقلاً عن القرافي واقره

الدعاء بالمغفرة للكافر كقول طلبة تكذيب الله تعالى فيما اخبر به۔“ (۳)

اسی میں ہے ”اور کافر کے لئے دعائے مغفرت ہی کفر ہے نہ کہ نماز جنازہ۔“ (۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ کسی کافر کے لئے دعائے مغفرت حرام و گناہ ہے اور حرام و گناہ کی محفل میں جانا

بھی حرام ہے تو دیوبندی کے لئے قائم کی گئی محفل دعائے مغفرت میں کسی مسلمان کا جانا حرام و گناہ ہے جانے والے پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ سب ناجائز و حرام اور گناہ شدید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حکم ظاہر پر لگتا ہے لہذا اس کا یہ بہانہ شرعاً سموع نہ ہوگا اور اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بیشک زید نے اپنے عمل سے مسلمانوں پر ظاہر کیا کہ دیوبندیوں کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے

اور اس نے عوام کو گمراہ ہونے کا راستہ دکھایا جو بلاشبہ ناجائز ہے۔

(۵) اگر زید علانیہ توبہ و استغفار نہ کرے اور اپنی اہٹ دھرمی پر قائم رہے تو مسلمان اس کا بایکاث کر دیں۔ اس

سے سلام و کلام، میل جول اس کی اقتدا میں نماز سب ختم کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴/ صفر المظفر ۱۴۳۴ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۰۹

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۳

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۷

(۵) سورة الانعام، آیت: ۶۸

فرضی مزار بنانے اور وہاں فاتحہ وغیرہ کرنے کا حکم

مسئلہ از: اظہار احمد، ہانا، ندولی ضلع دیوبند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے ایسی جگہ مزار بنوائی جہاں پہلے سے کوئی قبر یا مزار نہ تھا لوگوں کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ ایک بابا نے مجھے خواب میں بشارت دی۔ اب وہ شخص اس مزار پر فاتحہ پڑھتا ہے، چادر پوشی کرتا ہے اور کئی مرتبہ اس کے سامنے نماز بھی پڑھ چکا ہے۔ گاؤں کے کچھ لوگ اس سے میل جول رکھتے ہیں اور کچھ لوگ بایکٹ کرتے ہیں لہذا حضور والا سے گزارش ہے کہ اس شخص پر جو شرعی حکم نافذ ہوتا ہے نیز ان لوگوں پر جو اس سے میل جول رکھتے ہیں بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فرضی مزار بنانا حرام ہے اور اس پر چادر اور پھول ڈالنا، وہاں فاتحہ پڑھنا سب ناجائز و گناہ ہے۔ ایسا کرنے والے اور ان کا ساتھ دینے والے سب پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ اگر وہ لوگ توبہ کر لیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان سب کا بایکٹ کر دیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”قبر بلا مقبور کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرنا گناہ ہے اس جلسہ زیارت قبر بلا مقبور میں شرکت جائز نہیں اس معاملے سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو ہمد و معاون ہیں سب گناہگار و فاسق ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

وہابی کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

ایک گاؤں میں ایک مسجد ہے گاؤں کے رہنے والے سنی عقیدہ کے ہیں لیکن گاؤں والوں کی رشتہ داری وہابیوں کے یہاں جوڑی ہوئی ہے سب کچھ کرتے ہیں۔ میلاد شریف بھی پڑھواتے ہیں اور جنازہ میں بھی جاتے ہیں اور جب وہابیوں کے گھر میت ہوتی ہے تو سنی لوگ مسجد کے مانگ سے میت کا اعلان کرتے ہیں اور دس روپے

(۱) الفعاوی الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۱۵

اعلان کرنے کا لیتے ہیں اور یہ پیسے امام اور موذن کے پاس جمع ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ پیسے امام اور موذن کے پاس نہ جمع کیا جائے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام اور موذن کو اگر یہ پیسے نہ دیے جائیں تو امام اور موذن میت کے گھر کھانا بھی نہ کھائیں لہذا جواب طلب امر یہ ہے کہ جو شخص جان بوجہ کروہابی کی نماز جنازہ پڑھے گا اس کی بیوی نکاح میں رہے گی یا نکل جائے گی؟ اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں جواب عطا فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دہابی دیوبندی کافر و مرتد ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں۔
”وہابیہ دیوبندیہ قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں“۔ (۱)

اور کافر کی نماز جنازہ حرام اور سخت گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَا تَابَ إِلَيْكَ﴾ (۲)

لہذا جو لوگ یہ جانتے ہوئے کہ وہابیوں اور دیوبندیوں نے رسول پاک کی توہین کی ہے ان کی نماز جنازہ میں شریک ہوں گے ان کے لئے استغفار کریں گے وہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے اور ان پر توبہ و استغفار کے ساتھ تجدید ایمان و نکاح لازم ہوگا اگر وہ ایسا نہ کریں تو اب ان کی بھی نماز جنازہ پڑھنی ناجائز ہے۔

اور اگر کسی کی چالپوسی دباؤ یا لحاظ میں آکر وہابیوں کے جنازہ میں شریک ہوں تب بھی توبہ و استغفار بہر حال لازم ہے اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب وہابیوں کی نماز جنازہ پڑھنی ناجائز و حرام ہے تو ان کی میت کی نماز جنازہ کے لئے کسی سنی مسجد سے اعلان بھی سخت ناجائز ہے جو لوگ ایسا کریں ان پر توبہ و استغفار لازم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

مزارات پر انجام دیے جانے والے چند امور کا حکم

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

آج کل سنت و جماعت میں دیکھا جاتا ہے کہ لوگ مزار شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں تو سرہانے کی

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹۰

(۲) سورۃ التوبہ، آیت: ۱۰

(۳) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

طرف کھڑے ہو کر مزار شریف پر سر رکھ کر دعا مانگتے ہیں اور کہیں کہیں درگاہ کے اندر زنجیر باندھتے ہیں اور مزار شریف کی زیارت کرنے والے زنجیر کو بڑی عقیدت سے چومتے ہیں اور چوکھٹ کو بھی چومتے ہیں اور سجدہ بھی کرتے ہیں جالی میں تالا لگاتے ہیں، مزار شریف کی دیوار میں سکے چپکاتے ہیں، جالی میں ڈورا باندھتے ہیں اور کہیں کہیں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جہاں بزرگوں نے چلے کئے وہاں مزار بنا دیتے ہیں چادر اور پھول چڑھاتے ہیں۔ صندل لے جاتے ہیں ڈھول اور تاشہ بجایا جاتا ہے کچھ لوگ مزار شریف کی جالی میں چٹھی باندھتے ہیں کچھ لوگ طغرے یا کلینڈر میں بنائے ہوئے کسی ولی یا شہید کے مزار کو چومتے ہیں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ مزار شریف پر صرف ایک ہی چادر چڑھانا درست ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ بغیر کسی ثبوت کے کسی مزار کی زیارت نہیں کرنی چاہئے۔

مذکورہ بالا باتوں کے متعلق شریعت مطہرہ کیا کہتی ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مزارات طیبہ کی حاضری کا طریقہ یہ ہے کہ پانچوں کی طرف سے حاضر ہو اور کچھ دور کھڑے ہو کر سلام پیش کر کے دعا کرے جبکہ نہ ہو تو سر ہانے میں کھڑا ہوا جاسکتا ہے۔ مگر مزار شریف پر سر رکھنا منع ہے ہرگز ایسا نہ کرے۔ زنجیر یا چوکھٹ کے چومنے میں حرج نہیں۔ البتہ سجدہ کرنا حرام ہے۔ جالی میں تالا لگانا، مزار شریف کی دیوار میں سکے چپکانا، جالی میں ڈورا باندھنا یہ سب جہالت ہے بلکہ اضاعت مال بھی ہے تو یہ ناجائز ہے، چلہ گاہوں کو مزار بنانا ناجائز پھر اس مزار کی زیارت کو جانا، چادر پھول پیش کرنا، صندل لے جانا، ڈھول تاشہ بجانا، جالیوں میں چٹھی کا باندھنا، یہ تمام کام جہالت کے ہیں ان کا کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ طغرے اور کلینڈر میں بنے مزار شریف کے نقشے کو بوسہ دینے میں حرج نہیں کہ علمائے کرام نے اصل کی طرح عکس کی بھی تعظیم کے لئے فرمایا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”علمائے دین نے نقشے کا اعزاز و اعظام وہی رکھا جو اصل کا رکھتے ہیں۔“ (۱)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

”اشیاء معظمہ کو تعظیماً بوسہ دینا جائز ہے جبکہ کسی حرج شرعی پر مشتمل نہ ہو۔“ (۲)

اور بقصد تبرک مزارات پر چادر ڈالنا مستحسن ہے۔ خواہ ایک ڈالی جائے یا دو چند مگر ان سب چادروں کو ان پر چھوڑا نہ جائے بلکہ صرف ایک چادر رہنے دیں کہ مقصود قلوب عوام میں مزارات مبارکہ کی عظمت پیدا کرنا ہے اور وہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۵۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۸۵

ایک سے حاصل ہے اور بغیر ثبوت کسی مزار کی زیارت کو نہیں جانا چاہئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”جس قبر کا یہ بھی حال نہ معلوم ہو کہ مسلمان کی ہے۔ کی اس کی زیارت کرنی، فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب اور قبر کا فرنی زیارت حرام ہے اور اسے ایصالِ ثواب کا قصد کفر ہے۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ، وقال تعالیٰ: وَمَا لَهُمْ لِي الْأَيُّوْرَةُ مِنْ خَلْقِي و قال اللہ تعالیٰ ان اللہ خَوَّفَهُمَا عَلَى الْكَلْبَرَيْنِ۔ تو جہاں سنت و حرام و مستحب و کفر میں متردد ہو وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

فرضی مزار بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مجسم،، دارالعلوم علیہ جمد اشاہی بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے ہند اور مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

چند لوگوں نے ایک جگہ مصنوعی مزار بنایا ہے اور وہاں عرس وغیرہ بھی کرتے ہیں اس کا حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور وہ لوگ اس مزار کے نام سے چندہ کرتے ہیں اور اس چندے کے پیسے سے ناچ اور فضول رسم کرواتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جو یہ تمام امور انجام دیتے ہیں۔

نیز جو لوگ یہ جانتے ہوئے چندہ دیتے ہیں کہ یہ مزار بناوٹی ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس پیسے سے ناجائز رسوم ادا کرتے ہیں تو چندہ دینے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ نیز جو لوگ اس مزار پر بہ نیت ثواب اور مرادیں لے کر جاتے ہیں اور مذکورہ بالا مسئلہ جاننے والوں کے علم میں ہو یا نہ ہو اور اگر ان کے علم میں نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فرضی مزار بنانا اور وہاں عرس وغیرہ کرنا ناجائز و گناہ اور بدعت سیئہ ہے، اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ مجرم و گنہگار اور مستحق نار ہیں، ان پر لازم ہے کہ ان باطل حرکتوں سے اور ناجائز کاموں سے فوراً باز آجائیں اپنے آپ کو توت پر صدق دل سے نادم ہوں، اور توبہ و استغفار کریں اگر وہ ایسا کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان ان کا بایکاث کر دیں۔

قال الله تعالى ﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)
اور جو لوگ جانتے ہوئے ایسی جگہوں پر چندہ دیتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں ان پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔
”قبر بلا مقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لئے وہ افعال کرنا گناہ ہے اس جلسہ زیارت قبر بے مقبور میں شرکت جائز نہیں۔ اس معاملہ سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو مدد و معاون ہیں سب گناہگار و فاسق ہیں۔

قال الله تعالى: وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ بَلْكُمْ جُوبًا وَصَفِ قَدَرْتِ سَاكِتٌ هـ۔ قال الله تعالى: كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (۲)

اور جو لوگ عدم علم کی بنا پر ایسے فرضی مزار پر چلے جائیں تو ان پر الزام نہیں مگر بعد علم توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

شہدائے احد کے مزارات پر حاضری کی حدیث

مسئلہ از: مولانا امجد علی، جامعہ رضویہ نور العلوم مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے سلسلہ میں کہ

زید نے دوران تقریر یہ کہا کہ رسول پاک علیہ السلام ہر سال شہدائے احد کی قبروں پر بذات خود تشریف لے جاتے تھے اور ان کے لئے دعاء خیر کرتے تھے لہذا اس حدیث پاک سے بزرگان دین کے مزارات پر جانے کا ثبوت ملتا ہے۔

زید کے مخالف بکرنے یہ کہا کہ تمہاری پیش کردہ حدیث کسی بھی روایت میں موجود نہیں ہے لہذا تمہاری یہ بات درست نہیں۔ زید نے ”فتاویٰ رضویہ جلد ۴“ اور ”فتاویٰ بحر العلوم جلد ۲“ کا حوالہ بھی دیا مگر بکر پھر بھی نہیں مانا اور اپنے قول پر اڑا رہا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ دونوں میں سے کس کا قول صحیح ہے؟ براہ کرم تحقیقی جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بیشک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہدائے احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے تھے اور آپ کی اتباع میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ امیر المومنین فی الحدیث حافظ جمیل الشان امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ياتي

(۱) سورة الانعام، آیت: ۲۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۱۵

احدا کل عام، فاذا بلغ الشعب سلم علی قبور الشهداء فقال: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔“ (۱)

اور امام اجل سیدی عبدالرزاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”عن محمد بن ابراہیم التیمی رضی اللہ عنہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشهداء عند راس السحول فیقول: سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار قال: وکان ابو بکر وعمر وغثمان یفعلون ذلک۔“ (۲)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ زید کا قول درست اور صحیح ہے اور بکر جھوٹا ہٹ دھرم اور کتب دینیہ سے ناواقف اور شریعت پر جری و بے باک ہے۔ رب تعالیٰ اسے سچ بولنے اور سچ پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ (آمین) واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۳/ رجب النور ۱۴۳۳ھ

اگر نابالغ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو فرض کفایہ ادا ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ از: غلام مرسلین، پرتا پکڑھ (اتر پردیش)

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی سمجھ دار نابالغ بچہ نے نماز جنازہ پڑھ لی تو دیگر مسلمان فرض کفایہ سے سبکدوش ہو جائیں گے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر سمجھ دار نابالغ بچے نے کسی کی نماز جنازہ پڑھ لی تو تمام مسلمان بری الذمہ ہو گئے یا نہیں اس میں عبارات فقہاء مختلف ہیں بعض اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ دیگر مسلمان بری الذمہ نہیں ہوں گے جب کہ بعض ارشادات بری ہونے کی تائید کرتے ہیں چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

”قال الامام الاسر و شنی فی کتاب احکام الصغار الصبی اذا غسل المیت جازوا اذا

ام فی صلاة الجنائزۃ ینبغی ان لا یجوز وهو الظاهر لانها من فروض الکفایۃ وهو لیس من اهل اداء الفرض ولكن یشکل برد السلام اذا سلم علی قوم فرد صبی جواب السلام اه۔ اقول: حاصلہ

(۱) الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ج: ۴، ص: ۵۸۔

(۲) المصنف لعبد الرزاق، ج: ۳، ص: ۷۳ / تفسیر القرطبی، ج: ۹، ص: ۳۱۲۔

انہا لا تسقط عن البالغین بفعله لان صلاتہم لم تصح لفقد شرط الاقتداء وهو بلوغ الامام وصلاتہ وان صحت لنفسہ لاتقع فرضا لانه ليس من اہلہ وعلیہ فلو صلی وحده لا یسقط الفرض عنہم بفعله“ (۱)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ نابالغ کے پڑھ لینے سے دیگر مسلمان بری نہ ہو گئے بلکہ انہیں نماز جنازہ پڑھنی ہوگی مگر علامہ شامی علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں:

”لکن یشکل علی ذلک مسئلۃ السلام وکذا جواز تفسیلہ للمیت مع الہ فرض ایضا وقد مناعن التعریر قریبا استشکال سقوط الصلاة بفعله وعن شارحہ الہ لم یبرہ ، وان ظاہر اصول المذہب عدم السقوط لکن نقل فی الاحکام عن جامع الفتاوی سقوطها بفعلها کرة السلام ونقل بعده عن السراجیۃ ”شرط بلوغہ“ (۲)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر نابالغ نے میت کو غسل دے دیا تو دوبارہ مسلمانوں کو اسے غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے یوں ہی اگر کسی نے مجمع عام پر سلام پیش کیا اور اس میں موجود کسی نابالغ نے جواب دے دیا تو سب بری الذمہ ہو گئے ان مسائل سے واضح ہوتا ہے کہ اگر نابالغ نے کسی کی نماز جنازہ پڑھ دی تو سب بری ہو جائیں گے کیونکہ میت کا غسل فرض تھا یوں ہی سلام کا جواب دینا واجب تھا اور یہ دونوں فعل نابالغ سے صادر ہوا ہے مگر ارشادات فقہاء سے صاف واضح ہے کہ نابالغ کے اس فعل سے سب بری الذمہ ہو گئے لہذا نماز جنازہ کا حکم بھی یہی ہوگا کہ اگر نابالغ نے پڑھ لی تو سب بری ہو جائیں گے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے چنانچہ جدا الممتار میں ہے

”قوله: قال الامام الاسروشنی فی کتاب ”احکام الصغار“ الصبی اذا غسل المیت جاز“

”ای: یسقط به الوجوب فسقوط الوجوب بصلاته علی المیت اولی لانہا دعاء وهو

اقرب للاجابة من المکلفین“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد ورس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی بستی

(۱) ردالمحتار ج: ۳، ص: ۱۰۴، کتاب الجنائز

(۲) حوالہ سابق

(۳) جد الممتار علی ردالمحتار ج: ۳، ص: ۲۵۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الزکاة

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

وَتُزَكِّيَهُمْ بِهَا﴾

(التوبة/۱۰۳)

یعنی

ان کے مالوں میں سے صدقہ لو اس کی وجہ سے

انہیں پاک اور ستھرا بنادو۔

از ص: _____ تا ص: _____

کل فتاویٰ: ۵۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الزکاة

زکاة کا بیان

سونے اور چاندی کا نصاب نئے اوزان سے کتنا ہے

مسئلہ از: عبداللہ امجدی جی این یو، دہلی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں

زکاة واجب ہونے کے لئے ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ضروری ہے نئے وزن یعنی

گرام کے اعتبار سے کتنا وزن ہوتا ہے۔ بینوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایک تولہ کا وزن بارہ گرام ۳۳۱ ملی گرام اور کچھ پوائنٹ ہوتا ہے اس کے مطابق ساڑھے باون تولہ چاندی کا

وزن چھ سو تریس (۶۵۳) گرام اور ایک سو چوراسی (۱۸۴) ملی گرام ہوتا ہے اور ساڑھے سات تولہ سونا کا وزن

ترانوے گرام تین سو بارہ (۳۱۲) ملی گرام ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ حمد اشاعی، بستی

۱۵ جمادی الآخرہ ۱۴۳۳ھ

تجارتی زمین پر زکاة ہے کہ نہیں

مسئلہ از: محمد محسن رضوی ابن حافظ محمد مومن رضوی، جھانسی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

آج کل بہت سے لوگ پراپرٹی کا کاروبار کرتے ہیں جس میں زمین کو خریدتے اور بیچتے ہیں ایسی زمینوں پر

زکاة کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت مطہرہ نے تین طرح کے مالوں پر زکاۃ فرض فرمائی ہے۔

(۱) ثمن یعنی سونا چاندی روپیہ پیسہ کرنسی (۲) مال تجارت (۳) چرائی کے جانوان کے علاوہ کسی مال میں زکاۃ نہیں ہے اور ان تینوں میں مال تجارت میں کوئی تعین نہیں ہے جو مال بھی تجارت کے لئے ہو اس میں زکاۃ ہے خواہ کپڑا لوہا پتیل وغیرہ ہو یا زمین و مکان اور فلیٹ ہو چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں ہیرے جواہرات میں زکاۃ نہیں لیکن اگر کوئی ان کی تجارت کر رہا ہو تو اب ان کی زکاۃ واجب ہے جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں ہے:

”و اما البواقیت و املائی و الجواہر فلا زکاۃ فیہا وان کانت حلیا الا ان تكون للتجارة.“ (۱)

لہذا جو زمین تجارت کی ہو اس پر زکاۃ واجب ہے در مختار میں ہے:

”کما لو شری ارضاً خراجیة ناویا التجارة او عشریة او بلدراً للتجارة وزرعہ لایکون

للتجارة لقیام المانع.“ (۲)

رد المحتار میں ہے:

”ومفہومہ انہ اذا لم یزرعها تجب زکاۃ التجارة فیہا لعدم وجوب العشر فلم یوجد

المانع. اه.“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ حمد اشاہی، بستی

ایڈوانس قیمت دے دی مگر مال پر قبضہ نہیں کیا تو زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد فیض میمن دینی عرب امارات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

اگر کسی نے خرید و فروخت میں قیمت پہلے ادا کر دی اور مال پر قبضہ نہیں کیا بلکہ ابھی وہ دوکان دار کے پاس ہی

ہے تو خریدار پر اس مال کی زکاۃ ہے یا نہیں؟

(۱) الجوهرة النيرة، ج: ۲، ص: ۱۱۲

(۲) الدر المختار، ج: ۳، ص: ۱۹۵

(۳) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۹۵

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مال آدمی کی ملکیت اور حقیقتاً یا حکماً قبضہ میں ہو چنانچہ رد المحتار میں ہے:

”لان المراد بالتام المملوک رقبة ویدا.“ (۱)

صورت مذکورہ میں چونکہ مال ابھی خریدار کے قبضے میں نہیں آیا اس لئے اس مال کی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے جیسا کہ ”البحر الرائق“ میں ہے:

”واطلق الملک فانصرف الی الکامل وهو المملوک رقبة ویدا فلا یجب علی

المشتري فیما اشتراه للتجارة قبل القبض.“ (۲)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ مجدد اشاہی بستی

۲۵ شوال المکرم ۱۴۳۷ھ

ٹینٹ ہاؤس کے سامان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں

مسئلہ از: محمد فیض تمیز الدین رسول پور، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر زید کے پاس ٹینٹ ہاؤس ہو اور اس میں کرایہ پر دینے والے سامانوں کی قیمت مقدار نصاب کو پہنچتی ہو تو اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ٹینٹ ہاؤس میں جو سامان کرایہ پر دینے کے لئے ہوں ان کی قیمت کتنی ہی زیادہ ہو ان سامانوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ در مختار میں ہے:

”وکذا لک آلات المحترفين الا ما یقی اثر عینہ کالعصفر لدبغ الجلد ففیہ الزکاة لھ“ (۳)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لو اشتری قدورا من صفر یمسکھا ویواجرها لا تجب فیہا الزکاة کما لا تجب فی

بیوت الغلة.“ (۴)

(۱) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۵۹

(۲) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۲۰۳

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۸۳

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۹۲

بہار شریعت میں ہے:

”کرایہ پر اٹھانے کے لئے دیکھیں ہوں ان کی زکوٰۃ نہیں یوں ہی کرایہ کے مکان۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دارالعلوم علمیہ جمداشاہی، بستی

۲۵ رزیقہ ۱۴۳۶ھ

بینک میں جمع شدہ روپیوں کی زکوٰۃ

مسئلہ از: محمد گلزار اشرف صدیقی، دارالعلوم حسینیہ، ہمت نگر، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو صاحب نصاب ہے ہر ماہ اس نے نو سو روپے ڈاک خانہ میں جمع کروایا۔ پانچ سال بعد زید کو تقریباً پچتر ہزار روپے ملے تو زید ان روپیوں کی زکوٰۃ کس طرح نکالے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

تفصیل مذکور کے مطابق زید نے سال بھر میں دس ہزار آٹھ سو روپے جمع کیے۔ اب اگر زید دوسرے مال کی بنا پر یا اس رقم کو ملانے سے مالک نصاب ہو جاتا ہے تو سال پورا ہونے پر بینک میں جمع شدہ اتنی رقم کی دو سو ستر روپے زکوٰۃ ہوئی۔ زکوٰۃ کی رقم وضع کرنے کے بعد اب بینک کی رقم دس ہزار پانچ سو تیس روپے بچی۔ اس رقم کو دوسرے سال میں جمع شدہ رقم ۸۰۰ روپے میں جوڑیں۔ کل رقم ۲۱۳۳۰ ہوئی۔ اب اس کی زکوٰۃ کل ۵۳۳ روپے ہوئی۔ زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے کے بعد اب کل رقم ۲۰۷۹۷ روپے بچی۔ اب اس رقم میں تیسرے سال کی جمع شدہ ۱۰۸۰۰ روپے جوڑ دیں۔ کل رقم ۳۱۵۹۷ روپے ہوئی۔

اب اس کی زکوٰۃ ۷۹۰ روپے ہوئی۔ زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے کے بعد اب کل رقم ۳۰۸۰۷ روپے ہوئی۔ اب اس رقم کی زکوٰۃ ۱۰۴۰ روپے ہوئی۔ زکوٰۃ کی رقم الگ کرنے کے بعد اب جوڑیں کل رقم ۳۰۵۶۷ روپے ہوئی۔ اب اس پوری رقم میں چوتھے سال کی جمع شدہ رقم ۱۰۸۰۰ روپے جوڑیں۔ کل رقم ۴۱۶۰۷ روپے ہوئی۔ اب اس پوری رقم میں پانچویں سال کی جمع شدہ رقم ۱۰۸۰۰ روپے جوڑیں۔ کل رقم ۵۱۳۶۷ روپے ہوئی اور اس کی زکوٰۃ ۱۲۸۴ روپے ہوئی۔ اس طرح پانچ سال میں جمع شدہ کل رقم کی زکوٰۃ کل ۳۹۱۷ روپے ہوئی۔ بقیہ رقم جو بینک نے اپنی طرف سے دیا تو چوں کہ انڈیا

گورنمنٹ کے ڈاک خانوں اور بینکوں سے زائد ملنے والی رقم ایک مال مباح ہے اور مال مباح میں ملکیت کا ثبوت قبضہ کے بعد ہوتا ہے اس لیے اس کی زکوٰۃ ملنے کے بعد دینی ہے گزشتہ سالوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ جب قبضہ میں آئی۔ اسی سال کی زکوٰۃ واجب ہے۔ کل زائد ملنے والی رقم کا ڈھائی فیصد حصہ زکوٰۃ میں دے دیں۔ ہکذا قال العلماء الکرام فی کتب الفقہ والفتاویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل شانہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

زکوٰۃ و فطرہ کی رقم کو قبرستان کی باؤنڈری میں لگانے سے متعلق ایک سوال

مسئلہ از: محمد یونس عزیزی، ہاسی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کیا زکوٰۃ و فطرہ کی رقم قبرستان کی باؤنڈری میں استعمال کیا جاسکتا ہے؟ جواب سے لوازیں

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

زکوٰۃ و فطرہ کی رقم قبرستان کی باؤنڈری میں لگانا جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں فتاویٰ عالمگیری سے ہے ”لا

يجوز ان يبنى بالزکوۃ المسجد و کذا الحج والجهاد و کل مالا تملیک فیہ کذا فی التبيين“ (۱)

البتہ اگر زکوٰۃ کی رقم کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کر دیں پھر وہ اپنی طرف سے قبرستان کی باؤنڈری کے

لیے دے دے تو اسے باؤنڈری میں استعمال کر سکتے ہیں۔ امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اگر روپے بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کر دیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو مخواہ

مدرسين و ملازمين وغيره جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے۔“ (۲)

البتہ اگر وہاں کے لوگ اس حیثیت کے ہوں کہ زکاۃ کے علاوہ دوسری رقم دے کر باؤنڈری کر سکتے ہیں تو

زکاۃ کی رقم کو خیلہ شرمیہ کر کے بھی لگانے کی اجازت نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

۲۶ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۴۷۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۴۶۸

حیلہ شرعی سے مال زکوٰۃ کو دینی کتب کی

اشاعت میں خرچ کرنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد سلیم احمد قادری، مقام پھریندا جاگیر، پوسٹ مہراج تنج بہتی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حیلہ شرعی کے بعد دینی کتب کی اشاعت
میں زکوٰۃ کی رقم لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حیلہ شرعی کے بعد یعنی کسی فقیر مصرف زکوٰۃ کو مال زکوٰۃ بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک بنادیں اب وہ فقیر دینی کتب کی
اشاعت کے لیے وہ رقم خود دے دے یا اس سے دلوادے۔ بلاشبہ جائز ہے، بلکہ دلوں کے لیے اجر عظیم اور ثواب جاری ہے۔
ایک ایسے ہی مسئلہ میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ الرضوان تحریر فرماتے ہیں:

”بحر الرائق میں زیر قول متن ”لا إلی بناء مسجد وتکفین میت وقضاء دینہ وشراء من یعتق“
فرمایا ”والحیلة فی الجواز فی هذه الاربعة ان يتصدق بمقدار زکاته علی فقیر ثم یامرہ بعد ذلک
بالصرف فی هذه الوجوه لیكون لصاحب المال ثواب الزکوٰۃ وللفقیر ثواب هذا الصرف کذا
فی المحيط“ (۱)

مگر یہ اجازت اسی صورت میں ہے جب کہ دوسری رقم نہ مل سکے اور اشاعت کتب کی ضرورت ہو۔ واللہ
تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد قدس سرہ اللہ رضوی غفرلہ

۲ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

جس مدرسہ میں باہری طلبہ نہ ہوں وہاں زکاۃ صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حبیب قادری، بیباپور، ضلع، بارہ بنکی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ۔

(۱) ایسے گاؤں کے مدرسہ میں جہاں باہری طلبہ نہ رہتے ہوں، نہ ہی ان کے کھانے پینے، رہنے سہنے اور دیگر

ضروریات کا انتظام ہو تو ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ و فطرہ کی رقم دینا کیسا ہے؟ اور اس رقم سے اساتذہ کی تنخواہ دینا کیسا ہے؟ اور نہ ہی اس گاؤں کے لوگوں کی حیثیت ہے کہ اپنی جیب خاص سے مدرسہ چلا سکتے ہیں بلکہ باہر سے آئے ہوئے چندہ سے مدرسہ چلتا ہے۔

(۲) برکت حاصل کرنے کے لیے بزرگ کی قبر سے مٹی یا اینٹ وغیرہ لے جا کر قبر بنانا، عرس کرنا اور فاتحہ دلانا وغیرہ امور کا کیا حکم ہے۔ بینوا تو جو روا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس مسلم آبادی کی حالت ایسی ہو کہ وہاں کے لوگ عطیات و صدقات ناقصہ سے دینی ادارہ چلانے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو وہاں دین کی بقا کے لئے بوجہ مجبوری زکوٰۃ کی رقم حیلہ شرعیہ کے بعد ایسے دینی ادارہ کے لیے بھی صرف کی جاسکتی ہے جہاں باہری طلبہ کی رہائش اور ان کے خورد و نوش کا انتظام نہ ہو فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”و كذلك في جميع ابواب البر كعمارة المساجد وبناء القناطير و الحيلة ان يتصدق بمقدار زكوة على فقير ثم يامرہ بالصرف الى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة وللفقير ثواب بناء المسجد والقنطرة اه“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسی قبریں فرضی ہیں وہاں عرس اور نذر و نیاز کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتادرس دارالعلوم علیہ جہد اشائی بستی

۵ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کے لیے کپڑے بستر کا انتظام کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد کریم بستی،

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زکوٰۃ اور فطرہ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کے لیے دوائی، بستر، کپڑہ وغیرہ کا انتظام کرنا کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر بستر وغیرہ کا انہیں مالک بنا دیا جاتا ہو تو جائز ہے ورنہ بغیر حیلہ شرعی درست نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کیا زکوٰۃ کی رقم بینک میں جمع کرنا صحیح ہے

مسئلہ از: عبدالرؤف نگر

جو زکوٰۃ مدرسہ میں دی جاتی ہے بعینہ وہی رقم مدرسہ میں استعمال نہیں کی جاتی بلکہ بینک وغیرہ میں جمع کر دی جاتی ہے اور ضرورت کے مطابق بینک سے نکالی جاتی ہے تو کیا ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

حیلہ شرعی کرنے کے بعد بینک میں جمع کی جائے تاکہ زکوٰۃ دینے والوں کی ادائیگی زکوٰۃ میں تاخیر نہ ہو۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

زکوٰۃ سے مدرسہ تعمیر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ سید یعقوب احمد، خادم مدرسہ عربیہ جمعہ باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں جمہیر الال پور، ضلع باندہ میں ۲۰۰۰ میں بدست علماء اہل سنت ایک مدرسہ قائم ہوا جس میں حفظ و ناظرہ کی تعلیم ہوتی ہے۔ لیکن مدرسہ میں باہری غریب طلبہ و مطبخ میں کھانے والا کوئی طالب علم نہیں ہے۔ لہذا مفتیان کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ صدقہ، فطرہ و زکوٰۃ سے مدرسہ بنانا مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جواز کی کوئی صورت ہو تو بتائیں، عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکوٰۃ و صدقہ فطر کو تعمیر مدرسہ اور مدرسین کی تنخواہ میں خرچ کرنا ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

”لا يجوز ان ينسى بالزكوة المسجد وكذا الحج وكل مالا تملك فيه كذا في التبيين.
ملخصاً“ (۱)

البتہ اگر حیلہ شرعیہ کر لے تو اب خرچ کر سکتے ہیں۔ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کی تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے ہیں کہ تملیک فقیر نہیں پائی گئی۔ اور
ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک بنادیں اور وہ صرف کرے تو ثواب دونوں کو
ہوگا۔ (۲)

اور در مختار میں ہے:

”حيلة التكفين بها التصديق على فقير ثم هو يكتفون فيكون الثواب لهما وكذا في تعميم
المسجد“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام واحکم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد شفیع رحمہ اللہ عنہ

۱۹ رزی الحجۃ ۱۳۲۳ھ

زکوٰۃ و فطرہ کی رقم عید گاہ میں لگانا جائز ہے

مسئلہ از: محمد انظار عالم، مقام ساکی، پوسٹ گاچھپارہ، ضلع کشن گنج، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ عید گاہ میں صدقہ فطر اور زکوٰۃ کا مال لگانا
جائز ہے یا نہیں؟ جواب دے کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکوٰۃ و صدقہ فطر کی رقم عید گاہ میں لگانا جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لا يجوز ان ينسى بالزكوة

المسجد ولذا الحج وكل مالا تملك فيه كذا في التبيين“ (۴)

بہار شریعت میں ہے: ”زکوٰۃ کا روپیہ مردہ کے تجہیز و تکفین یا مسجد کی تعمیر میں نہیں صرف کر سکتے ہیں کہ تملیک

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۸۸

(۲) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۲۴

(۳) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۲، ص: ۱۲

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۸۸

فقیر نہیں پائی گئی۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ رذی الحجہ ۱۴۲۶ھ

ایک غریب شخص کو زکوٰۃ دینے کے متعلق سوال

مسئلہ از: حافظ محمد عمر کمال، نواری بازار، جہانگیر گنج، امبیڈ کر گڑھ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید غریب آدمی ہے جو مزدوری کر کے اپنے اہل و عیال کی کفالت کرتا ہے اور زید اپنا علاج کرانے کی وجہ سے بہت زیادہ مقروض ہو گیا جس کے ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔ نیز زید کے پاس دس بسوا زمین بھی ہے۔ مگر اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ اس میں کاشت کاری کر سکے۔ کیا ایسی صورت میں زید کو زکوٰۃ کی رقم لینی جائز ہے؟ بالتفصیل جواب سے نوازیں، کرم ہوگا۔ بیٹو اتو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں زید زکوٰۃ کی رقم کو لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لو کان لہ جوانیت او دار غلۃ تساوی ثلثۃ الاف درہم و غلتھا لا تکفی لقوتہ و قوت عیالہ۔ جوز صرف الزکوٰۃ الیہ فی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ“ (۲)

اور بہار شریعت میں ہے ”اس کی ملک میں کھیت ہیں جن کی کاشت کرتا ہے مگر پیداوار اتنی نہیں ہو جو سال بھر کی خورش کے لیے کافی ہو، اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔ اگرچہ کھیت وغیرہ کی قیمت دو سو درہم یا اس سے زائد ہو۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کیا قرضدار پر زکاۃ فرض ہے جب کہ قرضدار سال پورا ہونے کے بعد ہوا ہو

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ رضوی، ساکن دیواریا، پوسٹ رام پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ زید مالک نصاب ہے

(۱) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۸۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۸۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۶۲

مگر سال گزرنے کے بعد وہ دوسروں پر قرض دار ہو گیا تو کیا زکوٰۃ اس کے اوپر فرض ہے؟
 ”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔ یہ قرض ادائیگی زکوٰۃ سے مانع نہیں ہے۔ بہار شریعت میں ہے:
 ”دین اس وقت مانع زکوٰۃ ہے جب زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد
 ہو تو زکوٰۃ پر اس دین کا کچھ اثر نہیں۔“ (۱)
 اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وهذا كله اذا كان الدين في ذمته قبل وجوب الزكاة اما اذا لحقه الدين بعد وجوب
 الزكاة فلم تسقط الزكاة هكذا في الجوهرة النيرة“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔
 الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
 ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

۔ زکوٰۃ، فطرہ کی رقم سے مدرسہ کے طلبہ کا لباس بنانا جائز ہے

مسئلہ از: ثار احمد عینی، الہاس نگر، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دارالعلوم کی آمدنی جو کہ
 زکوٰۃ و فطرہ و صدقات سے ہوئی ہے۔ اس آمدنی کے پیسوں سے مدرسہ یا دارالعلوم کے بچوں کو وردی بنانا
 جائز ہے یا ناجائز۔ بصورت دیگر کوئی ایسا حیلہ شرعی بیان فرمائیں جس سے جواز کا عندیہ ملتا ہو۔ بینوا فی الدنیا
 وتوجروا فی الآخرة۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دارالعلوم کے وہ بچے جو سید نہ ہوں، نہ ہاشمی ہوں، نہ زکوٰۃ دینے والے کی اولاد ہوں اور نہ مالک نصاب کی
 نابالغ اولاد ہوں تو ان کے لیے زکوٰۃ و فطرہ کی رقم سے وردی بنانا جائز نہیں مالک بنادینا جائز ہے۔

(۱) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۱۴

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۷۳

در مختار میں ہے ”لو اطعم یتیمًا نأویاً الزکوٰۃ لا یجزئہ الا اذا دفع المظنوم کما لو کساه“ (۱)
اور فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”عوض زر زکوٰۃ کے محتاجوں کو کپڑے بنا دینا، انہیں کھانا دے دینا جائز ہے اور اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ (۲) اور اگر زکوٰۃ کی رقم کا حیلہ شرعی کر کے وردی بنائیں تو بھی درست ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

مدارس عربیہ میں زکاۃ کے خرچ کی صورت

مسئلہ از: محمد زمان رضوی، سمری خان کوٹ، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں کہ:

مدرسہ کے لیے زکوٰۃ، فطرہ کی رقم اکٹھا کر کے اسے مدرسہ کی ضرورت میں خرچ کرنا کیسا ہے اور اس سے زکوٰۃ فطرہ کی ادائیگی ہوگی یا نہیں۔ نیز اگر خرچ کرنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکوٰۃ و فطرہ کے اصل حقدار غرباء و مساکین ہیں۔ جن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ﴾ (۳) لیکن وہ مدارس عربیہ اسلامیہ جو خالص دینی ہیں جن سے دین کا تحفظ و بقا وابستہ ہے اگر ان میں زکوٰۃ و فطرہ کی رقم صرف نہ کی جائے تو وہ مدارس عربیہ بند ہو جائیں۔ جس سے اسلام و سنیت کا بڑا نقصان ہوگا۔ چنانچہ اس اہم ترین ضرورت و مجبوری کی وجہ سے فقہائے کرام نے مدارس دینیہ میں زکوٰۃ و فطرہ کو حیلہ شرعی کے بعد استعمال کی اجازت دی ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اگر روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دے کر مالک کر دیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۲، ص: ۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۳، ص: ۳۸۰

(۳) سورۃ التوبہ، آیت: ۶۰

تنخواہ مدرسین و ملازمین جملہ مصارف میں خرچ ہو سکتا ہے۔“ (۱)

اور حضور صمد الشریعہ علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

”صدقہ فطر و زکوٰۃ نہ تعمیر مدرسہ میں خرچ کی جاسکتی ہے نہ تنخواہ مدرسین میں مگر اس قسم کے پیسوں کو اگر نکال دیا جائے تو مدرسہ کی آمدنی اتنی کم رہ جائے گی جس سے اس کا چلنا دشوار ہو جائے گا اور تحصیل علم کا دروازہ بند ہوتا ہوا نظر آئے گا۔

لہذا ان چیزوں میں زکوٰۃ اور صدقہ فطر بطور حیلہ کے صرف کیا جائے کہ رئیس کسی فقیر کو بطور تملیک دے دی جائیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو اب اس رقم کا صرف کرنا جائز ہو جائے گا اور زکوٰۃ و صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

تنخواہ سے کٹنے والی رقم کی زکوٰۃ

مسئلہ از: غیبی صاحب، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کمپنی میں نوکری کرتا ہے۔ اس کی تنخواہ سے ہر ماہ پانچ سو روپیہ کٹتا ہے اور اب زید اپنی نوکری سے ریٹائر ہو رہا ہے اور اس کی تنخواہ سے جو ہر مہینہ پیسہ کٹتا تھا وہ پورا پیسہ جتنا ہوتا ہے اتنا ہی کمپنی اپنی طرف سے ملا کر دیتی ہے ریٹائر ہونے پر۔ تو جواب طلب امر یہ ہے کہ جو بھی پیسہ مل رہا ہے ان سب روپیوں کی زکوٰۃ کس طرح نکالی جائے گی اور کیا روپیہ اپنے قبضہ میں آنے پر فرض ہے یا جب سے تنخواہ کٹ رہی ہے ان سب پیسوں کی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ حالاں کہ کٹے ہوئے پیسوں کو زید اپنے قبضہ میں نہیں پایا ہے اور کٹنے والے روپیوں کی زکوٰۃ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی اور تیس سال پہلے سے پیسہ کٹ رہا ہے اور اس کی زکوٰۃ نہیں دی گئی تو کیا زید گنہ گار ہوا یا نہیں؟ برائے کرم ان سب سوالوں کا جواب مفصل تحریر کریں، مہربانی ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ملازم کی تنخواہ سے جو رقم وضع ہو کر مدت ملازمت ختم ہونے پر ملتی ہے وہ ملازم کی ملک ہوتی ہے۔ سیدی اعلیٰ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۳۶۸

(۲) الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۷۶

حضرت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ

”ملازمت جائزہ کی تنخواہ ماہ بماء خواہ اس کا کوئی جز جمع ہو کر بعد ختم ملازمت دیا جائے ہر طرح وہ اس ملازم کی

ملک ہے۔“ (۱)

اور وہ رقم شرعاً قرض کی حیثیت رکھتی ہے گویا ملازم نے کمپنی کو اپنی تنخواہ کا ایک حصہ بطور قرض دے رکھا ہے اور قرض

میں دیے گئے روپے کی زکوٰۃ واجب ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے جو روپیہ قرض میں پھیلا ہے اس کی زکوٰۃ لازم ہے۔ (۲)

لہذا اگر اس رقم یا دوسری رقم کو ملا نے پر ملازم صاحب نصاب ہو جاتا ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

فقہ طہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”ملازم اگر مالک نصاب ہے تو دیگر ذکااتی مالوں کے ساتھ فنڈ مذکور میں جب سے رقم جمع ہونی شروع ہوئی اسی

وقت سے اس رقم کی بھی زکوٰۃ ہر سال واجب ہوگی۔ (۳)

خلاصہ یہ کہ ملازم کی تنخواہ سے جو رقم وضع ہو کر کمپنی میں جمع ہوتی رہتی ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ بشرطیکہ

ملازم صاحب نصاب ہو۔ صورت مسئلہ میں اگر زید تیس سال قبل مالک نصاب تھا تو پانچ سو روپے ماہانہ کے حساب سے

سال اول کی جمع شدہ رقم چھ ہزار ہوتی ہے جس کی زکوٰۃ ڈھائی فیصد کے حساب سے ڈیڑھ سو روپے ہوئی پھر سال دوم کی

جمع شدہ چھ ہزار اور سال اول کی چھ ہزار سے ڈیڑھ سو روپیہ زکوٰۃ نکال کر بقیہ گیارہ ہزار آٹھ سو پچاس روپیہ کا ڈھائی فیصد

زکوٰۃ سال دوم میں نکالی جائے گی۔ یوں ہی باقی تمام سالوں کی زکوٰۃ کا حساب لگایا جائے۔

اور چون کہ تنخواہ سے کئی ہوئی رقم شرعاً قرض ہے اور قرض کی رقم پر اگرچہ زکوٰۃ واجب ہے مگر ادا کرنا اس وقت

واجب ہے جب کم از کم خمس یعنی پانچواں حصہ نصاب وصول ہو جائے اس لیے زید مذکور رقم کی زکوٰۃ مدت ملازمت

کے درمیان نہ دینے کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہوا۔ البتہ ریٹائر ہونے کے بعد جب وہ رقم مل جائے تو فوراً حساب کر کے

اس کی زکوٰۃ ادا کر دے یہ تفصیل تو زید کی تنخواہ سے کئی رقم کے متعلق ہوئی۔

مگر جو رقم کمپنی اپنی طرف سے ملا کر دے گی اس میں سالہائے گزشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ بلکہ جس سال وہ

رقم زید کو ملے گی اس سال زکوٰۃ نکالتے وقت دیگر مالوں کے ساتھ اس کو بھی ضم کر دے گا۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب

”جدید مسائل زکوٰۃ“ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۸، ص: ۱۸۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۴۳۲

(۳) فتاویٰ لبض الرسول، ج: ۱، ص: ۴۷۹

حیلہ شرعی کر کے عشر کے مال سے مدرسین کی تنخواہ دینا جائز ہے

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا، پوسٹ پچوکھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی
کیا کھیت سے پیدا ہوئے غلہ کے عشر کو بھی حیلہ شرعی کر کے اساتذہ کی تنخواہ کے عوض دینا ضروری ہے؟ اور
اس کے لیے بھی تملیک شرط ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

عشر صدقات واجبہ سے ہے اور اس کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں اور زکوٰۃ کی رقم بغیر حیلہ
شرعیہ مدارس میں استعمال نہیں کی جاسکتی ہے تو عشر کا بھی وہی حکم ہے کہ بغیر حیلہ شرعی مدارس میں اساتذہ کی تنخواہ عشر
سے دینا ناجائز ہے۔ علامہ زماں فقیہ النفس امام قاضی خان قدس سرہ فرماتے ہیں:

”کل ما تخرجه الارض یجب فیہا العشر“ (۱)

اور فرماتے ہیں:

”ویصرف العشر الی من یصرف الیہ الزکوٰۃ“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۱ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

مدارس کے سفراء عالمین میں شامل نہیں

مسئلہ از: محمد شمس القمر القادری، متعلم دارالعلوم علمیہ، جہد اشاہی، بستی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: کیا مدرسے کے سفراء عالمین کے زمرے
میں ہیں؟ ہینوا تو جو روا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

عالم کی تعریف علامہ کاسانی علیہ الرحمہ نے یوں فرمائی ہے:

(۱) الفعاویٰ المعالیہ علی هامش الفعاویٰ العالمگیرۃ، ج: ۱، ص: ۲۷۶-۲۷۷

(۲) حوالہ سابق

”واما العاملون علیہا فہم الذین نصبہم الإمام لجباية الصدقات“ (۱)
اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”وہو من نصبہم الإمام لاستیفاء الصدقات والعشور کذا فی الکافی“ (۲)

اس کے علاوہ تمام کتب تفسیر و فقہ میں عامل کی تعریف یہی کی گئی ہے۔ کہ جسے امام یعنی سلطان اسلام یا اس کے نائب نے صدقہ تحصیل کرنے پر مقرر کیا ہو۔ ظاہری بات ہے کہ مدرسہ کے سفراء کو نہ تو امام مقرر کرتا ہے نہ ہی اس کا نائب، اس لیے ان پر عامل کی تعریف صادق نہیں آتی۔ لہذا یہ حضرات عاملین میں سے نہیں ہیں۔ ہاں اگر قاضی شریعت یا اعلم علمائے شہر نے کسی کو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر کر دیا تو وہ عامل ہوگا کہ قاضی شریعت قائم مقام سلطان اسلام ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

زکوٰۃ کے مال کا حیلہ شرعی کن کن لوگوں سے کرانا بہتر ہے

مسئلہ از: محمد جاوید برکاتی فیضی، چندیری اشوک نگر، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) زکوٰۃ کے مال کو حیلہ شرعی کر کے کس جگہ لگانا جائز ہے؟

(۲) زکوٰۃ کے مال کا کن کن لوگوں سے حیلہ شرعی کرانا بہتر ہے؟

(۳) والد نے ساری ملکیت اپنے لڑکے کو دے دیا کہ گھر کا سارا کاروبار چلائے تو کیا لڑکا مالک نصاب ہوگا

یا لڑکے کے والد؟

(۴) زکوٰۃ کے مال کو حیلہ شرعی کر کے معلم کی تنخواہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) زکوٰۃ و صدقات واجبہ صرف فقراء و مساکین وغیرہم کا حق ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ

لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ﴾ (۳) لیکن وہ مدارس اسلامیہ عربیہ جو خالص دینی ہیں جن سے دین کا تحفظ و بقا وابستہ ہے

(۱) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۱۵۱

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۸۸

(۳) سورۃ التوبۃ آیت: ۶۰

اگر ان میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہ کی جائے تو وہ مدارس دینیہ بند ہو جائیں جس سے اسلام و مسیحیت کا نقصان ہوگا۔ چنانچہ اس اہم ترین ضرورت و مجبوری کی وجہ سے فقہائے کرام نے مدارس عربیہ کے لیے حیلہ شرعیہ کی اجازت دی ہے نہ کہ ہر دینی کام کے لیے حیلہ شرعی کی آڑ بنا کر فقرا کی حق تلفی کی جائے۔ مہم دین و ملت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”افنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں۔ ہزاروں روپے فضول و خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ (۱)

لہذا بوجہ ضرورت و مجبوری گو کہ تمام امور خیر میں زکوٰۃ کی رقم حیلہ شرعیہ کے بعد لگانا جائز ہے۔ مگر دینی مدارس میں صرف کرنے کے لیے ہی حیلہ شرعیہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسلمان عاقل بالغ مصرف زکوٰۃ بالخصوص نیک دین دار طالب علم دین یا عالم دین سے حیلہ شرعیہ کرنا افضل ہے۔ درالختار میں ہے: ”ولی المعراج: التصدق علی العالم الفقیر الفضل۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اگر والد نے اپنے لڑکے کو ساری جائیداد ہبہ کر دی تو لڑکا قبضہ کے بعد مالک ہو جائے گا۔ اب اگر وہ جائیداد نصاب کو پہنچتی ہو تو مالک نصاب بھی ہو جائے گا اور اگر مصرف گھر کا نظم و ضبط رکھنے اور اخراجات و انتظامات کی نیت سے دیا ہے اور سوال میں مذکور ”گھر کا سارا کا“ و بار چلائے۔“ جملہ سے یہی ظاہر ہے کہ صرف تصرفات کا اختیار دیا ہے تو لڑکا مالک نہیں ہوگا اور جائیداد والد کی ملکیت رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جائز ہے جیسا کہ جواب اول سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

زکوٰۃ و فطرہ کی ادائیگی میں تملیک شرط ہے

مسئلہ از: محمد اصغر خان، میڈیکل اسٹور، قصبہ تندواری، ضلع باندہ، یوپی

محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر حسین صاحب قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

خیریت دارم و خیریت خواہم کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

کہ ہمارے قصبہ میں ایک مدرسہ جس میں ناظرہ تک پڑھائی ہوتی ہے اس میں گاؤں ہی کے بچے پڑھتے

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۳۹۶

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۷۵

ہیں۔ کمیٹی کے پاس اتنا پیسہ نہیں، نہ ہی گاؤں میں اتنی امداد کرنے والا کوئی ہے کہ مدرسہ کی عمارت مدرسوں کی تنخواہ بچوں کی کتابیں امداد کے پیسے سے اخراجات پورا کیا جاسکے۔ لہذا اس میں زکوٰۃ فطرہ کا پیسہ حیلہ شرعی کر کے خرچ کیا گیا ہے اور پیسہ بھی زکوٰۃ فطرہ کا اکٹھا ہے جسے حیلہ شرعی کر کے ہم بھر لانا چاہتے ہیں جس میں کچھ اذکار کا اعتراض ہے اور اگر ہم ایسا نہیں کرتے تو مدرسہ کا چل پانا مشکل ہے۔ اس پیسہ کو ہم استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں اور حیلہ شرعی کا طریقہ تحریر فرمائیں۔ شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکوٰۃ وفطرہ کی رقم براہ راست مدرسہ کی تعمیر یا مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ زکوٰۃ وفطرہ کی ادائیگی کے لیے تملیک مستحق شرط ہے اور مذکورہ صورتوں میں تملیک نہیں پائی جاتی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لا يجوز ان ينسى بالنزكوة المسجد وكذا الحج وكل مالا تمليك فيه كذا في التبيين ملخصاً“ (۱)

اور اگر مدرسہ وغیرہ میں خرچ کرنا چاہے تو حیلہ شرعی کے بعد خرچ کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

فقیر ملت علامہ شاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”مال زکوٰۃ حیلہ شرعی کے بعد تعمیر مدرسہ وغیرہ ہر کام میں صرف کیا جاسکتا ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں“ (۲)

اور حیلہ شرعی کا طریقہ یہ ہے کہ زکوٰۃ وفطرہ کی رقم کسی مسلمان محتاج وفقیار کو دے دیں۔ اب وہ اپنی طرف سے ناظم مدرسہ کو خرچ کرنے کا وکیل بنادے اس کے عذر بھی کئی طریقے ہیں کما فی الاسفار الفقہیہ من الاشباہ والنظائر والفتاویٰ الرضویۃ وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری

فلاحی کاموں میں زکوٰۃ لگانے کا حکم

مسئلہ ۱: آفتاب حسین قادری، سکریٹری امام احمد رضا ویلفیئر ٹرسٹ چھپرہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنے شہر میں ایک تنظیم جس کا نام احمد رضا ویلفیئر ٹرسٹ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۸۸

(۲) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۴۹۰

ہے چلاتا ہے جس کا مقصد خدمتِ حالِ مسجدوں کی تعمیر و ترقی و تعلیمی کام کو انجام دینا ہے ساتھ ہی غریب اور بیمار لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ اب جائز یا نہ ہے کہ کیا اس تنظیم کو چلانے والے زکوٰۃ، صدقات و عطیات کی رقم حیلہ شرعی کے بعد استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں صدقات نافلہ اور عطیات کا استعمال تو بلاشبہ جائز ہے رہ گئی زکوٰۃ کی رقم تو اس کے لئے ہر جگہ حیلہ شرعیہ کر کے خرچ کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔ البتہ جہاں ضرورت ہو اور حیلہ شرعیہ کے بعد صحیح طریقہ سے خرچ میں لانا ہی مطلوب ہو وہاں اجازت ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”اغنیاء کثیر المال شکر نعمت بجالائیں، ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/ شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

مساجد میں قائم مکاتب اور فلاحی و سماجی کاموں کے لیے تحصیل زکوٰۃ

مسئلہ از: مولانا محمد توفیق رضوی، شہر ظلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام محققین اسلام مندرجہ ذیل مسائل میں جن میں مسلمانوں کی رہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔

(۱) اسپتال، دینی و دنیاوی مخلوط تعلیم گاہوں اور غریب لڑکیوں کی شادی بیاہ کے لیے فلاحی تنظیموں کا مال زکوٰۃ و دیگر صدقات وصول کرنا اور ان پر خرچ کرنا کیا جائز ہے؟ اور کیا اُس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟

(۲) مساجد میں قائم وہ مکاتب کہ جن میں اہل محلہ کے بچے قاعدے و سی پارے پڑھتے ہیں ان کے لیے زکوٰۃ وصول کرنا اور ان پر خرچ کرنے کے لیے حیلہ شرعی کرنا کیسا ہے؟ ایسا کرنے والوں کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) حیلہ شرعی ضرورت و حاجت شرعیہ کے وقت کیا جاتا ہے تو کیا مذکورہ چیزوں پر مال زکوٰۃ صرف کرنے کے لیے ضرورت و حاجت شرعیہ کا تحقق ہو چکا ہے؟

(۴) کیا حربی کو صدقہ نافلہ دیا جاسکتا ہے؟

(۵) آج ملک میں کثرت سے مدارس، مکاتب، لائبریری، ادارہ الاشاعت اور دارالافتاء وغیرہ پائے جاتے ہیں کیا ہر طرح کے دینی اداروں کے لیے زکوٰۃ و فطرہ وصول کرنے اور ان پر خرچ کرنے کے لیے حیلہ شرعی کی اجازت ہوگی؟ یا ان میں کچھ تفصیل ہے؟ واضح فرمائیں۔

(۶) ایک خاص ادارے کے نام سے وصول کی گئی زکوٰۃ کسی دوسرے ادارے یا کسی نیک کام میں مصرف کرنا کیسا ہے؟ کیا اس سے زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ ایسا کرنے والوں پر شریعت کا کیا حکم حاکم ہوتا ہے؟

(۷) مال زکوٰۃ سے محتاجوں کو تجارت کے لیے قرض دینا اور کاروبار چلنے پر ان سے واپس لے لینا کیا جائز ہے؟ بیس تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو انفاق مال کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے کتاب و سنت میں بے شمار مقامات پر انفاق کے فضائل و مسائل اور بخل و عدم انفاق کی مذمت بلکہ وعید و تہدید بھی مذکور ہے۔ دراصل اسلامی فلسفہ یہ ہے کہ مسلمان ہر جہت سے ایک بہتر اور خوش گوار فضا میں رہیں اور دیگر امور کے ساتھ معاشیات میں بھی دیگر قوموں سے کسی حیثیت سے کم تر نہ دیکھیں جائیں۔

اسی فلسفہ کے پیش نظر زکوٰۃ و صدقہ فطر کفارہ اور دیگر صدقات و خیرات کا حکم جا بجا کتب اسلامی میں مفصل طور پر مذکور و مسطور اور مصرح ہے اور ان کے مصارف کا ذکر بھی پوری شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے۔ انقلاب زمانہ کی بدولت آج مسلمانوں کی بعض تنظیمیں اپنے طور پر وفاہی فنڈ قائم کر کے مسلمانوں کی رقوم جمع کرتی ہیں اور بلا جھجک جہاں دل میں آیا خرچ کرتی ہیں جب کہ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے مصارف کی فہرست خود کلام ربانی نے پیش کر دی ہے اور کلمہ ”انما“ سے انہیں مصارف میں منحصر کر دیا ہے۔

البتہ صدقات واجبہ کو ان مذکورہ اور متعینہ مصارف کے علاوہ کسی اور جگہ پر صرف کرنے کے لیے ائمہ اسلام نے تین بنیادی امور کا لحاظ لازم قرار دیا ہے۔

(اول) یہ کہ جس مصرف میں رقم لگائی جائے اس کا از قبیل قربت ہونا ضروری ہے۔

(دوم) یہ کہ حیلہ شرعی کے بعد ہی لگائی جائے۔

(سوم) یہ کہ اس مصرف میں خرچ کرنے کے لیے حیلہ شرعیہ کی حاجت و ضرورت بھی متحقق ہو۔
متعدد کتب فقہ میں ان امور کی صراحت موجود ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لَمَّا جَمِيعُ ابْوَابِ الْخَيْرِ كَعِمَارَةِ الْمَسَاجِدِ وَبِنَاءِ الْقَنَاظِيرِ الْحِيلَةِ اِنْ يَتَصَدَّقَ بِمَقْدَارِ

زَكَاتِهِ عَلَى فَقِيرٍ۔“ ۱۱ (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ایک مقام پر حیلہ شرعیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ ہے اسے بہ نیت زکوٰۃ دے کر اس کو اس کا قبضہ کرادے پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ خواہ اسے دے کر خریدار متکتم خانہ خواہ کسی دینی مقصد پر وغیرہ امور خیر میں لگا دے۔“ (۲)
اور فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

”کہ اس قسم کے امور خیر کے لیے حیلہ کرنے میں کسی قسم کی کراہت یا قباحت نہیں۔“ (۳)
اس کے حاشیہ میں ہے:

”یہ اس کی دلیل ہے کہ امور خیر میں صرف کرنے کے لیے حیلہ کی اجازت ہے فقراء کی حق تلفی اور امور دنیوی میں صرف کرتے کے لیے اجازت نہیں۔ لہذا حیلہ کے بعد بھی اسکول و کالج دنیوی تعلیم میں صرف کرنا ممنوع ہے۔“ (۴)
فتاویٰ امجدیہ میں ایک مقام پر ہے:

”زکوٰۃ کا روپیہ حیلہ شرعیہ سے نیک کام میں خرچ کرنا جائز ہے۔“ (۵)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں۔ ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ متوسط الحال بھی ایسی ہی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لیے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کر کے روپیہ اپنے خرد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں انبیاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۱، ص: ۱۸۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۲۷۳

(۳) الفتاویٰ الامجدیہ ج: ۱، ص: ۳۷۶

(۴) حوالہ سابق

(۵) حوالہ سابق ص: ۳۸۸

یکسر ابطال ہے تو گویا اسکا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العالمین۔“ (۱)
حاشیہ فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

”بضرورت حیلہ شرعیہ کرنے کے بعد زکوٰۃ و صدقہ فطر کی رقوم مدارس میں صرف کرنے کی اجازت دی گئی

ہے اور یہ اپنی جگہ ثابت ہے کہ جو حکم بضرورت ہوتا ہے وہ قدر ضرورت سے متجاوز نہیں ہوتا۔“ (۲)

مذکورہ تمام تصریحات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ ہر طرح کے کام میں زکوٰۃ و فطرہ کی رقوم کا حیلہ شرعیہ کر کے صرف کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہے بلکہ صرف خیر و بر میں بعد تحقق ضرورت ہی حیلہ شرعیہ کر کے خرچ کرنے کی اجازت ہوگی اور اگر ان متعینہ مصارف کے علاوہ دیگر مصارف میں صرف کرتے وقت مذکورہ امور مثلاً شہ کا لحاظ نہ کیا گیا تو وہاں زکوٰۃ و صدقات واجبہ کا صرف کرنا شرعاً جرم ہوگا بلکہ بعض صورتوں میں خود زکوٰۃ دینے والا اذائیگی زکوٰۃ سے بھی بری الذمہ نہ ہوگا۔

بیت المال کا قیام:

بیت المال درحقیقت سرکاری خزانہ کے محفوظ رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں تو گورنمنٹی خزانہ کا قائم کرنا خود حکومت اور گورنمنٹ کا کام ہے اگر چند لوگ اپنے طور پر کوئی فنڈ قائم کر لیں تو یہ بیت المال نہ ہو جائے گا۔ اور وہ بیت المال جو گورنمنٹی طور پر قائم ہوتے تھے جب فقہائے کرام نے ان کے متعلق فرما دیا کہ ان کا نظام خراب ہو چکا ہے اور اب ان میں رقوم جمع نہ کی جائیں تو بھلا آج عامۃ الناس کے لیے بھلا کیسے اس کی اجازت ہوگی کہ وہ از خود بیت المال قائم کر کے اس میں مسلمانوں کی رقم جمع کریں اور من مانی خرچ کریں۔ یوں ہی فلاحی تنظیمیں جو ہر طرح کی رقم جمع کر کے ہر طرح کے مصارف میں خرچ کرتی ہیں ان کو زکوٰۃ دینے کیوں کرا اجازت ہو سکتی ہے لہذا ان تنظیموں کو زکوٰۃ و صدقہ فطر کی رقم ہرگز ہرگز نہ دی جائیں البتہ اگر معتمد و متدین علما اپنی مکمل گرفت رکھتے ہوئے ایسی تنظیموں میں رقم جمع کرائیں اور تمام شرعی اصول کی رعایت کرتے ہوئے ان رقوم کو صرف کیا جائے تو منعجائش ہے۔

اور اگر ایسے خدا ترس اور ذمہ دار علما کی گمرانی نہ ہو اور لوگ اپنے طور پر زکوٰۃ و صدقات کو وصول کر کے خرچ کرتے ہوں تو اگر حیلہ شرعیہ کے بعد خرچ کریں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی البتہ غیر مصارف میں خرچ کا وبال اب ان تنظیموں کے ذمہ داروں کے سر ہوگا۔

کہاں حیلہ شرعی کہے بعد بھی صرف کسی اجازت نہیں:

(۱) جو ادارے خالص دینی تعلیم کے لیے ہیں (۲) جو ادارے دینی تعلیم کے لیے ہوں مگر وہاں ضمناً

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۳۹۶

(۲) الفتاویٰ الامجدیہ ج: ۱، ص: ۳۷۲

برائے نام دینی تعلیم بھی ہوتی ہو (۳) جو تنظیمیں بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم سب کی امداد کرتی ہوں (۴) جو ہائیکلین مسلم وغیرہ مسلم سب کے علاج کا انتظام کرتے ہوں (۵) جو تنظیمیں امیر و غریب مسلم و غیر مسلم سب پر کسی بھی نوعیت سے رقوم خرچ کرتی ہوں۔

ایسے تمام مقامات میں حیلہ شرعی کے بعد بھی زکاۃ و صدقات فطر کا صرف کرنا ممنوع ہے بلکہ ان کے لیے حیلہ شرعی کی بھی اجازت نہیں ہے کہ دنیوی تعلیم کا خیر نہیں تو اس میں صرف کار خیر میں صرف نہیں یونہی جن اداروں میں برائے نام دینی تعلیم ہوتی ہو اور اصل حصہ دنیوی تعلیم ہو وہاں صرف کرنا بھی کار خیر میں صرف کرنا نہیں ہے۔ اور جو تنظیمیں مسلمان اور کافر سب کی امداد کرتی ہوں اور جو ہائیکلین سب کا علاج و معالجہ کرتے ہوں وہ بھی مصرف خیر نہیں کہ ہندوستان کے کفار حربی ہیں اور حربیوں پر صدقہ نافلہ تک صرف کرنے کی اجازت نہیں تو بھلا صدقات واجبہ سے ان پر صرف کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔

البحر الرائق میں ہے:

”جميع الصدقات فرضا كانت او واجبة او تطوعا لا تجوز للحربی اتفاقا کما فی غایۃ

البیان“ (۱)

اور جدا الممتار میں ہے:

”اقول: فی کراہیۃ الہندیۃ الباب ۱۴ لا باس بان یصل الرجل المسلم المشرک قریبا کان او بعیدا محاربا کان او ذمیا واراد بالمحارب المستامن واما اذا کان غیر المستامن فلا ینبغی للمسلم ان یصلہ بشئ کذا فی المحيط و ذکر القاضی الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیا فی دار الحرب و کان الحال حال صلح و مضالحة فلا باس بان یصلہ کذا فی التارخانیۃ. ۱۵ وقد ذکرنا فی المححجة المومنة نصوصا کثیرة علی تحريم صلة الحربی فراجعہ.“ (۲)

اس تفصیل کی روشنی میں سوالات کے جوابات درج ہیں:

(۱) جن اسپتالوں میں بلا تفریق ملت و مذہب سب کا علاج کیا جاتا ہو یونہی دنیوی تعلیم گاہیں اور وہ تعلیم گاہیں جہاں دینی تعلیم ٹالوی حیثیت سے دی جاتی ہے اسی طرح جو تنظیمیں مسلم و غیر مسلم سب کی شادی وغیرہ میں رقوم خرچ کرتی ہیں ان سب کے لیے مال زکاۃ کا وصول کرنا اور ان پر خرچ کرنا ناجائز ہے کہ ناجائز مصرف میں خرچ کرنے

(۱) البحر الرائق ج: ۲، ص: ۴۲۳

(۲) جدا الممتار ج: ۴، ص: ۴۰

کے لیے وصول کرنا بھی ناجائز ہوگا لقولہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِلْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱)
البتہ اگر ان رقوم کو حیلہ شرعیہ کے بعد مذکورہ مدت میں صرف کریں گے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی ورنہ زکوٰۃ بھی
ادا نہیں ہوگی یونہی اگر زکوٰۃ کے ساتھ دیگر صدقات نافلہ کو وصول کر کے ملا دیا جاتا ہو تو بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔
فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”اس طریقے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی یہ لوگ بطور خود چندہ کرتے ہیں اور زکوٰۃ وغیرہ زکوٰۃ بلکہ مسلم وغیر مسلم
سب کے چندے غلط کر لیتے وہ روپیہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے اور قابل ادا زکوٰۃ نہیں رہتا فان اخلط استهلاك فتاویٰ
عالمگیرہ میں ہے: ”رجلان دفع كل منهما زكوة ماله الى رجل ليؤدى عنه فخلط مالهما ضمن
الوكيل مال الدافعين وكانت الصدقة عنه كذا في فتاویٰ قاضی خان۔“ (۲)

(۲) جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ حیلہ شرعیہ کی اجازت، بضرورت ہے تو یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر
کہیں پر مصلیان مسجد اس حیثیت کے قطع نہ ہو کہ ان مکاتب کے اساتذہ کی تنخواہ زکوٰۃ و صدقات کے علاوہ دوسرے
اموال سے دے سکیں تو وہاں اجازت ہوگی مگر مشاہدہ یہ ہے کہ اگر معمولی محنت و توجہ سے کام لیا جائے تو تحصیل زکوٰۃ کی
ضرورت کم ہی پڑے گی لہذا مساجد میں قائم مکاتب کے لیے حیلہ شرعی کی اجازت نہ دی جائے اور اگر کوئی ایسا کرتا
ہے تو اسے روکا جائے۔

(۳) اسپتالوں کے لیے یونہی دیگر مدت مذکورہ میں خرچ کرنے کے لیے مطلقاً تحقق حاجت کا انکار یا
اثبات مشکل امر ہے حاجت و ضرورت حالات و مقامات کے لیے مختلف ہو سکتی ہیں بہ تحقیق جہاں ضرورت ہو وہاں
حیلہ شرعیہ کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

(۴) کافر حربی کو صدقہ نافلہ وغیرہ دینے کی ہرگز اجازت نہیں ہے الا یہ کہ کوئی خارجی یا داخلی مصلحت
و حاجت پائی جائے۔

(۵) جن اداروں کے پاس دیگر اموال کی آمدنی کے ذرائع ہیں ان میں اجازت نہیں کہ الضرورة بتقدیر
بتقدیرھا معروف و مسلم ہے۔ بصورت دیگر اجازت ہے۔

(۶) زکوٰۃ وصول کرنے والے زکوٰۃ دینے والوں کے وکیل ہوتے ہیں اور وکیل کو جس امر کا وکیل بنایا گیا ہے
صرف وہی امر انجام دے سکتا ہے جب کسی خاص ادارہ کے نام زکوٰۃ وصول کی گئی تو گویا دینے والے نے اسی جگہ زکوٰۃ
دینے کا وکیل بنایا لہذا اب کسی دوسرے ادارہ یا کسی دوسرے کار خیر میں نہیں دے سکتا ہے اور اگر دے تو بعض فقہائے

(۱) سورة المائدة آیت: ۲

(۲) الفتاویٰ الرضویة ج: ۴، ص: ۴۷۱

کرام کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والے پر تاوان لازم ہے اور بعض فقہائے کرام کے نزدیک یہ ہے کہ تاوان لازم نہیں اب جن فقہائے کرام کے نزدیک تاوان لازم ہے ان کے اہتمام سے دینے والا گنہگار بھی ہوگا اور موکل کی زکوٰۃ بھی ادا نہیں ہوگی چنانچہ در مختار میں مذکور ”وللوکیل ان يدفع لولده الفقیر“ کے تحت رد المحتار میں ہے:

”قوله: (لولده الفقیر) واذا كان ولداً صغيراً فلا بد من كونه فقيراً ايضاً، لان الصدقة بعد غنيا بغنى أبيه، افاده ط عن أبي السعود، وهذا حيث لم يأمره بالدفع الى معين اذ لو خالف ففيه قولان حكاهما في القنية: وذكر في ”البحر“ ان القواعد تشهد للقول بانه لا يضمن لقولهم: لو نذر التصديق على فلان له ان يتصدق على غيره اه

القول: وفيه نظر، لأن تعيين الزمان والمكان والدرهم والفقير غير معتبر في النذر، لأن الداخل تحته ما هو قرينة وهو اصل التصديق فدون التعيين فيبطل وتلزم القرينة كما صرحوا به وهنا: والوكيل النما يستفيد التصرف من الموكل وقد امر بالدفع الى فلان فلا يملك الدفع الى غيره، كما لو اوصى لزيد بكذا ليسن للوصي الدفع الى غيره لمعامل.“ (۱)

البتہ اگر دینے سے پہلے حیلہ شرعی کر لیا تھا تو اب زکوٰۃ ادا ہو جائے گی مگر دینے والا گنہگار ہوگا کہ یہ زکوٰۃ دینے والوں کے ساتھ دھوکہ دہی اور فریب ہے جو بخواتین ناجائز ہے۔

(۷) اگر کسی نے زکوٰۃ کی رقم اسی فنڈ کے لیے وصول کی اور حیلہ شرعیہ کے بعد غریبوں کو تجارت کے لیے دیتا اور واپس لیتا ہے تو بوجہ مجبوری اس کی اجازت ہوگی لیکن اگر بغیر حیلہ شرعیہ کے انہیں دے کر واپس لیتا ہے یا کسی اور نام سے وصول کر کے ایسا کرتا ہے تو سخت گنہگار ہے کہ ایسی صورت میں موکل کی مرضی کے خلاف اور اس کی ادائیگی زکوٰۃ میں تاخیر کرنا ہوگا۔ ان مسائل کے متعلق ”شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف“ نے مندرجہ ذیل فیصلے صادر کیے ہیں۔

(۱) دینی اور دنیوی تعلیم گاہوں اور لڑکیوں کی شادی و بیاہ کے لیے فلاحی تنظیموں کا زکوٰۃ وصول کرنا اور اس کو مذکورہ فنڈ میں صرف کرنے کے لیے حیلہ شرعیہ کرنا منع ہے کہ اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا ہیکس ابطال ہے۔ اگر کوئی انفرادی طور پر مال زکوٰۃ محتاج بچیوں کی شادی و بیاہ پر بعد حیلہ شرعیہ خرچ کرے تو اس کی اجازت ہے۔ یا وہ مال زکوٰۃ کی خود مستحق بچیوں کو دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جس جگہ کے مسلمان اپنے دیگر اموال سے مکاتب کی ضروریات پوری کرنے کی حیثیت نہ رکھتے ہوں وہاں تعلیم قرآن کے لیے بقدر حاجت زکوٰۃ وصول کرنے اور بعد حیلہ شرعیہ خرچ کرنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ضرورت و حاجت کا تحقق کہاں اور کس کے لیے ہے یا نہیں اس کا فیصلہ محقق ضرورت و حاجت کے بعد

ہی ہو سکتا ہے۔ اور اس کے مراتب کا بھی یہی حال ہے۔ علی العموم تمام چھوٹی کے لیے محقق ضرورت کا حکم نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) حربی کافر کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں۔ البتہ معضرت مظنون کے سد باب کے لیے اسے بے نیت تصدق کچھ دے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جن مقامات کے حالات سے معلوم ہو کہ دعوت و تبلیغ اور اشاعت دین کی خاطر دارالافتاء اور لاہوری کے لیے کتب کی فراہمی بلا زکوٰۃ نہیں ہو سکتی ہے وہاں بعد حیلہ خرچ کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) کسی خاص ادارہ کے نام وصول کی گئی زکوٰۃ حیلہ شرعی سے قبل کسی بھی ادارہ یا کار خیر میں صرف کرنا جائز نہیں کہ ادائیگی زکوٰۃ کے لیے تملیک فقیر شرط ہے اور مزرکی نے جس ادارہ کے نام سے زکوٰۃ بھیجی ہے اسی ادارہ کے لیے حیلہ شرعیہ کرایا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) کسی تنظیم یا وصول کنندہ کا مال زکوٰۃ سے بغرض تجارت محتاجوں کو قرض دینا جائز نہیں کہ مال زکوٰۃ میں خیانت کے ساتھ بعض حالات میں تاخیر ادائے زکوٰۃ بھی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مکتبہ محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشائی ہستی

۵ مئی ۱۴۳۶ھ

نصاب زکوٰۃ میں کس کی قیمت معتبر ہے سونا یا چاندی کی؟

مسئلہ از: سبحان اللہ خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شریعت نے زکوٰۃ کے سلسلہ میں سونا یا چاندی کو معیار بنایا ہے لیکن آج کل سونے اور چاندی کی قیمت میں بہت فرق ہے، تو وجوب زکوٰۃ کے سلسلہ میں اگر کرنسی کا اعتبار کیا جائے تو سونے کی قیمت کا اعتبار ہوگا یا چاندی کی قیمت کا اور کس اعتبار سے نصاب مانا جائے گا؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بحون الملک الوہاب:

اگر زکوٰۃ کے نصاب میں سونے چاندی کے علاوہ کرنسی کو دیکھا جائے تو دونوں میں سے اس کی قیمت لگائی جائے گی جس سے فقراء کا زیادہ فائدہ ہو۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

”بقومها بما هو النفع للفقراء“ (۱)

اور رد المحتار میں ہے:

”ولو بلغ باحدهما نصاباً دون الآخر تعين ما يبلغ به“ (۲)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مستحقین زکاۃ کا جس میں زیادہ نفع ہو اسی کا اعتبار ہوگا یعنی اگر سونا کہ ذریعہ دام لگانے میں نصاب ہو جائے تو اسی سے دام لگایا جائے گا اور اگر چاندی کے ذریعہ دام لگانے میں نصاب ہو جائے تو اسی سے لگایا جائے گا۔

آج کل سونے اور چاندی کی قیمت میں بہت فرق ہے، ساڑھے سات تولہ سونے کی ہندوستانی قیمت تقریباً (1,75,000) پونے دو لاکھ روپیہ بنے گی اور ساڑھے ہاون تولہ چاندی کی قیمت تقریباً (25,000) پچیس ہزار ہوگی، تو چاندی کے نصاب کی قیمت کا اعتبار کرنے میں فقراء کا زیادہ نفع ہوگا کہ زیادہ لوگوں پر زکاۃ واجب ہوگی، تو زکاۃ میں زیادہ رقم لگے گی، لہذا چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور جس کے پاس ساڑھے ہاون تولہ چاندی خریدنے کی قیمت ہو وہ مالک نصاب ہوگا بشرطیکہ قرض وغیرہ کی وجہ سے نصاب کم نہ ہو رہا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہیہ مجد اشاعتی بستی

مرغی فارم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد انوار عرفی، منشو بدھائی خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ میں نے مرغی فارم کھول رکھا ہے جس میں مرغیاں پالتا ہوں اور ان کو بیچتا ہوں اگر مرغیوں سے انڈا تیار ہوتا ہے تو وہ بکتا ہے، سوال یہ ہے کہ مرغیوں کی زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مرغیاں اور ان کے انڈے سب مال تجارت ہیں کہ ان کو دام سے خریدا، تو مال کا تبادلہ مال سے ہوتا ہے اور یہی تجارت کی حقیقت ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

(۱) الہدایہ، ج: ۱، ص: ۱۷۵

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۹۹

”تجارت وہی مبادلة المال بالمال لان التجارة كسب المال ببذل ما هو مال“۔ (۱)

اور یہ مسلم ہے کہ مال تجارت پر زکوٰۃ واجب ہے لہذا ان مرغیوں پر زکوٰۃ واجب ہے بشرطے کہ آپ ان مرغیوں کی قیمت کی وجہ سے یا دوسرے مال سے مالک نصاب ہوں اور دیگر شرائط زکوٰۃ پائے جاتے ہوں اور ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ سب مرغیوں اور اثروں کا بازار بھاڑ سے حساب لگائیں جو قیمت بنے اس کا احوالی فیصد نکال دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علمیہ جد اشائیں ہستی

کتابستان مسجد فیضانِ کربلا

کیا سیکورٹی کی رقم پر زکوٰۃ ہے؟

مسئلہ از: مسجد رضا بن اس محمد قادری ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل بڑے بڑے شہروں میں دکان و مکان کرایہ پر لینے میں کافی قید و بند لگائی جاتی ہے، مکان مالک کرایہ دار سے ایک خط رقم سیکورٹی کے نام سے لیتے ہیں اس رقم کو ”دور ضمانت“ بھی کہتے ہیں، کرایہ دار جب مکان خالی کرتا ہے تو مالک مکان اسے وہ رقم واپس کر دیتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس سیکورٹی کی رقم کی زکوٰۃ کس پر ہے، کرایہ دار پر یا مالک دکان و مکان پر؟ بیٹھو اور جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیکورٹی کی رقم شرعی اعتبار سے قرض ہے گویا مالک مکان نے عقد اجارہ کرتے وقت یہ شرط لگا دی کہ تم اتنی رقم مجھے قرض دو اور جب مکان واپس کرو گے تو تمہیں یہ رقم دے دوں گا، بظاہر یہ عقد شرط فاسد کی بنا پر فاسد و ناجائز ہے، مگر علمائے کرام نے بوجہ حاجت اور تعامل ناس اس کی اجازت دی ہے، تو اس رقم کا لینا مالک مکان کے لئے صحیح ہے مگر وہ قرض ہی ہے اگرچہ رہن کی صورت بھی پائی جا رہی ہے اور قرض سے متعلق یہ امر مسلم ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ رد المحتار میں ہے:

”اعلم ان الديون عند الامام ثلثة قوى و متوسط و ضعيف فتجب الزكاة اذا تم نصابها و

حال الحول لكن لا فوراً بل عند قبض اربعين درهما من الدين القوى كقرض و مال التجارة“۔ (۲)

(۱) بہدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ج: ۲، ص: ۹۳

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۵

حاصل یہ کہ سیکورٹی کی رقم مالک مکان کے پاس بطور قرض ہے، لہذا اگر کرایہ دار مالک نصاب ہے تو اس پر سیکورٹی کی بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ البتہ دینا اس وقت لازم ہوگا جب اس رقم سے کم از کم نصاب زکوٰۃ کا پانچواں حصہ وصول ہو جائے۔ مزید معلومات رسالہ ”جدید مسائل“ سے حاصل کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جہد اشاہی بستی

بونس کی رقم پر زکوٰۃ کب واجب ہے؟

مسئلہ از: رفیع الدین قادری گورکھپور

شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹ اپنے ملازمین کو ختم سال یا ختم ملازمت پر بطور انعام بونس کے نام سے کچھ رقم دیتی ہے جو ملازمین کے کھاتے میں جمع ہو جاتی ہے اس پر زکوٰۃ کس طرح دینی ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

آدی جب تک مال کا مکمل مالک نہ ہو اس مال پر زکوٰۃ نہیں ہے، شرائط زکوٰۃ میں ملک تام ہونا ہے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

”ومنها الملک المطلق وهو ان يكون مملوكا له وقبة وبدا“۔ (۱)

جو ہرہ نیرہ میں ہے:

”الملک العام هو ما اجتمع فيه الملک والبد واما اذا وجد الملک دون البد لا تجب

فيه الزكاة“۔ (۲)

اور بونس کی رقم جب تک بینک سے نکال کر اپنے قبضہ میں نہ لے لی جائے محض لیجر تک پر اندراج سے ملکیت کا ثبوت نہیں ہوگا، لہذا جب ملازم وہ رقم حاصل کر لے اور دیگر شرائط زکوٰۃ پائے جائیں، تو اس کی زکوٰۃ بھی نکالے اور جس سال وہ رقم حاصل ہوگی اسی سال کی زکوٰۃ بھی واجب ہوگی، گزرے سالوں کی زکوٰۃ نہیں، کیونکہ ان سالوں میں ملازم اس کا مالک نہیں تھا تو ان سالوں کی زکوٰۃ بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جہد اشاہی بستی

کیا ایڈوانس کرایہ پر زکاۃ ہے؟

مسئلہ از: حافظ محمد روشن لکھنؤ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکان یا دکان کرایہ پر لینے کی صورت میں اکثر مالکوں کو پیشگی کرایہ ایڈوانس کے نام سے دینا پڑتا ہے، تو اس رقم کی زکاۃ کس پر ہے؟
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایڈوانس کرایہ جب مالک مکان یا دکان کو دیا گیا تو وہ اس کا مالک ہو گیا، کرایہ دار کا اس پر کوئی حق نہیں اور جب مالک کو اس پر ملک تام حاصل ہوگئی تو اگر وہ مالک نصاب ہے تو اس رقم پر زکاۃ واجب ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے:
”ذکر الشیخ الامام ابو بکر محمد بن الفضل البخاری فی الاجارة الطويلة العی تعارفها اهل بخاری ان الزکاة فی الاجرة المعجلة تجب علی الاجرة لانه ملکه قبل الفسخ وان کان يلحقه دين بعد الحول بالفسخ“۔ (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ایڈوانس کرایہ کے متعلق ہے:

”ثم الاجرة تستحق باحد معان ثلثة اما بشرط التعجيل او بالتعجيل او باستفاء المعقود عليه فاذا وجد احد هذه الاشياء الثلاثة فانه يملكها كذا فی شرح الطحاوی اه“۔ (۲)
لہذا کرایہ داری کا معاملہ طے ہونے کے بعد بطور اجرت جو پیشگی رقم مالک مکان یا دکان کو دی گئی وہ مالک کی ملکیت ہوگئی اور اس کی زکاۃ مالک مکان یا دکان پر واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی بستی

طویلے کے جانوروں پر زکاۃ

مسئلہ از: قاری محمد صابر علی رضوی ہاتھرس

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل بہت سے لوگ بڑے بڑے مکانات اور احاطے بنا کر اچھی خاصی تعداد میں بھینس رکھتے ہیں ہزار دو ہزار تعداد رہتی ہے ان سے دودھ حاصل کرتے ہیں اور جب مناسب

(۱) بدائع الصنائع: ج: ۲، ص: ۸۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ: ج: ۳، ص: ۴۱۳

سمجھتے ہیں تو بھینسوں کو بیچ بھی دیتے ہیں مگر اصل کام دودھ حاصل کرنا ہوتا ہے وہ جانور چر کر نہیں بلکہ مالکوں کی مہیا کردہ خوراک پر پلتے ہیں اس کا روبرو میں زکاة کا کیا حکم ہے؟ جانوروں پر زکاة ہوگی یا دودھ سے ملنے والی قیمت پر یا اور کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو روا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

طویلے والے بھینس اپنے پاس رکھ کر ان کے دودھ بیچتے ہیں، فقیر کے نزدیک ان بھینسوں پر زکاة نہیں ہے کیونکہ جانوروں میں زکاة اس وقت واجب ہے جب وہ سائتم ہوں اور سائتم ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو سال کے اکثر ایام میں چرائی پر رہیں اور گھر سے انہیں چارہ نہ دیا جائے۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

”ثم السائمة هي الراعية التي تكتفي بالرعي عن العلف ويموئها ذلك ولا يحتاج الى ان تعلق فان كانت تستام في بعض السنة وتعلق وتجان في البعض يعتبر فيه الغالب“۔ (۱)

جبکہ طویلے کی بھینسوں کا حال یہ ہوگا کہ یہ چرائی پر بہت کم اور مالکوں کی طرف سے مہیا کردہ چارہ پانی پر زیادہ رہتی ہیں، لہذا یہ سائتم نہیں ہیں۔ بلکہ آلات، حرفت و صناعت کی طرح دودھ حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں، تو جس طرح ان سامانوں میں زکاة واجب نہیں اسی طرح ان بھینسوں پر بھی زکاة واجب نہیں ہوگی۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے:

”لو اشترى الرجل دارا او عبدا للتجارة لم آجره يخرج من ان يكون للتجارة لانه ما آجره فقد قصد المنفعة ولو اشترى قلدورا من من صفر يمسكها او يواجرها لا تجب فيها الزكاة كما لا تجب في بيوت الفلة“۔ (۲)

البتہ ان بھینسوں کے دودھ سے جو آمدنی ہوگی اگر آدمی اس سے یا کسی مال سے مالک نصاب ہے تو اس آمدنی پر زکاة واجب ہوگی، یونہی اگر بھینس کو بیچ دے تو اب بیچنے سے جو دام ملے اس کی زکاة دیگا۔ اسی مسئلہ کی مزید تفصیل ”جدید مسائل زکاة“ میں دیکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ محمد اشاعتی بستی

(۱) بدائع الصنائع ج: ۲، ص: ۳۰۰

(۲) الفتاویٰ الخانیہ مع الہندیہ ج: ۱، ص: ۲۵۱

زکوٰۃ بذریعہ ڈرافٹ بھیجنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ابرار قادری ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل بینک کا نظام روپے کی حفاظت کے لئے بہتر ثابت ہو رہا ہے، لوگ بڑی بڑی رقمیں بذریعہ ڈرافٹ روانہ کرتے ہیں تو کیا زکوٰۃ کی رقم کو بھی بذریعہ ڈرافٹ بھیج سکتے ہیں؟ جبکہ وہ ایک امانت ہوتی ہے جس میں تبدیلی کی شرعا اجازت نہیں ہوتی ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکوٰۃ کی رقم وصول کرنے والے سفر احضرات زکوٰۃ دینے والوں کے وکیل ہوتے ہیں اور زکوٰۃ کی رقم ان کے پاس امانت ہوتی ہے جس میں تبدیل کا ان کو حق نہیں ہوتا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”زرامانت میں اس کو تصرف حرام ہے یہ ان مواضع میں ہے جن میں دراہم و دنانیر متعین ہوتے ہیں اس کو جائز نہیں کہ اس روپے کے بدلے دوسرا روپیہ رکھ دے۔“ (۱)

لیکن اگر موکل کی طرف سے صراحۃً عرفاً یا دلالتاً تبدیلی کی اجازت ہو تو بدل سکتے ہیں جس طرح چند لوگوں کی زکوٰۃ کو غلط کرنا ناجائز ہے مگر دینے والوں کی اجازت سے درست ہے۔ چنانچہ رد المحتار میں ہے:

”ضمن وکان متبرعاً لانه ملکہ بالخلط وضر مودی مال نفسه قال فی التارخانیۃ الا اذا وجد الاذن او اجاز المالکان ای اجاز قبل الدفع الی الفقیر ثم قال فی التارخانیۃ او وجدت دلالة الاذن بالخلط کما جرت العادة بالاذن من ارباب الحنطة بخلط ثمن الغلات۔“ (۲)

اور آج کل عموماً خطیر رقوم بذریعہ ڈرافٹ بھیجنے کا رواج اور عرف مشہور و متعارف ہے اور یہ بھی معلوم و مشہور ہے کہ ڈرافٹ بنوانے کی صورت میں رقم بینک کے حوالہ کردی جاتی ہے جس میں تغیر و تبدیل لازم ہے گویا ڈرافٹ بنوانے کی صورت میں زکوٰۃ کی رقوم میں تبدیلی متعارف ہے۔ اور زکوٰۃ دہندہ کی طرف سے صراحۃً سہی دلالتاً اجازت ہوتی ہے، لہذا ڈرافٹ بنوا کر بھیجنے کی شرعا اجازت ہے یہ اور بات ہے کی حیلہ شرعیہ کرنے کے بعد

(۱) الفتاویٰ الرضویہ: ج: ۸، ص: ۳۱

(۲) رد المحتار: ج: ۳، ص: ۱۸۸

ڈرافٹ بنوایا جائے تو بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ حمد اشاہی بستی

زکاۃ میں بازار بھاؤ کا اعتبار ہے یا آپس میں طے شدہ دام کا؟

مسئلہ از: محمد ایوب قادری کانپور یو پی

کیا فرماتے ہیں محققین اسلام اور مفتیان کرام درج ذیل مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس سونا ہے، اس کا بازار بھاؤ مثلاً پچیس ہزار 25000 روپے میں ایک تولہ ہے اور وہ سونا جب سنا کے پاس بیچنے لے جاتا ہے، تو سنا اس سونے کو بازار بھاؤ یعنی پچیس ہزار 25000 روپے میں نہیں لیتا ہے بلکہ اس سے کم مثلاً بیس ہزار 20000 روپے میں لیتا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ شخص اپنے سونے کی زکاۃ بازار بھاؤ کے اعتبار سے نکالے گا یا جس قیمت میں سنا خرید رہا ہے اس اعتبار سے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اولاً قیمت اور ثمن کا فرق سمجھیں، بازار بھاؤ کے اعتبار سے کسی چیز کی جو مالیت بنتی ہو اسے ”قیمت“ کہا جاتا ہے اور بیچنے خریدنے والے باہمی رضامندی سے کسی چیز کا دام اور بھاؤ آپس میں طے کر لیں اسے ”ثمن“ کہا جاتا ہے۔ باہمی رضامندی سے کسی چیز کا دام قیمت سے کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔

ثانیاً تمام کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ زکاۃ میں جس چیز مثلاً سونا کا دینا واجب ہو اور سونے کی جگہ چاندی یا کرنسی دی جائے، تو لحاظ ثمن کا نہیں بلکہ قیمت کا ہوگا۔ یہ مسئلہ ایسا ہے کہ تبیین الحقائق میں اس پر اجماع تحریر فرمایا، چنانچہ قطراز ہیں: ”ولو ادى من خلاف جنسه تعتبر القيمة بالاجماع“۔ (۱)

یعنی اگر زکاۃ خلاف جنس سے ادا کرے تو بالا جماع قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلاف جنس سے زکاۃ کی ادائیگی میں ثمن کا اعتبار نہیں بلکہ قیمت کا اعتبار ہے۔ لہذا جس شخص کا سونا سونا مثلاً بیس ہزار 20000 تولہ کے حساب سے خرید رہا ہے جبکہ اتنے سونے کی قیمت پچیس ہزار 25000 ہے، تو زکاۃ، قیمت یعنی پچیس ہزار 25000 کے اعتبار سے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ حمد اشاہی بستی

GPF (جی پی ایف) کی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

مسئلہ اذ: محمد اجمل بن محمد شمشاد علی سابق چیرمین فورم کورٹ سلطانپور

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹی ملازمین اور بعض پرائیویٹ کمپنیوں کے ملازمین کی تنخواہ سے ہر ماہ کچھ رقم کٹتی رہتی ہے جو ختم ملازمت پر مع اضافہ ملازمین کو واپس دی جاتی ہے اسے جی پی ایف کا نام دیتے ہیں اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

GPF (جی پی ایف) میں جو رقم ملازمین کی تنخواہ سے کٹتی ہے وہ ملازم کی ہے اور شرعی اعتبار سے قرض ہے گویا ملازم نے بطور قرض بینک کو دے رکھا ہے اور قرض کا حکم یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے البتہ ادائے کی اس وقت واجب ہوگی جب نصاب کا پانچواں حصہ یا اس سے زیادہ وصول ہو جائے درمختار میں ہے اعلم ان الدیون عند الامام ثلاثہ قوی ومتوسط وضعیف فجب زکا تھاذا تم نصابا و حال الحول لکن لا فور ابل عند قبض اربعین درھامن الدین القوی۔ (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”جب سے وہ اصلی روپیہ خود یا اور مع زکا قاتی مال کے جو زید کے پاس ہے قدر نصاب یعنی چھپن روپیے تک پہنچا اور حوائج اصلیه سے بچ کر اس پر سال گزرا اس وقت سے اس پر زکوٰۃ واجب ہوئی اور سال بسال جدید زکوٰۃ واجب ہوتی رہی۔“ (۲)

ان ارشادات سے واضح ہوا کہ GPF (جی پی ایف) کی رقم پر زکوٰۃ واجب ہے بشرطیکہ ملازم اس رقم یا دوسرے مال سے مالک نصاب ہو اور ادائیگی اس وقت واجب ہوگی جب اس رقم سے کم از کم پانچواں حصہ وصول ہو جائے مگر یہ بھی ملحوظ رہے کہ گزشتہ سالوں کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مزید تفصیل فقیر کی کتاب ”جدید مسائل زکاۃ“ میں دیکھی جاسکتی ہے یہ حکم اس رقم کا ہے جو ملازمین کی تنخواہ سے کٹ کر بینک میں جمع ہوتی رہی، رہا اس پر ملنے والا نفع تو اگر انڈیا کے گورنمنٹی بینک یا خالص غیر مسلم کی کمپنی سے ملے تو اس پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب اس پر قبضہ حاصل ہو جائے مگر اس پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب

(۱) الدر المختار مع رد الدالمختار : ج: ۳، ص: ۳۰۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ : ج: ۴، ص: ۴۲۶

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جہد اشاہی بستی

چیک کے ذریعہ زکاۃ کی ادائیگی کا حکم

مسئلہ از: اقبال احمد نظری سیتا پور یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص زکاۃ کی رقم کا چیک بنا کر دے دے تو زکاۃ کی ادائیگی کا کیا حکم ہوگا؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

چیک شرعاً کوئی مال نہیں بلکہ حصول مال کی ایک سند ہے اگر وہ خود مال ہوتا تو ذرا سی غلط تحریر پر کوئی اسے پھاڑ کر پھینک نہیں دیتا اور نہ بینک والا اسے واپس کرتا یہ علامت ہے اس بات کی کہ چیک خود مال نہیں ہے اس کی حیثیت نہ عرف عام میں اور نہ عرف شرع میں نوٹوں کی طرح ہے نوٹ خود مال ہے اور چیک سند مال۔ فتاویٰ رضویہ میں نوٹ اور چیک کی حقیقت بتاتے ہوئے مذکور ہے: ”اقول بل من اردء الشکوک توهم انه سند من قبیل الصکوک ای ان السلطنة التي تروج هذه القراطيس تستدين من اخذها الدراهم وتعطيهم هذه تذكرة لديونهم ولمقاديرها فاذا جاؤ بها الى السلطنة قضتهم ديونهم واخذت قراطيس“۔ (۱)

حاصل یہ کہ چیک خود مال نہیں ہے جبکہ ادائیگی زکاۃ کے لیے ضروری ہے کہ آدمی اپنے مال کا ایک مخصوص حصہ الگ کر کے کسی مستحق کو اس کا مالک بنادے چنانچہ درمختار میں ہے:

”تملیک جزء مال عينه الشارع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاہ لله تعالیٰ“۔ (۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”زکاۃ کارکن تملیک فقیر ہے جس کام میں تملیک فقیر نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو اس سے زکاۃ نہیں ادا ہو سکتی“۔ (۳)

(۱) الفتاویٰ الرضویہ: ج: ۷، ص: ۱۲۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۲، ص: ۲۵۷

(۳) الفتاویٰ الرضویہ: ج: ۲، ص: ۴۷۷

ان تمام عبارات کی روشنی میں یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی نے زکوٰۃ کی رقم کا چیک بنا کر دیا تو ابھی صرف اس چیک پر قبضہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کہ چیک پر قبضہ مال پر قبضہ نہیں بلکہ مال وصول کرنے کی سند پر قبضہ ہے جبکہ ادائیگی زکوٰۃ کے لیے مال کا مالک بنادینا ضروری ہے لہذا جب چیک کے ذریعہ بینک سے رقم وصول ہو جائے اور مستحق کو مل جائے تو زکوٰۃ ادا ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاعی بستی

طویل مدتی قرض پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد صہیب رضوی بارہ بنکی یو پی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ آج کل لوگ مکان بنانے، تجارت کو فروغ دینے اور دیگر لمبے لمبے کاموں کے لیے حکومت سے اچھی مقدار میں رقم قرض کے طور پر لیتے ہیں، جسے بیس پچیس سال میں قسط وار ادا کرتے ہیں، اب جو آدمی اس طرح قرض لے رکھا ہو، تو کیا اس پر بھی زکوٰۃ ہے یا اس قرض کا اعتبار کر کے اسے مقروض مانا جائیگا اور اسے ایک قرض دار کے حکم میں رکھا جائے گا؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکوٰۃ واجب ہونے کے لیے ایک شرط مال کا دین سے محفوظ ہونا ہے، خواہ اس دین کی ادائیگی کے لیے آپس میں کوئی مدت مقرر کر لی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ومنها الفراغ عن الدين قال اصحابنا رحمهم الله تعالى كل دين له مطالب من

جهة العباد يمنع وجوب الزكاة اه“ (۱)

ہدایہ میں ہے:

”ومن كان عليه دين يحيط بماله فلا زكاة عليه وان كان ماله اكثر من دينه زكى الفاضل

اذا بلغ نصابا“۔ (۲)

الاشباہ والنظائر میں ہے:

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ: ج: ۱، ص: ۲۳۳

(۲) الہدایہ: ج: ۱، ص: ۱۶۶

”دین العباد مانع من وجوبہا“۔ (۱)

ان ارشادات میں یہ تفصیل کہیں نہیں ہے کہ کم مدتی قرض ہو تو زکوٰۃ واجب ہے اور طویل المعاد ہو تو واجب نہیں ہے، بلکہ صاحب مجمع الانہر نے یہ صراحت فرمادی ہے کہ میعاد خواہ قصیر ہو یا طویل ہو زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”فارغ عن الدين والمراد دين ا، مطالب من جهة العباد سواء كان الدين لهم او لله

تعالى و سواء كان المطالبة بالفعل او بعد زمان فينتظم الدين المؤجل“۔ (۲)

یعنی مال نصاب دین سے بری ہو اور دین سے مراد ایسا دین ہے کہ من جانب العباد اس کا مطالبہ ہو خواہ وہ دین بندے کا ہو یا خدائے تعالیٰ کا اور مطالبہ فی الحال ہو یا ایک مدت کے بعد، لہذا دین مؤجل بھی مانع زکوٰۃ میں شامل ہوگا۔ حاصل یہ کہ اگر کسی نے دکان و مکان یا تجارت کے لیے حکومت یا کسی سے ایک لمبی مدت تک کے لیے قرض لے رکھا ہے اور سالانہ اس کی قسطیں مقرر کر دی ہیں تو سالانہ قسطوں کے اعتبار سے نہیں بلکہ پورے رقم کے اعتبار سے قرض دار مانا جائیگا مثلاً ایک شخص نے (100,00,000) ایک کروڑ روپیہ گورنمنٹ سے بطور قرض لیے اور سالانہ قسط (500000) پانچ لاکھ روپیہ مقرر ہوئی تو مسئلہ زکوٰۃ میں ایسا نہیں ہوگا کہ اسے صرف پانچ لاکھ کا قرض دار مانا جائے بلکہ پورے ایک کروڑ کا قرض دار مانا جائیگا اور وجوب زکوٰۃ میں صرف پانچ لاکھ نہیں بلکہ پورا ایک کروڑ مانع ہوگا۔ تبیین الحقائق میں ہے:

”ولا فرق في الدين بين المؤجل والحال والمراد بالدين دين له مطالب من جهة

العباد“۔ (۳)

بدائع الصنائع میں ہے:

”ومنها ان لا يكون عليه دين مطالب به من جهة العباد عندنا فان كان فانه يمنع وجوب

الزكاة بقدره حالا كان او مؤجلا“۔ (۴)

ہمارے بعض بزرگوں نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک سال میں جتنی رقم جمع کرنی ہے صرف وہی قرض میں وضع ہوگی بقیہ قرض وجوب زکوٰۃ سے مانع نہیں ہوگا ان کا استدلال یہ ہے کہ جس دین کا بندے کی طرف سے مطالبہ ہو وہی

(۱) الاشباہ والنظائر: ص: ۲۲۶

(۲) مجمع الانہر شرح ملتقى الابرار: ج: ۱، ص: ۹۳

(۳) تبیین الحقائق: ج: ۲، ص: ۲۳

(۴) بدائع الصنائع: ج: ۲، ص: ۹

مانع ہے اور ایک سال میں صرف سالانہ مقرر شدہ قسط کا ہی مطالبہ ہوتا ہے تو وہی مانع ہوگا۔

مگر ان کا یہ ارشاد فقہی جزئیات اور ارشادات و عبارات سے میل نہیں کھاتا کیونکہ عبارات فقہیہ سے صراحتاً یہ بات ثابت ہے کہ مطالبہ خواہ فی الحال ہو یا تاخیر سے اور ادائیگی کی مدت تھوڑی ہو یا زیادہ بہر حال وجوب زکاۃ سے مانع ہے۔ مجمع الانہر کی عبارت گزری:

سواء كان المطالبة بالفعل او بعد زمان۔ (۱)

لہذا جس نے ایک لمبی مدت تک کے لیے قرض لیا تو اس کا وہ پورا قرض مانع وجوب زکاۃ ہوگا اور وہ قرض دار قرض کی کل رقم وضع کر کے دیکھے اگر دیگر مال کی بنا پر وہ مالک نصاب ہے تو بقیہ مال نصاب کی زکاۃ ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ جہد اشاہی بستی

ڈوبے ہوئے قرض کی زکاۃ

مسئلہ از: محمد احمد بن سیٹھ شاکر علی بدھینی خلیل آباد

کیا حکم ہے شریعت کا اس مسئلہ میں کہ کاروبار کرنے کے سلسلہ میں کبھی کبھی آدمی قرض دے کر پھنس جاتا ہے، قرضدار سے مطالبہ کرتے کرتے تھک ہار کر بیٹھ جاتا ہے اور سمجھ جاتا ہے کہ اب یہ قرض نہیں ملے گا، مگر سالوں بعد وہ رقم مل جاتی ہے، اس رقم کی زکاۃ کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس قرض کے حصول ہونے کی امید بالکل ختم ہو جائے یا آدمی مایوس ہو جائے، تو اس پر وصولی سے پہلے زکاۃ واجب نہیں ہوگی اور جس قدر وصولی ہوئی، حوالان حول یعنی سال تمام ہونے پر صرف اسی مقدار پر زکاۃ واجب ہوگی، گزشتہ سالوں کی زکاۃ اس مال پر واجب نہیں ہے، ایسا مال ”قرض مردہ“ کہلاتا ہے اور فقہ میں اسے مال ضار سے تعبیر کرتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ویشترط ان يتمكن من الاستمضاء بكون المال في يده او يد نائبه فان لم يتمكن من

الاستمضاء فلا زكاة عليه وذلك مثل مال الضمار و هو كل ما بقى اصله في ملكه ولكن زال

عن یدہ زوالا لایرجی عودہ فی الغالب۔ (۱)

لہذا جب وہ قرض وصول ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، سال گزشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ حدیث شریف ہے ”لا زکوٰۃ فی مال الضمار“۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاہی بستی

F.D ایف ڈی اور N.S.C این ایس سی کی زکوٰۃ

مسئلہ از: محمد دانش بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین اس مسئلہ میں کہ بہت سے لوگ اپنی رقم ایک مخصوص مدت تک کے لیے بینک میں جمع کر دیتے ہیں یونہی ڈاکخانہ وغیرہ میں بھی N.S.C (این ایس سی) کے نام سے جمع کرتے ہیں، یہ رقم مدت پوری ہونے کے بعد مع اضافہ واپس ملتی ہے، اس پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(FD) اور (NSC) ایف ڈی اور این، ایس سی کے نام سے جو رقم بینک میں جمع کی گئی اس کی حیثیت دین قوی یعنی قرض کی ہے اور قرض کا حکم یہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے، البتہ ادائیگی اس وقت واجب ہے، جب نصاب زکوٰۃ کا حکم کم از کم پانچواں حصہ مل جائے۔
فتح القدیر میں ہے:

”فی القوی تجب الزکوٰۃ اذا حال الحول و تراخی الاداء الی ان یقبض اربعین درهما

ففیہا درہم و کذا فیما زاد فبحسابہ۔“ (۳)

لہذا جس شخص نے ایف، ڈی یا این، ایس سی کرائی اگر وہ مالک نصاب ہو تو سال بسال اس مال کی بھی زکوٰۃ واجب ہے، البتہ ادائیگی اس وقت واجب ہے جب وہ مال کم از کم خمس نصاب کی مقدار وصول ہو جائے۔ ہاں اسے

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۱، ص: ۱۷۳

(۲) بدائع الصنائع ج: ۲، ص: ۸۸

(۳) فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ ج: ۲، ص: ۱۷۶

اختیار ہے اگر چاہے تو سال بسال بھی ادا کرتا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ حمد اشاہی بستی

ہیرے جواہرات پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد لطیف اورنگ آباد

کیا فرماتے ہیں محققین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کے پاس دولا کھ کا ہیرا موتی رکھا ہوا ہے، تو اس پر زکاۃ واجب

ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت مطہرہ نے سونے چاندی، سائنہ جانور اور مال تجارت کے علاوہ کسی سامان پر زکاۃ واجب نہیں فرمائی

ہے، خواہ دولا کھ کا ہو یا دس لاکھ کا۔

لہذا ہیرے جواہرات اگر تجارت کے لیے نہیں ہیں، تو کتنی ہی مالیت کے ہوں، ان پر زکاۃ نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اما اليواقیت واللائی والجواہر فلا زکاۃ فیہا وان کان حلیا الا ان تكون للتجارة“۔ (۱)

درمختار میں ہے:

”لا زکاۃ فی اللآلی والجواہر وان سماوت الفا اتفاقا الی ان تكون للتجارة والاصل ان

ما عدا الحجرین والسوائیم المایز کی بنية التجارة“۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ حمد اشاہی بستی

ایریر کی رقم پر زکاۃ ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شاداب، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گورنمنٹی ملازمین کی تنخواہوں کے سلسلہ میں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۱۸

(۲) الدرالمختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۵

گورنمنٹ ان کی تنخواہ میں اضافہ کرنے کے بعد یہ اعلان کرتی ہے مثلاً مارچ میں علان ہوتا ہے کہ ملازمین کی تنخواہ جنوری سے بڑھائی گئی اس رقم کو ”ایریہ“ کا نام دیتے ہیں اس پر زکوٰۃ کب سے واجب ہوگی؟ بیسوا تو جو ووا
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایریہ کی رقم ملازم کی تنخواہ کا ایک حصہ ہے اس کا حکم G.P.F (جی پی ایف) میں کئی رقم کی طرح ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے البتہ گورنمنٹ نے جس تاریخ کو ایریہ کا حکم صادر کیا اسی تاریخ سے اس رقم کا مالک ہو گیا مثلاً گورنمنٹ نے یکم مارچ کو اعلان کیا کہ ماہ جنوری سے تنخواہ بڑھادی گئی تو جنوری اور فروری کے ایریہ کا بھی وہ مالک ہو گیا اب اگر پہلے سے مالک نصاب ہے تو یہ رقم نصاب میں ملحق ہو جائیگی اور اگر اسی رقم سے مالک نصاب ہو رہا ہو، تو حولان خول پر زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ ادائیگی نصاب کی مقدار رقم ملنے کے بعد واجب ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی بستی

کیا بینک سے ملنے والے انٹرسٹ پر زکوٰۃ ہے؟

مسئلہ از: محمد شمیم بھٹی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر گورنمنٹ کے بینک میں پیسہ جمع کیا جائے تو بینک بنام انٹرسٹ کچھ رقم زیادہ دے کر پیسہ واپس کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ انٹرسٹ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

علمائے اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ انڈیا گورنمنٹ کے بینکوں سے ملنے والا انٹرسٹ ایک مال مباح ہے جس کا لینا درست ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ مال مباح پر بغیر قبضہ ملکیت ثابت تک نہیں ہوتی، لہذا جب تک آدمی بینک سے نکال کر انٹرسٹ پر قبضہ نہ کر لے اس وقت تک وہ اس کا مالک نہیں ہوگا اور جب بینک سے نکال کر قبضہ میں لے لے، تو اگر صاحب نصاب ہے تو یہ مال نصاب سے ملحق ہو جائیگا اور حولان حول پر دیگر مال کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ دے اور اگر اسی انٹرسٹ والی رقم سے صاحب نصاب ہو رہا ہو، تو جس دن وہ قبضہ میں آئے اس دن سے سال پورا ہونے پر زکوٰۃ ادا کرے، گزرے سالوں کی زکوٰۃ کا حکم اس رقم سے متعلق نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی بستی

باغ کا مالک زکاۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد عقیل موڈ گیرے کرناٹک

مفتیان دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کے پاس باغ ہے جس میں پھل نہیں آتے اور اس کے پاس سونا، چاندی یا مال تجارت، نصاب بھر نہیں ہے، تو کیا ایسا شخص زکاۃ لے سکتا ہے؟
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر وہ شخص ایسے باغ کا مالک ہے جس کی قیمت نصاب زکاۃ کو پہنچ رہی ہے تو اسے زکاۃ لینا جائز نہیں ہے۔
فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ولو كان له دار فيها بستان و هو يساوي مائتي درهم قالوا ان لم يكن في البستان ما فيه مرافق الدار من المطبخ والمغتسل وغيره لا يجوز صرف ان كان اليه و هو بمنزلة من له متاع وجواهر“۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی لہتی

اگر مختلف لوگوں کی زکاۃ کو ملا دیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عارف، بمیونڈی مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں مفتیان شریعت اس مسئلہ میں کہ سفر احضرات زکاۃ وصولتے ہیں اور سب کی زکاۃ ملا کر رکھتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکاۃ دینے والوں کی اجازت کے بغیر مختلف اموال زکاۃ کا ملانا جائز ہے اس طرح کرنے سے زکاۃ دینے والوں کی زکاۃ بھی ادا نہیں ہوگی۔
فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”رجلان دفع کل منهما زکاۃ ماله الى رجل لیؤدی عنه فخلط مالهما ثم تصدق ضمن

الوکیل مال الدافعین و كانت الصدقة عنه كذا في فتاویٰ قاضی خان“۔ (۱)
لیکن اگر دینے والوں کی طرف سے صراحۃً، دلالتاً اور عرفاً کسی طرح سے اجازت ہو تو ملا سکتے ہیں۔
فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”زکوٰۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکوٰۃ جمع کریں اور روپیہ ملانے کی اجازت دیں یہ خالص زکوٰۃ شرعی کا مال کہ مالکوں کی اجازت سے غلط کیا گیا ان فقراء مظلومین کو پہنچایا جائے“۔ (۲)
آج کل جو سفر احضرات چندہ وصول کرنے جاتے ہیں لوگوں کو ان کے متعلق یہ علم ہے کہ زکوٰۃ وصول کر کے بیکار رکھتے ہیں اور انہیں کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا ہے تو عرفاً و دلالتاً ان کی طرف سے ملا کر رکھنے کی اجازت ہے، لہذا ان اموال زکوٰۃ کو ملا کر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی میں ہے:

”یہ اموال کا ملانا کہ باذن مالکانہ ہے کہ چندہ کا یہی طریقہ معروف و معہود ہے کچھ مانع نہ ہوگا۔
رد المحتار میں ہے:

”قال فی التار خانیه اذا وجد الاذن او اجاز المالکان او اسی میں ہے ثم قال فی التار خانیه او وجدت دلالة الاذن“۔ (۳) والہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاہی بستی

اگر سفر مال زکوٰۃ از خود خرچ کر لیں اور پھر اپنی تنخواہ وغیرہ سے جمع کر دیں تو؟

مسئلہ از: محمد شعیب، جاج مو، کانپور

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ مدارس کے سفر چندہ وصول کر کے اگر خود خرچ کر لیں اور مدرسے میں اپنی تنخواہ سے وضع کر دیں تو کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زکوٰۃ کے مصلین کے پاس مال زکوٰۃ امانت ہے اسے اپنے مصرف میں لے لینا لمانت میں خیانت ہے ساتھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ: ج: ۶، ص: ۸۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ: ج: ۴، ص: ۴۷۱

(۳) الفتاویٰ الرضویہ: ج: ۴، ص: ۱۷۰

ہی ایک مسلمان کے مال میں تعدی ہے اور دونوں کام حرام ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۱)

علاوہ ازیں زکوٰۃ دہندگان کی طرف سے اگر از خود رقم دیدیں، تو بھی ان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی جب تک ان سے یہ بتانہ دیں کہ آپ کی رقم مجھ سے خرچ ہوگئی ہے آپ اجازت دیں کہ آپ کی طرف سے ہم رقم مدرسہ میں جمع کر دیں۔
حاصل یہ کہ جو سفر مال زکوٰۃ کو وصول کر کے اسے اپنے مصرف میں لے لیتے ہیں خواہ کرایہ وغیرہ میں یا دیگر ضروریات میں وہ شوعا مجرم و گنہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ سب مال زکوٰۃ کو مدرسہ میں جمع کر دیں پھر ذمہ داروں کے ذریعہ اپنی محنت وغیرہ شرعی طور پر وصول کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ جہد اشاہی بستی

باب صدقۃ الفطر

صدقہ فطر کا بیان

مالک نصاب پر فطرہ واجب ہے

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ رضوی، ساکن دیوڑیا، پوسٹ رامپور، بستی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج مسئلہ کے بارے میں زید مالک نصاب ہے اور
رمضان کا مہینہ آیا اور کپڑا بنوانے کی رقم اس کے پاس نہیں ہے تو کیا وہ فطرہ دے سکتا ہے۔ بینوا توجروا۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

عید کے دن صبح صادق کے وقت اگر زید مالک نصاب تھا تو اس پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ اگرچہ اس
کے پاس رقم نہ ہو۔

بہار شریعت میں ہے:

”صدقہ فطر ادا کرنے کے لیے مال کا باقی رہنا بھی شرط نہیں۔ مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ واجب
رہے گا، ساقط نہ ہوگا۔“ (۱) اور در مختار میں ہے:

”فلا تسقط الفطرۃ و کذا الحج بھلاک المال بعد الوجوب کما لا یبطل النکاح بموت

الشہود۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

فقیر صدقات کا مال خود کھا سکتا ہے اور اپنی اولاد کو بھی کھلا سکتا ہے

مسئلہ از: محمد شاداب رضا، مقام جعفر آباد، پوسٹ بدھرا، بھٹنورا، ضلع بلراہپور، یوپی

ہندہ ایک غریب عورت ہے اور بیوہ بھی ہے اور فطرہ کا مال کھاتی ہے اور اپنے چھوٹے نابالغ بچے کو بھی کھلاتی
ہے۔ اس کو فطرہ کھانا یا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱) بہار شریعت، ج ۵، ص ۱۴۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج ۱، ص ۱۴۵

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ہندہ اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں رکھتی ہے تو وہ فطرہ کی مصرف ہے اور اس کو فطرہ کا مال لینا اور بچوں کو کھلانا بلاشبہ جائز و درست ہے۔ ”قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ﴾“ (۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں

”اور اس کے (صدقہ فطر کے) مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں“ (۲)

اور مصرف زکوٰۃ کی تفصیل کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

”مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجت مند جسے اپنے مملوک مال سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر

دسترس نہیں۔“ (۳) حاصل یہ ہے کہ ہندہ اگر صاحب نصاب نہیں ہے تو وہ فطرہ کا مال کھا سکتی ہے اور اپنے بچوں کو بھی کھلا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ

صدقہ فطر کی مقدار کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد معراج قادری بستی

عید الفطر کے موقع پر فطرہ ادا کیا جاتا ہے شرعاً اس کی مقدار کیا ہے۔ بیان فرما کر شکر یہ کا موقع دیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صدقہ فطر کی مقدار کے متعلق امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بزیلوی قدس سرہ کی اعلیٰ درجہ

کی احتیاط اور تحقیق یہ ہے کہ نصف صاع انگریزی روپے سے ۱۴۵ روپے اٹھنی بھر ہے۔

اور ایک روپیہ گیارہ گرام ایکسوچو سٹھ ملی گرام کا ہوتا ہے اس اعتبار سے نصف صاع جدید وزن کے اعتبار سے

دو کلو سینتالیس گرام ہو امرید تفصیل فتاویٰ رضویہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم القامود درس دار العلوم علیمیہ جمہور شاہی بستی

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۳۶۷

(۱) سورۃ التوبۃ، آیت: ۶۰

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۳۶۴

مَوْلَا الْعَالَمِ
رَبِّ لَيْسَ وَلَا تَعْسَرَ رَبِّ تَقَرُّ الْخَيْرِ وَبَرِّ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الصوم

قال الله تعالى

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا
كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾
(البقرہ/۱۸۳)

یعنی

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا ان پر فرض تھا
جو تم سے پہلے ہوئے، تاکہ تم گناہوں سے بچو۔

از ص: _____ تا ص: _____

کل مآوئ: ۱۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الصوم

روزہ کا بیان

انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا

مسئلہ از: عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان المبارک میں یا دوسرے ایام
میں حالت روزہ میں بیماری کے علاج یا قوت کی فراہمی کے لیے انجکشن لگوانا جائز ہے یا نہیں؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اس سلسلے میں فقہائے کرام کا موقف یہ ہے کہ انجکشن لگوانا مفسد صوم نہیں ہے۔ حضرت شارح بخاری
علامہ مفتی ”شریف الحق“ امجدی اور فقیہ ملت مفتی ”جلال الدین احمد امجدی علیہما الرحمہ نے اس موضوع پر بڑی
تفصیلی اور تحقیقی گفتگو فرمائی ہے اور فقہی جزئیات و کلیات سے یہ ثابت فرمادیا ہے کہ انجکشن خواہ گوشت میں لگایا
جائے یا رگ میں کسی سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ ایسی حالت میں انجکشن لگوانا مکروہ ہے۔ حضرت شارح
بخاری علیہ الرحمہ کا فتویٰ ”معارف شارح بخاری“ صفحہ ۸۳۹ میں اور حضرت فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ فیض
الرسول میں تحریر فرمایا ہے کہ ”تحقیق یہ ہے کہ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے، چاہے رگ میں لگایا جائے یا گوشت
میں۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

یکم رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

بے وقت افطار کرنے والوں پر روزہ کا کفارہ لازم ہے

مسئلہ از: شبیر احمد موضع سوہن پور سنگھیا، بڑھہرہ سنگھ برکی پار، ضلع مہراج سنگھ، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے گھر میں ایک ہا

آئے۔ رمضان کے مہینے میں صبح تقریباً آٹھ بجے دن میں گھر والے ناشتہ بنا کر پیش کیے تو بابا مذکور نے کہا کہ افطاری کا حکم آگیا ہے۔ سب مل کر افطار کرو وہاں موجود حاضرین جن میں معمر، دانشمند وال علم سے بھی اشخاص تھے بابا کی بزرگی و کشف پر اعتماد رکھتے ہوئے صبح آٹھ بجے دن میں ہی رمضان کے مہینے میں افطار کر لیے تو اس بابا اور افطاری کے نام پر روزہ توڑ دینے والے کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ اور جو حاضرین اس جگہ موجود رہے اور روزہ نہیں توڑے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بابا اور اس کے حکم پر عمل کرنے والوں کے ساتھ مسلمانوں کی جماعت کیا سلوک کرے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہ بابا نہیں شیطان مجسم اور مستحق نار جہنم ہے۔ روزہ توڑنے والے بھی مستحق عذاب نار اور لائق غضب جبار ہیں۔ سب پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ و استغفار کریں اور روزے کا کفارہ ادا کریں کہ ساٹھ روزے لگا تار رکھیں اور جنہوں نے روزہ نہیں توڑا انہوں نے صحیح کیا کہ حکم خدا و رسول پر عمل کیا اور جو لوگ مسخرہ شیطان بابا کے حکم پر چلے ان سب پر توبہ لازم ہے اگر وہ توبہ نہ کریں اور اس مکار نام نہاد بابا کی صحبت سے باز نہ آئیں تو مسلمان ان لوگوں کا بھی مکمل بایکات کر دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

برطانیہ کے بعض علاقوں میں سحر و افطار کا حکم

مسئلہ: از محمد فیض کجراتی، برطانیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و محققین شرع مبین اس مسئلہ میں کہ برطانیہ اور یورپ کے بعض علاقوں میں سورج کے طلوع و غروب کا یہ حال ہے کہ ڈوبنے کے تھوڑی ہی دیر بعد طلوع ہو جاتا ہے اب اگر یہ کیفیت ایام رمضان میں ہو تو روزہ اور سحر و افطار کا کیا حکم ہوگا کیونکہ بسا اوقات سحری کھانے کا بھی وقت نہیں مل پاتا ہے اور کبھی کبھی روزہ بہت طویل ہو جاتا ہے ان حالات میں حکم شرع سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

مذکورہ علاقوں میں سحری کب تک کھائی جائے اور روزہ کس طرح رکھا جائے۔ اس سلسلے میں کتب فقہ میں صراحۃً کوئی حکم نظر نہیں آتا ہے فقہاء کرام نے فاقد وقت عشاء کے تعلق سے تو بحث فرمائی مگر روزہ کے متعلق کچھ ذکر نہ فرمایا، ہاں خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ کے ارشاد سے کچھ روشنی ملتی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

”لم ار من تعرض عندنا لحکم صومهم فيما اذا كان يطلع الفجر عندهم كما تغيب الشمس أو بعده بزمان لا يقدر فيه الصائم على اكل ما يقيم بنيتة ولا يمكن أن يقال بوجوب موالة الصوم عليهم لأنه يؤدي إلى الهلاك فان قلنا بوجوب الصوم يلزم القول بالتقدير وهل يقدر ليلهم باقرب البلاد اليهم كما قاله الشافعية هنا أيضا أم يقدر لهم بما يسع الأكل والشرب أم يجب عليهم القضاء فقط دون الأداء كل محتمل فليتأمل،

ولا يمكن القول هنا بعدم الوجوب أصلا كالعشاء عند القائل به فيها لأن علة عدم الوجوب فيها عند القائل به عدم السبب وفي الصوم قد وجد السبب وهو مشهود جزء من الشهر وطلوع فجر كل يوم هذا ما ظهر والله تعالى أعلم“ (۱)

علامہ شامی قدس سرہ کے مذکورہ ارشاد سے معلوم ہوا کہ جن مقامات پر سورج ڈوبتے ہی نکل آتا ہے یا ڈوبنے کے بعد کچھ وقفہ سے نکلتا ہے مگر وہ وقفہ اتنا طویل نہیں رہتا کہ جس میں آدمی آرام سے کھاپی سکے تو ان مقامات پر روزہ کے حکم میں متعدد احتمال ہیں۔

(۱) ان جگہوں پر روزہ واجب ہی نہیں ہے۔

(۲) روزہ واجب ہے اور اقرب البلاد کے مطابق دن و رات کی تقدیر سے رکھا جائے گا۔

(۳) روزہ واجب ہے اور اتنی مقدار رات تسلیم کی جائے گی جتنی مقدار میں آدمی کھاپی سکے۔

(۴) روزہ کی قضا واجب ہے اور جب ایسے ایام آئیں جس میں معمول کے مطابق طلوع وغروب ہوتا ہے تو

رکھا جائے۔

علامہ شامی نے پہلی صورت کو ساقط فرما دیا ہے اور بقیہ تین صورتوں کو ”فلیتأمل“ کہہ کر دعوت غور و فکر دی ہے، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے حکم قضا کو ترجیح دی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

”قوله أم يجب عليهم القضاء فقط أقول هو الفقه إذا أحاطة الأكل للصائم بعد طلوع

الفجر قصداً غیر معهود فی الشرع ثم فیہ جمع شئی مع المنافی“ (۱)
یہ تفصیل تو ان مقامات کے لیے ہے جہاں ادھر سورج ڈوبا اور ادھر نکل گیا مگر برطانیہ میں سورج کے ڈوبنے اور نکلنے میں اتنی مہلت رہتی ہے کہ آدمی کھاپی سکے اس لیے وہاں روزہ رکھنا لازم ہوگا، رہی یہ بات کہ دن کافی طویل ہوگا اور روزہ رکھنا دشوار ہوگا تو اس کا حل اسلام میں یہ ہے کہ یا تو دیگر ایام میں روزہ رکھا جائے یا ہر روزہ کا فدیہ ادا کر دیا جائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿لَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (۲)

اور ارشاد ہو رہا ہے۔

﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامَ مِسْكِينٍ﴾ (۳)

لیکن برطانیہ کے علاقوں میں کچھ ایام میں شفق ایضاً غروب نہیں ہو پاتی کہ صبح صادق ہو جاتی ہے تو اب وہاں کے لوگ حری کب تک کھاپی سکتے ہیں، اس سلسلے میں قرآنی فیصلہ موجود ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (۴)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ طلوع صبح صادق سے قبل ہی حری کا اختتام کر کے کھانا پینا بند کر دینا لازم ہے، آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مشہور حنفی مفسر علامہ ابو بکر صاص رازی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”فأباح الأكل الى ان يتبين والتبين انما هو حصول العلم الحقيقي ومعلوم ان ذلك انما امر وابه في حال بممكنهم فيها الوصول الى العلم الحقيقي بطلوعه واما اذا كانت ليلة مقمرة أو ليلة غيم أو في موضع لا يشاهد مطلع الفجر فانه مأمور بالاحتياط للصوم اذ لا سبيل له الى العلم بحال الطلوع فالواجب عليه الامساك استبراء لدينه لما حد لنا شعبة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم دع ما يريبك الى ما لا يريبك فان الصدق طمأنينة والكذب ريبة“ (۵)
علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں۔

”ان الخيط الأبيض هو الصبح وان السحور لا يكون الا قبل الفجر وهذا اجماع لم

(۱) جذ الممتار ج: ۱، ص: ۱۹۲

(۲) سورة البقرة، آیت: ۱۸۳

(۳) مصدر سابق

(۴) مصدر سابق آیت: ۱۸۷

(۵) احکام القرآن للجصاص، ج: ۱، ص: ۲۸۷

یخالف فیہ الا الاعمش فشدواہم یخرج احد علی قولہ (۱)

ان ارشادات کے پیش نظر راقم کی فہم ناقص کے مطابق حکم یہ ہے کہ جن ایام میں شفق ابھیں اور صبح صادق غلط و غیر متمیز ہو تو احتیاطاً شفق ابھیں کے اندر ہی جلد کھاپی کر فارغ ہو جائے۔ اور جن ایام میں شفق احمر کے غروب ہوتے ہی صبح صادق ہو جاتی ہو تو شفق احمر میں طعام و شراب سے فارغ ہو جائے، اور جن ایام میں شفق احمر بھی نہیں غائب ہو پاتی کہ صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے وہاں قضا کیا جائے۔

هذا ما ظهر لي الآن ان كان حقاً فمن الرحمن المستعان وان كان باطلاً فمني ومن الشيطان.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دارالعلوم علیہ جمد اشاہی، بستی، یوپی

حالت روزہ میں گل منجن کا استعمال

مسئلہ: از محمد جواد قادری بدھینی، خلیل آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت روزہ میں گل منجن کرنا کیسا ہے؟ بینوا تو جو روا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

گل کے متعلق معلومات حاصل کرنے سے پتہ چلا کہ اس کا جزء اعظم تمباکو ہے اور اسے صرف منجن کے طور پر نہیں بلکہ تمباکو کی طرح کیف و سرور کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اس سے نشہ طاری ہوتا ہے بھوک ختم ہوتی ہے اور کرنے والوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، گل اتنے سارے گل کھلاتا ہے، اور اب بعض ناخدا ترس حضرات نے یہ گل کھلایا کہ ماہ رمضان میں حالت روزہ میں اس کی لذت سے محفوظ ہونے لگے۔ عوام الناس میں اس پر شور و غل مچا اور آج یہ گلزار فقہ و فتاویٰ میں تشریف لایا۔

راقم کے نزدیک یہ صرف مکروہ و ممنوع ہی نہیں بلکہ مفسد موصوم ہے اور کرنے والے پر کفارہ لازم ہے، اس حکم کی تائید سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے ارشاد عالی سے ہوتی ہے، آپ فرماتے ہیں۔

”پان جب منہ میں رکھا جائے گا تو اس کا عرق ضرور منہ میں جائے گا، اور تمباکو جیسی کھائی جاتی ہے اگر وہ منہ میں ڈالی جائے گی تو یقیناً اس کا جرم لعاب کے ساتھ حلق میں جائے گا اور ناس تو بہت باریک چیز ہے جب اوپر کو سونگھیں

جائے گی تو ضرور دماغ کو پہنچے گی، اور ان طلب والوں کے مقصد بھی یونہی برآئیں گے، اور فقہیات میں ایسا منظون مثل متعین ہے یہ سب شیطانی وسوسے ہیں اور ان چیزوں کے استعمال سے روزہ جائے تو اس کی فقط قضا نہیں بلکہ کفارہ بھی ضروری ہوگا کہ ان میں صلاح بدن و قضاے شہوت ہے اور اگر ان میں احتیاط یقینی کی صورت مقصود بھی ہوتی جب بھی ممانعت میں شک نہ تھا، جیسے مباشرت فاحشہ کہ بے انزال ناقص نہیں مگر ممنوع ضرور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”من وقع فی الشبهات وقع فی الحرام كالراعى يرعى حول الحمى يوشك أن يقع فيه

“(۱) واللہ تعالیٰ اعلم

اور فتاویٰ بحر العلوم میں ہے:

”فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ پانچ سو ستاسی میں تبہا کو کو جسے کھینی کہا جاتا ہے منہ میں رکھنے کو روزہ توڑنے والا بتایا ہے، کل بھی اسی قسم کی ہے کھینی کی طرح اس کا بھی لوگ استعمال کرتے ہیں اس لیے اس کا استعمال بھی مفسد صوم ہے“ (۲)

لہذا حالت روزہ میں گل منجن کرنا ناجائز ہے کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جمد اشاہی، بستی

۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

بغیر ثبوت شرعی رویت ہلال کا ثبوت ماننے والے کا حکم

مسئلہ از: مولانا ثابت علی قادری موضع کڑی پوسٹ، سکری، ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید جو کہ سنی جامع مسجد کا خطیب و امام ہے اس سال مطلع ابراہیم آلود ہونے کی وجہ سے عید الفطر کا چاند نظر نہیں آیا تو غلیل آباد سے مفتی صاحب کی تحریری شہادت کی بنا پر بارہ بجے رات کو اعلان کیا گیا کہ کل عید الفطر کی نماز ادا کی جائے گی، زید جو کہ امام ہے اس نے صرف عشاء کی نماز پڑھائی، نماز تراویح اس نے نہ خود پڑھانے پڑھایا جب کہ شہادت ملنے سے پہلے نماز تراویح اسے پڑھانا نہ چاہیے تو کیا اس صورت میں زید پر توبہ کرنا واجب ہے کہ نہیں؟

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۵۸۶

(۲) فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۲۷۶

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے بغیر ثبوت شرعی صرف افواہ یا ٹیلی فون وغیرہ کی خبر پا کر شب عید الفطر مان لی اور اس بنا پر اس نے نماز تراویح نہ پڑھائی تو اگرچہ بعد میں یہ ثابت ہو جائے کہ عید کا چاند نکل آیا تھا پھر بھی زید پر توبہ ہے کہ اس نے حکم شرع کی مخالفت کی، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”بعد کو ثبوت کتنے ہی کثیر ہو جائیں ان کے ان گناہوں کو رفع نہیں کر سکتا کہ جس وقت تک انہوں نے یہ افعال کئے ثبوت شرعی نہ تھا تو ان پر سے مخالفت حکم شرع کا الزام بے توبہ زائل نہیں“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علمیہ، جہد اشاہی، بستی

۳۰ رذیقہ ۱۴۳۶ھ

ٹیلی فون سے استفاضہ کی حیثیت اور اجیر شریف کے ایک خط کا حکم

مسئلہ از: حافظ محمد حنیف جامع مسجد مکرانہ ناگور، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہمارے شہر مکرانہ میں اس بار اجیر شریف کے لیٹر پیڈ پر لکھی ہوئی تحریر کے پیش نظر مکرانہ انجمن کے لیٹر پیڈ پر ثبوت ہلال عید کے لیے ایک امام نے تحریر لکھ کر اعلان عید کروا دیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ اجیر شریف سے آئے ہوئے اس کاغذ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس تحریر پر مکرانہ میں عید کا اعلان کروانے والے امام کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟ بیان فرمائیں نوازش ہوگی۔

نقل تحریر: اجیر:

آج مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر حسب روایت قدیم درگاہ کمیٹی کے دفتر میں رویت ہلال کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا حسب سابق دو با شرع افراد کو جستجوئے چاند کے لیے تارا گڑھ بھیجا گیا، مطلع صاف نہ ہونے کی بنا پر چاند نظر نہیں آیا، مختلف مقامات پر رابطہ کیا گیا جس میں باڑ میر (لمبھا) کے قرب و جوار میں مختلف

لوگوں نے یعنی طور پر چاند دیکھا۔ استفاضہ اور خبر مستفیض کے تحت ان کا بیان لیا گیا۔ ان حضرات کے اسما گرامی یہ ہیں۔ حاجی لعل محمد، سلیمان بھائی، نظام الدین اور بسین بھائی، مزید کٹیہار (بہار) سے سید قادری صاحب، مفتی مبشر رضا صاحب اور امبیڈکر نگر کے مفتی بدر عالم صاحب مزید الہ آباد سے نائب مفتی شفیق احمد صاحب سے بھی رابطہ ہوا۔ ان حضرات نے بھی چاند دیکھنے کا بیان بذریعہ فون دیا۔ مذکورہ صورت حال کے پیش نظر کل مورخہ ۲۹ جولائی ۲۰۱۳ء بروز منگل شوال کی یکم تاریخ ہوگی۔ چاند کیٹیٹھ نے مذکورہ بالا حضرات کی ثقاہت و توثیق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ فقط

۷۸۶/۹۲

نقل تحریر مکرانہ:

شہادت پیش کی جاتی ہے کہ آج مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر کو اجمیر شریف سے خبر مستفیض کے ذریعہ عید الفطر کے چاند نظر آنے کی سند حاصل ہوئی ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

چند ٹیلی فون کی خبروں کو خبر مستفیض قرار دینا تصریحات ائمہ دین اور ارشادات فقہائے شرع متین کے خلاف اور سراسر غلط و بے بنیاد ہے۔ اس ”استفاضہ محدثہ مخترمہ“ کا کتب فقہ میں دور دور تک کہیں کوئی نام و نشان نہیں ہے اسے ”ایجاد بندہ“ کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا، شریعت مطہرہ میں دربارہ ثبوت ہلال جسے استفاضہ یا خبر مستفیض کہا جاتا ہے اور ثبوت ہلال کے طرق موجبہ میں سے ہے۔ اس کا معنی بیان کرتے ہوئے خاتم محققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تاتی من تلک البلدة جماعات متعددون کل منهم یخبر عن اهل تلک البلدة انهم صاموا عن روية اه“ (۱)

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب بیک

زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن برینائے رویت روزہ یا عید کی گئی“ (۲)

(۱) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۲۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۸۶

ایک مقام پر فرماتے ہیں ”یہ کہنا ہر گز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے، اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریح غلط ہے۔ استفاضہ کے جو معنی علماء نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پیغم میں مذکور ہوئے۔ متعدد جماعتوں کا آنا اور یک زبان بیان کرنا چاہئے“ (۱)

اور فرماتے ہیں:

”بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں“ (۲)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ استفاضہ کے لیے خبر دینے والوں کا آکر خبر دینا معتبر ہے جب کہ ٹیلی فون کی خبر کی صورت میں مخبرین نہیں آتے، صرف خبر آتی ہے تو اس ٹیلی فون کی خبر کو استفاضہ نہیں کہا جاسکتا ہے، چنانچہ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ سے خاص ٹیلی فون سے استفاضہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

”ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جاسکتا ہے، نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جاسکتا ہے“ (۳)

اور بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

”جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع تو صرف خبروں کا ہوتا ہے مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوئے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تو اترا یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی یہ ایک مجرد خبر ہے۔“ (۴)

اور جب متعدد فونوں کی خبر شرعاً استفاضہ نہیں، تو ایسی خبر پر روزہ و عید کا اعلان بھی صحیح نہیں، لہذا جن لوگوں نے محض فون کی خبر پر اسے استفاضہ میں داخل کر کے اعلان عید الفطر کیا، انہوں نے غلط کیا، پھر اس فیصلے کی بنیاد پر شہر مکرانہ کے لیے جو تحریر بھیجی گئی وہ بھی غیر معتبر، ناقابل قبول اور فضول ہے اور اس پر عمل کرنا ناجائز و گناہ ہے، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں:

”تاریخ خبر شرعاً محض نامعتبر کما حقیقناہ مفصلہ بما لا مزید علیہ اس کی بنا پر افطار محض ناجائز واقع

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۸

(۲) بحوالہ سابق، ص: ۵۵۲

(۳) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۹۳

(۴) فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۲۴۱

ہوئی اور اشخاص مذکورین مرتکب گناہ ہوئے اگرچہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ اس دن واقعی عید ہی تھی اھ“ (۱)
لہذا جس نے اس تحریر پر اعلان کیا کہ ایسا سب توبہ کریں اور آئندہ ایسے غیر ذمہ دارانہ فعل سے اجتناب کریں،
اب ذرا دونوں تحریروں کا حال ملاحظہ ہو۔

”درگاہ کمیٹی درگاہ خواجہ صاحب اجیر شریف کے پتے سے چھپے ہوئے لٹیر پیڈ پر تحریر کا آغاز اس جملہ سے
ہے: ”آج مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر حسب سابق دو باشرع افراد کو جستوائے چاند کے لیے
تارا گڑھ بھیجا گیا“ ظاہر ہے کہ یہ تحریر ۲۹ رمضان المبارک کو بعد نماز مغرب ہی تیار کی گئی ہے اور وہ بھی لکھنے والوں
کے گمان کے مطابق بطور استفاضہ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ کا چاند ثابت ہو جانے کے بعد کی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ
غروب شمس کے بعد عربی تاریخ بدل جاتی ہے تو تحریر تیار کرنے کے وقت ۲۹ رمضان المبارک ہونا چاہیے۔ یا یکم شوال
المکرم؟ یونہی وہ وقت بروز پیر ہوگا یا شب منگل؟ پھر دو باشرع افراد تو لکھا گیا لیکن نام و پتہ ندرد ہے، آگے لکھا گیا
”استفاضہ اور خبر مستفیض کے تحت ان کا بیان لیا گیا“ ”انا للہ وانا الیہ راجعون“

آپ بتائیں! کیا کسی عالم دین واقف فقہ و فتاویٰ سے ایسی تحریر کی توقع ہے؟ استفاضہ پہلے مان لیا گیا پھر اس
کے تحت بیان لیا گیا حالانکہ اگر بالفرض فون کی متعدد خبریں استفاضہ ہو بھی جائیں تو خبروں کے آنے کے بعد اسے
استفاضہ مانا جائے گا اور یہاں پہلے ہی سے اس کے تحت بیان لیا جا رہا ہے۔ ”معاذ اللہ رب العالمین“ پھر آگے لکھا ہے:
”چاند کمیٹی نے مذکورہ بالا حضرات کی ثقاہت کی توثیق کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا“ ”گویا جن حضرات نے خبر دی وہ پہلے ہی
سے ثقہ ہیں اور اب مذکورہ کمیٹی ان کی ثقاہت کی تائید و توثیق کرتی ہے، سبحان اللہ، کون ہیں حاجی محمد لعل محمد، کٹہار کے سید
قادری صاحب؟ مجھ سے نہیں جو لوگ ایسی خبروں کو استفاضہ سمجھتے ہیں انہیں سے پوچھ لیا جائے کہ کیا دنیا کے فقہ میں ایسی
ثقاہت کی کوئی نظیر ہے؟ پھر تماشہ دیکھیں کہ ان مجرین کی خبروں کی توثیق نہیں بلکہ خود ان مجرین کی ثقاہت کی توثیق کرتے
ہوئے فیصلہ کیا ہے۔ ثبوت ہلال کے حوالہ سے شاید دنیا کے قضا کا یہ پہلا فیصلہ ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علاوہ ازیں یہ مکتوب ثبوت ہلال کے طرق موجبہ میں سے ”کتاب القاضی الی القاضی“ سے شمار
ہو سکتا ہے تو کیا اس کے شرائط و معیار پر شرعی طریقہ سے اترتا ہے کسی عاقل مفتی سے پوچھ لیا جائے حقیقت واضح
ہو جائے گی۔

غرض کہ یہ خط اصلاً قابل اعتبار اور لائق عمل نہیں ہے۔

اب دوسری تحریر کا حال ملاحظہ ہوا! انجمن اصلاح المسلمین (رجسٹرڈ) کراہ کے پتے پر پچھلے پیڈ کا آغاز و

افتتاح ان جملوں سے ہے: ”شہادت پیش کی جاتی ہے کہ آج مورخہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ بروز پیر کو اجمیر شریف سے خبر مستفیض کے ذریعہ عید الفطر کے چاند نظر آنے کی سند حاصل ہوئی“

غور فرمائیں ”شہادت پیش کی جاتی ہے“ کیا عالم شہادت میں اس عظیم شہادت کا کوئی درجہ ہو سکتا ہے؟ جس میں شہادت پر فائز ہونے والا ہی معدوم ہو، پھر یہاں بھی ۲۹ رمضان المبارک بروز پیر ہی سند حاصل ہوئی۔ افسوس! صد افسوس! قلت علم و ذلت علماء پر، اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمانوں کو سمجھ عطا فرمائے اور احکام شریعہ پر عمل کی توفیق بخشے۔ (آمین)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اجمیر شریف سے آئی ہوئی اس تحریر کا شرعا کوئی اعتبار نہیں نہ ہی اس پر عمل کرنا جائز جن لوگوں نے اس تحریر کی بنا پر عید کا اعلان کیا وہ گنہ گار ہیں اور شریعت کے معاملے میں بے جا جسارت کرنے والے ہیں، ان پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کریں اور یہ کو تمنا مشہ بنانے سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ جہد اشاعی، ہستی

۱۹ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

ہلال کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ: از محمد قمر الدین رضوی چرکھواسد خارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

کتب فقہ میں جو رویت ہلال لکھا جاتا ہے تو ہلال کی تعریف کیا ہے اہل لغت و اہل فقہ کی اصطلاح کی روشنی

میں وضاحت فرمائیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

لفظ ہلال کا مادہ ہلک ہے یہ باب نصر کا مصدر ہے جس کا لغوی معنی ظاہر ہونا، خوش ہونا، شروع ہونا، چلانا، نیا

چاند نکلتا ہے۔ اجم الوسیط میں ہے:

” (هل) الهلال . هلا: ظهورو. فلان فرح و الشهر ظهر هلاله و بدا رفع صوته اه (۱)

اہل ہیئت کے نزدیک ہلال کا معنی

اہل ہیئت اور ماہرین فلکیات کے نزدیک لفظ ہلال کا اطلاق صرف پہلی رات کے چاند پر ہوتا ہے بقیہ راتوں کے چاند کو قمر کے نام سے موسوم کرتے ہیں چنانچہ مشہور ماہر فلکیات علامہ عبدالحی برجنیدی نے اس کی صراحت فرمائی ہے کشاف اصطلاح الفنون میں ان کا قول ہاں الفاظ منقول ہے:

”واہل الهيئة یسیدون بالہلال ماہری من المضي منه اول ليلة صرح بذلك العلی

البرجنیدی فی بعض تصانیفہ“ (۱)

المنجد میں ہے:

”والہلال عند اهل الهيئة: ماہری من القمر اول ليلة“ (۲)

اہل لغت کے نزدیک ہلال کا معنی

اہل لغت کے نزدیک ہلال عموماً مہینے کی دو ابتدائی راتوں کے چاند کو کہا جاتا ہے مگر مہینے کی آخری راتوں میں سے ۲۶/۲۷ کی شب والے چاند کو بھی ہلال کہہ دیتے ہیں اسی طرح مہینے کی ابتدائی راتوں میں سے تین اور بقول بعض سات راتوں کے چاند کو بھی ہلال کا نام دیتے ہیں لسان العرب میں ہے:

”الہلال: غرة القمر حين يهله الناس في غرة الشهر، وقيل: يسمى هلالاً لليلتين من

الشهر ثم لا يسمى به الى ان يعود في الشهر الثاني وقيل: يسمى به ثلاث ليال ثم يسمى قمراً وقيل يسماه حتى يحجر،

وقيل: يسمى هلالاً الى ان يهر ضوءه سواد الليل وهذا لا يكون الا في اليلة السابعة قال

ابواسحق والذي عندي وما عليه الاكثر ان يسمى هلالاً ابن ليلتين فانه في الثالثة يتبين ضوءه والجمع أهلة“ (۳)

المنجد میں ہے:

الہلال: غرة القمر وسمى هلالاً لليلتين من اول الشهر او الى ثلاث ليال او الى سبع

(۱) کشاف اصطلاحات الفنون، ج: ۲، ص: ۱۵۳۳

(۲) المنجد، ص: ۸۷۰

(۳) لسان العرب ج: ۱۱، ص: ۷۰۲

ولیلین من آخر الشهر ای ست وعشرین وسبع وعشرین ولی غیر ذلک هو القمر“ (۱)
حجۃ الاسلام امام رازی بصاص قدس سرہ فرماتے ہیں:

”وقد اختلف اهل اللغة فی الوقت الذی یسمی هلالاً فمنهم من قال یسمی هلالاً لیلین من الشهر ومنهم من قال یسمی لثلاث لیل ثم یسمی قمراً وقال الاصمعی یسمی هلالاً حتی، یحجرو تحجیرہ ان یتعذر، بخطہ دقیقه ومنهم من یقول یسمی هلالاً حتی یتبر ضوء ہ سواد اللیل فاذا غلب ضوء ہ سمی قمراً قالو وهذا لا یكون الا فی اللیلۃ السابعة وقال الزجاج الا کثر یسمونه هلا لابن لیلین“ (۲)

اہل شرع کے نزدیک ہلال کا معنی

فقیر کی فہم ناقص کے مطابق شرعاً ہلال کا اطلاق مہینہ کی ابتدائی دوراتوں کے چاند پر ہوتا ہے چنانچہ ابھی لسان العرب سے گذرا کہ:

”قال ابو اسحق والذی عندی وما علیہ الا کثر ان یسمی هلالاً ابن لیلین فانه فی الثالثة تبین ضوء ہ“ (۳)

اور علامہ ابن عربی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”قال الزجاج الا کثر یسمونه هلالاً لا بن لیلین“ (۴)

اور کلمات قرآن کی تشریح و توضیح میں قول فیصل کا درجہ رکھنے والے امام راغب اصفہانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”الہلال: القمر فی اول لیلۃ والثانیۃ ثم یقال له القمر ولا یقال له هلال وجمعه اہلۃ“ (۵)

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل شرع کے نزدیک مہینہ کی ابتدائی دوراتوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں بقیہ راتوں کے چاند کو ہلال نہیں کہتے بلکہ قمر اور بدر کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ماقبل کی تفصیلات سے بھی واضح ہو گیا کہ اہل شرع اور اہل ہیئت دونوں اس پر متفق ہیں کہ مہینہ کی ابتدائی راتوں کے چاند کو ہی ہلال کہا جائے گا البتہ اہل ہیئت صرف پہلی رات

(۱) المنجد، ص: ۸۷۰، ب (۵) ۲ (ہل)

(۲) احکام القرآن، ج: ۱، ص: ۲۵۴

(۳) لسان العرب، ج: ۱، ص: ۷۰۲

(۴) تفسیر احکام القرآن لابن عربی، ج: ۱، ص: ۹۹

(۵) المفردات للامام راغب اصفہانی، ص: ۵۴۲

کے چاند کو اور اہل شرع پہلی اور دوسری دونوں راتوں کے چاند کو ہلال کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد درس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی، ہستی

۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ

کیا ٹی وی پر رویت ہلال معتبر ہے

مسئلہ: از محمد شکر اللہ قادری، لال تنج، ضلع ہستی۔ یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

اہل سائنس کا کہنا ہے کہ ہم آلات جدیدہ کے ذریعہ انتیس تاریخ کو ہی چاند دیکھ سکتے ہیں اور اسے ٹی وی پر دکھا سکتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ اگر سٹیلٹ کے ذریعہ چاند کی تصویر لے کر ٹی وی پر دکھادی جائے تو اس سے ثبوت رویت ہلال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

شریعت مطہرہ نے صوم و افطار کا مدار حقیقہ ثبوت رویت ہلال پر رکھا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”صوموا لرویتہ و افطروا لرویتہ (۱)“

اور اگر ابرو باد، گرد و غبار اور کسی عارضی سبب سے رویت نہ ہو سکے تو تمہیں کی گنتی پوری کر کے اگلے ماہ کا آغاز معتبر قرار دیا ہے حدیث شریف میں ہے۔

”فان غم علیکم فاقد رواثلثین، (۲)“

رویت ہلال کے تعلق سے اہل بیت کا قول شرعاً غیر معتبر ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”اول بعض علماء شافعیہ و بعض معتزلہ و غیر ہم کا خیال اس طرف گیا تھا کہ مسلمان عادل منجموں کا قول اس

بارے میں معتبر ہو سکتا ہے اور بعض نے قید لگائی تھی کہ جب ان کی ایک جماعت کثیر یک زبان بیان کرے کہ فلاں

(۱) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۴۷

(۲) حوالہ سابق

مہینے کی یکم فلاں روز ہے تو مقبول ہونے کے قابل ہے اگرچہ واجب العمل کسی کے نزدیک نہیں مگر ہمارے ائمہ کرام اور محققین اعلام اسے اصلاً تسلیم نہیں فرماتے اور اس پر عمل جائز ہی نہیں رکھتے اور یہی حق ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث میں یہاں قول مجہول سے قطع نظر و عدم لحاظ کی تصریح فرما چکے پھر اب اس پر عمل کا کیا محل درمختار میں ہے لا عبرة بقول الموقنین ولو عدواً علی المذہب رد المحتار میں ہے بل فی المعراج لا یعتبر قولہم بالا جماع ولا یجوز للمنجم أن یعمل بحساب نفسه“ (۱)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

”ذکر فی التہذیب فی کتاب الصوم یجب صوم رمضان برویة الهلال أو باستكمال شعبان ثلاثین ولا یجوز تقلید المنجم فی حسابہ لا فی الصوم ولا فی الافطار“ (۲)
ان اقوال و عبارات سے واضح ہوا کہ صوم و افطار کا حکم ہیئت و سائنس کے اصولوں پر نہیں بلکہ شرع کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اب اگر اہل سائنس ٹی وی چینل پر چاند کا مشاہدہ کرائیں تو کئی وجہوں سے یہ مشاہدہ شرعاً غیر معتبر ہوگا اور اس مشاہدہ کو رویت ہلال شرعی ہرگز نہیں کہا جائے گا۔
اولاً: باب ہلال میں اہل ہیئت کی بات کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔

ثانیاً: یہ کیا ضروری ہے کہ ٹی وی پر جس چاند کا مشاہدہ کر رہے ہیں وہ اسی مہینے کا ہو کسی بھی مہینے کا ہو سکتا ہے کیونکہ آلات میں کسی چاند کا عکس محفوظ کر کے جب چاہیں دیکھا جاسکتا ہے۔
ثالثاً: فقہائے کرام نے ثبوت ہلال کے جو طریقے ذکر فرمائے ہیں ان میں سے کسی بھی طریقہ میں یہ نہیں آتا ہے۔
رابعاً: یہ بالبداهت معلوم ہے کہ ٹی وی چینل پر دیکھا جانے والا چاند اصل نہیں بلکہ اصل چاند کا عکس ہے اور فقہاء بالتصریح فرماتے ہیں کہ عکس ہلال کی رویت غیر معتبر ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”رویة الهلال بعد الغروب لا بواسطة نحو مرآة ای كالماء والبلور الذی یقرب البعدو یکبر الصغیر فی النظر“ (۳)

لہذا سٹیلٹ کے ذریعہ ٹی وی چینل پر ہلال کے عکس کا مشاہدہ شرعاً رویت ہلال ہرگز نہیں ہے نہ ہی اسے رویت ہلال کے حکم میں مانا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی ہستی

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۵۵۸

(۲) الفتاویٰ العتارحالیہ ج: ۲، ص: ۳۵۷

(۳) تحفۃ المحتاج، بشرح المنہاج، ج: ۳، ص: ۳۷۲

ثبوت ہلال کے لیے ہر جگہ شہادت درکار نہیں

مسئلہ از: عبدالرزاق قادری پرسامیر، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں ۲۹ رمضان المبارک کو مہراج گنج میں چاند کی رویت ہوئی مگر مہراج گنج کے بیشتر علاقہ میں چاند نہیں دیکھا گیا تو کیا مہراج گنج کے اعلان پر دیگر مقامات کے لوگ عید منا سکتے ہیں یا ہر جگہ کے لیے تحریری شہادت کی ضرورت ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر مہراج گنج کے ذمہ دار قاضی شرع یا کسی مستند و معتبر سب سے بڑے عالم دین نے ثبوت ہلال کے بعد اس کا اعلان کیا یا کسی معتبر رویت ہلال کمیٹی کا اعلان ہوا تو مہراج گنج ضلع کے لوگوں کا اس اعلان پر عید کرنا جائز ہے۔ ضلع کے ہر مقام و موضع کے لیے شہادت ضروری نہیں ہے۔ کیوں کہ شہر کے قاضی شرع یا علمائے بلد کا اعلان اس کے پورے ضلع کے لیے کافی ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”لم يذكروا عندنا العمل بالامارات الظاهرة الدالة على ثبوت الشهر كضرب المدافع في زماننا والظاهر وجوب العمل بها على من سمعها ممن كان غائبا عن المصر كاهل القرى ونحوها“ (۱)

مرکز اہل سنت بریلی شریف میں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا اعلان پورے ضلع میں کافی مانا جاتا تھا اور ہنوز اسی پر عمل ہے جس کی تفصیل ماہنامہ اشرفیہ میں مرقوم ہے۔ (۲) اس سے واضح ہوتا ہے کہ ثبوت شرعی کے بعد اگر کسی معتبر قاضی یا مفتی یا رویت ہلال کمیٹی نے چاند کا اعلان کیا تو پورے ضلع کے لیے وہ اعلان کافی ہے۔ ہر آدمی کے لیے شہادت درکار نہیں۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷/ مفر المنظر ۱۳۲۷ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) منحة العالی علی البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۲۷۰

(۲) ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، ص: ۱۹ نومبر ۲۰۰۵ء

کیا ٹیلی فون سے چاند کا ثبوت ہو سکتا ہے؟

مسئلہ از: محمد محمود حسین اشرفی، دارالعلوم شاہ اعلیٰ قدرتیہ جامعہ کانیپور یو پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

(۱) آج کل لپ ٹاپ میں انٹرنیٹ سے کنکشن جوڑ کر آنے سے گفٹنگو ہوتی ہے اس میں رویت ہلال سے متعلق متعدد باشرع سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں کی جماعت اگر خبر دے کہ ہم لوگوں نے چاند دیکھا ہے، اس صورت میں وہ خبر مستفیض ہو کر شرعاً قابل قبول ہے یا نہیں؟ یا ہم سے چند باشرع سنی صحیح العقیدہ مسلمانوں نے گواہی دے کر ہمیں گواہ بنایا ہے۔ اب ہم رویت ہلال کی گواہی دے رہے ہیں، اس صورت میں وہ گواہی شہادت شرعیہ ہے یا نہیں؟ فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں تفصیلی دلیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) استفاضہ کا لغوی معنی مشہور ہونا اور پھیلنا ہوتا ہے۔ چنانچہ المعجم الوسیط میں ہے ”استفاض الخبر

انتشر“ (۱)

اور دربارہ ثبوت رویت ہلال فقہائے کرام کی اصطلاح میں استفاضہ کہتے ہیں کہ کسی شہر میں چاند ہوا اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے پھر وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب بیک زبان یہ خبر دیں کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کیے یا عید کی نماز ادا کی۔ چنانچہ عالم اجل شیخ مصطفیٰ رحمۃ قدس سرہ کے حوالہ سے علامہ ابن عابدین شامی ارشاد فرماتے ہیں

”معنی الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددة من كل منهم يخبر عن اهل

تلك البلدة انهم صاموا عن روية“ (۲)

اور مجدد دین و ملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں ”استفاضة“ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب یک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن برہائے رویت روزہ ہوا یا عید کی گئی۔“ (۳)

حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

(۱) المعجم الوسیط، ص: ۷۰۸

(۲) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۵۹

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۵۵۲

”کسی شہر میں چاند ہوا اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزہ شروع کئے۔ یوں یہاں والوں کے لئے بھی ثبوت ہو گیا۔“ (۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ والرضوان تحقق استفاضہ کی ایک اور صورت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے جن کا بیان مورث یقین شری تھا ظاہر اس تقدیر پر وہاں کسی ایسے حاکم شرع کا ہونا ضروری نہیں کہ رویت فی نفسہا حجت شرعیہ ہے۔“ (۲)

استفاضہ کی مذکورہ تعریفات میں تمام فقہائے کرام نے ایک شہر سے دوسرے شہر میں آنے کی قید لگائی ہے بلکہ متعدد مقامات پر بصراحت مذکور ہے کہ تحقق استفاضہ کے لئے متعدد جماعتوں کا آنا درکار ہے۔ چنانچہ خاتم المتحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

”اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الواردين من بلدة الثبوت الى البلدة التي لم يثبت بها لا مجرد الاستفاضة“ (۳)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں ”بلکہ وہ استفاضہ جو شرعاً معتبر ہے اس کا معنی یہ ہیں کہ اس شہر سے گروہ درگروہ متعدد جماعتیں آئیں اور سب بالاتفاق یک زبان بیان کریں“ (۴)

ایک مقام پر فرماتے ہیں ”بلکہ خود وہاں کی آگئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں۔ جو بالاتفاق وہ خبر دیں۔“ (۵)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ فقہائے اسلام نے رویت ہلال کے سلسلہ میں جس استفاضہ کو معتبر قرار دیا ہے اس میں محض خبر دینا نہیں بتایا بلکہ متعدد جماعتوں کے آنے کی تصریح فرمائی ہے اور ایک ادنیٰ طالب فقہ بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ فقہائے کرام کی تصریحات کے خلاف جانے میں کتنی قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے تصریحات فقہیہ کے پیش نظر یہ امر طے ہے کہ محض ٹیلی فون کے ذریعہ کسی ایک شہر سے دوسرے شہر میں خبر دینے کو استفاضہ نہیں مانا جاسکتا ہے۔

علاوہ ازیں علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسموع ہو اس پر احکام شرع کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۳

(۳) منحة الخالق حاشیہ الجہر الرائق، ج: ۳، ص: ۲۷۰

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۲

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۲

”علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز مسوع ہو اس پر احکام شریعہ کی بنا نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے۔ تبیین الحقائق امام زیلیعی پھر فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: ”لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشہد لاحتمال ان یکون غیرہ اذا النعمۃ تشبہ النعمۃ۔“ (۱)

اس لئے بھی ٹیلی فون اور موبائل سے ثبوت رویت ہلال نہیں ہو سکتا ہے اور رہا یہ شبہ کہ باتصویر لپ ٹاپ و موبائل کے ذریعہ بولنے والے آواز کے سامنے گفتگو کرتے ہیں تو اب آڑ سے آواز مسوع نہیں ہو رہی ہے بلکہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہیں لہذا اسے معتبر ہونا چاہئے، اس شبہ کا ازالہ مشاہدہ سے ہی ہو جاتا ہے۔ آج ہزاروں معاملات میں دیکھا اور سنا جاتا ہے کہ آواز کسی اور کی ہوتی ہے اور اسکرین اور پردے پر بظاہر بولتا کوئی اور نظر آتا ہے اور یہ اندیشہ ہر جگہ موجود ہے تو لپ ٹاپ وغیرہ میں دیکھی اور سنی جانے والی تصویر و آواز میں بھی یہ احتمال موجود ہے، لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں، جس طرح فقہائے کرام نے خط کے بارے میں نادر شبہ کا بھی اعتبار فرما کر اسے احکام میں نامعتبر ٹھہرایا اور علت اشتباہ ابتدائے کلام میں اس کی طرف لفظ ”قد“ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے یہ بتائی۔ ”ان الكتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم۔“

اور جب اس طرح کے لپ ٹاپ وغیرہ کے ذریعہ موصول ہونے والی خبر، خبر مستفیض نہیں ہو سکتی ہے، تو اس طریقہ پر شہادت کو شرعی شہادت بھی نہیں مانا جاسکتا ہے کہ شہادت میں مجلس قضا میں آکر گواہی دینا لازم ہے، درمختار میں ہے۔

”الشہادۃ اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشہادۃ فی مجلس القضاء“ (۲)

بعض حضرات اس مقام پر خبر مستفیض اور خبر متواتر میں فرق کر کے ٹیلی فون کی خبر کو مستفیض کہتے ہیں اور یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ خبر دینے والوں کے لئے آنے کی شرط متواتر میں ہے، مستفیض میں نہیں، مستفیض میں چھپا نوا افراد کی محض خبر کافی ہے مگر یہ بات قطعاً ناقابل قبول اور تصریحات فقہاء کے خلاف ہے، کیونکہ ائمہ حنفیہ نے رویت ہلال کے ثبوت میں جس خبر مستفیض کا ذکر فرمایا ہے اس خبر مستفیض کو خبر متواتر ہی فرمایا ہے نہ کہ اس سے وہ خبر مشہور مراد لی ہے جس میں افراد کے تعین کا لحاظ ہوتا ہے۔ چنانچہ منہ الخالق حاشیہ البحر الرائق میں ہے ”اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الوردین“ (۳)

اور تمبیہ الغافل والوسان میں ہے:

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۲۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۴، ص: ۳۶۹

(۳) منہ الخالق، ج: ۲، ص: ۲۷۰

”لما كانت الاستفاضة بمنزلة الخبر المتواتر“ (۱)

فتاویٰ رضویہ شریف میں ہے ”جب جماعت تو اتر جماعت تو اتر سے ان کی رویت کی ناقابل ہے تو رویت بالیقین ثابت ہوگئی، اور شہادت کی حاجت نہ رہی کہ اثبات احکام میں تو اتر ہی قائم مقام شہادت ہے بلکہ اس سے قوی ہے۔“ (۲)

ان روشن تصریحات سے مثل آفتاب واضح ہو گیا کہ دربارہ ثبوت رویت ہلال جس خبر مستفیض کو معتبر فرمایا گیا ہے وہ خبر متواتر ہے اور متواتر کے تحقق کے لئے درگروہ گروہ آنا حسب تصریحات فقہا لازم ہے تو ٹیلی فون و موبائل اور انٹرنیٹ جیسے ذرائع سے استفادہ نہیں ہو سکتا ہے، نہ ہی اس پر ادائے شہادت شرعیہ ہو سکتی ہے۔ آخر میں ماضی قریب کے دو عظیم فقیہ اور اہل سنت و جماعت کے مسلم و بزرگ پیشوا حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ اور بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبدالمنان اعظمی صاحب علیہ الرحمہ کی چشم کشا تحریر حاضر ہے۔

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ٹیلی فون سے استفادہ کا تحقق ہو سکتا ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا ”ٹیلی فون اور ریڈیو کی خبریں اس باب میں ناقابل اعتبار ہیں کہ ان سے کسی چیز کا ثبوت شرعی نہیں ہوتا، ایسی خبروں سے نہ روزہ رکھا جائے گا نہ عید کی جائے گی۔“ (۳)

اسی میں آگے فرماتے ہیں: ”ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جاسکتا ہے نہ ان کو استفادہ میں داخل کیا جاسکتا ہے۔“ (۴)

اور بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان صاحب اعظمی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں

”جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفادہ کے لئے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر یہاں متفقہ بیان دینا ضروری ہے، جبکہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے۔ مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تو اتر یا استفادہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی۔ یہ ایک بحر خبر ہے۔“ (۵)

حاصل کلام یہ ہے کہ بالتصور ذرائع سے خبر دینے کی صورت میں بھی فون و موبائل سے خبر مستفیض یا شہادت متحقق نہیں ہو سکتی ہے۔ مزید تفصیل کے لئے حضور تاج الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری مدظلہ العالی کا اس موضوع پر لا جواب رسالہ ”جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت رویت ہلال۔“ مطالعہ کریں۔ ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵ شعبان ۱۴۳۴ھ

(۱)	تنبیہ الغافل والوسنان، ج: ۱، ص: ۲۵۲	(۲)	الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۵۵۳
(۳)	الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۹۴	(۴)	الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۹۴
(۵)	فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۲۴۱		

ٹیلی فونک استفتاء کی تحقیق کامل فقہی جزئیات کی روشنی میں

مسئلہ از: محمد جعفر قادری، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ آج کل بعض حضرات ٹیلی فون کے ذریعہ متعدد خبریں مل جانے کو ”استفتاء“ قرار دیتے ہیں اس سلسلے میں چند بنیادی اور تحقیقی سوالات حاضر ہیں جو اب اس سے نوازیں کرم ہوگا۔

(۱) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اور دیگر فقہائے اہل سنت نے دربارہ ثبوت

ہلال ٹیلی فون کی خبر کو کس علت کے پیش نظر غیر معتبر مانا؟

(۲) آج بھی وہ علت موجود ہے یا نہیں؟

(۳) استفتاء کی تعریف میں، تغیر و تبدیل یا تعیم و تقید اور نصوص فقہاء اور مصطلحات فقہیہ کی تبدیل کا اختیار

آج کسی فقیہ و مفتی یا کسی مجلس کو حاصل ہے یا نہیں اور ان کی تبدیلی معتبر ہوگی یا نہیں؟

(۴) تحقق استفتاء کے لیے محض جزوں کا آنا معتبر ہے؟ یا مخبرین کا آنا بھی درکار ہے؟ جزئیات فقہیہ اور

اقوال ائمہ دین سے کیا ثابت ہے؟

(۵) استفتاء فقہیہ، خبر متواتر کا مترادف ہے یا اس سے الگ ہے؟

(۶) فنی اور شرعی اعتبار سے موبائل سے ملنے والی خبر، خبر متصل ہے یا منقطع؟

(۷) ٹیلی فون و موبائل سے استفتاء کا تحقق ہو سکتا ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نیٹ کے ذریعہ ٹیلی فون کی ایجاد کے متعلق معلوم ہوا کہ کسی یورپین نے ۱۸۷۶ء میں اسے ایجاد کیا اور ہندوستان میں پہلی بار ۱۹۰۲ء کے قریب اس کا داخلہ وائرس کے ساتھ ہوا پھر ۱۹۰۹ء میں بیٹری والا فون آیا لوگ اس ایجاد نو سے فائدہ اٹھانے لگے اور معاملات و معمولات میں وہ اس طرح داخل ہوا کہ آج شاید کوئی آبادی ایسی ہو جو اس چشمہ سے سیراب نہ ہوتی ہو، رفتار زمانہ ایسی بڑھی کہ ٹیلی فون کے بعد ۱۹۷۶ء میں موبائل کو کسی امریکی نے ایجاد کیا اور ہندوستان میں پہلی مرتبہ دہلی کی سرزمین پر ۱۹۹۶ء میں قدم رکھا اور آج ہر گھر بلکہ ہر فرد اس کا ضرورت مند نظر آتا ہے۔

مسلمان ہزار بے عملی کے باوجود شرعی امور میں اپنے علماء کی طرف آج بھی رجوع کرتے ہیں اور ماضی میں بھی یہی صورت حال تھی بلکہ اس سے بھی بہتر تھی جب اس ایجاد نو سے شرعی معاملات میں استفادہ کی بات آئی تو لوگوں نے علمائے حق سے حقیقت حال جاننی چاہی اور وقت کے مرجع انام امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت

میں سوال بھیجا۔ فتاویٰ رضویہ میں ٹیلی فون سے متعلق میری نظر میں تین استفتے گزرے جن میں پہلا استفتاء شہر امپور سے چار ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں اور دوسرا استفتاء گوڈل کا ٹھیاواڑ کجرات سے ۸ ربذی الحجہ ۱۳۳۲ھ میں اور تیسرا استفتاء حیدر آباد کن سے ۱۶ رمضان ۱۳۳۳ھ میں آیا یہ سوالات مع جوابات فتاویٰ رضویہ جلد چہارم صفحہ پانچ سو ستائیس (۵۲۷) سے لے کر صفحہ پانچ سو انتیس (۵۲۹) تک میں مرقوم ہیں۔ پہلا اور دوسرا فتویٰ تفصیلی اور تیسرا مختصر ہے اور تینوں کا خلاصہ یہی ہے کہ ٹیلی فون کی خبر دربارہ ثبوت ہلال غیر معتبر ہے۔

پہلا استفتاء مع جواب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۹ تاریخ کو کسی شہر میں چاند نظر نہ آئے اور دوسرے شہر میں وہی چاند ۳۰ کا نظر آیا اور وہاں کے لوگ ٹیلی فون یا ٹیلی گراف میں اطلاع دیں تو وہ خبر معتبر ہوگی یا نہیں۔ بینوا تو جروا۔

الجواب: ہرگز معتبر نہیں ہو سکتی اصلاً قابل لحاظ نہیں ہو سکتی تاریخ کی سخت بے اعتباری میں اس فقیر کا فتویٰ مفصلہ طبع ہو چکا ہے۔ اس کی حالت ٹیلی فون درکنار خط سے بھی بہت گری ہوئی ہے کہ اس میں مرسل کے ہاتھ کی علامت تک نہیں ہوتی اور اکثر ہنگالی بابوؤں وغیرہم کفار کا توسط ہوتا ہے ورنہ مجاہیل ہونا تو ضروری ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ خط بھی معتبر نہیں ہدایہ میں ہے ”الخط يشبه الخط“ تو شرعاً تاریخ پر عمل کرنا کیوں کر ممکن یوں ہی ٹیلی فون کہ اس میں شاہد و مشہود نہیں ہوتا صرف آواز سنائی دیتی ہے اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے جو آواز سموع ہو اس پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز سے مشابہ ہوتی ہے تبیین الحقائق امام ذیلیعی پھر فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

لو سمع من وراء الحجاب لا يسهه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذ النعمة تشبه النعمة الخ۔

وصورة الثبوت التي ذكره لا تحقق لها فيما نحن فيه كما لا يخفى والله تعالى اعلم (۱)

دوسرے استفتاء کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”ٹیلی فون دینے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز

کہنچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے“ (۲)

جملہ فقہائے اہل سنت کا ابھی تک یہی موقف چلا آرہا ہے کہ ٹیلی فون اور موبائل سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ عصر حاضر کے نامور علماء کرام و مشائخ عظام کے مسلم بزرگ و استاذ مفتی عبدالمنان صاحب علیہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۵۲۷

(۲) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۵۲۹

الرحمة (متوفی ۲۰۱۲ء) ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

”تار، خط، ٹیلی فون وغیرہ کی خبر سے چاند ثابت نہیں ہوتا جن لوگوں نے اس کی خبر پر عمل کرتے ہوئے روزہ توڑا ان پر قضا واجب ہے“ (۱)

اس فتویٰ پر جامع معقول و منقول علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمۃ کا دستخط بھی موجود ہے۔ اس کے علاوہ جتنے معتد مفتیان کرام کے فتاویٰ میری نظر سے گزرے سب نے بیک قلم یہی تحریر فرمایا کہ ٹیلی فون سے چاند کا ثبوت نہیں ہو سکتا ہے اور عدم اعتبار کی علت یہ بیان فرمائی کہ ”اس میں آواز آڑ اور پس پردہ سے سنائی دیتی ہے جو شرعی امور میں غیر معتبر ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ٹیلی فون اور موبائل کل جس کام کے لیے استعمال ہوتا تھا آج بھی اس سے وہی کام لیا جاتا ہے اور دربارہ ثبوت ہلال کل جس علت کے پیش نظر ٹیلی فون کی خبریں غیر معتبر تھیں وہی حکم آج بھی رہے گا کہ دور دراز مقامات سے خبر دینے کی صورت میں آج کل بھی آواز آڑ اور پردہ کے پیچھے سے سنی جائے گی جس کا امور شرعیہ میں اعتبار نہیں ہے لہذا غیر معتبر ہونے کی علت آج بھی موجود ہے لہذا جو حکم کل تھا وہی حکم اب بھی رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مصطلحات فقہیہ اور نصوص کتاب و سنت کے معانی اور مفاہیم کا معاملہ یہ ہے کہ جس کلمہ کا جو معنی عوام و خواص میں رائج ہو اور شریعت نے اس سے ہٹ کر اس کا کوئی معنی نہ بتایا ہو تو وہی معنی مراد ہوگا جو رائج ہے جسے ”عرف عام“ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

اسی طرح جو عرف معاشرہ میں پہلے ہی سے پایا جاتا ہو اور اس عرف پر مبنی قول یا فعل کے وجود میں آنے تک وہ عرف قائم ہو تو بھی کلمہ کا معنی اسی عرف کا اعتبار کرتے ہوئے لیا جائے گا۔

اور اگر کلمات کے ورود اور الفاظ کے تکلم کے بعد کوئی عرف وجود میں آئے تو وہ معتبر نہ ہوگا اور لفظ کا معنی متعین کرنے میں اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا چنانچہ ”الاشباہ والنظائر“ میں ہے۔

”العرف الذی تحمل علیہ الالفاظ انما هو المقارن السابق دون المتأخر ولذا اقالوا لا

عبرة بالعرف الطازی“ (۲)

اور اگر شرع نے کسی کلمہ کا معنی متعین کر دیا ہو تو اگر عرف اسی کا مؤید ہو تو اس عرف کا بھی اعتبار ہوگا اور اگر عرف اس تشریح شرع کا معارض ہو تو اب وہ غیر معتبر ہوگا اور شرع سے جو معنی منقول ہے وہی معنی معتبر ہوگا میری اس

(۱) فتاویٰ بحر العلوم ج: ۲، ص: ۲۵۰

(۲) الاشباہ مع الحموی ج: ۱، ص: ۲۸۲

تفصیل پر روشنی مجددین و ملت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کے درج ذیل ارشاد سے حاصل ہوتی ہے۔

آپ رقمطراز ہیں:

”حق ناصح یہ ہے کہ مصروقہ کوئی منقولات شرعیہ مثل صلوٰۃ و زکوٰۃ نہیں جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جملہ فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لیے مقرر کیا ہو ورنہ شارع علیہ السلام سے اس میں نقل ضرورتی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہو سکتی اور شک نہیں کہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت و منقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ انہیں معانی معروفہ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھیر کر کسی دوسرے معنی کے لیے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط و مدار احکام و مقصود و مراد شرع نہیں ہو سکتی محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں فرماتے ہیں۔

”واعلم ان من الشارحين من يعبر بهذا بتفسيره شرعاً ويجب ان يزاد عرف اهل الشرع وهو مع اصطلاح الذي عبرنا به لا ان الشارع صلى الله عليه وسلم نقله فانه لم يثبت وانما تكلم به الشارع على وفق اللغة“

اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں شہر و مصرو مدینہ اسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کوچے محلے متعدد دائمی بازار ہوتے ہیں وہ پرگنہ ہوتا ہے اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہیں عادتاً اس میں کوئی حکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ و موضع و گاؤں کہلاتی ہیں شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد و مدار احکام جمعہ وغیرہ میں ہے ولہذا ہمارے امام اعظم و ہمام اقدم رضی اللہ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی“ (۱)

میں اس مسئلہ کی مزید وضاحت میں فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے ایک کلمہ ”خاتم النبیین“ اور دوسرا ”کلمہ خلیفہ“ کو درج کرتا ہوں کلمہ ”خاتم النبیین“ کا معنی شرع مطہر نے متعین کر دیا اور حدیث و اجماع امت سے اس کا یہ مطلب واضح ہو چکا کہ ”خاتم النبیین“ بمعنی ”آخر النبیین“ ہے اب اگر کوئی شخص اس متعین اور مصرح معنی میں کسی طرح کی تاویل و تخصیص کرے تو وہ اصلاً معتبر نہ ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

آیت کریمہ (وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ) وہ حدیث متواتر سے تمام امت مرحومہ سے سلفا و خلفا یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی ہوئے۔ حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملی محال ہے۔

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب ”الاقتصاد“ میں فرماتے ہیں۔

”ان الامة فهمن من هذا للفظ انه افهم عدم نبي بعده امداءو عدم رسول بعده ابداء وان

ليس تاويل وتخصيص“ (۱)

اسی طرح لفظ خلیفہ اصطلاح اہل شرع میں ایک مخصوص مفہوم کے لیے استعمال ہوتا ہے لہذا اگر وہ کسی اور معنی میں استعمال ہو کر اس کے اصل معنی کے احکام نافذ کیے جائیں تو قطعاً غیر معتبر ہوگا سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں۔

”خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہہ دیا جانا ہی خلیفہ ہونے کی کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں

اگر کوئی عرف حادث ہو بھی تو اس سے خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر۔“ (۲)

اسی میں آگے فرماتے ہیں۔

”جس کے نام کے آگے سلطان لگاتے ہیں اس کو خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند و بالا ہے یہی وہ

خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے اسی کے لیے قرشیت وغیرہ سات شرطیں لازمی ہیں عرف حادث میں اگر کسی

سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ حکم شرع کا نافی ہے اور نہ اصطلاح شرع کا منافی الخ۔“ (۳)

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ مصطلحات شرعیہ اور نصوص فقہیہ کے جو معانی و مفہیم من جانب شرع

مشرح و متعین کر دئے گئے ہیں کسی کو ان میں ترمیم و تبدیل کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کا کوئی

اعتبار نہیں اگر بالفرض آج ان اصطلاحات و نصوص میں ترمیم و تنسیخ کا حق دے دیا جائے تو احکام شرعیہ کا کیا حشر ہوگا۔

اس کو مندرجہ ذیل مثالوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

(الف) ائمہ حنفیہ نے بیع کی تعریف ”مبادلة المال بالمال بتراضی الطرفين“ کی ہے اور مال کی

تعریف میں فرمایا کہ ”ما یمل الیہ الطبع و یمكن ادخاره عند الحاجة“ لفظ ادخار کے پیش نظر ظاہر الرولۃ کے

مطابق مال کے لیے مادی ہونا شرط ہے اسی لیے حقوق اور غیر مادی اشیاء کی بیع کو فقہائے کرام نے ناجائز فرمایا ہے۔

اب اگر کوئی بیع کی تعریف ”مبادلة المال بالمال“ کسی بجائے ”مبادلة الشئ بالشئ“ کرے

اور کہے کہ حقوق بھی شئی ہیں لاشی نہیں تو ان کی بھی بیع جائز ہے یا کہے کہ مال کی تعریف میں ”و یمكن ادخاره عند

الحاجة“ میں ادخارہ سے مطالبہ عند الحاجة مراد ہے اور حقوق کا بھی مطالبہ ہوتا ہے لہذا ان کی بیع درست ہے چونکہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، م، ج، ۱۴، ص: ۱۸۶

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، م، ج، ۱۴، ص: ۱۸۶

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، م، ج، ۱۴، ص: ۱۸۶

زمانہ قدیم میں صرف مادی چیزوں کو مال سمجھا جاتا تھا تو مادی کی قید لگائی اور اب غیر مادی اشیاء کی بھی بیع کا رواج ہو چکا ہے لہذا بیع اور مال کی تعریف عرف حادث اور جدید تقاضے کے پیش نظر ہوگی۔

(ب) عامل کی تعریف کرتے ہوئے فقہائے کرام نے فرمایا ”العامل ما لصبہ الامام لتحصیل الصدقات“ یعنی عامل وہ ہے جسے بادشاہ اسلام نے تحصیل صدقات پر متعین فرمایا ہو۔ اب مدارس کے سفرا حضرات فرمانے لگیں کہ ماضی میں تحصیل صدقات پر امیر ہی کی جانب سے تقرر ہوتا تھا اس لیے ”الامام“ کی قید لگی مگر آج تحصیل صدقات کے لیے ناظم و منیجر حضرات بھی لوگوں کو مقرر کرتے ہیں لہذا اب عامل اسے کہا جائے گا جسے ناظم ادارہ نے بھی تحصیل صدقات پر مقرر کیا ہو اور پھر اسی لحاظ سے وہ عامل کے حکم میں ہو کر مال زکوٰۃ بے حیلہ شرعیہ اپنی ضرورت کے لیے خرچ کرنے لگے۔

اسی طرح دیگر نصوص و اصطلاحات کا حال بھی سمجھ لیں۔

اس لیے آج کسی بھی فقیہ و مفتی اور مجلس کو ان میں تغیر و تبدیل کا کوئی حق نہیں ہے اور جس کلمہ کا معنی شرع کی جانب سے معلوم ہو گیا اسی کا اعتبار کرنا لازم ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ حلیہ کے حوالہ سے رقمطراز ہیں۔

”الاصل ان يعتبر فی الاسماء الشرعیہ ما ینشی عنه من المعانی“ (۱)

یعنی قاعدہ یہ ہے کہ شرعی الفاظ جن معانی کا اظہار کرتے ہیں وہی معتبر ہیں۔ اور ٹیلی فون و موبائل سے استفادہ کا تحقق ماننے والوں میں سے مفتی محمد نظام الدین صاحب جامعہ اشرفیہ مبارکپور لکھتے ہیں۔

”قرآن حکیم کی آیات اور دوسرے نصوص شرع کا معنی کیا ہے؟ اس کی تعیین آج کل کے لوگوں کے عرف سے نہیں ہوگی بلکہ عربی زبان میں ان کا جو لغوی معنی ہے وہ مراد ہوگا اگر آیات و احادیث و نصوص فقہاء کے معانی لغات عرب سے صرف نظر کر کے عرف ناس سے متعین کئے جائیں تو پھر دین کا خدا حافظ۔“

سدالفرار کی منقولہ عبارتوں میں عرف سے مراد عرف لفظی ہے کہ عرف ناس سے الفاظ کے معانی کا اولنا بدلنا خاص کا عام ہونا یا عام کا خاص ہونا یا مطلق کا مقید ہونا ان کے اپنے محاورات و معاملات میں معتبر ہے کہ لفظ بھی ان کا اور عرف بھی ان کا۔

مگر قرآن و حدیث و فقہ میں وارد الفاظ و نصوص ان کے نہیں نہ وہ متکلم کے مقصود سے آگاہ تو وہاں ان کا عرف بھی معتبر نہ ہوگا یعنی ان کے عرف کی وجہ سے نصوص شریعت کے معانی و مفاہیم میں کوئی رد و بدل نہ ہوگا یہ بات عین قرین عقل و قیاس ہے۔“ (۲)

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۳، ص: ۵۷۲

(۲) سات معیاری اصول ص: ۲۷۶، ۲۷۷

خلاصہ کلام یہ کہ نصوص فقہاء و مصطلحات شرعیہ کے جو معانی ائمہ دین نے بیان کر دیئے وہی معتبر ہیں ان میں تبدیلی اور ترمیم و تنسیخ کا حق آج کسی کو نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقہائے کرام نے دربارہ ثبوت ہلال استفاضہ کو بھی طرق موجبہ میں ذکر فرمایا ہے اور استفاضہ کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”قال الرحمتی معنی الاستفاضة ان تأتي من تلك البلدة جماعات متعددة من كل منهم يخبر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن الروية لا مجرد الشيوع من غير علم بمن اشاعها (۱) اسی میں آگے تحریر فرماتے ہیں۔

قلت وهو كلام حسن ويغير اليه قول الدخيرة اذا استفاض وتحقق فان التحقق لا يوجد بجزء الشيوع۔ (۲)

سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ کتاب الصوم میں متعدد مقامات پر استفاضہ کی تشریح فرمائی اور تحقق استفاضہ کی دو صورت ذکر کی اور دونوں صورتوں میں بصراحت بیان فرمایا کہ تحقق استفاضہ کے لیے متعدد جماعتوں کا آنا درکار ہے۔ چنانچہ رقمطراز ہیں۔

”استفاضہ یعنی جس اسلامی شہر میں حاکم شرع قاضی اسلام ہو وہاں سے متعدد جماعتیں آئیں اور سب بیک زبان اپنے علم سے خبر دیں کہ وہاں فلاں دن بر بنائے رویت روزہ یا عید کی گئی“ الخ (۳) آگے فرماتے ہیں:

”اور ایک صورت یہ بھی متصور کہ دوسرے شہر سے جماعات کثیرہ آئیں اور سب بالاتفاق بیان کریں کہ وہاں ہمارے سامنے عام لوگ اپنی آنکھ سے چاند دیکھنا بیان کرتے تھے“ الخ (۴) ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

”یہ بہنا ہر گز صحیح نہیں کہ خبر تار یا خط بدرجہ کثرت پہنچ جائے تو اس پر عمل ہو سکتا ہے اسے استفاضہ میں داخل سمجھنا صریحاً غلط ہے استفاضہ کے معنی جو علماء نے بیان فرمائے وہ تھے کہ طریق پنجم میں مذکور ہوئے متعدد جماعتوں کا آنا اور ایک زبان بیان کرنا چاہیے“ (۵) اور فرماتے ہیں:

”بلکہ خود وہاں کی آئی ہوئی متعدد جماعتیں درکار ہیں جو بالاتفاق وہ خبر دیں“ الخ (۶)

(۲) ردالمحتار ج: ۳، ص: ۳۲۱

(۱) ردالمحتار ج: ۳، ص: ۳۲۱

(۳) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۵۵۲

(۳) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۲۵۲

(۶) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۵۵۲

(۵) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۵۵۲

فقیر اعظم ہند صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”کسی شہر میں چاند ہوا اور تمام شہر میں یہ بات مشہور ہے اور وہاں سے متعدد جماعتیں دوسرے شہر میں آئیں اور سب نے اس کی خبر دی کہ وہاں فلاں دن چاند ہوا اور وہاں کے لوگوں نے رویت کی بنا پر فلاں دن سے روزے شروع کئے یوں یہاں والوں کے لیے بھی ثبوت ہو گیا“

یہ عبارتیں ان کے نظریے کے تاج محل کو منہدم کرتی نظر آرہی ہیں جو لوگ فقہی اصطلاحات میں تبدیلی کر کے ٹیلی فون کی خبر کو استفاضہ میں داخل کرتے ہیں۔ اور ہم پہلے ثابت کر آئے کہ نصوص فقہاء کے جو معانی و مفاہیم متعین و مصرح ہو گئے ان میں آج کسی کو تبدیل کا یا تعلیم و تنقید کا کوئی حق نہیں ہے ورنہ دین کا خدا حافظ۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ماضی میں خبریں پہنچانے کے لیے علاوہ اس کے کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ آدمی جا کر خبر دے اس لیے فقہائے کرام نے مخبرین کے آنے کا ذکر کیا اور آج خبر رسانی کے لیے ایسے آلات ایجاد ہو گئے ہیں کہ بغیر آئے بھی خبر دی جاسکتی ہے تو آج بھی مخبرین کے آکر خبر دینے کی قید لگانا بے معنی بات ہے۔

مگر میرے نزدیک ان کی اس بات کی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے کیوں کہ جدید ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹیلی فون سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے دور میں ایجاد ہو چکا تھا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ خبر رسانی بغیر مخبر کے گئے ہوئے اس وقت بھی ہوتی تھی اور پھر بعد کے ادوار میں صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے لے کر حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ تک ٹیلی فون اور موبائل گھر گھر پہنچ چکے تھے مگر ان حضرات میں سے کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آئی کہ ان جدید ذرائع سے استفاضہ کو متحقق مانیں بلکہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے خاص ٹیلی فون سے استفاضہ ہی کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جاسکتا ہے نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

اور حضرت مفتی عبدالمنان صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

”جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر تعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں شاید خبر مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلی فون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ تو اترا یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی یہ ایک مجرب خبر ہے۔“ (۲)

ان عبارات سے ادنیٰ تا مل بلکہ بلا تا مل یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تحقق استفاضہ کے لیے محض خبر آنا کافی نہیں بلکہ اس میں مخبرین کا آکر گردہ در گردہ خبر دینے کا اعتبار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) الفعاوی لامجدہ ج: ۱، ص: ۳۹۴

(۲) فعاوی بحر العلوم ج: ۲، ص: ۲۴۱

(۵) کتب فقہ و فتاویٰ میں استفاضہ کو جا بجا تواتر اور التواتر سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ علامہ شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلم ان المراد بالاستفاضة تواتر الخبر من الوردین (۱)
اور تعبیر الغافل والوسنان میں ہے:

لما كانت الاستفاضة لغة بمنزلة الخبر المتواتر. (۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

”اثبات احکام میں تواتر بھی قائم مقام شہادت بلکہ اس سے اقویٰ ہے“ (۳)

اسی میں ہے شریعت مطہرہ نے دربارہ ہلال دوسرے شہر کی خبر کو شہادت کافیہ یا تواتر شرعی پر بنا فرمایا۔ (۴)
ملک العلماء علامہ ظفر الدین قدس سرہ نے علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

”بسیغیض الخبر یعنی متواتر خبر آئے۔ (۵)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے۔

”اور خبر استفاضہ متعدد جماعتوں کی وہ متواتر خبریں جن کے جھوٹ پر متفق ہو جانے کو عقل جائز نہ کہے“ (۶)

اسی میں ہے: ”یہ دونوں خبریں استفاضہ کہلاتی ہیں جو خبر متواتر کے حکم میں ہے“ (۷)

ان عبارات سے واضح ہے کہ استفاضہ فقہیہ خبر متواتر کے ہم معنی ہے تو جو حیثیت خبر متواتر کی ہے وہی

استفاضہ کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) ٹیلی فون سے ملنے والی خبر متصل ہے یا منقطع حضور سیدی تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنے

ایک خطبہ صدارت میں اسے خبر منقطع قرار دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) اب تک کی گفتگو سے مانند آفتاب روشن ہو چکا کہ استفاضہ ایک خالص شرعی و فقہی اصطلاح ہے لہذا جب

تک اس مفہوم مصطلح کا صحیح مصداق متحقق نہ ہوگا استفاضہ قطعاً صادق نہ آئے گا اور ظاہر ہے کہ ٹیلی فون و موبائل سے موصول

خبر پر کسی طود سے وہ معنی صادق نہیں آ رہا ہے لہذا ان ذرائع سے استفاضہ متحقق نہیں سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مورخہ ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ میں جامعہ حبیبیہ آباد یوپی میں مفتیان کرام اور محققین اسلام کا ایک عظیم

لقبی سمینار منعقد ہوا جس میں جماعت اہل سنت کے علماء و مشائخ اور محققین کرام نے یہ فیصلہ کیا:

(۲) تبیہ الغافل والوسنان ج: ۱، ص: ۲۵۲

(۱) منہجہ الخالق حاشیہ البحر الرائق ۲/ ۲۷۰

(۳) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۵۵۳

(۴) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۴، ص: ۵۵۳

(۶) الفتاویٰ الامجدیہ

(۵) الفتاویٰ ملک العلماء ص: ۱۶۵

(۷) الفتاویٰ الامجدیہ

فیصلہ شرعیہ متعلق بہ استفاضہ

(۱) جملہ مندوبین کرام اس بات پر متفق ہیں کہ دربارہ ثبوت ہلال ٹیلیفون کے غیر معتبر ہونے کی علت پس پردہ آواز کا سموع ہونا اور اشتباہ صوت ہے، چنانچہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے ٹیلیفون کی خبر کے بارے میں فرمایا۔ ”ٹیلیفون کرنے والا اگر سننے والے کے پیش نظر نہ ہو تو امور شرعیہ میں اس کا کچھ اعتبار نہیں اگرچہ آواز پہچانی جائے کہ آواز مشابہ آواز ہوتی ہے۔“ (۱)

(۲) جملہ مندوبین اس بات پر متفق ہیں کہ آج بھی وہ علت عدم اعتبار یعنی پس پردہ سے آواز کا سننا اور اشتباہ متحقق ہے بلکہ ماضی کی بہ نسبت آج جعل و تزویر اور اشتباہ صوت زیادہ ہے۔ (۲)

(۳) مصطلحات و نصوص فقہاء اور استفاضہ کی مصرح تعریف میں تغیر و تبدل یا تعلیم و تقیید کا حق آج کسی کو نہیں۔ الاشیاء والنظار میں ہے۔

”العرف الذی تحمل علیہ اللفاظ انما هو العرف المقارن السابق دون

المتاخر ولذا قالوا لا عبرة بالعرف الطاری“ ۱۷

(۴) تمام مندوبین نے باتفاق رائے یہ طے کیا کہ تحقق استفاضہ کے لیے محض خبروں کا آنا ہی کافی نہیں بلکہ مخبرین کا آباد و کار ہے۔ تعریف استفاضہ میں جملہ فقہائے ملت نے اس کی صراحت فرمائی جیسا کہ فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ اور دیگر کتب فقہ میں موجود ہے۔

(۵) استفاضہ فقہیہ بمنزلہ خبر متواتر ہے۔

(۶) ٹیلیفون اور موبائل سے ملنے والی خبر کے متصل اور منقطع ہونے کے متعلق کافی بحث و تحقیق کے بعد باتفاق رائے طے ہوا کہ موبائل سے ملنے والی خبر متصل نہیں بلکہ منقطع ہے۔

(۷) جملہ مندوبین اور شرکائے سیمینار نے باتفاق رائے طے کیا کہ ٹیلیفون اور موبائل سے خبر استفاضہ کا تحقق نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے ”ان خبروں کو نہ شہادت شمار کیا جاسکتا ہے، نہ ان کو استفاضہ میں داخل کیا جاسکتا ہے۔ دور حاضر کے نامور عالم حضرت مفتی عبدالمنان عزیزی مصباحی صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

”جو لوگ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آئے ہوئے کثیر التعداد فونوں کو خبر مستفیض قرار دیتے ہیں۔ شاید مستفیض کی تعریف کے اس ضروری نکتے کو بھول جاتے ہیں کہ استفاضہ کے لیے مقام رویت سے متعدد جماعتوں کا آکر متفقہ بیان دینا ضروری ہے جب کہ ٹیلیفون کی صورت میں اجتماع صرف خبروں کا ہوتا ہے۔ مخبرین تو سب اپنے اپنے گھر بیٹھے ہوتے ہیں تو اس خبر میں شہادت بلکہ اترا یا استفاضہ کی صورت کیسے پیدا ہوگی۔ یا ایک خبر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کعبہ محمد اختر حسین قادری

خادم القادریں دارالعلوم علیہ جہد اشاہی ہستی

باب الاعتکاف

اعتکاف کا بیان

فنائے مسجد مسجد کے حکم میں ہے

مسئلہ از: شارح رضارضوی، نوری مسجد کوئٹہ (راج) راجستان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

مسکف اگر بغیر عذر شرعی حدود مسجد سے باہر آجائے۔ فنائے مسجد یا وہ جگہ جو ضروریات مسجد کے لئے ہو جیسے وضو خانہ، غسل خانہ، جوتے اتارنے کی جگہ، امام و خطیب کے حجرے یا مدرسہ جو متصل مسجد ہو صرف ایک دیوار حائل ہے جس سے مسجد اور مدرسہ کا امتیاز ہوتا ہے۔ مدرسہ میں بالغ اور نابالغ طلبہ و طالبات زیر درس ہیں۔ نیز مدرسہ میں عورتوں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ ان مقامات پر جانے سے اعتکاف ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ بکر کہتا ہے کہ اعتکاف نہیں ٹوٹتا اور حوالہ میں امیر اہل سنت مولانا "الیاس" قادری کی تحریر شدہ کتاب "فیضان رمضان" کا حوالہ دیتا ہے جب کہ زید کہتا ہے کہ: بغیر عذر شرعی کچھ دیر کے لیے نکلنے گا تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور حوالہ میں "بہار شریعت" اور دیگر کتب فقہ دینا ہے۔ ساتھ ہی امیر اہل سنت کی قدیم تصنیف شدہ کتاب "فیضان سنت" کا حوالہ دیتا ہے جس پر مفتیان کرام کی تقریظ موجود ہے۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ دونوں افراد میں سے کون حق پر ہے۔ برائے کرم مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

فنائے مسجد وہ جگہ ہے جو مسجد سے ملحق و متصل ضروریات و مصالح مسجد کے لیے ہو۔ مثلاً وضو خانہ، استنجا خانہ، جوتے چہل اتارنے کی جگہ وغیرہ۔ ردالمحتار میں ہے:

(قوله كلفناء المسجد) هو المكان المتصل به ليس بينه وبينه طريق فهو مسجد

كالمعتزل للصلاة جنازة او عيد" (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”فتاویٰ وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو۔“ (۱)

جو دکان متصل بہ مسجد ہو فقہائے کرام نے اسے بھی فتاے مسجد قرار دیا ہے۔ فقیہ انفس امام قاضی خان قدس

سرہ فرماتے ہیں:

”یصح الاقتداء لمن قام علی الدکاکین التی تکون علی باب المسجد متصلة به“ (۲)

امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”دروازہ مسجد پر جو دوکانیں ہیں فتاے مسجد ہیں کہ مسجد سے متصل ہیں۔“ (۳)

ان تمام ارشادات سے واضح ہے کہ وضو خانہ، استنجاء خانہ، غسل خانہ اور جو مدرسہ متصل بہ مسجد ہو وہ سب

فتاے مسجد ہے اور فتاے مسجد بعض مسائل میں حکم مسجد میں ہے۔

چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے:

”وفناء المسجد له حکم المسجد حتی لو قام فی فناء المسجد واقتدی بالامام صح اقتداءه وان لم

تکن الصفوف متصلة ولا المسجد ملأنا إلیه اشار محمد رحمه الله فی باب صلوٰۃ الجمعة“ (۴)

اور فقہائے کرام نے معتکف کے حق میں بھی فتا مسجد کو مسجد کے حکم میں مانا ہے۔

حضور صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی“ عظمیٰ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

”فتاے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اس ملحق ضروریات مسجد کے لیے ہے۔ مثلاً جو تاتار نے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ

ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ بلا اجازت شرعیہ اگر نکل کر باہر چلا گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ فتاے مسجد اس

معاملہ میں حکم مسجد میں ہے۔“ (۵)

اور جب فتاے مسجد معتکف کے لیے مسجد کے حکم میں ہے تو وہاں جانا حدود مسجد سے باہر جانا نہ ہوگا بلکہ مسجد ہی

میں آنا جانا ہوگا تو اگر معتکف بلا ضرورت بھی وہاں جائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔ ان تمام تفصیلات سے معلوم ہو گیا کہ

بکر کا قول صحیح و درست اور فقہائے کرام کے ارشاد کے مطابق ہے اور زید پر اس مسئلہ کی مکمل وضاحت نہ ہو سکی۔ بریں بنا

اس نے فتاے مسجد کو مسجد سے باہر مان کر بکر کی مخالفت کی جو صحیح نہیں۔ هذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی وهو

اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۲۹ھ

(۲) الفتاویٰ الخالیة علی هامش إلهندیة، ج: ۱، ص: ۶۸

(۳) الفتاویٰ الخالیة علی هامش إلهندیة، ج: ۱، ص: ۶۸

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۵۷۹

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۵۷۹

(۵) الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۹۹

ایک مسجد میں کثیر لوگوں کا اعتکاف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری پبلی بھیتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں؟

سوال نمبر (۱) اعتکاف کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟

سوال نمبر (۲) ایک ہی بستی یا شہر میں بلکہ ایک ہی مسجد میں سو سو۔ دو سو لوگوں کو اعتکاف میں بیٹھانا اور ان کے کھانے وغیرہ کا بوجھ بستی پر ڈالنا یا زکاة و فطرہ کی رقوم سے اس خرچ کو پورا کرنا اگرچہ حیلہ شرعی کے بعد ہی یہ رقوم استعمال میں لی جاتی ہوں۔ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اعتکاف کا لغوی معنی رکنا ہے اور شرعی معنی مسجد میں اللہ تعالیٰ کے لئے نیت کے ساتھ ٹھہرنا ہے چنانچہ نہایت میں ہے:

”وتفسیرہ لغة الاحتباس لانه من العکوف وهو الحبس واما شریعة فما ذکره انه اللبث

فی المسجد مع نية الاعتکاف ملخصاً“ (۱)

اور بہار شریعت میں ہے

”مسجد میں اللہ عز و جل کیلئے نیت کے ساتھ ٹھہرنا اعتکاف ہے (۲)

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں واجب، سنت موکدہ، اور مستحب، چنانچہ فتح القدیر میں ہے

”الاعتکاف ینقسم الی واجب وهو المنذور تنجیزاً او تعلیقاً والی سنة موکدة وهو

اعتکاف العشر الاواخر من رمضان والی مستحب وهو ما سواهما (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) ایک آبادی یا ایک مسجد میں کثیر مسلمانوں کا اعتکاف کرنا شرعاً جائز ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

”ولا تبشروهن وانتم عاکفون فی المساجد“ (۴)

اور ارشاد حدیث ہے ”عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۱) النہایہ مع فتح القدیر ج: ۲، ص: ۳۹۴

(۲) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۰۲۰

(۳) فتح القدیر ج: ۲، ص: ۳۹۴

(۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۸۷

وسلم قال فمن احب منكم ان يعتكف فليعتكف فاعتكف الناس معه صلى الله عليه وسلم“ (۱)
اور سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں ”اگر ایک جماعت
معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں (۲)

ان ارشادات کریمہ سے واضح ہے کہ ایک مسجد میں کثیر مسلمان اعتکاف کر سکتے ہیں البتہ یہ لازم ہے کہ
احترام مسجد کے خلاف کوئی حرکت نہ کی جائے کھانے پینے میں کوئی چیز شور بایا شیر وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے
شور و غل نہ مچایا جائے کہ مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ رہا اعتکاف کرنے والوں کے کھانے پینے کا بوجھ آبادی کے لوگوں
پر ڈالنا تو اگر معتکفین حاجت مند ہوں یعنی خود وہ کھانے کے محتاج ہوں اور حال یہ ہو کہ لوگوں سے مانگے بغیر کوئی اور
چارہ نہ ہو اور آبادی والے بطیب خاطر کھلائیں تو اس میں حرج نہیں اور اگر اعتکاف کرنے والے فقیر محتاج نہیں تو بلا
عذر شرعی مانگنا خواہ کھانا ہو یا اور کچھ جائز نہیں حدیث شریف میں ہے

”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ما يزال الرجل يستال الناس حتى ياتي يوم
القيامة ليس في وجهه مزعة لحم“ (۳)

اور آبادی کے لوگوں کا کھانا خواہ یہ طیب خاطر یا بادل خواستہ ہرگز جائز نہیں کہ بلا عذر شرعی کھانا وغیرہ مانگنا
اور اسے دینا جائز نہیں۔

”قال الله تعالى تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان“ (۴)

اور جبر اکھانا لینا تو بہر حال ناجائز و گناہ ہے حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں جبر اکھانا لینا حرام ہے (۵)
حاصل یہ کہ معتکف حضرات کے کھانے کا بوجھ آبادی کے لوگوں پر جبراً ڈالنا جائز ہے اور اگر خوشی خوشی وہ
حضرات کھلائیں تو کوئی حرج نہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز و گناہ اور گناہ
میں مدد کرنا ہے اور جب انھیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے لیکن اگر بے سوال کوئی

(۱) تحفة المحتاج الى ادلة المنهاج ص: ۱۴۰

(۲) الفتاویٰ الرضویة ج: ۳، ص: ۵۹۵

(۳) صحيح البخاری ج: ۱، ص: ۱۹۹

(۴) سورة المائدة، آیت: ۲

(۵) فتاویٰ امجدیہ ج: ۴، ص: ۷۵

کچھ دے جیسے لوگ علماء و مشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لئے میں کوئی حرج نہیں، ملخصاً (۶)
 اور مختلف حضرات کیلئے رہہ و نظرہ کی رقم سے کھانے کا انتظام کرنا خواہ حیلہ شرعی کے بعد ہی ہو ہرگز نہ
 چاہئے کہ زکاۃ و فطرہ کی رقم کو ہر جگہ حیلہ شرعی کر کے لگانے کی اجازت نہیں ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”افنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش
 یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔“ (۶) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی بستی

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ ج: ۳، ص: ۴۹۹

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ ج: ۳، ص: ۳۹۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الحج

قال الله تعالى

﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ
مُبْرَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۝ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ
إِبْرَاهِيمَ ۝ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا وَلِلَّهِ عَلَى
النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۝﴾
(ال عمران/ ۹۶)

یعنی

پیشک پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا
اور ہدایت تمام جہان کے لئے، اس میں کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم
اور جو شخص اس میں داخل ہو با امن ہے، اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ
کا حج ہے جو شخص باعتبار راستہ اس کی طاقت رکھے۔

از ص: _____ تا ص: _____

کل قرآنی: ۲۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الحج

حج کا بیان

عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر حج کو جانا ناجائز و گناہ ہے

مسئلہ از: محمد مسعود عالم، معلم دارالعلوم عزیزیہ مظہر العلوم، فچول، بازار مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک عورت حج کرنا چاہتی ہے اور اس کا شوہر پہلے حج کر چکا ہے۔ اب اس کو اجازت دیتا ہے کہ تو بھی حج کر لے اور اس کا لڑکا سعودی میں رہتا ہے اور وہ لڑکا کہتا ہے کہ اگر میری والدہ صاحبہ حج کے لیے آئیں تو میں تین ذی الحجہ سے اٹھارہ ذی الحجہ تک ساتھ میں رہ کر حج کر ادوں گا۔ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟ وہ عورت حج کے لیے جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا حج پورا ہوگا یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر مسیرة یوم وليلة إلا مع ذی محرم

علیہا“ (۱)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:

”لا یحل لامرأة مسلمة ان تحج إلا مع زوج او ذی محرم“ (۲)

علامہ برہان الدین مرغینانی قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”ويعتبر فی المرأة ان یکون لها محرم تحج به

او زوج، ولا یجوز لها ان تحج بغیرهما اذا کان بینہما وبين مكة ثلاثة ایام“ (۳)

(۱) نصب الرایۃ، ج: ۳، ص: ۱۱

(۲) مصدر سابق

(۳) الہدایۃ، ج: ۱، ص: ۲۱۳

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں ”ویشترط محرم او زوج لا مرأة فی سفر لما فی الصحیحین لا تسافر امرأة ثلاثاً ومعها محرم“ (۱)

اور سیدی الکریم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:
”عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ حرام ہے، سفر حرام ہے۔ اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔“ (۲)
ان مقام تفصیلات سے واضح ہے کہ عورت کو شوہر یا محرم کے بغیر حج کو جانا ناجائز اور گناہ ہے اگر چلی جائے تو حج ہو جائے گا مگر گناہ کا ہوگی۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ غفرلہ

بغیر محرم عورت حج کرے تو قدم، قدم پر گناہ

مسئلہ از: کلیم اللہ، مقام اسلام پورہ، بہتی یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: ہندہ حج کو جانا چاہتی ہے جب کہ اس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں وہ حج کو جاسکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے حج کے لیے جانا حرام ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
”لا یحل لامرأة تؤمن بالله والیوم الآخر ان تسافر مسیرة یوم وليلة الا مع ذی محرم علیہا“ (۳)
اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

”لا یحل لامرأة مسلمة ان تحج الا مع زوج او ذی محرم“ (۴)

علامہ اجل امام برہان الدین مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ویمتنر فی المرأة ان یکون لها محرم تحج بہ او زوج ولا یجوز لها ان تحج بغیرہا اذ

(۱) البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۳۱۳

(۲) الور البشارة فی مسائل الحج والزہارة، ص: ۳

(۳) نصب الرایۃ لتخریج احادیث الہدایۃ ج: ۳، ص: ۱۱

(۴) مصدر سابق

كان بينهما وبين مكة ثلاثة ايام“ (۱)

سیدنا امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ حرام ہے، سفر حرام ہے، اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔“ (۲) ہندہ اپنے کسی ایسے محرم کے ساتھ جو عاقل و بالغ، قابل اطمینان ہو حج کو جاسکتی ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی

۱۱ ربیع الاول شریف ۱۴۲۵ھ

خدمت کے لائق باپ کی اجازت کے بغیر حج کو جانا مکروہ ہے

مسئلہ از: ارشاد احمد برکاتی، جہانگیر گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ارشاد احمد پر حج فرض ہے۔ اس سال بیوی کو لے کر حج کو جانا چاہتا ہے کیا ارشاد احمد مذکورہ جائیداد (جس کے حصول میں اس نے اپنے باپ سے بطور مدد کچھ رقم لیا تھا) سے حج کے لیے جاسکتا ہے یا نہیں۔ نیز کیا ارشاد احمد کو والد صاحب سے اجازت بھی لینی پڑے گی اگر والد اجازت نہ دیں تو ارشاد احمد کے لیے کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جب وہ جائیداد ارشاد احمد کی ہے تو اس سے حج کے لیے جانا بھی جائز ہے اور اگر اس کے والد اس کی خدمت کے محتاج ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر جانا مکروہ ہے۔ حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”حج کو جانے کے لیے جس سے اجازت لینا واجب ہے بغیر اس کی اجازت کے جانا مکروہ ہے۔ مثلاً ماں باپ اگر اس کی خدمت کے محتاج ہوں۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الہدایہ، ج: ۱، ص: ۲۱۳

(۲) النور البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ، ص: ۳

(۳) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۷

زندہ کی طرف سے عمرہ و طواف اور نجدی امام کی اقتدا کا حکم

مسئلہ ۱: حاجی قمر عالم صاحب سدھولی سیتاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ۔

- (۱) کیا زید زندہ اور مردہ مومن اور مومنات کی طرف سے عمرہ و طواف کر سکتا ہے یا نہیں؟
 - (۲) کیا وہ طواف و عمرہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کے مسلمانوں اور پیغمبران کرام علیہم السلام کی طرف سے ایک ہی نیت سے کر سکتا ہے یا نہیں؟ الگ الگ نیت کرنے کی ضرورت تو نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔
 - (۳) زید حج یا عمرہ کرنے کے ارادہ سے مکہ اور مدینہ منورہ میں مقیم کی حالت میں نماز پنج وقتہ اور نماز جمعہ کیسے ادا کرے کیوں کہ وہاں حنفی امام نہیں نیز نماز تراویح کا بھی مسئلہ تحریر فرمادیں کیونکہ وہ دوران عمرہ رمضان شریف میں اعتکاف بھی کرنا چاہتا ہے تو کیسے کرے؟ ان کے پیچھے ایک سنی صحیح العقیدہ کیسے اپنی نماز ادا کرے، ادا نہ کرنے کی صورت میں ممکن ہے کہ وہ مسجد حرام یا مسجد نبوی شریف سے باہر کر دیں لہذا اس سلسلہ میں مفصل جواب تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔
- ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

- (۱) مذہب حق اہل سنت و جماعت کے مطابق مسلمان اپنے نیک اعمال کا ثواب کسی بھی زندہ یا مردہ مسلمان مرد یا عورت کو دے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: ”الاصل ان کل من اتى بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره“ (۱)
- رد المحتار میں ہے: ”بعبادة ما اى سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قراءة او ذكر او طواف او حجا او عمرة الى قوله عن المحيط الا فضل لمن يتصدق نفلا ان يتولى لجمع المومنين والمومنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شيء“ (۲)
- اسی میں ہے: ”لغيره اى من الاحياء والاموات بحر عن البدائع“ (۳)
- مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ عنہ ایک سوال کے جواب میں رقم طراز ہیں: ”اللہ تعالیٰ کے کرم عظیم و فضل عظیم سے امید ہے کہ سب کو پورا پورا ثواب ملے گا اگرچہ ایک آیت یا درود یا تہلیل کا ثواب آدم علیہ السلام سے قیامت تک کے تمام مومنین و مومنات احیاء و اموات کے لیے ہدیہ کرے“ (۴)

(۱) الدر المختار، ج: ۴، ص: ۱۰۱۱

(۲) رد المحتار، ج: ۴، ص: ۱۲۰۱۱

(۳) حوالہ سابق

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۹۸

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ زید زندہ و مردہ کسی بھی مومن و مومنہ کی طرف سے طواف و عمرہ کر سکتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

(۲) طواف و عمرہ نقلی عبادات ہیں جن میں شریعت مطہرہ کی جانب سے وسعت و منجائش ہے جواب سابق میں گزرا کہ نقلی امور میں افضل یہ ہے کہ تمام مومنین و مومنات کو ثواب پہنچانے کی نیت کی جائے لہذا طواف و عمرہ کا ثواب پہنچانے کے لیے ہر ایک کی الگ الگ نیت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تمام پیغمبران کرام اور جمیع مسلمین کو ثواب پہنچانے کی بیک وقت نیت کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نجدی و ہابی اپنے ہم عقیدہ لوگوں کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھتے ہیں چنانچہ مولوی حسین احمد ٹانڈوی سابق صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ ”محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے“ (۱)

اور جو کسی ایک مسلمان کو کافر مانے وہ خود کافر ہے تو جو شخص دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر و مشرک سمجھے وہ بدرجہ اولیٰ کافر ہے لہذا وہابیوں پر حکم کفر ہے اور ان کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز باطل ہے زید وہاں اپنی نماز علیحدہ پڑھے، نماز جمعہ کی جگہ ظہر پڑھے اور نماز تراویح بھی علیحدہ ادا کرے بے شمار علمائے کرام اہل سنت و عوام اہل سنت رمضان المبارک میں عمرہ میں جاتے ہیں بعض تنہا تنہا بعض اپنی الگ جماعت کرتے ہیں فقیر نے خود الگ جماعت سے نماز ادا کی اور بہت لوگوں کو اپنی الگ جماعت کرتے ہوئے پایا۔ زید بھی اسی طرح کرے، حالت اعتکاف میں بھی ایسی تدبیر اپنائے کہ ان کی اقتدا سے بچا رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتادرس دارالعلوم علیہ جمد اشاہی، بستی

۲۰ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

کسی زندہ کی طرف سے عمرہ اور زیارت روضہ انور کے آداب و احکام

مسئلہ از: محمد رضا بن علی قادری دارالعلوم اہل سنت عزیز العلوم پھمن پور، مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ مسائل میں کہ:

(۱) عمرہ کیا ہے؟ اور اسلام میں اس کی اہمیت کیا ہے؟ اور عمرہ کرنے میں کرنے والے کو کیا ثواب ملے گا؟

(۲) عمرہ کرنے کا طریقہ سلیس اردو زبان میں اور جو دعائیں جہاں پڑھی جاتی ہیں ان کو اردو ترجمہ کے

ساتھ تحریر فرمائیں، اس لئے کہ بندہ ۲۳ دسمبر ۲۰۱۳ء کو عمرہ کی نیت کیا ہے خصوصی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مقبول عمرہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ نبیک الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) کیا عمرہ دوسرے عزیز واقارب کے لیے بھی ہو سکتا ہے؟

(۴) روضہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے آداب و احکام بھی تحریر فرمائیں۔ بیسوا بالکتاب

توجروا یوم الحساب

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) احرام میں ہو کر کعبہ معظمہ کا طواف کرنا اور صفا و مروہ کی سعی کر کے حلق یا قصر کرنا عمرہ کہلاتا ہے فتاویٰ

عالمگیری میں ہے:

”وہی فی الشرع زیارة البیت والسعی بین الصفا والمروة علی صفة مخصوصة وہی

ان تكون مع الاحرام هكذا فی محیط السرخی“ (۱)

بہار شریعت میں ہے: ”عمرہ صرف انہیں افعال طواف و سعی کا نام ہے“ (۲)

اسی میں ہے: ”طواف و سعی مذکور کے بعد حلق کریں یعنی سارا سر منڈا دیں یا تقصیر یعنی بال کتروائیں اور

احرام سے باہر آئیں“ (۳)

عمرہ کرنے والا اپنے گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے اور اس کو قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے سیدنا امام

اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک عمرہ سنت ہے تو اللہ جل مجدہ جسے توفیق دے وہ اس عظیم سنت کو ادا کر کے اللہ و رسول کی

رضا حاصل کرے اور خود کو گناہوں سے پاک و صاف کر لے، حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں:

”تابعوا بین الحج والعمرة فانہما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکبر بحبب الحدید

والذهب والفضة“ (۴)

یعنی حج و عمرہ دونوں ادا کرو کہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو دور کرنے والے ہیں۔ جیسے بھٹی لوہے، سونے اور

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب المناسک، ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۱۱۱۱

(۳) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۱۱۱۱

(۴) سنن ابن ماجہ، باب فضل الحج والعمرة، ج: ۱، ص: ۲۵۷

چاندی سے میل کو صاف کر دیتی ہے۔

اور ارشاد فرماتے ہیں ”الحججاج والعمار وفد الله ان سالوه اعطوا وان دعوا اجابهم وان انفقوا اخلف لهم“ (۱)

یعنی حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہیں اگر اللہ سے کچھ مانگتے ہیں تو انہیں عطا کیا جاتا ہے اور جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے اور کچھ خرچ کریں تو اسے توشہ آخرت بنا دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی احادیث طیبہ عمرہ کے متعلق مروی ہیں جن میں عمرہ کی فضیلت اور اس پر اجر و ثواب کا تذکرہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس کے لیے فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ کی کتاب ”حج و زیارت“ ساتھ رکھیں اس میں آسان اسلوب میں سب تحریر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اپنے دیگر عزیز و اقارب کی طرف سے بھی عمرہ کیا جاسکتا ہے مذہب حق اہل سنت و جماعت کے مطابق مسلمان اپنے نیک اعمال و افعال کا ثواب اپنے کسی بھی مردہ یا زندہ مسلمان مرد و عورت کو دے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

”الا صل ان کل من اتی بعبادة ماله جعل ثوابها لغيره“ (۲)

یعنی ضابطہ یہ ہے کہ ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ جو عبادت کرے تو اس کا ثواب دوسرے کو دے سکتا ہے۔ رد المحتار میں ہے: ”بعبادة ما ای سواء كانت صلاة او صوما او صدقة او قراءۃ او ذکر او طواف او حجا او عمرة“ (۳)

یعنی عبادت خواہ نماز ہو یا روزہ یا صدقہ یا تلاوت قرآن یا ذکر یا طواف یا حج یا عمرہ وغیرہ۔

اس تفصیل کی روشنی میں واضح ہوا کہ عمرہ دوسروں کی طرف سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) زیارت سرکار ابد قراریہ علیہ الصلاۃ والسلام کے آداب و احکام جاننے کے لیے کتاب ”حج و زیارت“ یا

بہار شریعت حصہ ششم کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم اتمام و درس دارالعلوم عظیمہ نحمدہ اشاہی ہستی

۶ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

(۱) شعب الایمان للبیہقی، ج: ۳، ص: ۴۵۵

(۲) الدر المنثور مع رد المحتار، کتاب الحج، ج: ۴، ص: ۱۱۱

(۳) رد المحتار، کتاب الحج، ج: ۴، ص: ۱۱۱

نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک قارن کے علاوہ کسی کو عمرہ کرنا جائز نہیں

مسئلہ اذ: اکبر علی فاروقی، محسن ملت طبیبہ کالج، رائے پورہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں:

(۱) اگر کسی نے حدود حرم میں شوال و ذی قعدہ کا چاند دیکھ لیا تو کیا اس پر حج فرض ہوگا؟

(۲) ایک شخص حج فرض اپنی والدہ کے ساتھ ادا کر چکا ہے مگر اب وہ والدہ کے ساتھ عمرہ کو جانا چاہتا ہے۔

والدہ اتنی کمزور ہے کہ وہیل چیئر پر بیٹھ کر ہی تمام ارکان کو ادا کر سکتی ہے اور رمضان شریف میں زیادہ بھیڑ ہونے کی وجہ سے وہاں کے عملہ مطاف میں کرسی لے جانے کی اجازت نہیں دیتے تو کیا وہ شوال یا ذی قعدہ کے ماہ میں عمرہ کر سکتا ہے۔ تو کیا ایسے شخص پر بھی حج فرض ہو جائے گا۔

(۳) ایک شخص کچھ کام سے جدہ گیا مگر نیت یہ تھی کہ عمرہ بھی کر لوں گا تو ایسا شخص احرام ہندوستان سے ہی

باندھ کر جائے گا یا جدہ میں اپنے سارے کام سے فارغ ہو کر احرام باندھے؟ قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) حدود میقات سے باہر کارہنے والا گو کہ غریب ہو اگر وہ اشہر حج میں کسی طرح میقات تک پہنچ جائے اور پیدل چل

سکتا ہو تو اگر اس نے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا ہے۔ تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اب اس کے لیے سواری کی استطاعت رکھنے کی شرط نہیں صرف اپنے سفر خرچ کا ادا کرنے کے عیال کے نفقہ کا مالک ہونا کافی ہے۔ بہار شریعت میں ہے۔

”میقات سے باہر کارہنے والا جب میقات تک پہنچ جائے اور پیدل چل سکتا ہے تو سواری اس کے لیے شرط نہیں۔ لہذا

اگر فقیر ہو جب بھی اسے حج فرض کی نیت کرنی چاہیے۔ نفل کی نیت کرے گا تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔“ (۱)

اور رد المحتار میں ہے:

”فی النباب الفقیر الافاقی اذا وصل إلى میقات فهو کالمکی قال شارحہ ای حیث لا

یشترط فی حقہ الا الزاد والراحلة ان لم یکن عاجزاً عن المبشی (الی قوله) لیفید انه یتعین علیہ

ان لا ینوی نفلأ علی زعم انه لا یجب علیہ لفقره لانه ما کان واجباً و هو افاقی فلما صار کالمکی

وجب علیہ“ (۲)

(۱) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۵۰۵

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۴۲

اور فتح القدیر میں ہے:

”الفقير اذا وصل الى المواقيت صار حكمه اهل مكة فيجب عليه وان لم يقدر على الرحلة“ (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”في البنا بيع يجب الحج على اهل مكة ومن حولها ممن كان بينه وبين مكة اقل من ثلاثة ايام اذا كانوا قادرين على المشى وان لم يقدر واعلى الرحلة ولكن لا بدان يكون لهم من الطعام مقدار ما يكفيهم وعيالهم بالمعروف الى عودهم كذا في السراج الوهاج“ (۲)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اشہر حج میں حدود میقات میں ہے۔ خواہ شوال، یا ذی قعدہ کا چاند دیکھے یا نہ دیکھے اور اس نے پہلے اپنا حج فرض ادا نہیں کیا تو اب اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) نویں ذی الحجہ سے لے کر تیرہویں ذی الحجہ تک قارن کے علاوہ کسی کے لیے عمرہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ان پانچ ایام کو چھوڑ کر کسی بھی وقت عمرہ کیا جاسکتا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”وقتها جميع السنة الا خمسة ايام تكره فيها العمرة لغير القارن كذا في فتاوى قاضيخان وهي يوم عرفة ويوم النحر وايام التشريق“ (۳)

اور در مختار میں ہے:

”وجازت في كل السنة وندب في رمضان وكرهت تحريماً يوم عرفة واربعة بعدها“ (۴)
اور رد المحتار میں ہے:

”ويزاد على الايام الخمسة ما في اللباب وغيره من كراهة فعلها في اشهر الحج لاهل مكة ومن بمعناهم اى المقيمين ومن في داخل الميقات لان الغالب عليهم ان يحجوا في سنتهم فيكونوا متمتعين وهم عن التمتع ممنوعون والا فلا منع للمكي عن العمرة المفردة في اشهر الحج“ (۵)

(۱) فتح القدیر، ج: ۲، ص: ۴۲۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۱۷

(۳) الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۱، ص: ۲۳۷

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۳۷

(۵) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۳۷

لہذا صورت مسئلہ میں شخص مذکور شوال یا ذی قعدہ میں عمرہ کر سکتا ہے اور اب اس پر حج فرض نہیں ہوگا کہ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے جسے وہ ادا کر چکا ہے۔ ہدایہ میں ہے:

”ولا یسحب فی العمر الا مرة واحدة لانه علیہ السلام لیل له الحج کل عام ام مرة واحدة فقال لا بل مرة واحدة لما زاد فهو تطوع ولان سببه البیت والہ لا یعدد فلا یتکرر الوجوب“ (۱)
(۳) آفاقی یعنی میقات سے باہر کارہنے والا اگر میقات کے اندر کسی ایسی جگہ جاتا ہے جو حرم سے خارج اور حل میں ہو مثلاً: خلیص، جدہ وغیرہ تو اسے احرام وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ بعد میں مکہ معظمہ جانے کی نیت بھی رکھتا ہو۔ رد المحتار میں ہے ”اما لو قصد موضعاً من الحل کخلیص وجدة حل له مجاوزته بلا احرام“ (۲)
الدر المختار میں ہے ”والمعتبر قصد عند المجاوزة لا عند الخروج من بیتہ کما سیاتی فی الجنایات ای قصداً اولیاً کما اذا قصده لبيع او شراء وانه اذا فرغ منه بدخل مكة ثانياً اذ لو كان قصده الاولی دخول مكة ومن ضرورته ان یمر فی الحل فلا یحل له“ (۳)
بہار شریعت میں ہے:

”مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ مثلاً: جدہ جانا چاہتا ہے تو اسے احرام کی ضرورت نہیں، پھر وہاں سے اگر مکہ جانا چاہے تو بغیر احرام جاسکتا ہے۔ لہذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جانا چاہتا ہے وہ یہ حیلہ کر سکتا ہے۔ بشرطے کہ واقعی اس کا ارادہ یہ پہلے مثلاً: جدہ جانے کا ہو۔“ (۴)
اس تفصیل کی روشنی میں شخص مذکور کا حکم واضح ہو جاتا ہے کہ اگر اس کا ارادہ یہ ہے کہ میں پہلے جدہ اپنے کام سے جاؤں گا پھر اس کے بعد عمرہ کروں گا تو وہ احرام ہندوستان سے نہیں باندھے گا بلکہ جدہ میں اپنے کام سے فراغت کے بعد باندھ کر مکہ معظمہ جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

سعی بغیر طہارت جائز ہے

مسئلہ از: قاضی محمد طبعوا الحق قادری رضوی، بلراپوری، علاء الدین پور، پوسٹ سعد اللہ نگر، بلراپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

حالت حیض میں طواف کعبہ معظمہ اور سعی صفا و مروہ کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۱) الہدایہ، ج: ۲، ص: ۲۱۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۵۴

(۳) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۵۴

(۴) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۵۳۰

فرماتی ہیں کہ میں مکہ میں آئی اور حالت حیض میں تھی۔ میں نے خانہ کعبہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کی، میں نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شکوہ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ حاجی کرتے ہیں تم بھی کرو۔ البتہ پاک ہونے تک بیت اللہ کا طواف نہ کرنا۔

متن حدیث شریف یہ ہے ”قدمت مکة وانا حائض ولم اطف بالبيت ولا بين الصفا والمروة فشكوت ذلك الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال افعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبيت حتی تطهری“ (۱)

”ولم اطف بالبيت ولا بين الصفا والمروة“ کے تحت حضرت علامہ عبدالحی فرنگی محلی ثم لکھنوی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

”لان الطهارة شرط فی صحة الطواف ولان الطواف یكون بالمسجد الحرام وهي ممنوعة عن دخول كل مسجد وكذا لا تسعى بين الصفا والمروة، لانه وان كان جائزا بغير طهارة لكنه متوقف علی وجود طواف قبله واذ ليس فلیس“ (۲)

فرماتے ہیں کہ چونکہ صحت طواف کے لیے طہارت شرط ہے اور طواف مسجد حرام سے ملحق ہو کر ادا کیا جاتا ہے اور عدم طہارت ہر مسجد میں دخول سے مانع ہے۔ اسی طرح بغیر طہارت صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی نہیں کرے گی۔ اس لیے کہ سعی اگرچہ بغیر طہارت بھی جائز ہے۔ لیکن سعی اپنے ماقبل طواف کے وجود پر موقوف ہے۔ اور جب ماقبل طواف میں طہارت شرط ہے تو مابعد میں بھی بالتمتع شرط ہے۔ جب وہاں جائز نہیں تو یہاں بھی جائز نہیں۔

اور ایسا ہی ردالمحتار میں ہے: ”لو حاضت قبل الاحرام اغتسلت واحرمت وشهدت جميع المناسك الا الطواف والسعی“ یعنی اگر حج کا احرام باندھتے وقت عورت کو حیض آیا تو وہ غسل کر کے احرام باندھے اور طواف و سعی کے علاوہ حج کے سارے ارکان ادا کرے۔

مذکورہ بالا توضیحات سے واضح ہوا کہ عورت حالت حیض و نفاس میں طواف کے ساتھ سعی بھی نہیں کرے گی۔ یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اگر ایسی حالت میں طواف زیارت کر لیتی ہے تو ابر تکاب گناہ کی وجہ سے حرم میں ایک بڑے جانور کی قربانی واجب ہے۔ تو سعی کے بارے میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ حالت حیض میں عورت کو سعی کرنا بھی جائز نہیں ہے تو اگر عورت ایسی حالت میں سعی کر لیتی ہے تو اس پر دم واجب ہے یا نہیں؟ کیوں کہ سعی واجب ہے۔ حدیث

(۱) مؤطا امام محمد، مترجم ص: ۲۳۳

(۲) حاشیہ التعلیق الممجد علی مؤطا امام محمد، ص: ۲۳۳

(۳) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۱۹۰

شریف سے ثابت ہے اور اس کے ترک سے دم دینا واجب ہے۔ بیٹو! توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صفاء مروہ کے درمیان سعی کرنے کے لیے حدیث اصغریٰ اکبر سے طہارت شرط نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔ اس لیے اگر کسی نے بغیر طہارت سعی کر لیا تو اس پر دم یا صدقہ کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ ملک العلماء علامہ سعود کا سانی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”واما الطهارة عن الجنابة والحیض فلیست بشرط فیجوز سعی الجنب والحائض“ (۱)

علامہ ”عبد الرحمن“ جزیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

”ومن السنة الطهارة عن الحدثین فیصح سعی الحائض والنفساء وبلا کراهة للعذر“ (۲)
فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وان سعی جنبا او حائضا او نفساء فسعیہ صحیح“ (۳)

سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ”بے وضو بھی سعی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ہاں وضو مستحب ہے۔“

(۴) صدر الشریعہ علامہ مفتی ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”سعی کے لیے طہارت شرط نہیں

ہے۔ حیض والی عورت اور جب بھی سعی کر سکتا ہے۔“ (۵)

ان تمام ارشادات سے ثابت ہوا کہ بغیر طہارت سعی کرنا جائز ہے اور جب سعی جائز ہے تو دم یا صدقہ کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔ امام اجل علامہ مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ولیس علیہ فی السعی شیء“ (۶) یعنی حالت حدیث میں سعی کرنے پر کچھ واجب نہیں ہے۔

اور آپ نے جو ارشادات و عبارات نقل کی ہیں ان میں کہیں یہ نہیں ہے کہ بغیر طہارت سعی کرنا جائز نہیں ہے بلکہ جائز ہونے کا صراحت موجود ہے۔ چنانچہ علامہ لکھنوی علیہ الرحمہ کی جو عبارت آپ نے نقل کی اسی میں ہے

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج: ۳، ص: ۳۱۹

(۲) الفقہ علی المذاهب الاربعہ، ج: ۱، ص: ۶۵۹

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۷۰۵

(۵) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۷۳

(۶) الہدایہ، ج: ۱، ص: ۲۵۵

”وَكُذِّلا لَا تَسْعَى بَيْنَ الصَّفَاءِ وَالْمَرْوَةِ لِأَنَّهُ وَإِنْ كَانَ جَائِزاً بغير طهارة..... الخ“ یعنی اسی طرح صفا و مروہ کی سعی حائضہ نہ کرے کیوں کہ اگرچہ نئی کرنا بغير طہارت جائز ہے۔ دیکھئے اس میں صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ بغير طہارت سعی کرنا جائز ہے۔

”التعلیق المجد“ اور شامی کی عبارت کا صحیح مفہوم و مطلب یہ ہے کہ صحت طواف کے لیے طہارت شرط ہے۔ صحت سعی کے لیے شرط نہیں ہے۔ سعی بغير طہارت بھی ہو سکتی ہے۔ البتہ سعی چوں کہ طواف پر مرتب اور اس کے تابع ہے۔ اس لیے اگر عورت حیض و نفاس میں ہوگی تو طواف نہیں کرنے گی اور جب اس کا طواف نہ ہوا تو سعی بھی نہیں ہوگی کیوں کہ یہ اس کے تابع تھی، جب متبوع نہیں تو تابع بھی نہیں، تو سعی صحیح نہ ہونے کی وجہ طہارت نہ ہونا ہرگز نہیں بلکہ وجہ دعی ہے کہ طواف متبوع اور یہ تابع جب متبوع نہیں تو تابع بھی نہیں ہوگا۔ اس لیے اگر کسی نے بغير طہارت سعی کیا جب کہ پہلے طہارت کے ساتھ اس کا طواف ہو چکا تھا مثلاً عورت نے طہارت کے ساتھ طواف کیا اور بعد طواف حیض آگیا اور اس نے اسی حالت میں سعی کر لی تو دونوں جائز و صحیح اور درست ہوں گے۔ اور عورت پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر سعی تو طہارت کے ساتھ کیا مگر طواف بغير طہارت کیا تو اگرچہ یہ طواف ہو گیا مگر اس پر ایک بڑے جانور کی قربانی اور گناہ سے توبہ لازم ہے لیکن بے طہارت سعی کرنے پر کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صحت سعی کی شرط صحت طواف ہے۔ نہ کہ طہارت لہذا اگر طواف صحیح تو سعی صحیح ”واذ ليس فليس“ ان تمام تفصیلات کو ملک العلماء علامہ کاسانی قدس سرہ نے یوں قلمبند فرمایا ہے۔

”واما الطهارة عن الجنابة والحیض فليست بشرط فيجوز سعی الجنب والحائض بعد ان كان طوافه بالبيت على الطهارة عن الجنابة والحیض“ لان هذا نسك غير متعلق بالبيت فلا تشترط له الطهارة عن الجنابة والحیض كالوقوف، الا انه يشترط ان يكون الطواف على الطهارة عن الجنابة والحیض لان السعی مرتب عليه ومن توابعه والطواف مع الجنابة والحیض لا يفيد به حتى تجب اعادته فكذا السعی الذي هو من توابعه ومرتب عليه فاذا كان طوافه على الطهارة عن الحدثين فقد وجد شرط جوازه فجاز وجاز سعی الجنب والحائض تبعاً له لوجود شرط جواز الاصل، اذا تتبع لا يفرد بالشرط بل يكفيه شرط الاصل فصار الحاصل ان حصول الطواف على الطهارة عن الجنابة والحیض من شرائط جواز السعی فان كان طاهراً وقت الطواف جاز السعی سواء كان طاهراً او لم يكن“ (۱)

اور علامہ شامی قدس سرہ نے اس لطیف امر کی طرف متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ

”قدمنا عن المحيط ان تقديم الطواف شرط صحة السعی فمن هذا قال القهستاني فلو

حاضرت قبل الاحرام اغتسلت و احرمت و شهدت جميع المناسك الا الطواف والسعي، ای لان سعيها بدون طواف غير صحيح فافهم“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم ربیع النور ۱۴۲۵ھ

متمتع عمرہ کے بعد حج سے پہلے عمرہ کر سکتا ہے

مسئلہ از: محمد البیلانی، جامعہ عربیہ اظہار العلوم، نیابازار، جہانگیر گنج، فیض آباد، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) حج و عمرہ دونوں میں یا کسی میں طواف و سعی دونوں نہ کرے یا صرف طواف یا صرف سعی چھوڑ دے، اس کا

جرمانہ کیا ہے؟

(۲) مردہ کی طرف سے بغیر وصیت اس کے بچوں نے نفلی حج کرایا اور تمتع کی بھی اجازت ہے تو قربانی حج

کرنے والے کے نام سے ہوگی یا جس کی طرف سے حج کر رہا ہے اس کی طرف یا دونوں کی طرف سے دو قربانی۔

(۳) تمتع عمرہ کے بعد حج سے پہلے عمرہ کر سکتا ہے یا نہیں۔ اگر عمرہ کر لیا تو جرمانہ عائد ہوگا یا نہیں؟

(۴) ۱۳ رزی الحج کو عمرہ کرنے والے پر کیا جرمانہ عائد ہوگا؟

(۵) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزار اقدس تک جانے کا کوئی راستہ ہے؟ اس سلسلے میں کوئی

تحقیق ہو تو احسان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) طواف حج کی متعدد صورتیں ہیں اور ان کے احکام الگ الگ، اگر طواف صدر چھوڑا ہے تو چھوڑنے والے پر

ایک دم واجب ہے اور اگر طواف زیارت چھوڑا ہے اور طواف صدر کر لیا ہے تو یہی طواف زیارت ہو جائے گا اور طواف صدر کے ترک سے دم واجب ہوگا اور اگر دونوں طواف ترک کر دیا ہے تو عورت اس پر حرام رہے گی جب تک کہ طواف نہ کر لے۔ لہذا اس پر لازم ہوگا کہ اگر گھر واپس آ گیا ہو تو مکہ مکرمہ واپس جائے اور طواف زیارت و صدر کرے۔

البتہ طواف زیارت میں تاخیر کی بنا پر اس پر دم واجب ہے۔ طواف صدر میں تاخیر سے کچھ نہیں۔ چنانچہ فقہ

حنفی کا مستند مجموعہ فتاویٰ معروف بہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لو ترک طواف الصدر او اکثره تجب علیہ شاة وان ترک کلا الطوافین فهو حرام“

على النساء ابدأ وعليه ان يرجع ويطوف طواف الزيارة وطواف الصدر وعليه دم لتأخير طواف الزيارة في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى ولا شئ عليه لتأخير طواف الصدر لانه غير موقت، واذا ترك طواف الزيارة خاصة وطاف طواف الصدر، فطواف الصدر يكون للزيارة وعليه لتركه طواف الصدر دم“ (۱)

اور اگر حج میں سعی ترک کیا ہے تو اس پر دم واجب ہے۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے ”ومن ترك السعي بين الصفا والمروة عليه دم وحجه تام كذا في القدوري“ (۲)

اور اگر عمرہ میں طواف ترک کیا ہے تو اس کا اکثر ترک کرنے یا بالکل ترک کرنے کی صورت میں کوئی کفارہ نہیں بلکہ اسے ادا کرنا لازم ہے اور اگر دو ایک پھیرا ترک کیا تو دم ہے۔

حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”طواف عمرہ کا ایک پھیرا بھی ترک کرے گا تو دم لازم ہوگا اور بالکل نہ کیا یا اکثر ترک کیا تو کفارہ نہیں بلکہ اس کا ادا کرنا لازم ہے“ (۳)

یوں ہی اگر عمرہ میں سعی ترک کیا ہے تو دم واجب ہے کہ سعی واجب ہے اور ترک واجب سے دم ہے، ہاں عذر کی بنا پر ترک کرنے میں کچھ نہیں ہے۔ ملک العلماء علامہ کاسانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”واذا كان واجبا فان تركه لعذر فلا شئ عليه وان تركه لغیر عذر لزمه دم لان هذا حکم ترک الواجب فی هذا الباب“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(۲) صرف حج بدل کرنے والے کی طرف سے ایک قربانی ہوگی۔

درمختار میں ہے ”ودم القران والتمتع والجنایة على الحاج ان اذن له الامر بالقران والتمتع“ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(۳) اس میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے اور راجح قول یہ ہے کہ کر سکتا ہے۔ خاتم المحققین علامہ ”ابن عابدین“

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، باب الجنایات، ج: ۱، ص: ۲۴۶

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۱، ص: ۲۴۷

(۳) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۱۳۴

(۴) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۳۱۸

(۵) الدر المنثور مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۴۷، باب الحج عن الغیر

شامی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”وقد ذکر فی الباب ان المتمتع لا یعتمر قبل الحج قال شارحہ هذا بناء علی ان المکی ممنوع من العمرة المفردة ایضا وقد سبق انه غیر صحیح بل انه ممنوع من التمتع والقرآن وهذا المتمتع المکی غیر ممنوع من العمرة فجاز له تکرارها لالها عبادۃ مستقلة ایضا کالطواف“ (۱)

یہی علامہ شامی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”افاد انه یفعل ما یفعله الخلال فیطوف بالبيت مابدا له ویعتمر قبل الحج“ (۲)

اور جب قول رائج کی بنیاد پر حج سے قبل عمرہ کرنا جائز ہے تو کر لینے پر کوئی کفارہ نہیں ہے، البتہ نہ کرنا بہتر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) نویں ذی الحجہ کی شام سے ۱۳ تک عمرہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر کسی نے کیا تو اس پر دم واجب ہے۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے ”وفی العتابة لا بأس بالعمرة فی السنة کلها ما خلا خمسة ايام یوم عرفة ویوم النحر وایام التشریق قال محمد وبہ ناخذ وهو قول ابی حنیفة الا ان الصحیح ان المراد من یوم عرفة عشیه فاما غداة یوم عرفة فلا بأس بالعمرة فیها إلى نصف النهار“ (۳)

اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”دسویں سے تیرہویں تک حج کرنے والے کو عمرہ کا احترام باندھنا ممنوع ہے۔ اگر باندھا تو توڑ دے اور اس کی قضا کرے اور دم دے اور کر لیا تو ہو گیا اور دم واجب ہے۔“ (۴) واللہ

تعالیٰ اعلم علمہ اتمہ واحکم۔

(۵) فقیر کو اس کی کوئی تحقیق نہیں ہاں اہل سیر نے یہ فرمایا کہ اب کوئی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کیم جمادی الآخرہ ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) منحة الخالق حاشیة البحر الرائق، ج: ۲، ص: ۳۶۶

(۲) رد المحتار، باب التمتع، ج: ۲، ص: ۱۹۵-۱۹۶

(۳) الفتاویٰ التاتارخانیة، ج: ۲، ص: ۲۲۵

(۴) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۲۳۸

جس پر حج فرض نہیں اسے حج بدل کے لیے بھیجنا جائز ہے احتراز بہتر ہے

مسئلہ از: انعام علی، معرفت ڈاکٹر عبد الجبار علی انصاری، سدھولی، سیتاپور، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ:

(۱) زید کی بیوی ہندہ نے حج کی ادائیگی کے لیے کچھ روپے جمع کیا تھا مگر قبل ادائیگی حج اس کا انتقال ہو گیا۔
اب زید اپنی بیوی کی عین قلبی خواہش کی تکمیل کے لیے اس روپے کو حج بدل کے لیے ہی استعمال کرنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟

(۲) کیا زید اپنے حقیقی برادر اکبر کو اس روپے سے حج بدل کے لیے بھیج سکتا ہے، جب کہ اس کے بھائی پر حج فرض نہیں ہے۔ مگر وہ حرمین شریفین کی زیارت کے لیے فارم بھر کر جمع کر چکے ہیں۔ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔ بینواتوجروا۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہندہ نے جو رقم ادائیگی حج کے لیے جمع کیا تھا اگر اس کے متعلق یہ وصیت نہ کی تھی کہ میرے بعد اس رقم سے میری جانب سے حج کراویا جائے تو ہندہ کے مرتے ہی وہ رقم وارثین کی ملک ہو گئی اب وارثین کی اجازت صحیحہ کے بغیر ایک پیسہ بھی اس میں سے خرچ کرنا جائز نہیں، البتہ وارثین سب بالغ ہوں اور وہ ہندہ کی طرف سے حج بدل کرانے کی اجازت دے دیں تو اس رقم کو حج بدل میں خرچ کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ قدس سرہ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے (۱) میں تحریر فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

(۲) جس پر حج فرض نہ ہو اسے حج بدل کے واسطے مقرر کرنے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ ایسے کو مقرر کرنا اگرچہ جائز ہے مگر بچنا بہتر ہے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا کہ غیر مستطیع جس پر حج فرض نہیں ہے حج بدل کے واسطے مقرر ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے لکھا کہ اس میں اختلاف ہے اور بہتر احتراز ہے۔
(۲) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱۰، ص: ۲۶۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۶۶۵

حالت احرام میں معمولی خوشبو والے مشروبات بار بار پینے میں صدقہ ہے تھوڑی مقدار پینے میں کچھ بھی نہیں ہے

مسئلہ از: محمد عثمان غنی باپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھرول، ضلع جام نگر، گجرات
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عازمین حج عام طور پر حالت احرام میں مختلف قسم کے ایسے مشروبات پیتے رہتے ہیں جن میں خوشبو کی آمیزش رہتی ہے تو کیا ان پر اس وجہ سے دم واجب ہوگا یا نہیں؟ وجوب کی صورت میں عفو کی بھی کوئی راہ ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حالت احرام میں خوشبودار مشروبات کے پینے سے متعلق فقہائے کرام نے تفصیل فرمائی ہے کہ اگر مشروب میں خوشبو غالب ہو تو اس کے پینے سے دم واجب ہوتا ہے اور اگر خوشبو مغلوب ہو تو صدقہ ہے، البتہ اگر اسے متعدد بار پیا تو اس صورت میں دم واجب ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لو خلط بما يشرب فان كان غالباً فدم والا فصدقة الا ان يشرب مرارا فيجب الدم هكذا في النهر الفائق“ (۱)

اور خاتم المتحققین علامہ شامی قدس سرہ فرماتے ہیں ”وان خلط بمشروب فالحكم فيه للطيب سواء غلب غيره ام لا غير انه في غلبة الطيب يجب الدم وفي غلبة الغير تجب الصدقة وان يشرب مرارا فيجب الدم“ (۲)

ان ارشادات کی روشنی میں واضح ہے کہ آج کل حجاج کرام جو مشروبات حالت احرام میں پیتے ہیں اگر ان میں خوشبو غالب ہو تو ان کے پینے سے دم واجب ہے اور اگر مغلوب ہے تو صدقہ ہے اور اگر بار بار ایسے مشروبات کو استعمال کریں تو دم واجب ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ خوشبو غالب کب مانی جائے، مغلوب کب مانی جائے تو اس سلسلے میں علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن امیر حاج حلبي کے حوالے سے ذکر فرمایا ہے کہ:

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۴۱

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۰۳

اگر اس میں خوشبو پائی جا رہی ہے اور ذوق سلیم والا اسے کھانے پر خوشبو محسوس کر رہا ہے تو وہ غالب ہے ورنہ مغلوب ہے۔

اور بحر الرائق میں مناسک للمجلس کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ خوشبودار چیز خواہ ما کول ہو یا مشروب دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی اگر خوشبو غالب ہو اور اسے زیادہ مقدار میں کھایا یا پیا تو کفارہ واجب ہے اور تھوڑی مقدار میں کھایا یا پیا تو صدقہ ہے اور اگر خوشبو مغلوب ہو اور کثیر مقدار میں کھایا یا پیا تو صدقہ ہے اور تھوڑی مقدار میں کھایا یا پیا تو کچھ نہیں۔ بحر کی عبارت یہ ہے۔

”ان كان الطيب غالباً واكل منه او شر به كثيراً فعليه الكفارة والا فصدقة وان كان مغلوباً واكل منه او شر به كثيراً فصدقة والا فلا شئ عليه“ (۱)

اور علامہ ”ابن عابدین شامی“ کا وہ کلام بھی کچھ اسی طرف مشیر ہے جو انہوں نے علامہ زیلعی کا نظریہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ”وهو ظاهر ما يأتى عن الحلبي ايضاً“ (۲) اس لیے اگر مشروبات میں معمولی خوشبو رہتی ہے تو زیادہ مقدار پینے کی صورت میں صدقہ اور تھوڑی مقدار پینے کی صورت میں کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

سعودیہ کے قربانی بینک میں پیسہ جمع کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عبید قادری ممبئی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ سعودیہ حکومت حجاج کرام سے قربانی کے لئے پیسہ جمع کراتی ہے اس میں پیسہ جمع کرنا کیسا ہے اور وہ قربانی مانی جائے گی کہ نہیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ سعودی حکومت وہابی ہے، اور وہابی اپنے عقائدہ باطلہ و فاسدہ کی بنا پر

(۱) البحر الرائق، ج: ۳، ص: ۶

(۲) البحر الرائق، ج: ۳، ص: ۵

بد مذہب و گمراہ اور بد دین ہیں ان کے مذہب میں رمی جمار، قربانی اور حلق میں ترتیب واجب نہیں خلاف ترتیب بھی کرنا درست ہے جب کہ احناف کے نزدیک مذکورہ افعال میں ترتیب واجب ہے اس کے علاوہ قربانی کے جانوروں کو مشین سے ذبح کیا جاتا ہے اور مشین کے ذریعے جو جانور ذبح کیا جائے گا وہ شرعاً مردار اور حرام ہے ان تمام امور کے پیش نظر سعودی حکومت کے قربانی بینک میں رقم جمع کرنا اور ان کو قربانی کا اختیار دینا جائز نہیں، مسلمان یا تو اپنی قربانی خود کریں یا کسی معتبر شخص سے کرائیں، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف نے اس موضوع پر سمینار کیا جس میں بالاتفاق طے ہوا کہ

”رقم جمع کرنے والے کو یہ معلوم نہیں ہو پاتا کہ اس کی قربانی متعین وقت پر ہوئی یا نہیں یا یہ کہ سرے سے قربانی ہی نہیں ہوئی اسی طرح یہ پتہ نہیں چل پاتا کہ رمی قربانی سے پہلے کر لی ہے، نہ ہی معلوم ہو پاتا ہے کہ حلق یا قصر سے پہلے قربانی ہو چکی ہے خصوصاً سعودی قربانی بینکوں میں ہرگز قربانی کی رقم نہ دی جائے۔ اھ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم و درس و افتادار العلوم علیہ جمد اشاہی، بستی

مسجد حرام میں نماز کا جو ثواب ہے وہ حدود حرم کے ساتھ خاص ہے

یا پورے مکہ شریف کو شامل ہے

مسئلہ از: محمد پرویز لکھی سائیکل اسٹور، خلیل آباد، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

حدیث شریف میں مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے پر ایک لاکھ ثواب بتایا گیا ہے تو یہ فضیلت صرف مسجد حرام

کے لئے ہے یا حدود حرم یا پورے مکہ شریف کے لئے ہے۔

رہنمائی فرمائیں کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حدیث پاک میں مسجد حرام میں نماز پڑھنے کی جو فضیلت وارد ہے وہ قول مشہور کے مطابق مسجد حرام کے

ساتھ خاص نہیں بلکہ پورے حدود مکہ معظمہ حتیٰ کہ پورے حدود حرم میں کہیں بھی پڑھنے سے حاصل ہو جائے گی۔

رد المحتار میں ہے:

”واختلف فی المراد بالمسجد الحرام، فیل مسجد الجماعة وایده المحب الطبری وقیل الحرم کلہ، وقیل الکعبۃ خاصۃ وجاءت احادیث تدل علی تفضیل ثواب الصوم وغیرہ من القربات بمکۃ ألا أنها فی الثبوت لیست کاحادیث الصلاة فیها اہ باختصار و ذکر ابن حجر فی التحفة أنه صح فی الأحادیث بتکرار الألف ثلاثاً، کذا کتبہ بعض المحشین، و ذکر البیری فی شرح الأشباہ فی احکام المسجد أن المشهور عند اصحابنا ان التضعیف یعم جمیع مکۃ بل جمیع حرم مکۃ الذی یحرم صیدہ کما صححہ النووی.“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہ: احمد شفیق قادری

الجواب صحیح: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ جمد اشاہی، بستی

المتخصص فی الفقہ الحنفی

بدارالعلوم العلیمیہ جمد اشاہی

۱۶ جمادی الآخرہ، ۱۴۳۷ھ

کیا ملازمین و تاجر حضرات کو بھی ہر بار احرام باندھ کر ہی مکہ مکرمہ جانا ہوگا؟

مسئلہ از: قاری محمد حسین برکاتی، قصبہ مگہر، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

آج کل تیز رفتار تجارتی سرگرمیوں اور وسائل آمد و رفت کی کثرت و سہولت کی وجہ سے اہل مکہ کا حدود حرم سے باہر جا کر پھر مکہ مکرمہ واپس آنا ہوتا رہتا ہے یونہی حجاز مقدس کے دوسرے شہروں کے باشندے مختلف اغراض و مقاصد کے تحت بار بار مکہ مکرمہ آتے جاتے ہیں خاص کر کمپنیوں کے ملازمین ٹیکسی ڈرائیور حضرات کو حدود حرم بلکہ حدود میقات سے بھی باہر آنا جانا پڑتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن لوگوں کو بوجہ ضرورت بار بار حدود حرم یا حدود میقات سے باہر جانا ہوتا ہے کیا وہ لوگ بھی ہر بار احرام باندھ کر ہی مکہ مکرمہ داخل ہوں گے۔ بینوا تو جو روا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حج و عمرہ کے علاوہ دیگر ضرورت و مجبوری کے تحت مکہ مکرمہ میں بار بار آنے جانے والے حضرات مثلاً ڈرائیور، کمپنی ملازمین وغیرہ اگر حدود میقات نہیں بلکہ صرف حدود حرم کے باہر سے آتے ہیں تو فقہائے کرام کے

ارشادات کے مطابق انہیں ہر بار احرام باندھنا ضروری نہیں ہے بلکہ بلا احرام بھی مکہ مکرمہ میں آنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ علامہ ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”من كان داخل الميقات له ان يدخل مكة بغير احرام لحاجته لانه يكثر دخول مكة وفي ايجاب الاحرام في كل مرة حرج بين.“ (۱)
علامہ اجل بدر الدین عینی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

”وقال ابن عمر لا اعلم خلافا بين فقهاء الامصار في الحطابين ومن يدمن الاختلاف الى مكة ويكثره في اليوم واللييلة انهم لا يأمرون بذلك لما عليهم فيه من المشقة.“ (۲)
فقہائے کرام کے یہ ارشادات ان حضرات کے لئے ہیں جو داخل میقات ہوں اور ضرورتوں کے تحت مکہ مکرمہ آنا جانا ہوتا ہو۔

مگر جو لوگ میقات سے باہر ہوں فقہ حنفی کی تصریحات کے مطابق ان کو بغیر احرام میقات کے اندر آنا جائز نہیں ہے خواہ وہ حج و عمرہ کے لئے آئیں یا کسی اور غرض سے آئیں اگر انہیں مکہ مکرمہ آنا ہے تو احرام میں ہی آنا ہوگا چنانچہ ہدایہ میں ہے:

”ثم الافاقى اذا انتهى اليها على قصد دخول مكة عليه ان يحرم قصد الحج او العمرة اولم يقصد عندنا لقوله عليه السلام لا يجاوز احد الميقات الا محرما ولان وجوب الاحرام لتعظيم هذه البقعة الشريفة فيستوى فيه الحاج والمعمرو غيرهما.“ (۳)

مگر ظاہر ہے کہ یہ حکم ڈرائیور حضرات اور تاجرین و ملازمین کے لئے حرج و مشقت کا باعث ہے تو جس طرح حدود حرم سے باہر مگر میقات کے اندر رہنے والوں کے لئے بوجہ حرج و مشقت مکہ مکرمہ میں بغیر احرام جانے کی اجازت ہے یونہی میقات سے باہر رہنے والے ڈرائیور، ملازم اور تاجر کو اگر بار بار مکہ مکرمہ جانا پڑتا ہو تو دفع حرج و مشقت کے پیش نظر بغیر احرام جانے کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم درس و افتادار العلوم علیہ جمد اشاہی، بستی

(۱) فتح القدیر، ج: ۳، ص: ۲۲۵

(۲) عمدة القاری شرح صحيح البخاری، ج: ۱۰، ص: ۲۰۵

(۳) الهدایة كتاب الحج، ج: ۲، ص: ۲۱۴

حج میں مانع حیض دوا کا استعمال کیسا ہے؟

مسئلہ از: قاری محمد رفیع الدین خان رضوی، مہراج سنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
کیا عورتیں حج کے دنوں میں ایسی دوا استعمال کر سکتی ہیں جن سے چند دنوں کے لئے حیض بند ہو جائے۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ایک دو مرتبہ ایسی دوا استعمال کرنے سے صحت کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور کسی مرض کے پیدا ہونے کا خطرہ
بھی نہ ہو تو استعمال کر سکتی ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم، ودرس، دارالعلوم علیہ جہد اشاہی، بستی

اگر طواف زیارت سے پہلے حیض آجائے تو؟

مسئلہ از: مولانا محمد عمران علی بدول بازار، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر عورت کو طواف زیارت سے پہلے حیض آجائے اور حیض ختم
ہونے سے قبل ہی اس کی فلاٹ کی روانگی ہو تو کیا کرے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایسی صورت میں پہلے فلاٹ کی تاریخ کی تبدیلی کے لئے معلم وغیرہ سے کوشش کر کے تبدیل کرائے اور اگر
اس کی کوشش ناکام ہو جائے تو اسے مسئلہ بتا دیا جائے کہ اگر تو طواف زیارت کرے گی تو فرض ذمہ سے اتر جائے گا
لیکن گنہگار ہوگی اور جرمانہ میں ایک بدنہ یعنی گائے یا اونٹ کی قربانی کرنی ہوگی۔ ردالمحتار میں ہے:

”لو هم الركب على القفول ولم تطهر فاستفت هل تطوف ام لا قالوا يقال لها لا يحل

لك دخول المسجد وان دخلت وطفث اثم وصح طوافك وعليك ذبح بدنة.“ (۱) واللہ

تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم ودرس وافتادارالعلوم علیہ جہد اشاہی، بستی

سعودی حکومت کے ذریعہ منی و مزدلفہ کی توسیع و تحدید کا حکم

مسئلہ از: از محمد حسین ساگر کرناٹک مقیم دہلی۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ادھر چند سالوں سے منی میں قیام کرنے کے لئے حجاج کے خیمے منی کے ساتھ مزدلفہ میں بھی لگائے جا رہے ہیں اور اسے جدید منی کا نام دے کر حجاج کا قیام کراتے ہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ

(۱) منی کی موجودہ توسیع و تحدید کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ شرعاً معتبر ہے؟ اور مزدلفہ کا وہ خاص حصہ جو منی میں شامل کر دیا گیا ہے کیا اب مزدلفہ نہ رہا بلکہ منی ہو گیا؟ یا اب بھی وہ مزدلفہ ہی ہے منی نہیں کہ شارع علیہ السلام کے عہد سے قائم تشریحی حد میں کسی کو تغیر و توسیع کا حق نہیں کہ عہد شارع علیہ السلام میں جو اس کی خاص حد تھی اسی میں ارکان و مناسک و عبادات وغیرہ معتبر ہوں گے دوسرے مقامات و مواضع میں نہیں گو کہ وہ حد و حرم شریف ہی سے کیوں نہ ہوں؟

(۲) اگر مزدلفہ کا وہ خاص حصہ جسے آج حد و منی سے قرار دیا گیا ہے اگر وہ ملکوں صوبوں کی تحدید و توسیع کی طرح خاص حد و منی سے ہو تو دوران قیام منی اگر حاجی منی کی مسنون عبادات و نماز اس خاص حصہ میں ادا کرے تو کیا سنت سے عہدہ برآ ہو جائے گا، اور خاص منی کی مسنون عبادات و نماز قرار پائے گی یا نہیں؟

(۳) وقوف مزدلفہ حج کے واجبات سے ہے اگر کسی نے مزدلفہ کے اس خاص حصہ میں وقوف کر لیا جو عہد رسالت میں مزدلفہ تھا اور آج منی کی حد قرار دے دیا گیا ہے تو کیا اس واجب سے سبکدوشی کے لئے یہ وقوف کافی ہو گیا یا مزدلفہ کی موجودہ حد میں اس وقوف واجب کا اعادہ واجب ہوگا؟

(۴) مزدلفہ کا وہ خاص حصہ جو آج موجودہ منی کر دیا گیا ہے کیا اس میں قیام و دخول رمی واجب کا موجب ہوگا؟ مجھے آپ حضرات مفتیان کرام کی گونا گوں مصروفیات کے باوجود امید قوی ہے کہ سوالات کے تمام گوشوں پر گہری نظر فرما کر فقہی جزئیات و شواہد کی روشنی میں جواب با صواب سے شاد کام فرمائیں گے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت مطہرہ نے ارکان اور مناسک حج کی ادائیگی کیلئے جو اوقات اور مکانات متعین کر دیا ہے اس میں اب کسی طرح کی کوئی تبدیلی کسی حکومت و سلطنت کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے نہ ہی اب کسی کی تبدیلی کا شرعاً اعتبار ہے۔ منی و مزدلفہ بھی انہیں مقدس مقامات میں سے ہیں جن کی تعین و تحدید من جانب الشرع ہو چکی ہے اور ان

مقامات کے جن حصوں میں حجاج کرام کیلئے دخول ووقوف کی اجازت یا ممانعت ہے ان کی بھی وضاحت موجود ہے چنانچہ علامہ ابن ہمام قدس سرہ رقمطراز ہیں (لقولہ علیہ السلام "عرفة کلہا موقف") روی من طرق عدیدۃ من حدیث جابر عن ابن ماجہ قال علیہ السلام "کل عرفة موقف وارتفعوا عن بطن عرفة" وکل المزدلفة موقف وارتفعوا عن بطن محسر، وکل منی منحر الا ما وراء العقبة" (۱) اور آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں

"(والمزدلفة الخ) وہی تمتد الی وادی محسر بکسر السین المشددة قبلہا حاء مهملة مفتوحة: والمستحب ان یقف وراء الامام بقزح، قبل هو المشعر الحرام. ولی الطحاوی ان للمزدلفة ثلاث اسماء: المزدلفة والمشعر الحرام، وجمع والمآزمان بوادی محسر، واول محسر من القرن المشرف من الجبل الذی علی یسار الذاہب الی منی، سمي به لان فیل اصحاب الفیل اعیافیہ، واهل مکہ یسمون وادی النار قیل شخص اصطاد فیہ فنزلت نار من السماء فاحرقته و آخره اول منی، وہی منہ الی العقبة التی یرمی بها الجمرة یوم النحر، ولیس وادی محسر من منی ولا من المزدلفة، فالاستثناء فی قوله ومزدلفة کلہا موقف الا وادی محسر منقطع." (۲)

درمختار میں ہے: (و) عرفات (کلہا موقف الا بطن عرفة) بفتح الراء وضمہا واد من الحرم غربی مسجد عرفة (۳) اس کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"(قوله کلہا موقف) بکسر القاف ای موضع وقوف نہر (قوله الا بطن عرفة) فلا یصح الوقوف بہا علی المشہور کما سیأتی (قوله بفتح الراء) ای مع ضم العین کهمزة قاموس" (۴) امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

"(المزدلفة) فیہا مسجد قال الازرقی والماوردی فی الاحکام السلطانیة وغیرہ من اصحابنا المزدلفۃ ما بین وادی محسر وماز می عرفة ولیس الحران منہا تسمى جمعا بفتح

(۱) فتح القدیر: ج ۲، ص: ۳۸۳

(۲) فتح القدیر: ج ۲، ص: ۴۹۵

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار: ج ۲، ص: ۱۷۳

(۴) ردالمحتار: ج ۲، ص: ۱۷۳

الجیم واسکان المیم لاجتماع الناس بها وسمیت المزدلفة لازدلاف الناس اليها ای اقترابهم وقيل لاجتماع الناس بها وقيل لاجتماع آدم وحواء وقيل لمجيء الناس اليها في زلف من الليل ای ساعات. قال الازرقی فی ذرع مسجدھا تسع وخمسون ذراعا وتبر فی مثله (تہذیب الاسماء واللغات۔ (۱)

(منی) وہی من حرم مکہ زادھا اللہ تعالیٰ شرفا وہی شعب ممدود بین جبلین احدهما لبیر والاخر الضائع وحدها من جهة الغرب ومن جهة مکة جمرۃ العقبة ومن الشرق وجهة مزدلفة وعرفات بطن المسیل اذا هبطت من وادی محسر وقال بعض المصنفین فی هذا ذرع منی. من جمرۃ العقبة الی وادی محسر سبعة آلاف ذراع ومائتا ذراع ومن مکة الی منی ثلاثة امیال قال الازرقی واصحابنا ہی ما بین جمرۃ العقبة ووادی محسر قال الازرقی ذرع ما بین جمرۃ العقبة ووادی محسر سبعة آلاف ذراع ومائتا ذراع قال وعرض منی من موخر المسجد الذی یلی الجبل الی الجبل الذی بحدائہ الف ذراع و ثلاثمائة ذراع قال ومن جمرۃ العقبة الی الجمرۃ الوسطی اربع مائة ذراع وسبعة وثمانون ذراعا و اثنتا عشر اصبعاً ومن الجمرۃ الوسطی الی الجمرۃ التی تلی مسجد الخیف ثلاثمائة ذراع وخمسة اذرع ومن الجمرۃ التی تلی مسجد الخیف من الجمرۃ التی تلی مسجد الخیف ثلث مائة ذراع وخمسة اذرع ومن الجمرۃ التی تلی مسجد الخیف الی اوسط ابواب المسجد الف ذراع وثلاث مائة ذراع واحدی وعشرون ذراعا هذا کلام الازرقی (۲)

ان ارشادات و عبارات سے یہ حقیقت مکمل طور سے منکشف ہو جاتی ہے کہ ”منی“ و مزدلفہ کی حدود من جانب الشرع متعین ہیں اب نہ تو منی کا کوئی حصہ مزدلفہ کے حکم میں ہو سکتا ہے اور نہ ہی مزدلفہ کا کوئی جز منی قرار پاسکتا ہے اس لئے سعودی حکومت کا یہ اقدام شریعت مطہرہ میں مداخلت کتاب و سنت سے بغاوت اور احکام دینیہ میں تبدیلی کی ناروا جسارت اور بدعت سیدہ قبیحہ ہے جو کسی حالت میں جائز نہیں ہے نہ ہی حکومت کے اس عمل کی عند الشرع کوئی حیثیت ہے۔

(۲) جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ سعودی حکومت کا یہ اقدام غیر معتبر ہے تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ جو مسنون عبادات و مجاہدات منی میں مطلوب ہیں وہ آج کے فرضی منی اور حقیقی مزدلفہ میں ادا کرنے سے خاص منی کی مسنون

(۱) تہذیب الاسماء واللغات : ج: ۳، ص: ۱۵۰

(۲) تہذیب الاسماء واللغات : ج: ۳، ص: ۱۵۷

عبادات و ریاضات نہ قرار پائیں گی اور ایسا کرنے والا مخالف سنت اور خاطی ٹھہرے گا۔ علامہ علاء الدین حصکفی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

”ثامن الشهر خرج الى منى لقرينة من الحرم على فرسخ من مكة ومكث بها الى فجر عرفة“ (۱)

اس کے تحت علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ رقم فرماتے ہیں

”قوله ومكث بها الى فجر عرفة“ الفاد طلب المبيت بها فانه سنة كما في المحيط وفي المبسوط يستحب ان يصلي الظهر يوم التروية بمنى يقيم بها الى صبيحة عرفة ۱۰هـ ويصلي الفجر بها لو قتها المختار وهو زمان الاسفار وفي الخانية بغلس فكانه قاسه على فجر مزدلفة والاكثر على الاول فهو الافضل شرح اللباب وفي مناسك النوى واما مايفعله الناس في هذه الازمان من دخولهم ارض عرفات في اليوم الثامن فخطاء مخالف للسنة ويفوتهم بسببه سنن كثيرة منها الصلوات بمنى والمبيت بها والتوجه منها الى نمرة والنزول بها والخطبة والصلوة قبل دخول عرفات وغير ذلك“ ۱۱هـ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ مقامات حج کی تعیین و تحدید قیاسی اور عقلی نہیں بلکہ سماعی اور نقلی ہے تو عہد رسالت سے ثابت حدود مزدلفہ میں ہی وقوف کرنا ہوگا اور پھر اس کے جس حصہ میں بھی وقوف کرے گا کافی ہوگا اگرچہ آج اس کے بعض حصے کو منی میں شامل کر کے منی کا نام دے دیا جائے اور جو عہد رسالت سے جائے وقوف نہیں تو آج کسی کے جائے وقوف مان لینے سے وہ موقف نہ ہوگا نہ ہی وہاں وقوف درست ہوگا۔ امام ابن حمام قدس سرہ رقم طراز ہیں۔

”اعلم ان ظاهر كلام القدوري والهداية وغيرهما في قولهم مزدلفة كلها موقف، الا وادي محسر، وكذا عرفة كلها موقف الا بطن عرلة ان المكانين ليسا مكان وقوف، فلو وقف فيهما لايجزيه كمال الوقف في منى سواء قلنا ان عرلة ومحسرا من عرفة ومزدلفة اولا، وهكذا ظاهر الحديث الذي قدمنا تخرجه، وكذا عبارة الاصل من كلام محمد. ووقع في البدائع: واما مكانه: يعني الوقوف بمزدلفة فجزء من اجزاء مزدلفة، الا انه لا ينبغي ان ينزل في وادي محسر. وروى الحديث ثم قال: ولو وقف به اجراه مع الكراهة، وذكر مثل هذا في بطن

(۱) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۲، ص: ۱۷۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار: ج: ۲، ص: ۱۷۲

عرنة: اعنى قوله الا انه لا ينبغي ان يقف فى بطن عرنة لانه عليه الصلاة والسلام نهى عن ذلك واخبر انه وادى الشيطان اه. ولم يصرح فيه بالاجزاء مع الكراهة كما صرح به فى وادى محسر. ولا يخفى ان الكلام فيها واحد. وما ذكره غير مشهور من كلام الاصحاب. بل الذى يقتضيه كلامهم عدم الاجزاء. واما الذى يقتضيه النظر ان لم يكن اجماع على عدم اجزاء الوقوف بالمكانين وهو ان عرنة ووادى محسر ان كان من مسمى عرفة والمشعر الحرام يسمى الوقوف بهما. ويكون مكروها لان القاطع اطلق الوقوف بمسماهما مطلقا وخبر ابو احمد منعه فى بعضه فقيده، والزيادة عليه بخبر الواحد لا تجوز فيثبت الركن بالوقوف فى مسماهما مطلقا، والوجوه فى كونه غير المكانين المستثنيين وان لم يكونا من مسماهما لا يجزى اصلا، وهو ظاهر والاستثناء منقطع. (۱) والله تعالى اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم ودرس واقادار العلوم علمیہ حمد اشاہی، بستی

۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

کیا عورت اپنے خسر کے ساتھ یا ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کو جا سکتی ہے؟

مسئلہ از: محمد عارف، خلیل آباد

علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اگر بہو اپنے خسر کے ساتھ یا ساس اپنے داماد کے ساتھ حج کو جانا چاہے تو شرعاً کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر بہو اور خسر عمر کی اس منزل پر ہیں کہ فتنے کا اندیشہ نہیں ہے یونہی ساس اور داماد بھی ایسے ہیں کہ فتنہ و فساد کا اندیشہ نہیں ہے تو اجازت ہے ورنہ منع ہے۔ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

”نقل السيد ابو السعود عن نفقات البزازية لا تسافر باخيها رضاعا في زماننا اه لغلبة الفساد قلت ويؤيده كراهة الخلوة بها كالصهرة الشابة فينبغي استثناء الصهرة الشابة ايضا لان السفر كالخلوة“

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر ساس یا بہو جوان ہے تو اسے داماد یا خسر کے ساتھ سفر پر جانے کی اجازت نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر فساد کا اندیشہ نہ ہو تو جاسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جمد اشاہی ہستی

چوری چھپے حج کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ریحان عرف گدو، مقیم جدہ شریف

حضرت مفتی صاحب قبلہ آپ اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں کہ اگر کوئی غیر سعودی مسلمان یہاں سعودیہ میں بغرض ملازمت و تجارت مقیم ہے اور وہ حج کرنا چاہے تو اسے ایک خطیر رقم حکومت کو دینی پڑتی ہے بہت لوگ چوری چھپے بھی حج کو چلے جاتے ہیں پکڑے جانے پر ان کو گورنمنٹ سزا بھی دیتی ہے۔ اب اگر کوئی چھپے چوری حج کرتا ہے تو شرعاً کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو کام فی نفسہ درست ہو مگر قانونی طور پر جرم ہو اس سے بچنا لازم ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے۔
”کسی قانونی جرم کا ارتکاب کر کے اپنے آپ کو بلا وجہ ذلت و بلا کے لیے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے کما

استفید من القرآن المجید والحديث“ (۱)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کام فی نفسہ صحیح ہو مگر اس کے کرنے پر ذلت و رسوائی کا اندیشہ ہو تو اس کی اجازت نہیں ہے لہذا سعودیہ عربیہ میں دیگر ممالک کے مقیم مسلمان بلا اجازت حکومت حج کرنے سے بچیں لیکن اگر کوئی اس طور پر حج کرتا ہے تو اس کا حج صحیح ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جمد اشاہی ہستی

کسی کی شادی کے لیے حج مؤخر کرنا کیسا؟

مسئلہ ۱۰: مولانا مظفر حسین ظفر قادری، استاذ مدرسہ عربیہ اہلسنت احیاء العلوم، دیوبند، بستی

۱۰ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ مطابق ۳۰ اپریل ۲۰۱۵ء بروز جمعرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھنے والا مسلمان ہے، جو کہ سرکاری نوکری سے ریٹائرڈ ہے اور پینشن پاتا ہے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ ساتھ ایک نواسی کی بھی کفالت کرتا ہے، اس نے حج کا ارادہ کیا، تو بعض افراد نے کہا کہ (حالانکہ فی الوقت وہ حج کی استطاعت رکھتا ہے) ۴ لاکھ روپے الگ محفوظ رکھ دو، اس کے بعد حج کو جاؤ۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ نواسی، بیٹی یا جس لڑکی کا بھی وہ کفیل ہے اس کی شادی کے لیے حج کو مؤخر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسلمان عاقل بالغ آزاد تندرست صاحب استطاعت پر حج فرض ہے اور صاحب استطاعت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے پاس مکہ معظمہ سواری پر جانے اور وہاں سے واپسی تک کا سفر خرچ اور کرایہ کے ساتھ اہل و عیال کا نفقہ اور مکان کی مرمت کے لیے حسب ضرورت مال ہو۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے ”فرض مرة على الفور حرية وبلوغ و عقل و صحة مال و قدرة زاد و راحلة فضلت عن مسكنه و عما لا بد منه و نفقة ذهابه و اياه و عياله“۔ (۱) اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”وتفسير ملك الزاد و الراحلة ان يكون له مال فاضل عن حاجته و هو ما سوى مسكنه و لبسه و خدمه و اثاث بيته قد رما يبلغه الى مكة ذاهبا و جاثيا راكبا“۔ (۲) اور حج کے لیے جانے پر قادر ہو گیا، اس پر حج فوراً فرض ہو گیا یعنی اسی سال اور بلا وجہ شرعی تاخیر گناہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”و هو فرض على الفور و هو الاصح فلا يباح له التاخير بعد الامكان الى العام الثانى كذا فى خزانة المفتيين“۔ (۳) اور در مختار میں ہے ”وفرض على الفور فى العام الاول عند الثانى و اصح الروايتين عن الامام و مالك و احمد فيفسق و

(۱) تبیین الحقائق کتاب الحج، ج: ۲، ص: ۲۳۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب المناسک، ج: ۱، ص: ۱۱۷

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب المناسک، ج: ۱، ص: ۱۱۷

ترد شہادتہ بتاخیرہ ای سنینا اھ۔“ (۱) اور اگر کسی پر حج فرض ہو جائے اور وہ اپنی شادی کے لیے حج مؤخر کرے، تو یہ جائز نہیں۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے ”عن ابی حنیفۃ ما یدل علیہ و هو انه سئل عن ملک ما یبلغہ الی بیت اللہ تعالیٰ یحج ام یتزوج فقال یحج فاطلاق الجواب بتقدیم الحج مع ان التزوج قد یکون واجبا فی بعض الاحوال دلیل علی ان الحج لا یجوز تاخیرہ۔“ (۲) اور جب اپنی شادی کے لیے حج فرض ہو جانے کے بعد تاخیر جائز نہیں، تو دوسرے کی شادی کے لیے تاخیر بدرجہ اولیٰ جائز نہیں، لہذا بیٹی، نواسی وغیرہ کی شادی کے لیے حج مؤخر کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاعی بستی

۲۸ ربیع الآخر ۱۴۳۸ھ

اگر کوئی عورت مدینہ منورہ میں بیوہ ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ از: ازسیف قادری للولی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت حج کرنے کے لئے گھر سے نکلی اور ابھی مدینہ منورہ میں تھی کہ وہیں اس کا شوہر انتقال کر گیا اب وہ عورت کیا کرے گی حج کو مکہ مکرمہ جائے گی یا اپنے گھر واپس آئے یا کیا کرے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایسی عورت کے لئے اصل حکم تو یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں جس مکان میں سکونت کے دوران بیوہ ہوئی اسی میں عدت و فاقہ پوری کرے جمع المناسک میں ہے:

”ان کان ہائنا اومات عنہا فان کان الی منزلہا اقل من مدة سفر والی مکة مدة سفر فانه

یجب ان تعود الی منزلہا وان کان الی مکة اقل مضت الی مکة وان کان من الجانبین اقل مدة السفر فہی بالخیار ان شاء ت مضت وان شاء ت رجعت الی منزلہا سواء کانت فی المصر او غیرہا وسواء کان معہا محرم او لا الا ان الرجوع اولی وان کان من الجانبین مدة سفر فان کانت

(۱) الدر المختار مع رد المحتار کتاب الحج، ج: ۳، ص: ۴۰۲

(۲) فتح القدیر کتاب الحج، ج: ۲، ص: ۴۱۷

فی سفر فلیس لہا ان تخرج حتی ینقضی عدلتها وان کان معها محرم عندہی حنیفۃ“ (۱)
اور بہار شریعت میں ہے

”سفر میں شوہر کا انتقال ہوا اگر اس وقت شہر میں ہے تو وہیں عدت پوری کرے محرم یا بغیر محرم نہ ادھر آسکتی ہے نہ ادھر جاسکتی ہے“ (۲)

مگر آج کل سعودی حکومت کے نظام آمد و رفت کے پیش نظر مدینہ منورہ میں رہ کر عدت پوری کرنا نہایت دشوار ہے اور اپنے وطن آنے میں بھی سخت مشقت ہے لہذا بوجہ دفع حرج و مشقت وہ عورت مکہ مکرمہ جا کر ارکان حج ادا کرے اور اگر بعد حج ممکن ہو تو وہیں پرور نہ بصورت مجبوری اپنے وطن پہلے جس جگہ پہنچ کر عدت گزارنا آسان ہو وہاں گزارے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اب بوجہ ضرورت شوہر کے گھر عدت پوری کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی بستی

آٹھویں ذی الحجہ کی رات میں ہی مکہ سے منی چلا جانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: از محمد عتیق خاں خلیل آباد

شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے اس بارے میں کہ آج کل سعودی نظام کے مطابق حجاج کو آٹھویں ذی الحجہ کی رات میں ہی منی پہنچا دیا جاتا ہے ایسا کرنا اور حجاج کا رات ہی میں منی شریف چلا جانا کیسا ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بہتر و مسنون طریقہ یہ ہے کہ آٹھویں ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد مکہ مکرمہ سے منی کو چلے فتاویٰ تاتار خانیہ میں ہے:

”ثم اذا جاء يوم الترویة وفي المنافع وهو اليوم الثامن من ذی الحجة خرج من مكة بعد ما طلعت الشمس الى منی و بییت بها“ (۳)
در مختار میں ہے:

(۱) جمع المناسک ص: ۴۴

(۲) بہار شریعت ج: ۸، ص: ۲۴۷

(۳) الفتاویٰ التاتار خانیہ ج: ۲، ص: ۱۶۰

”فاذا صلى بمكة الفجر يوم العروبة ثامن الشهر خرج الى منى“ (۱)
فتح القدیر میں ہے:

”قال المرغيناني بعد طلوع الشمس وهو الصحيح لما عن ابن عمر رضي الله عنهما
انه عليه الصلاة والسلام صلى الفجر يوم التروية بمكة فلما طلعت الشمس راح الى منى“ (۲)
بہار شریعت میں ہے:

”جب آفتاب نکل آئے منی کو چلو اگر آفتاب نکلنے کے پہلے ہی چلا گیا جب بھی جائز ہے مگر بعد میں بہتر“ (۳)
ان ارشادات سے واضح ہے کہ آٹھویں کی رات میں ہی منی بھیج دینا یا چلا جانا اگرچہ جائز ہے مگر خلاف سنت
ہے بہتر ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ جہد اشاہی بستی

دوران طواف وسعی ویڈیو بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: از حامد رضا مبینی

شریعت کا کیا حکم ہے اس مسئلہ میں کہ بہت سے لوگ خانہ کعبہ کا طواف اور سعی کرتے ہوئے خود اس کی
ویڈیو بناتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت مطہرہ میں بلا ضرورت شریعیہ تصویر بنانا بنوانا حرام و گناہ ہے تصویر کشی پر سخت وعید آئی ہے چنانچہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”اشد الناس عذاباً يوم القيمة المصورون“ (۴)
یعنی قیامت کے دن سخت تر عذاب تصویر کشی کرنے والوں کو ہوگا
یہ حکم ہر جگہ کے لئے ہے اور حرم پاک میں تو اور سخت حکم ہے کہ وہاں ایک گناہ بھی لاکھ گناہ کے برابر ہوتا
ہے۔ معاذ اللہ رب العلمین۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۳، ص: ۴۵۹

(۲) فتح القدیر ج: ۲، ص: ۴۷۷

(۳) بہار شریعت ج: ۶، ص: ۱۱۱۹

(۴) الصحيح لمسلم ج: ۲، ص: ۲۰۱

یہ بہت بڑی جرأت کی بات ہے کہ خاص دربار الہی میں پہنچ کر اس کی نافرمانی کی جائے اور پھر اس کی نمائش بھی ہو۔

جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں سخت گناہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ ایسے حرام کاموں سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ و استغفار کریں اور اپنے حج کی برکتوں کو ضائع ہونے سے بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ محمد اشاہی بستی

حج سبسیڈی کیا ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد فیضان رضوی، امرڈوبھا کبیر نگر

حضرت قاضی شریعت ضلع سنت کبیر نگر صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ حکومت ہند حجاج کرام کے کرایہ میں اپنی طرف سے کچھ رعایت کرتی ہے جسے حج سبسیڈی کہا جاتا ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے بیان فرمائیں نوازش ہوگی۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

معاملات بیع و شرا اور اجارہ وغیرہ میں شریعت مطہرہ کی جانب سے عاقدین کو کچھ اختیارات حاصل ہوتے ہیں ان میں ایک اختیار یہ بھی ہے کہ آدمی اپنا لاکھ کا سامان ہزار میں بیچ سکتا ہے یونہی اگر ہزار کا سامان لاکھ میں بیچے تو بھی شرعاً درست ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

”لو باع کاغذہ بالف یجوز ولا یکرہ“ (۱)

بلکہ بیچنے والے نے جس دام پر کوئی سامان بیچا اس دام میں بھی بعد بیع کمی کر سکتا ہے یونہی خریدار نے جتنی قیمت پر سامان خریدا اگر چاہے تو اس میں اضافہ بھی کر سکتا ہے ہدایہ میں ہے

یجوز للمشتري ان یزید للبائع فی الثمن و یجوز للبائع ان یزید للمشتري فی المبیع و

یجوز ان یحط عن الثمن،، (۲)

اور فقہا جابجا صراحت فرماتے ہیں: ”الاجارۃ مثل البیع“ معاملہ کرایہ داری بیع کی طرح ہے لہذا اجارہ میں بھی دونوں فریق کو یہ اختیار ہوگا کہ جس قدر کرایہ پر چاہیں اجارہ کریں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے۔

(۱) فتح القدیر ج: ۷، ص: ۱۹۸

(۲) الہدایہ ج: ۳، ص: ۵۹

سامان کا دام ہو یا سفر کا کرایہ دونوں میں کمی بیشی کرنا کرنا فریقین کا ذاتی حق ہے اگر کسی جگہ سفر کا عام کرایہ مثلاً ایک لاکھ روپیہ ہے اور حکومت یا کوئی شخص اپنی سواری سے اس جگہ تک سفر کرانے کے لئے پچاس ہزار میں ہی راضی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے حکومت ہند اگر حجاج کرام کے کرایہ میں کچھ کمی کر دے رہی ہے تو یہ درست ہے اور اس طور پر سفر حج پر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اگر حکومت اپنی طرف سے کچھ رقم دے تب بھی حاجیوں کو اسے لینے میں حرج نہیں ہے کیونکہ حکومت کے خزانے میں تمام رعایا کا حق ہوتا ہے تو مسلمان کا بھی حق ہوا لہذا حکومت حاجی کے کرائے میں سبسڈی اور چھوٹ دے یا بطور عطیہ و نذر کچھ رقم پیش کرے کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد درس دارالعلوم علمیہ جمد اشاہی بستی

کیا حج سے پہلے دعوت کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ: از کفیل احمد جھانسی

کیا حکم شریعت ہے اس مسئلہ میں کہ جب کوئی حج پر جاتا ہے تو جانے سے پہلے عزیز و اقارب کی دعوت کرتا ہے جسے حج کا کھانا بھی کہا جاتا ہے کیا یہ دعوت ضروری ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

خوشی کے موقع پر احباب و اقارب کو کھانا کھلانا شریعت مطہرہ میں پسندیدہ ہے حدیث شریف میں مومن کی خوبیوں میں کھانا کھلانا بتایا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ”ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام و تقرأ السلام علی من عرفت و من لم تعرف“ (۱)

اور ایک مومن کے لیے اس سے بڑی خوشی اور کیا ہوگی کہ وہ اپنے پروردگار کے دربار خاص اور محبوب کائنات علیہ التحسینہ و الثناء کی جلوہ گاہ پر حاضری کی سعادت پارہا ہے۔

اس لئے اگر حاجی سفر حج پر روانہ ہونے سے قبل اعزہ و اقربا کی دعوت کرتا ہے تو یہ کار ثواب ہے البتہ یہ ضروری نہیں ہے کہ گائے کا تو انشاء اللہ تعالیٰ ثواب پائے گا اور نہیں کرے گا تو کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد درس دارالعلوم علمیہ جمد اشاہی بستی

حاجیوں کو ہار پھول پہنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد بختیار علی، بھیجی پور مہراج سنج

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ جب کوئی شخص حج و زیارت کے لئے جاتا ہے تو لوگ خوشی میں اس کے گلے میں ہار پھول ڈالتے ہیں بعض لوگ اسے غلط کہتے ہیں آپ بتائیں کہ حجاج کے گلے میں مالا ڈالنا کیسا ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کچھ لوگ شریعت کے بجائے طبیعت کو شریعت کا نام دینے کے عادی ہیں ایسے لوگوں کی بات سننا اور اس پر توجہ دینا بے سود ہے حاجی جس مبارک سفر پر جاتا ہے اس کی قدر و منزلت سے کس مسلمان کو مجال انکار ہے۔ ایک مسلمان کے لئے زندگی کی معراج کا سفر ہوتا ہے حاجی اللہ عز و جل کا مہمان ہوتا ہے رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء کے در پاک پر حاضری کی سعادت پانے کی بنا پر اہل ایمان کے نزدیک مزید قابل اعزاز و تکریم ہو جاتا ہے تو اس کے گلے میں ہار ڈالنا اس کی تعظیم و تکریم ہے اور اس مبارک سفر کی قدر و منزلت کا اظہار ہے اور یہ امور شرع مطہرہ میں غلط نہیں بلکہ یہ نیت خیر مستحسن ہیں یہ ایسا عمل ہے جس کو علما و صلحا خواص و عوام عالم و عامی سب کرتے ہیں حتیٰ کہ منکرین کے یہاں بھی یہ کام ہوتا ہے اور جسے عامہ مسلمین اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے حدیث شریف میں ہے: ”مراہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن“ (۱)

لہذا حجاج کے اوداعی پروگرام یا ان کے استقبال میں ان کو ہار پھول پہنانا جائز ہے اسے ناجائز اور بدعت کہنا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جہد اشاہی بستی

حج بدل کرنے والا قربانی کس کے نام سے کرے؟

مسئلہ: از محمد اظہر بنجر یا خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص حج بدل کرنے گیا ہے تو حج کی قربانی اپنے نام سے کرے گا یا جس کی طرف سے حج بدل کرنے گیا ہے اس کی طرف سے کرے؟

”باسمہ تعالیٰ ولقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حج تین طرح کا ہوتا ہے افراد، تمتع، اور قرآن ان میں حج افراد میں قربانی واجب ہی نہیں ہے تمتع اور قرآن میں واجب ہے اب حج بدل کرانے والے نے اگر حج تمتع یا قرآن کرنے کو کہا ہے یا عرفات تمتع یا قرآن کی احادیث ثابت ہوئی ہے تو اس کی قربانی حج بدل کرنے والا اپنی طرف سے کرے گا۔ کنز الدقائق میں ہے:

ودم القران والجناية على المأمور (۱)

اس کے تحت البحر الرائق میں فرمایا

”واراد بالقران دم الجمع بين النسكين قرانا كان او تمتعا كما صرح به في غاية البيان

لكن بالاذن المتقدمة (۲)

در مختار میں ہے:

”و دم القران والتمتع والجناية على الحاج ان اذن له الامر بالقران والتمتع والا فيصير

مخالفا فيضمن“ (۳)

لباب میں ہے

”لو امره بالقران او التمتع فالدم على المأمور“ (۴)

ان ارشادات سے بخوبی عیاں ہے کہ حج بدل کرنے والا حج کی قربانی اپنی طرف سے کرے

گا۔ واللہ تعالیٰ عالم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ مجدد اشاہی بستی

(۱) کنز الدقائق مع البحر ج: ۳، ص: ۱۱۷

(۲) البحر الرائق ج: ۳، ص: ۱۱۷

(۳) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۳، ص: ۳۲

(۴) اللباب، باب الحج عن الغير، ص: ۳۰۵

جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور

مدت سفر کی مسافت طے کرنے کے بعد معتدہ ہو جائے تو کیا کرے؟

مسئلہ: از محمد سیف جہانی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت اپنے وطن سے حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور مسافت سفر طے کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ یا تنہا ہو گئی جبکہ مکہ مکرمہ مسافت سفر پر ہے اب وہ عورت کیا کرے گی۔ بینوا تو جروا
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہ عورت شرعاً محصرہ ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے واذا احرمت ولا زوج لها و معها محرم و مات محرمها او احرمت ولا محرم لها و لكن معها زوجها فمات زوجها فانها محصورة هكذا في البدائع (۱)

اسی میں ہے

”واذا مات محرم المراءة في الطريق و بينها و بين مكة مسيرة ثلاثة ايام فصاعدا فهي بمنزلة المحصر“ (۲)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر عورت کا شوہر یا محرم راستہ میں فوت ہو گیا اور وہاں سے مکہ مکرمہ مسافت سفر یعنی تین دن کی راہ سے کم ہے تو محصرہ نہیں ورنہ محصرہ ہے بہار شریعت میں ہے:

”عورت نے احرام باندھا اس کے بعد شوہر نے طلاق دے دی تو وہ محصرہ ہے اگرچہ محرم بھی ہمراہ موجود ہو“ (۳) اور جب یہ واضح ہو گیا کہ مذکورہ عورت محصرہ ہے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ آگے سفر نہ کرے بلکہ اگر ممکن ہو تو وہیں ٹھہر کر عدت پوری کرے یا وہاں سے جس قریب تر جگہ پر عدت گزارنا میسر ہو وہاں گزارے اور کسی معتبر شخص کے ذریعہ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت حرم شریف بھیج دے اور دن تارخ و وقت متعین کر دے جب وہ شخص وقت

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۱، ص: ۲۵۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۱، ص: ۲۵۵

(۳) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۱۹۶

متعینہ پر قربانی کر دے گا عورت احرام سے باہر ہو جائے گی۔
بہار شریعت میں ہے:

”مکھڑ کو یہ اجازت ہے کہ حرم کو قربانی بھیج دے جب قربانی ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا یا قیمت بھیج دے کہ وہاں جانور خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام کھل نہیں سکتا جب تک مکہ معظمہ پہنچ کر طواف سعی و حلق نہ کرے“ (۱)

اسی میں ہے

”یہ ضروری امر ہے کہ جس کے ہاتھ قربانی بھیجے اس سے ٹھہرا لے کہ فلاں دن فلاں وقت قربانی ذبح ہو اور وہ وقت گزرنے کے بعد احرام سے باہر ہوگا“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد ورس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی بستی

۲ رجب المرجب ۱۴۳۷ھ

جو عورت جدہ یا مکہ مکرمہ پہنچ کر قبل حج بیوہ ہو گئی تو وہ کیا کرے؟

مسئلہ از: احمد رضا قادری اترولہ بلرام پور

کیا فرماتے ہیں محققین فقہ اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت حج کے ارادہ سے نکلی اور مکہ مکرمہ یا جدہ شریف میں پہنچ کر بیوہ ہو جائے تو کیا کرے۔ کتاب و سنت کی روشنی میں حکم واضح فرمائیں کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقاس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کوئی عورت حج کے ارادے سے نکلی اور مکہ مکرمہ یا جدہ شریف پہنچ کر بیوہ ہو جائے تو وہ ارکان حج ادا کرے اور اگر ممکن ہو تو مکہ مکرمہ میں رہ کر عدت پوری کرے اور اگر وہاں رکنا دشوار ہو تو اپنے وطن پہنچ کر جس قریب کی آبادی میں عدت گزارنا آسان ہو وہاں گزارے بصورت مجبوری شوہر کے گھر آ کر عدت پوری کرے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ ایک مسئلہ کے تحت رقمطراز ہیں:

”اور اگر شوہر محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدۃ سفر نہیں مثلاً جدہ پہنچ گئی تو اب چلی

(۱) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۹۶

(۲) بہار شریعت ج: ۱، ص: ۱۹۶

جائے اور واپس نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے: و کانت کمن ابانها زوجها او مات عنها ولو فی مصر و لیس بینہا و بین مصر ما مدۃ سفر رجعت ولو بین مصر ما مدۃ و بین مقصدھا اقل مضت پھر بعد حج مکہ معظمہ میں اقامت کرے بلا محرم گھر واپس آنا بلکہ مدینہ طیبہ کی حاضری ناممکن ہے“ (۱)

اس عبارت میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بے شوہر اور بلا محرم والی عورت کو اس عورت کے جیسی بتایا ہے جس کا شوہر مکہ معظمہ کے راستہ میں فوت ہو جائے اور اسے حج کی اجازت دی ہے اور پھر بعد حج مکہ مکرمہ میں عدت وفات گزارنے کا حکم دیا ہے اس لئے سوال میں مذکورہ عورت ارکان حج ادا کرے

البتہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق اس عورت کے لئے حکم ہے کہ مکہ معظمہ میں عدت پوری کرے مگر ادنیٰ طالب فقہ پر بھی یہ بات روشن ہے کہ اس وقت اور آج کے ملکی قوانین اور حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہے آج سعودی نظام حکومت کی وجہ سے پوری عدت کا زمانہ مکہ مکرمہ میں گزارنا سخت مشکل اور حرج و مشقت کا سبب ہے اس لئے ایسی عورت کو اجازت ہے کہ اپنے ملک میں جہاں پہلے پہنچ کر عدت گزارنا آسان ہو وہاں گزارے اور اگر اس میں مشقت ہو تو بوجہ مجبوری شوہر کے گھر پہنچ کر عدت گزارے۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے:

”و فی البدائع رجعت و بلغت ادنی المواضع التي تصلح للإقامة اقامت فیہ واعتدت ان لم تجد محرما بلا خلاف و کذا ان وجدت عند ابی حنیفۃ و مثله فی المحيط و فیہ البدوی طلق امراته فاراد نقلها الی مکان آخر فی الکلاء و الماء فان لم تتضرر بترکھا فی ذالک الموضع فی نفسها او ما لها لیس له ذالک وان تتضرر فله ذالک اذا الضرورات تبیح المحظورات.“ (۲)

کیا عورت اپنے خالو کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے؟

مسئلہ: از سراج الحق بکلمۃ بستی کللتہ

کیا حکم شرع ہے اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت اپنے خالو کے ساتھ حج پر جانا چاہے تو جاسکتی ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر عورت کے مکان سے مکہ مکرمہ کی مسافت مدت سفر پر ہے یعنی اس کے مکان سے مکہ مکرمہ کی دوری

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۶۸۳

(۲) فتح القدیر، باب العدة، ج: ۴، ص: ۳۱۳

سناڑھے بانوے کلو میٹر ہے تو بغیر محرم حج کو جانا حرام ہے اور شوہر کے علاوہ محرم وہ شخص ہے جس کا نکاح اس عورت سے ہمیشہ کے لئے حرام ہو چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

”والمحرم الزوج ومن لا يجوز منها كجنتها على التابيد بقراة او رضاع او مصاهرة كذا في الخلاصة“ (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے

”عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابل اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے سفر حرام ہے اگر کرے گی حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا“ (۲)

ان ارشادات سے روشن ہے کہ عورت اسی محرم کے ساتھ جاسکتی ہے جس کا نکاح ہمیشہ کے لئے اس عورت سے حرام ہو اور خالو وہ محرم نہیں ہے جس سے ہمیشہ نکاح حرام ہو لہذا عورت اپنے خالو کے ساتھ حج پر نہیں جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کیا حاجی کو بطور علامت کڑا پہننا درست ہے؟

مسئلہ از: عبدالکلام خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ اس بارے میں کہ حاجی صاحبان کو حکومت کی طرف سے اسٹیل یا کسی اور دھات کا ایک کڑا ملتا ہے جس پر حاجی کا نام و پتہ لکھا رہتا ہے حاجی اسے ہاتھ میں پہنے رہتا ہے اس کا پہننا کیسا ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مرد و عورت دونوں کے لئے سونے اور چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کا استعمال جائز نہیں رد المحتار میں ہے:
”فی الجوہرۃ والتختیم بالحدید والصفیر والنحاس والرصاص مکر وہ للرجال والنساء“ (۳)

ہاں عورت کو سونا چاندی دونوں کا استعمال درست ہے اور مرد کو صرف چاندی وہ بھی گینے کے ساتھ انگوٹھی کی شکل میں ہی استعمال کی اجازت ہے در مختار میں ہے:

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۱، ص: ۲۱۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۳، ص: ۳۹۱

(۳) رد المحتار ج: ۹، ص: ۳۳۸

”ولا يتختم الا بالفضة لحصول الاستغناء بها ليعلم بغيرها كالحجر والذهب والحديد
وصفر ودرصاص وزجاج وغيرها“ (۱)
اس کے تحت رد المحتار میں ہے

”لایحرم بغيرها (۱) لما روی الطحاوی باسنادہ الی عمران بن حصین وابی ہریرۃ قال
نہی رسول اللہ ﷺ عن خاتم الذهب“ (۲)
فتاویٰ عالمگیری میں ہے

”ویکفرہ للرجال التختیم بماسوی الفضة کذا فی الینابیح والتختیم بالذهب حرام فی
الصیحیح کذا فی الجیز للکردی ولی الخجندی التختیم بالحديد والصفر والنحاس
والرصاص مکروه للرجال والنساء جميعا“ (۳)
بہار شریعت میں ہے:

”انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جاسکتی ہے دوسری دھات کی انگوٹھی مرد کو پہننا حرام ہے مثلاً لوہا، پیتل،
تانبا، جست وغیرہ ان دھاتوں کی انگوٹھیاں مرد و عورت دونوں کے لیے ناجائز ہیں“ (۴)
فرق اتنا ہے کہ عورت سونا بھی پہن سکتی ہے اور مرد نہیں پہن سکتا ان ارشادات سے واضح ہے کہ مرد و عورت
دونوں کے لیے سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کا استعمال خواہ انگوٹھی کی شکل میں ہو یا کسی اور شکل میں ہو جائز نہیں
لہذا حکومت کی جانب سے اسٹیل وغیرہ دھات پر پتہ وغیرہ لکھ کر حجاج کو جو کڑا دیا جاتا ہے اس کا پہننا درست نہیں ہے
اسے بیک یا پاکٹ میں رکھیں اور اگر بالفرض کسی نے پہن رکھا ہے تو اسے پہن کر نماز ہرگز نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتا و درس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاہی بستی

کیا حاجی پر عیداضیٰ کی قربانی واجب ہے

مسئلہ از: عبدالصمد بستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ جو حضرات حج کے لئے جاتے ہیں ان کو حج کی قربانی کرنی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۹، ص: ۴۳۷

(۲) رد المحتار ج: ۹، ص: ۴۳۷

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۵، ص: ۳۲۲

(۴) بہار شریعت ج: ۱۶، ص: ۲۲۶

ہوتا ہے تو کیا ان کو عید الفصحی کی قربانی بھی کرنی پڑے گی؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر حاجی ایام قربانی یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ ذی الحجہ کی تاریخوں میں مالک نصاب اور شرعاً مقیم ہو تو اس پر بقرہ عید کی قربانی بھی واجب ہے اور اگر مالک نصاب ہو مگر ان ایام میں مسافر ہو تو اس پر وہ قربانی واجب نہیں ہے رد المحتار میں ہے۔

”الذبح له ای المفردا فضل وبجب للقارن والمتمتع واما الا ضحیة فان كان مسافر

افلا بجب علیه والا کالمکی فتجب کما فی البحر“ (۱)

اور بہار شریعت میں ہے

یہ قربانی وہ نہیں ہے جو بقرہ عید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً نہیں اور مقیم مالدار پر واجب ہے اگر چہ حج میں ہو، (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیمیہ جہد اشاعی بستی

کیا ایک عمرہ یا طواف بہت سارے مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا ہے؟

مسئلہ از: عبد الحکیم کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

کیا ایک شخص بیک وقت کئی مسلمانوں کی نیت سے عمرہ یا طواف کر سکتا ہے اور سب کو برابر ثواب ملے گا؟ یسوا تو جوا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایک شخص ایک عمرہ یا طواف بلکہ حج لفل میں بھی متعدد لوگوں کی نیت کر سکتا ہے اور اللہ عز و جل کے فضل و کرم

سے امید ہے کہ جتنے مسلمانوں کی نیت سے عمرہ یا طواف کرے گا سب کو پورا پورا ثواب ملے گا، رد المحتار میں ہے:

”فی التاتار خالیة عن المحيط الا فضل لمن يتصدق نفلا ان ينوی لجميع المومنین و

المومنات لانها تصل اليهم ولا ينقص من اجره شئی“ (۳)

(۱) رد المحتار ج: ۲، ص: ۵۳۳

(۲) بہار شریعت ج: ۶، ص: ۱۰۴

(۳) رد المحتار ج: ۱، ص: ۶۰۵، دار احیاء التراث العربی بیروت

بلکہ یہ حکم حدیث پاک سے ثابت ہے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”مَا عَلَى أَحَدٍ كَمْ إِذَا ارَادَ أَنْ يَتَصَدَّقَ لِلَّهِ صَدَقَةً تَطَوُّعًا أَنْ يَجْعَلَهَا عَنْ وَالِدِيهِ إِذَا كَانَ مُسْلِمِينَ فَيَكُونُ لَوَالِدِيهِ أَجْرُهَا وَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهَا بَعْدَ أَنْ لَا يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهُمَا شَيْءٌ“ (۱)

لہذا ایک عمرہ یا طواف کرنے میں بہت سے مسلمانوں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے شامل کر سکتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ سب کو ثواب برابر ملے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

مراجع و مصادر

کتب تفسیر

متوفی ۷۲۵ھ	علامہ علی بن محمد خازن شافعی	(۱) تفسیر خازن
متوفی ۵۱۶ھ	محمد بن حسین مسعودی بغوی	(۲) تفسیر بغوی
متوفی ۷۰۱ھ	عبداللہ بن احمد بن محمود النسخی	(۳) تفسیر نسفی
متوفی ۶۸۵ھ	قاضی ابوالخیر عبداللہ بن عربیہ شیری	(۴) تفسیر بیضاوی
متوفی ۹۱۱ھ	علامہ جلال الدین سیوطی	(۵) درمنثور
متوفی ۷۳۰ھ	حمید الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی بصاص	(۶) احکام القرآن للجصاص
متوفی ۵۳۳ھ	علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی	(۷) احکام القرآن لابن عربی
متوفی ۱۲۰۳ھ	سلیمان بن عمر الجعفی الشہید بالجبل	(۹) تفسیر جبل
متوفی ۱۳۶۷ھ	سید محمد نعیم الدین مراد آبادی	(۱۰) خزائن العرفان

کتب احادیث و سیر

متوفی ۲۵۶ھ	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	صحیح البخاری
متوفی ۲۶۱ھ	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	مسلم شریف
متوفی ۲۴۹ھ	امام ابویوسف محمد بن یوسف ترمذی	جامع الترمذی
متوفی ۲۴۵ھ	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث	سنن ابو داؤد
متوفی ۳۰۳ھ	امام ابو عبدالرحمن احمد بن حنبل	سنن حنبل
متوفی ۲۴۳ھ	امام ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ	سنن ابن ماجہ
متوفی ۲۳۵ھ	امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	مصنف ابن ابی شیبہ
متوفی ۲۱۱ھ	امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی	مصنف عبدالرزاق
متوفی ۳۲۱ھ	امام ابو حنظل احمد بن محمد طحاوی	شرح منہاج الابرار

متوفی ۱۲۳۱ھ	امام احمد بن حنبل	مسند امام احمد بن حنبل
متوفی ۱۸۹ھ	امام محمد بن حسن شیبانی	موطا امام محمد
متوفی ۳۳۳ھ	شیخ ولی الدین محمد یزدی	مکتوبہ المصالح
متوفی ۴۰۵ھ	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری	المستدرک للحاکم
متوفی ۹۱۱ھ	علامہ جلال الدین سیوطی	جامع صغیر للسیوطی
متوفی ۵۱۶ھ	امام حسین بن مسعود بغوی	شرح السنۃ للبغوی
متوفی ۴۵۸ھ	احمد بن الحسین بن علی بن موسی الخضر و جردی البیهقی	سنن البیهقی
متوفی ۲۸۵ھ	امام علی بن عمر دارقطنی	سنن دارقطنی
متوفی ۳۲۰ھ	امام ابو عبد اللہ محمد الحکیم الترمذی	تواریخ الاصول
متوفی ۱۳۴۰ھ	امام احمد رضا قادری	جامع الاحادیث
متوفی ۳۶۰ھ	امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمر الطبرانی	المعجم الاوسط
متوفی ۶۲۲ھ	حافظ جمال الدین ابو محمد عبد اللہ بن یوسف زیلیعی	نصب الروایۃ
متوفی ۹۰۲ھ	شیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن سخاوی	المقاصد الحسنة
		الجواهر النقی
متوفی ۹۷۵ھ	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری	کنز العمال
متوفی ۸۰۷ھ	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ایمنی	مجمع الزوائد
متوفی ۱۰۱۳ھ	ملا علی بن سلطان محمد القاری	مرقات المفاتیح
متوفی ۱۳۲۱ھ	مفتی محمد شریف الحق امجدی	نزہۃ القاری
متوفی ۱۳۲۲ھ	مفتی جلال الدین احمد امجدی	انوار الحدیث
متوفی ۵۳۳ھ	قاضی عیاض بن موسی مالکی	الشفاعتین حقوق المصطفی
متوفی ۸۵۲ھ	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	الاصابة فی تمییز الصحابة

کتاب فقہ و اصول فقہ

متوفی ۱۸۹ھ	امام محمد بن حسن شیبانی	المہوط للامام بن حسن الشیبانی
متوفی ۲۸۳ھ	علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی	المہوط للسرخسی

السير الكبير	امام محمد بن حسن شيباني	متوفى ۱۸۹ھ
شرح و قايه	صدر الشريعه حبيب الله بن محمد بن محمد	متوفى ۷۷۷ھ
هدايه	علامه ابو الحسن علي بن ابي بكر مرعشي ناي	متوفى ۵۹۳ھ
بحر الرائق	علامه زين الدين ابن نجيم	متوفى ۷۹۰ھ
النهر الفائق	امام سراج الدين عمر بن ابراهيم حنفى	متوفى ۱۰۰۵ھ
مجمع الانهر شرح ملتبى الابحار	علامه محمد سليمان داماد آفندى	متوفى ۱۰۷۸ھ
عمدة الرعاية	علامه ابوالحسنات محمد عبد العلى لكهنوى	متوفى ۱۳۰۴ھ
فتح القدير	علامه كمال الدين ابن همام	متوفى ۸۶۱ھ
تبيين الحقائق	علامه عثمان بن على زيلعى	متوفى ۷۷۳ھ
رد المحتار	علامه سيد محمد امين بن عابدين شامى	متوفى ۱۲۵۲ھ
جد الممتار	امام احمد رضا قادري	متوفى ۱۳۳۰ھ
الفتاوى التا تاريخية	علامه عالم ابن العلماء انصارى دهلوى	متوفى ۷۸۶ھ
غنية المستملى	علامه ابراهيم بن محمد طلبى	متوفى ۹۵۶ھ
مراقى الفلاح	علامه حسن بن عمار شرنبلالى	متوفى ۱۰۶۹ھ
الجوهرة النيرة	علامه ابوبكر بن على حداد	متوفى ۸۰۰ھ
المغنى لابن قدامة الحنبلى	علامه موفق الدين ابو محمد عبد الله بن احمد بن قدامة	متوفى ۵۶۲ھ
روضه الطالبين	علامه يحيى بن شرف نووى	متوفى ۷۷۶ھ
مختصر احمد خرقى مع المغنى	ابو القاسم عبد الله بن احمد	متوفى ۳۳۳ھ
غزير عيون البصائر مع الاشباه والنظائر	سيد احمد بن محمد حنفى جموى	متوفى ۱۰۹۸ھ
حاشية الطحاوى	علامه احمد بن محمد طحاوى	متوفى ۱۲۳۱ھ
تحفة المحتاج	علامه شهاب الدين احمد بن حجر يثمتى شافعى	متوفى ۹۷۳ھ
حنبية الغافل والوسنان	علامه سيد امين ابن عابدين شامى	متوفى ۱۲۵۲ھ
الفتاوى العاكسيرة	ملا نظام الدين	متوفى ۱۱۶۱ھ
الخطايا النبوية فى الفتاوى الرضوية	امام احمد رضا قادري	متوفى ۱۳۳۰ھ
بهار شريعت	علامه امجد على اعظمى	متوفى ۱۳۷۶ھ

متوفی ۱۲۵۲ھ	علامہ عبدالرحمن الجزیری	الفقه علی المذاہب الاربع
متوفی ۱۲۲۲ھ	علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی	معیۃ الطالب علی البحر الرائق
متوفی ۱۴۰۲ھ	مفتی جلال الدین احمد امجدی	فتاویٰ فیض الرسول
متوفی ۱۳۷۶ھ	ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری	فتاویٰ مصطفویہ
متوفی ۱۳۸۲ھ	علامہ امجد علی اعظمی	فتاویٰ امجدیہ
متوفی ۱۳۳۳ھ	علامہ ظفر الدین بہاری	فتاویٰ ملک العلماء
متوفی ۱۳۹۵ھ	مفتی عبدالمنان اعظمی	فتاویٰ بحر العلوم
متوفی ۱۳۴۰ھ	مولانا حبیب اللہ بھاگلپوری	حبیب الفتاویٰ
متوفی ۱۲۲۵ھ	امام احمد رضا قادری	انور البشارۃ فی مسائل الحج والزیارت
متوفی ۱۱۳۰ھ	بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین	فوائح الرحموت
	ملا محمد جوہپوری	نور الانوار
		کشف الاسرار شرح المنار

کتاب لغت

متوفی ۱۱۷۱ھ	علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی	لسان العرب
متوفی ۱۲۰۵ھ	سید محمد مرتضیٰ حسین زبیدی خفی	تاج العروس
متوفی ۹۸۶ھ	علامہ محمد طاہر عثمانی	مجمع بحار الانوار
		المعجم
	عبدالحفیظ بلیاوی	مصباح اللغات
متوفی ۱۲۳۲ھ	محمد غیاث الدین بن جلال الدین رام پوری	غیاث اللغات
	الحاج فیروز الدین	فیروز اللغات
		المعجم الوسیط

کتاب فرقہ باطلہ

متوفی ۱۲۳۶ھ	محمد اسماعیل دہلوی	تقویت الایمان

متوفی ۱۲۳۶ھ	اسمعیل دہلوی	صراط مستقیم
متوفی ۱۲۳۶ھ	اسمعیل دہلوی	رسالہ بکروزی
متوفی ۱۲۹۶ھ	محمد قاسم نانوتوی	تجذیر الناس
متوفی ۱۳۳۶ھ	خلیل احمد انصاری	براین قاطعہ
متوفی ۱۳۶۲ھ	اشرف علی تھانوی	حفظ الایمان
	حسین احمد ناظمی	الہباب الثاقب
	مولوی محمد یوسف نانوتوی دیوبندی	جواہر القرائد

دیگر کتب

متوفی ۱۱۵۸ھ	محمد بن علی ابن القاضی محمد حامد بن محمد انصاری	کشاف اصطلاح الفنون
متوفی ۱۳۳۰ھ	امام احمد رضا قادری	المسلووظ
		معارف شارح بخاری
		ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور
		امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں
		رد صلیح کلیت